



عمران سیریز جلد نمبر (I) 31

زیرولینڈ کی تلاش

105 - موت کی آہٹ

106 - دوسرا رخ

107 - چنانوں کاراز

108 - ٹھنڈا سورج

ابن صفحی

موت کی آہٹ

(پہلا حصہ)

پیشہ

چلنے، خدا خدا کر کے عمران پسندوں کا انتظار ختم ہوا۔ اس سے قبل فریدی کے لگاتار چار ناول آئے تھے اور اس درمیان ایسے ایسے خطوط موصول ہوئے ہیں عمران پسندوں کی طرف سے کہ انہیں احاطہ بیان میں لانا مشکل ہے، بس ایسا لگتا تھا جیسے عمران سب کچھ انہی کا ہے اور اس سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے یا پھر میں اس کے خلاف سوتیلے پن کا مظاہرہ کر رہا ہوں۔ بھائی کتنی بار عرض کروں کہ میں نے یہ سلسلہ فریدی پسندوں کے بے حد اصرار پر شروع کیا تھا۔ کیا عمران پسندوں کی فرمائیں پوری نہیں کرتا۔۔۔۔۔ یا ان کی جدید ترین فرمائش برائے بازیابی جیسیں سلمہ، میرے سر آنکھوں پر نہ ہوگی۔ جی ہاں مجھے خود بھی اس کی گمشدگی پر خاصی تشویش ہو گئی ہے۔ بہر حال دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ اُسے بھی تلاش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ فی الحال موت کی آہٹ ملاحظہ فرمائیے، بالکل ہی نئے انداز میں پیش کر رہا ہوں۔

اب آئیے جاسوسی دنیا کے خاص نمبر ہمزاد کا مسکن کی طرف۔ میرے ایک بے تکلف دوست نے جو صفتِ اول کے شاعر بھی ہیں اس پر بحالت غصباں کی بہت سخت تقید کی ہے۔ حسب معمول ہنستے بولتے ہوئے آئے۔ اُسی مودہ میں کھایا پیا اور آخر میں پان کی گلوری کلے میں دبائی اور پھر مجھے غصباں کا نظر وہ سے گھورنا شروع کیا۔ میں نے فوراً ہی مااضی میں چھلانگ لگائی اور سوچنے لگا کہ کہیں دو چار سال پہلے مجھ سے کوئی غلطی تو نہیں سرزد ہو گئی تھی۔ اچانک وہ ڈپٹ کر بولے ”آخر تباہ کر دی“۔ میں گھبرا کر ان کا منہ دیکھنے لگا۔ ویسے ہی تہر

آلوں لجھے میں بولے۔ ”تم ہمیشہ یہی کرتے ہو... بڑی اچھی کہانی اٹھائی تھی۔ آخر میں چوپٹ کر دی۔“

میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ ”کون سی کہانی۔ بولے پر چھائیوں والی ”ہزار کا مسکن“ کی بات کر رہا ہوں۔“

میں نے ٹھنڈی سانس لے کر سوچا پہلے ہی معلوم ہو جاتا تو پان تک کونہ پوچھتا۔ وہ ڈپٹ ڈپٹ کر کہتے رہے۔ ”میں تو سمجھا تھا کہ آخر میں پانچ چھ پر چھائیاں فریدی کو گھیر لیں گی اور روز بروست قسم کا تکڑا وہ ہو گا۔ زمین میں کر رہا جائے گی۔ ہونہہ کھودا پہاڑ نکلا چوہا۔“

میں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ ”بھائی یہ ممکن نہ تھا۔ فریدی کے پرخے اڑ جاتے پھر دھاڑے“ وہ فریدی ہی کیا جو پر چھائیوں سے شکست کھا جاتا۔ ناول کو ختم کرنے سے پہلے مجھ سے ڈسکس کر لیا کرو۔“ میں نے کہا۔ اچھا بھائی اب بتا دو کہ مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا چاہئے تھا۔ کہنے لگے اُس کے جسم پر کسی یکمیکل کالیپ کرا کر بھڑا دیتے۔ میں نے کہا جواز بھی تو پیدا کرنا پڑتا ہے۔ سر کھجا کر بولے ”سب چلتا ہے“ میں نے کہا پہلے چلتا تھا اب نہیں چلے گا اور چلانے کی کوشش کروں گا تو میڑک کا کوئی طالب علم ہی آکر کان پکڑ لے گا۔ کہنے لگے ”میڑک کے طالب علم تو صبح سے شام تک میرے بھی کان پکڑتے رہتے ہیں۔ پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔“

مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرے دونوں کان اکٹر کر خود میرے ہاتھوں میں آگئے ہوں۔! بہر حال اب آپ بتائیے کہ اس سلسلے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ والسلام

ابنِ صفحہ

۱۳ جولائی ۱۹۷۸ء

ایسی بھیانک گرمی پہلے کبھی نہیں پڑی تھی۔ کم از کم جو لیا کو تو یاد نہیں تھا کہ کسی سال کتنی دنوں تک مسلسل جس رہا ہو۔ بس دو چار گھنٹوں کو جس ہوتا اور پھر سمندر کی طرف سے چلنے والی ٹھنڈی ہوا تھیں ان چند گھنٹوں کی کوفت دور کرنے لگتیں۔ لیکن اس بار تو قیامت نوٹ پڑی تھی۔ شہر میں گرمی کی وجہ سے اب تک کئی امواب ہو چکی تھیں۔

جو لیانا فشر واڑ زیادہ ت وقت اپنی ایسے کنڈی ٹھنڈے خواب گاہ میں گزارنے لگی تھی۔ اس وقت بھی نئی کرنے کے بعد سیدھی یہیں چل آئی تھی۔ موسم کی سختی نے اس کی صحت کو بھی کسی قدر متاثر کیا تھا۔ ذہن پر ہر وقت غنوگی کی مسلط رہتی تھی۔ کسی کام میں دل نہیں لگتا تھا۔ سائیکو میشن بھی نہیں جاتی تھی۔ کبھی کبھی اپنے ساتھیوں پر غصہ آتا کہ کسی نے فون پر بھی یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی کہ وہ کس حال میں ہے۔ عمران کا تو قریباً پندرہ دن سے پتا نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے۔ اس دوران میں کئی بار اس کے قلیٹ سے بھی معلوم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اور ہر سے ہمیشہ لا علی ہی کا اظہار ہوا تھا۔ بہر حال اسے ایسا ہی محسوس ہوتا تھا جیسے اس بھرے پہے شہر میں تھا رہ گئی ہو۔ اس وقت بھی اُس کے ذہن پر یہی تاثر طاری تھا اور وہ انگلہ رہی تھی۔ اچانک فون کی گھنٹی بجی اور وہ چونک پڑی کوئی اور موقع ہوتا تو اس سر بر انگلیز غنوگی میں خلل پڑنے پر وہ چراغ پا ہو جاتی لیکن اس وقت تو گھنٹی کی یہ آواز منس تھاں لگی تھی۔ ہاتھ بڑھا کر یہ سائیکو نیبل سے فون کا رسیور اٹھایا اور بڑی مترنم آواز میں ”ہیلو“ کہہ کر آنکھیں بند کر لیں لیکن پھر بوکھلا کر اٹھ بیٹھی۔ کیونکہ ایکس نوکی آواز نے گویا ساعت پر آرے چلا دیے تھے۔

”لیں سر....!“

”کیا کر رہی ہو....؟“

”ب..... بس.... یونہی....!“

”ان نالائقوں کی صحبت میں شائد تمہیں بھی تیلو لے کی عادت پڑ گئی ہے۔!“

”بھی.... نہیں.... ایسی تو کوئی بات نہیں۔!“

”خیر سنو.... تمہیں آج شام سات بجے والی فلاٹ سے سردار گذھ جاتا ہے۔!“

”سک..... سردار گذھ.....!“

”ہاں پوری بات سنو....!“ ایکس ٹو غرایا اور جولیا کے کان جھنجھنا اٹھے۔

”لیں سر.... میں سن رہی ہوں۔!“ جولیا چیختی ہوئی سی آواز میں بولی۔

”کیا بھی تک سورہی تھیں۔!“

”نہیں جتاب....!“

”سردار گذھ کے نام پر خوشی ہوئی ہوگی۔ مل اٹھیں ہے نا... یہاں کی گرمی سے نجات مل جائے گی۔!“

”گرم ترین مقام پر بھی ٹھیک جاسکتی ہوں۔!“ جولیا نے مردہ سی آواز میں کہا۔

”تم مسز چران کی حیثیت سے سفر کرو گی۔ کاغذات چار بجے تک پہنچ جائیں گے۔ جو کاغذات پہنچائے گاؤں سے اس سفر کی تفصیل بھی معلوم ہو جائے گی۔!“

”بہت بہتر جتاب....!“

”وہیں آل....!“ کے ساتھ ہی رابطہ منقطع ہونے کی آواز آئی اور جولیا نے طویل سانس لے کر رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

”سردار گذھ.... تھیک گاڑ.... تجھے مجھ پر حرم آہی گیا۔ ورنہ اس شہر کی گرمی اور گھنٹن میرا خاتمه ہی کر دیتی۔ لیکن یہ مسز چران.... پھر مسز چران بھی ہو گا کوئی۔ ورنہ مسز ہونے کا سوال ہی نہ پیدا ہوتا۔ کیا عمران نے کوئی نیا گل کھلایا ہے؟ چران اور عمران کی صوتی کیفیت یکساں ہے۔

اگر اس قسم کا کوئی ڈرامہ ہے تو پھر اس بار عمران بھی کیا یاد کرے گا۔

وہ پھر او نگہ آئی اور پھر ذرا ہی سی دیر میں الگی گرمی نیند آئی تھی جیسے اس کی پریشانیوں کا کوئی واضح حل دستیاب ہو گیا ہو۔

دوبارہ بھی گھنٹی ہی کی آواز سے نیند کا سلسلہ ٹوٹا تھا۔ لیکن یہ فون کی گھنٹی نہیں تھی۔ کوئی باہر سے کال بل کا بہن دبارہ تھا۔ اُس نے گھر دی، لیکھی تھیک چار بجے تھے اُسے یاد ہیتاکہ ایکس نونے کسی کو بھیجا ہو گا۔ وہ جلدی سے اٹھی سلپنگ گاؤں پہننا اور خواب گاہ سے نکل کر صدر دروازے کی

”طرف جل پڑی۔“

”آنے والا صدر تھا۔ جولیا اسے اندر آنے کا راستہ دینے کے لئے ایک طرف ہٹ گئی اور صدر بوالا۔“

”شائد میں تمہارے آرام میں مخل ہوا ہوں۔!“

”فکر نہ کرو.... آؤ....!“

”وہ اسے سنتگ روم میں لے آئی اور بولی۔“ چیف سے پہلے ہی اطلاع مل چکی ہے۔!

”اسی لئے ہشاش بشاش نظر آرہی ہو۔ ورنہ اس طرح جگایا جانا پسند نہ کرتی۔!“

”ٹھیک ہے.... میں نے بھی کب کہا کہ ہر وقت شرافت کے موڑ میں رہتی ہوں۔ بیٹھو....

”لیکن قصہ کیا ہے؟“

”صدر نے بیٹھ کر بریف کیس زانوؤں پر رکھ لیا اور اُسے کھولتا ہوا بولا۔“

”مادام لیسی ماٹیف شیراں کے کاغذات ہیں۔ پاپورٹ پر تمہاری تصویر ہے اور پاپورٹ فرانسیسی

”کوہومت کا جاری کردہ ہے۔ ویزے پر یہاں پہنچنے کی تاریخ درج ہے اور تم پیرس سے آئی ہو۔!“

”چیف نے مسز چران کہا تھا۔!“

”ہو سکتا ہے چیف کو فرانسیسی نہ آئی ہو۔ انگلش میں تو چران ہی پڑھا جائے گا۔ ویزے ہے شیراں۔!“

”میں سمجھی تھی شائد عمران کا کوئی چکر ہے۔!“

”چران بروز ن عمران.... واہ....!“

”تو یہ شخص شیراں....!“

”تمہارا شہر ہے.... کئی سال سے یہاں مقیم ہے۔ تم سے بھگڑا تھا اس لئے تم پیرس میں

”رہتی تھیں۔ اب مصالحت ہو گئی ہے۔ لہذا تم بھی یہیں آئی ہو۔!“

”میں پوچھ رہی ہوں.... آخر یہ شیراں کیا بلا ہے۔!“

”بلانہیں شہر ہے.... مادام لیسی ماٹیف کا....!“

”اور میں لیسی ماٹیف کا روں ادا کروں گی۔!“

”ظاہر ہے۔!“

”اوہ وہ مجھے اپنی بیوی تسلیم کرے گا۔!“

”نہ کرے تو اول درجے کا حمق کھلائے گا۔!“

”کیا مطلب....?“

اگر کوئی تم جیسی عورت مجھ سے آکر کہے کہ وہ میری بیوی ہے تو میں بسر، پتھر تباہ کلوں کا۔
”نداق اڑاہے ہو میرا...!“ وہ آنکھیں نکال کر غرائی۔

”حقیقت عرض کر ریا ہوں مادام شیراں...!“

”اچھا... اچھا... پوری بات بتاؤ...!“ وہ رکھائی سے بولی۔

”سردار گذھ کے گرینڈ ہوٹل میں اُس نے تمہارے لئے کمرہ مخصوص کرایا ہے۔ یا تو وہ وہیں تمہارا منتظر ہو گا۔ یابعد میں آکر تم سے دہیں ملے گا۔ میں تم گرینڈ ہوٹل پہنچ کر کاؤنٹر پر اپنا نام بتاؤ گی اور تمہیں اس کمرے میں پہنچا دیا جائے گا۔ اگر کوئی تمہارے کاغذات دیکھنا چاہے تو دکھادینا!“

”میں اصلیت جاننا چاہتی ہوں۔!“ جو لیا جھنجھلانی۔

”بنتا مجھ سے کہا گیا ہے عرض کر چکا مزصر جران۔!“

”اور مجھے تمہا جانا ہو گا...؟“

”میں اس سلسلے میں بھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اسی لفافے میں جہاز کا نکٹ بھی موجود ہے۔ چونکہ سامان سفر کے بارے میں کوئی وضاحت نہیں کی گئی اس لئے خاص دودھ کے لئے تم اپنی بھیں بھی ساتھ لے جاسکتی ہو۔!“

”میں نداق کے موڈ میں نہیں ہوں...!“

”مطلوب یہ تھا کہ سامان سفر کا انتخاب تم خود کرو گی۔!“

پھر بات ختم ہو گئی تھی اور صدر رخصت ہو گیا تھا۔ جو لیا نے ایکس ٹوکے فون کے نمبر ڈائل کئے لیکن ایسا لگا جیسے لائے ہی ڈیڈ ہو گئی ہو۔ جھنجھلا کر سیور کر یہ ٹول پر قائم ہیا۔ روائگی کی تیداری کرنی تھی۔ جلدی جلدی ضروری سامان سمیانا اور خود پر جھنجھلاتی رہی کہ آخر وہ مقامی عورتوں کی طرح کی کیوں ہوتی جا رہی ہے۔ اس کی فکر کیوں ہے کہ سردار گذھ پہنچ کر کیا ہو گا۔ دیکھا جائے گا جو کچھ ہو گا۔ ہو سکتا ہے یہ چران یا شیراں عمران ہی ہو۔ اگر ایسا ہوا تو خاصی تفریق ہے گی۔ وہ بھی کیا یاد کرے گا۔!

ایک ٹیکسی... طلب کر کے ایئر پورٹ پہنچی۔ خیال تھا ممکن ہے کہ ساتھیوں میں سے کوئی ایئر پورٹ پر مل جائے لیکن ایسا بھی نہ ہوا۔

طیارے میں اپنی سیٹ پر بیٹھ جانے کے بعد بھی سوچ رہی تھی کہ شاید نہیں کوئی موجود ہو۔ لیکن لگڑری کلاس میں تو کوئی نہ دکھائی دیا۔ اونہہ جنم میں جائے۔ وہ شانوں کو جنتش دے کر

آہتہ سے بڑاہی۔ ”گرمی اور جسم سے تو نجات مل جائے گی۔!“

”جی کیا فرمایا...!“ برابر کی سیٹ پر بیٹھا ہوا بوڑھا آدمی چونک کر بولا۔

”آپ خیرت سے تو ہیں نا...!“ جو لیا نے جل کر پوچھا۔

”میا ہم پہلے کہیں مل چکے ہیں...?“ بوڑھے نے خیرت سے کہا۔ مقامی نہ آئی تھا لیکن رکھ رکھاوا اداور نفاست پسند معلوم ہوتا تھا۔

”اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میں ہر بوڑھے آدمی کو اپنا باپ سمجھتی ہوں۔ خواہ وہ کسی رنگ یا نسل سے تعلق رکھتا ہو۔!“

”اب میں اتنا بوڑھا بھی نہیں ہوں.... خیر... خیر... کہاں سے آئی ہو....?“

”فرانس سے...!“

”وہیں کی باشندہ ہو...?“

”جی ہاں۔!“

”کیا وہاں اب بھی آر سین لوپن کے ناول اسی ذوق و شوق سے پڑھے جاتے ہیں...?“

”پتا نہیں.... مجھے قصے کہانیوں سے کبھی دلچسپی نہیں رہی۔!“

”تم کیا کرتی ہو....!“

”میں کچھ بھی نہیں کرتی فرانس میں صاحب جائیداد ہوں۔!“

”یہاں کیوں آئی ہو....?“

”کیا تم کسی اخبار میں ائٹر دیو لینے کا کام کرتے ہو۔!“

”یہی سمجھو او....!“

”تب تو مجھے اپنی زبان بند رکھنی چاہئے۔!“

”اوہ... تو کیا تم فرانس کی کوئی اہم شخصیت ہو۔!“

جو لیا نے کوئی جواب دینے کی بجائے دوسرا طرف منہ پھیر لیا اور بوڑھے نے جلدی سے کہا۔ ”میں سردار گذھ کی ایک اہم شخصیت ہوں۔!“

”اوہ... اچھا...!“ جو لیا سر دلچسپی میں بولی۔

”تم سردار گذھ کیوں جا رہی ہو....?“

”اپنے شوہر کے پاس جا رہی ہوں۔!“

"اوہ... کیا نام ہے شوہر کا... شاید میں جانتا ہوں! -"

"مسٹر چران...!"

"اوہ... تو تم بھی اس بے چارے کو چران ہی کہتی ہو۔ حالانکہ! -"

"میں شیرال کہتی ہوں... میں نے سنا ہے کہ مقامی لوگ اس کے نام کا تلفظ انگریزی میں کرتے ہیں۔ کیا تم اسے جانتے ہو...?"

"کیوں نہیں؟ قریبادس سال سے وہ سردار گذھ میں مقیم ہے۔ لیکن اب تم اچانک کیوں آگئی ہو۔ بے چارہ دس سال سے تہائی کی زندگی گزارتا رہا ہے! -"

"میں یہاں نہیں آنا چاہتی تھی۔ میں چاہتی تھی کہ وہ فرانس ہی میں قیام کرے! -"

"لیکن اسے ہمارے ملک سے محبت ہے۔ اس نے سردار گذھ میں بنتیے فلاں کام کیے ہیں۔ مقامی لوگ اسے بہت پسند کرتے ہیں۔ اس کی عزت کرتے ہیں اور وہ بھی سردار گذھ کی ایک اہم شخصیت بن گیا ہے! -"

جو لیا کے سارے جوش و خروش پر اوس پڑگی۔ تو وہ عمران نہیں معلوم ہوتا۔ پتا نہیں کون ہے؟ "چران" کو وہ عمران ہی کا کوئی شگوف سمجھی تھی۔ لیکن اس بوڑھے کی گفتگو نے ایک بار پھر اس کے ذہن کو ادھر ادھر پھٹکنے پر مجبور کر دیا لیکن وہ بوڑھے سے اس کے سلسلے میں مزید پوچھ چکھنیں کر سکتی تھی۔

"محظی سردار امان کہتے ہیں... تم اپنے شوہر سے میرا ذکر کرنا وہ مجھے پہچان جائے گا! -"

"ضرور کروں گی! -"

"چھپلے دنوں میں نے ساتھا کہ وہ کچھ علیل ہے۔ میں عیادت کو نہیں جاسکا پہلی فرصت میں آؤں گا! -"

"بہت بہت شکریہ...!" جو لیا مسکرا کر بولی۔ "میرا نام لیسی ہے! -"

"تم بھی اب تینیں رہ جاؤ... والپس مت جانا...!"

"حالات پر منحصر ہے! -"

"سردار گذھ تمہیں پسند آئے گا۔ میں اسے چھوٹا سو ستر لینڈ کہتا ہوں! -"

"میرا شوہر بھی اس کی تعریفیں لکھتا رہا ہے! -"

"شیرال کا خیال ہے کہ مشرق سکون کا گھر ہے! -"

"اب دیکھوں گی تو معلوم ہوگا! -"

دفعہ جہاز کے نیک آف کرنے کا اعلان ہوا اور حفاظتی پیاس کس لینے کی درخواست کی گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ خاصی بلندی پر واڑ کر رہے تھے۔ جو لیا بور ہو رہی تھی اور سردار امان اوپر رہا تھا۔ وہ مسلسل سوچے جا رہی تھی اگر دس سال سے وہ سردار گذھ میں مقیم ہے تو اس کا کوئی گھر بھی ہو گا۔ ہوٹل میں تو نہ رہتا ہو گا۔ بھرگرینڈ ہوٹل کے کسی کمرے میں ملاقات کی کیوں ٹھہری تھی۔ اس کا دل چاہا کہ وہ اس مسئلے پر سردار امان سے تباولہ خیال کرے۔ اس نے اسے انکھیوں سے دیکھا۔ سردار امان کی آنکھیں بند تھیں... اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ شاید سوہی گیا تھا۔ جو لیا اپنے پینڈ بیگ سے ایک کتاب نکالی اور اس کی ورق گردانی کرنے لگی۔ سردار گذھ پہنچنے تک بوڑھا سوتا ہی رہا تھا۔ اس وقت بھی نہ اخراج بجہاز کی لینڈگ کے لئے حفاظتی پیاس کس لینے کو کہا جا رہا تھا۔ جو لیا نے اس کا شانہ پکڑ کر بڑایا۔ "کیا ہوا...!" وہ بوکھلا کر اردو میں بولا۔ بھر کسی قدر ہوش بحال ہونے پر انگریزی میں پوچھا۔ "کیا کہہ رہی ہو! -"

"پیاس کس لو... جہاز لینڈ کرنے کے لئے چکر لگا رہا ہے! -"

"اوہ... اچھا... شکریہ... میں گہری نیند سویا تھا۔ فلاٹ کے دوران میں یہ میری عادت بن گئی ہے...!"

جہاز سے اترنے کے بعد بھی سردار امان اس کے ساتھ ہی رہا۔

"شیرال نہیں لینے آیا ہو گا...؟" اس نے پوچھا۔

"میں نے یہاں پہنچنے کی تاریخ سے اسے مطلع نہیں کیا تھا۔ میری عادت ہے کہ میں کہیں پہنچنے سے پہلے کسی کو مطلع نہیں کرتی اور میری اس عادت کو مدد نظر رکھتے ہوئے اس نے مجھے لکھا تھا کہ جب بھی آؤں یہاں کے گرینڈ ہوٹل پہنچ جاؤں اس نے وہاں کرہ مخصوص کر دیا ہے۔!"

"بڑی عجیب بات ہے لیکن میں تمہیں براہ راست اس کی قیام گاہ تک پہنچا سکتا ہوں! -"

"اوہ... نہیں شکریہ...!"

"کوئی دشواری نہ ہوگی۔ باہر میری گاڑی موجود ہے! -"

"نہیں... میں چاہتی ہوں کہ وہ خود گرینڈ ہوٹل آکر مجھے اپنے ساتھ لے جائے! -"

"اچھی بات ہے تو پھر میں تمہیں گرینڈ تک پہنچائے دیتا ہوں! -"

"میں شکر گزار ہوں گی! -"

"اوہ.... کوئی بات نہیں۔!"

ایک ایزِ کندِ شنڈ مر سینڈ ہر ہاں کار پاہر موجود تھی۔ باور دی شوفرنے بوڑھے کو سلام کر کے دروازہ کھولا۔ ان دونوں کے بینے جانے کے بعد جولیا کے سوت کیس ڈکے میں رکھ دینے۔ "گرینڈ ہوٹل کی طرف چلو....!" سردار امان نے شوفر سے کہا اور گاڑی حرکت میں آئی۔ "بات سمجھ میں نہیں آئی۔ شیراں تمہیں گھر کا پتہ بھی لکھ سکتا تھا۔ آخر گرینڈ ہوٹل کیوں؟" بوڑھے نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ اپنے اس شوق کو پورا کرنا چاہتا ہو کہ خود مجھے کہیں اور ریسوو کر کے اپنے ساتھ گھر لے جائے۔!"

"ہاں یہ ہو سکتا ہے.... فطر نمازک خیال بھی ہے۔ بہت ہی عجیب آدمی ہے۔ عام لوگوں سے بالکل مختلف۔!"

جو لیا کچھ نہ بولی۔ پھر وہ گرینڈ ہوٹل بھی پہنچ گئے۔ سردار امان جولیا کے ساتھ اتر کر ہوٹل کے کاؤنٹر تک آیا۔

جیسے ہی شیراں کا حوالہ دیا گیا۔ کاؤنٹر کلر کچھ بے چین سانظر آنے لگا اور اس نے بل کیپن سے کہا کہ وہ انہیں فیجر کے کمرے میں لے جائے۔ یہ مرحلہ بھی طے ہو گیا اور جولیا نے محسوس کیا کہ فیجر کاؤنٹر کلر سے بھی زیادہ بد حواس نظر آنے لگا ہے۔

"خاتون.... مجھے بے حد افسوس ہے۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بول۔ "موسیو شیراں کل ایک نج کر پندرہ منٹ پر رحلت کر گئے۔"

"نہیں....!" جولیا دیوانگی کے سے انداز میں چھپنے اور خود بھی اپنی اس بے ساختہ اداکاری پر متغیر رہ گئی۔ دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپا لیا اور سردار امان نے غصیلے لمحے میں فیجر سے کہا۔

"تمہیں اس طرح یہ خبر نہیں سنائی چاہئے تھی۔!"

پھر وہ جولیا کا شانہ تھپک کر تشفی آمیز جملے ادا کرنے لگا۔

"مجھے افسوس ہے سردار صاحب.... میں بہت نزدیک ہو رہا ہوں۔" فیجر نے کہا۔

"خیر.... خیر.... لیکن اب کیا کرنا ہے۔!"

"میں کیا عرض کروں جناب....!"

وہ دونوں اردو میں گفتگو کر رہے تھے۔ جولیا دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپائے سکیاں لیتی رہی۔

"لاش کہاں ہے۔!"

"آخری رسم کے لئے چرچ میں پہنچا دی گئی ہے۔ مادام کا انتظار تھا۔!"

"کوئی پر کون ہے؟"

"سیکریٹری اور تین ملازم ہیں۔!"

"تو پھر اسے گھر ہی جانا چاہئے۔ اتفاق سے جہاز پر ملاقات ہوئی اور تعارف بھی ہو لیا۔ ورنہ کتنی پریشانی میں پڑتی ہے چاری۔!" سردار امان پھر جولیا کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"صبر کرو.... اچھی بچگی.... اب صبر کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔ میں تمہارے گھر لے چلوں گا۔!"

"اب میں یہاں تمہارے علاوہ اور کسی کو نہیں جانتی۔!" جولیا سکیاں لیتی ہوئی بولی۔

"تمہارے سلسلے میں مجھے اپنے فرائض کا پورا پورا احساس ہے۔ تم بالکل بے فکر رہو۔!"

وہ باہر لکھی ہی تھے کہ فیجر تیز تدمون سے چلتا ہوا ان کے قریب آر کا اور کسی تدریج ہانپتا ہوا بولا۔ "معافی چاہتا ہوں سردار صاحب.... مجھے صحیح طور پر علم نہیں تھا۔ لاش ابھی بستال کے سرد خانے ہی میں ہے۔ چرچ نہیں بھجوائی گئی۔"

"شکریہ.... ہم دیکھیں گے۔" سردار امان بنے کہا اور جولیا کو گاڑی میں بٹھانے لگا۔ پھر گاڑی کے حرکت میں آجائے کے بعد اس نے لاش کے بارے میں جولیا کو بتایا تھا۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔ کاش میں نے شیراں کا کہنا مان لیا ہوتا۔ اس کے ساتھ ہی رہتی۔ خداوند ادا کیسی بے بسی کے عالم میں دنیا سے رخصت ہوا ہو گا۔"

خاموش ہو کر وہ پھر سکیاں لینے لگی۔ لیکن دل ہی دل میں ایک نوکی جو ڈرگت بنا رہی تھی اُسے اس کے کانوں تک کبھی نہ پہنچا سکتی۔ سردار امان اُسے برابر تسلیاں دیئے جا رہا تھا۔



وہ جدید طرز کی ایک کشاورہ عمارت تھی جس کے اطراف میں بڑے سلیقے سے ایک باغ ترتیب دیا گیا تھا۔ شیراں کی سیکریٹری جو گندمی رنگت والی ایک مقامی میسانی لڑکی تھی۔ بادیہ پر نم جولیا سے ملی۔ تینوں ملازم میں بھی دلی ہی تھے۔ جولیا سٹنک روم میں بیٹھی رہی۔ سردار امان صحیح کو آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا تھا اور اپنے فون نمبر بھی اُسے دے گیا تھا کہ اگر صحیح سے پہلے ہی کوئی ضرورت پیش آجائے تو وہ بے تکلفی سے اسے کال کر لے۔

”یہ ٹھیک ہے....!“ جو لیا سر ہلا کر بولی۔
”کبھی کبھی افسوس کرتے تھے کہ خود انہوں نے فرانس چھوڑنے کا فیصلہ کر کے غلطی کی لیکن
وہ اپنے ہم وطنوں سے دل برداشتہ ہو گئے تھے۔!“

”آہ.... اب یہ بات میری کبھی میں آرہی ہے کاش میں نے اُس کی زندگی ہی میں اسے سمجھنے
کی کوشش کی ہوتی۔!“ جو لیا سک کر رہا تھا کہ زور سے ایک قہقہہ
لگائے یہ سب کچھ اُس کے لئے تھا جس کی شکل بھی اُس نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔
”موسیو شیر اُن بہت اچھے تھے۔!“ میریا بولی۔ ”لیکن اُس کے باوجود وہی....!“ وہ جملہ پورا
کیے بغیر خاموش ہو گئی۔

”کیا کہنا چاہتی ہو....؟“ جو لیا سنبھل گر بیٹھ گئی۔

”اس کے باوجود وہی کچھ لوگ اُن کے دشمن تھے۔ انہوں نے کبھی کسی کے ساتھ کوئی براٹی
نہیں کی تھی۔ عام آدمیوں کی فلاں و بہبود کے لئے بہت کچھ کرتے رہتے تھے۔ میں نے انہیں
کبھی کسی سے جھگڑا کرتے نہیں دیکھا۔ بے حد نرم دل اور میٹھی زبان رکھتے تھے۔ پھر وہی کچھ لوگ
انہیں پر پیشان کر رہے تھے۔!“

جو لیا مزید چوکتی ہو گئی۔

”کچھ لوگ پر پیشان کر رہے تھے....?“ جو لیا نے حیرت سے دہرا دیا۔

”جی ہاں مادام.... انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر میں اپنی یوں کے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی
مر جاؤں تو تم مکان میں کسی کو داخل نہ ہونے دیتا۔!“

”بُوی عجیب بات ہے۔!“

”یہ تین ملازم جن سے آپ کچھ دیر پہلے مل چکی ہیں۔ ریٹائرڈ فوجی اور بہت اچھے نشانہ باز ہیں۔
موسیو شیر اُن نے انگلی خدمات اسی لئے حاصل کی تھیں کہ وہ مکان کی اچھی طرح گمراہ کر سکیں۔!“

”خدا کی پناہ.... تو کیا ایسی دشمنیاں تھیں اور اس نے پولیس سے مدد نہیں لی۔!“

”نہیں مادام.... مجھے بھی اس پر حیرت تھی۔!“

”حیرت کی کوئی بات نہیں۔!“ جو لیا سنبھل کر بولی۔ ”وہ ایسا ہی تھا۔ اپنے معاملات خود پیٹا تھا
خواہ حالات کتنے ہی خراب کیوں نہ ہوں.... خیر ہاں تو کیا تم مستقل طور پر بیٹھیں رہتی ہو۔!“
”نہیں مادام لیکن جب موسیو شیر اُن ہسپتال منتقل ہو گئے تھے تو رہنا ہی پڑا تھا۔ انہوں نے

جو لیا دل ہی دل میں نہ رہی تھی کہ شوہر کی شکل دیکھنے سے پہلے ہی بیوہ بھی بھی بھی ہوئی۔
کیا ہے۔ ایکس نو اگر اُسے اصل معاملے سے آگاہ کر دیتا تو زیادہ بہتر تھا۔ بتا نہیں ۱۳ میں کہاں
لغزش ہو جائے اور اسکے کیا تائیک نکلیں۔ اب بھی ایک دشواری تھی کہ پہلے کبھی اچائیک بیوہ ہو جانے کا
اتفاق نہیں ہوا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ پہا نہیں اُس کی شکل بیواؤں جیسی لگ بھی رہی بتایا نہیں۔

”اب ہم لوگوں کے لئے کیا حکم ہے مادام....!“ دفعتاً شیر اُن کی سیکریٹری میریا نے پوچھا۔
”کچھ بھی نہیں.... سب کچھ بدستور قائم رہے گا۔ یا پھر شیر اُن کے وصیت نامے کے
مطابق عمل کیا جائے گا۔ اس کے قانونی مشیر کو مطلع کر دو کہ میں پہنچ گئی ہوں۔!“

”رات کے تین بجے ہے ہیں۔!“ میریا بولی۔ ”اس وقت اطلاع دینا مناسب نہیں۔!“

”خیر صحیح پر رکھو....!“

”اب آرام کیجھے.... میں نے آپ کی خواب گاہ اپنے طور پر ٹھیک کی تھی۔ اب جو آپ
تبدیلی چاہیں گی کر دی جائے گی۔!“

جو لیا اُس کی بات اڑا کر بولی۔ ”کیا وہ بہت بیمار تھا۔!“

”علاقت کا سلسلہ چھ ماہ سے چل رہا تھا۔!“

”لیکن یقین کرو اُس نے مجھے کبھی نہیں لکھا کہ وہ بیمار بھی ہے۔ بس اُس کی خواہش تھی کہ
اُس کے پاس پہنچ جاؤں خواہ چند ہی دنوں کے لئے آسکوں۔!“

”موسیو شیر اُن بہت اچھے تھے مادام.... دوسروں کے ڈنوں پر کسی قسم کا بھی بارہ دن اتنا پسند
نہیں کرتے تھے۔!“

”ہاں.... وہ بہت اچھا تھا۔!“ جو لیا گلوگیر آواز میں بولی۔ ”کاش میں اتنی صدی نہ ہوتی۔!“

”آخری وقت میں بھی انہوں نے آپ ہی کی باتیں کی تھیں۔!“

”اوہ....!“ جو لیا نے روماں سے چہرہ ذہن اپ لیا اور بے آواز بننے لگی۔ یہاں میں یا سیکریٹری
ہو گئی کہ آواز کو قابو میں رکھنے کی کوشش کی بنا پر جسم کو جھکنے لگ رہے ہیں۔

”صریح کیجئے مادام....!“ وہ کیپاٹی ہوئی آواز میں بولی۔

”میرے بارے میں کیا باتیں کرتا تھا۔!“ اس نے تھوڑی دیر بعد گھٹنی گھٹنی سی آواز میں پوچھا۔

”یہی کہ آپ دل کی بُری نہیں ہیں۔ بلکہ اپنے مرحوم بابا کی وصیت کا پاس کر رہی ہیں جن
کی خواہش تھی کہ آپ اپنے آبائی مکان کو کبھی خیر باد نہ کہیں۔!“

مجھ پر گھر کی دیکھ بھال کی ذمہ داری بھی ڈال دی تھی۔ وہ اتنے اچھے تھے کہ میں ان کے لئے ہر قربانی دے سکتی تھی۔ لیکن آپ اس کا کوئی غلط مطلب نہ لیجئے گا مادام... انہوں نے مجھے اتنی شفقت دی تھی کہ میرا باپ بھی نہ دے سکتا۔ وہ مجھے بینی کی طرح سمجھتے تھے۔ ”میریا کی آواز گلوگیر ہو گئی اور آنکھوں میں آنسو چلک آئے۔

”اوہ.... نہیں....!“ جولیا جلدی سے بولی۔ ”میں سمجھتی ہوں.... وہ بہت اچھا آدمی تھا۔ اسے فرانس کی عورتوں کی بے راہ روی ناپسند تھی۔ وہ مشرق کا اسی لئے مدح تھا کہ یہاں اب بھی خیالات میں پاکیزگی پائی جاتی ہے۔ لوگ نہ اپنی کو نہ رائی ہی سمجھتے ہیں۔ اسے تفریخ کا نام دے کر اس کا پرچار نہیں کرتے۔ خیالات کے اعتبار سے شیراں بے حد مشرفتی تھا۔!“

میریا کے گالوں پر دو چار آنسو ڈھلک آئے اور اب جولیا کا سر نیند کے دباو سے بھاری ہونے لگا تھا۔

”اچھی بات ہے۔!“ وہ اٹھتی ہوئی بولی۔ ”اب مجھے میری خواب گاہ دکھادو....!“ بستر پر لیتھے ہی سو گئی تھی۔ پھر پتا نہیں کیسے اچانک آنکھ کھل گئی۔ کانوں میں سیپیاں کی نک رہی تھیں اور بالکل ایسا ہی محسوس ہوتا تھا جیسے سوتے میں اعصاب پر کسی قسم کا دباؤ پڑا ہو۔

پھر اس نے ایک چیخ سنی۔ دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز آئی اور کوئی دینی چیز کہیں فرش پر گری تھی۔ جولیا نے اپنے ہینڈ بیگ میں ہاتھ دل کر اعشاریہ دوپائی کا پستول نکالا اور بستر سے اتر آئی۔ ٹھیک اسی وقت عمارت کے کسی دور افراطہ حصے سے فائر کی آواز آئی تھی۔

وہ پستول سنبھالے ہوئے دروازے کے قریب آرکی۔ انداز میں کسی قدر ہچکاہٹ پائی جاتی تھی۔ پوری عمارت بھی تو اس نے نہیں دیکھی تھی۔ لہذا اس طرح کمرے سے نکل جانا مناسب نہ ہو گا۔

”کیا بات ہے.... کیا ہوا....!“ اس نے میریا کی گھٹی گھٹی کی آواز سنی۔

”کمرے سے باہر مت لکھنا۔!“ کسی نے بھاری آواز میں کہا۔

جولیا کی پیشانی پر ٹکنیں اُبھر آئیں۔ آخر چکر کیا ہے؟ اس نے سوچا کہ کم از کم اسے کسی کو آواز ہی دینی چاہئے۔ ورنہ اس کی طرف سے ایسی خاموشی غیر فطری سمجھی جائے گی۔

”کیا بات ہے.... یہاں کیا ہو رہا ہے۔!“ اس نے اپنی آواز میں کہا۔

”اندر ہی ٹھہریے مادام....!“ وہی بھاری بھر کم آواز سنائی دی۔ ”کوئی خاص بات نہیں ہے۔ عمارت کو خالی کر کے کچھ چور گھس آئے تھے۔!“

جواب بڑی صاف ستری گلکش میں ملا تھا۔ جولیا تچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر رہا تھا۔ وہ یقیناً انہی تینوں گھر بیو ملازم میں میں سے کوئی تھا۔

”یہ چیخ کس کی تھی۔!“ جولیا نے اپنی آواز میں کہا۔ ”اور شائد میں نے ایک فائر بھی سناتھا۔!“ ”کوئی خاص بات نہیں مادام.... ہمارا ایک ساتھی زخمی ہو گیا ہے۔!“ جواب ملا۔

جولیا نے سوچا یہ بھی کوئی خاص بات نہیں کہ ایک ساتھی زخمی ہو گیا ہے۔ عجیب لوگ ہیں اور پتا نہیں کیا کر رہے ہیں۔ وہ پھر بستر پر جانپڑھی لیکن پستول اب بھی ہاتھ ہی میں تھا۔ گھری پر نظر ڈالی پائیج بھجتے والے تھے۔ یعنی جو واقعہ بھی ہوا تھا چار اور پائیج بجے کے درمیان ہوا تھا۔ جب عموماً گھری نیند کا دور ہوتا ہے۔

”میریا آپ باہر آتا چاہتی ہیں مادام....!“ راہب ارمی سے آواز آئی۔

”ہاں....!“ جولیا اٹھتی ہوئی بولی۔ اس نے پستول بیگ میں رکھ دیا اور سلپنگ گاؤں پہننے لگی۔ دروازہ کھول کر راہب ارمی میں نکل تھا تو ملازم میں میں سے ایک سامنے ہی کھڑا نظر آیا۔

”کوئی تشویش کی بات نہیں۔!“ اس نے کہا۔ ”ہم میں سے ایک کے بازو میں خبرگزار گما ہے۔!“ ”لیکن میں نے تو فائر کی آواز سنی تھی۔!“

”ہم میں سے کسی نے کیا ہو گا۔!“ اس نے لاپرواہی سے کہا۔

”آخر بات کیا ہے؟ تم لوگ مجھے بتاتے کیون نہیں۔!“

”ہم تو صرف محافظت کے لئے ہیں مادام.... کسی خاص بات کا علم یکریٹری ہی کو ہو گا۔!“ ”اس نے صرف کچھ دشمنوں کا ذکر کیا تھا۔ دشمنی کی وجہ نہیں بتائی تھی۔!“ وہ خاموش کھڑا رہا۔

”میرا کہاں ہے....؟“ جولیا نے پوچھا۔

”اپنے کمرے میں.... شائد وہ بہت زیادہ ڈر گئی ہیں۔!“

”مجھے بتاؤ اس کا کمرہ کون سا ہے۔ لیکن نہیں ٹھہردا! پہلے مجھے زخمی کو دیکھنا چاہئے۔!“ ”اڑے وہ کوئی خاص بات نہیں۔!“ وہ نہیں کر رہا گیا۔

”شائد تمہارے لئے کوئی بات خاص نہیں ہے۔!“ جولیا نے نشک لجھے میں کہا۔

”مطلوب یہ کہ معمولی ساز ختم ہے۔ خیر آئیے.... اسے بھی دیکھ لجھے۔ کچن میں بیٹھا کافی پی رہا ہو گا۔ ذرا سی بھی محنت اسے کافی کی طلب محسوس کر دیتی ہے۔!“

”اوہ نہ۔.... اچھا تو میریا کی طرف چلو....!“

میریا واقعی بہت خوف زدہ تھی اور جولیا کی آواز نے بغیر اس نے دروازہ نہیں لھولا تھا۔
”مم... مادام...!“ وہ ہکلا کر رہ گئی۔

”چور تھے، گھر خالی سمجھ کر گھس آئے تھے۔ بھاگ گئے!“ جولیا نے اُسے تخفی دینے کی کوشش کی۔
”بیٹھ جاؤ...!“ جولیا نے اُس کے شانے پکڑ کر بٹھاتے ہوئے کہا اور خود بھی کرسی کھینچ کر
اُس کے قریب ہی بیٹھ گئی۔

مادام.... میں بہت خائف ہوں۔!

”ہمارے آدمیوں نے انہیں مار بچکایا..... تم کیوں فکر کرتی ہو۔!

”آن میں سے کوئی چینا بھی تو تھا اور ایک فائر بھی ہوا تھا۔!

”ہاں ایک آدمی زخمی ہو گیا ہے۔ لیکن گولی سے نہیں.... انہیں ہرے میں اُس پر خبر سے
حملہ کیا گیا تھا۔!

”کون تھا....؟“

”یہ تو میں نہیں جانتی۔ جس نے تمہاری خواب گاہ کا راستہ بتایا تھا اُسی کا بیان ہے۔ وہ کہہ رہا تھا
کہ کوئی تشویش کی بات نہیں بازو میں معمولی ساز خم آیا ہے اور وہ پکن میں بیٹھا کافی پی رہا ہو گا۔!
”میں سمجھ گئی۔ طارق ہو گا۔ وہی کافی کہیز ہے۔ لیکن مادام.... یہ معمولی چوروں کی حرکت
نہیں تھی۔ آپ کو خوف زدہ ہونے سے بچانے کے لئے یہ بیان دیا گیا ہے۔!

”اوہو.... تو تم پچھی بات بتاوو....!

”موسیو شیراں کے دشمن.... وہ ان کی زندگی میں بھی کئی بار گھر میں گھنے کی کوشش
کر چکے ہیں لیکن موسیو شیراں کی بیدار مغزی کی بناء پر انہیں کامیابی نہیں ہو سکی تھی۔!
”سوال تو یہ ہے کہ ایسے حالات میں اُس نے پولیس کو مطلع کیوں نہیں کیا۔!

”وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ بات باہر بھی پھیل جائے اور ہاں دیکھئے آپ بھی اس کا تذکرہ کسی
سے نہ کے جائے گا۔ سردار امان سے بھی نہیں جو آپ کو پہنچانے آئے تھے۔ حد ہو گئی کہ موسیو شیراں
نے اپنے وکیل سے بھی اس کا ذکر نہیں کیا تھا۔!

”بڑی عجیب بات ہے حالانکہ چار افراد اس سے واقف ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ تم چاروں۔
اس کی کیا خامانت ہے کہ تم میں سے کوئی اس کا تذکرہ کسی سے نہیں کرے گا۔!

”وہ ہم چاروں پر اعتماد کرتے تھے اور ہم میں سے کسی نے بھی ان کے اعتقاد کو بھیس نہیں

پہنچائی۔ انہیں آدمیوں کو پر کھانا آتا تھا اور فعلے حصی ہوتے تھے!“
”میں تو واقعی بڑی الجھن میں پڑ گئی ہوں۔ اب یہی دیکھو کہ ان حالات کی بناء پر میں اتنی
غموم نہیں ہو سکی جتنی کہ مجھے ہونا چاہئے تھا۔!

”درست ہے....!“ وہ سر ہلا کر بولی۔ ”بہر حال موسیو شیراں کے وصیت نامے میں اس پر
کچھ نہ کچھ روشنی ضرور ڈالی گئی ہو گئی۔!
”پہلی فرصت میں اُسے میری آمد سے مطلع کر دینا اور اب مجھے ان تینوں کے بارے میں بتاؤ
جتنا کچھ جانتی ہو۔!

”وہ بڑی موچھوں والا سجاد ہے جو آپ کو یہاں پہنچا گیا ہے۔ جس کا ایک کان ٹوٹا ہوا ہے گل
میر ہے اور وہ جو زخمی ہوا ہے طارق ہے۔ تینوں سابق فوجی اور بہت دلیر ہیں۔ پڑھے لکھے ہیں۔
تینوں روانی سے الگش بول سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ میں ان کے بارے میں اور کچھ نہیں جانتی
اپنے بارے میں یہ بتا سکتی ہوں کہ ایک پر ٹھل سیکریٹری کے فرانکن سے بخوبی واقف ہوں۔ کسی
کی ملازمت میں رہوں یا نہ رہوں اُس کے راز میرے ساتھ قبر ہی میں جائیں گے۔ میرے
والدین بے حد شریف تھے اور بچپن ہی سے مجھے اصول پرستی کی اہمیت سمجھاتے رہے تھے۔“

”ٹھیک ہے.... تو پھر تم یہ بھی جانتی ہو گئی کہ شیراں کے دشمن اُس سے کیا چاہتے تھے۔!
”یقین کیجئے مادام.... موسیو شیراں نے مجھے بھی یہ بات نہیں بتائی تھی۔!

”غیر.... غیر.... کیا وکیل اب بیدار ہو گیا ہو گا۔!

”یقیناً.... یہ لوگ بہت سویرے اٹھ جاتے ہیں عبادت کرنے کے لئے۔ میں ابھی اسے
فون پر رابطہ قائم کرتی ہوں۔!
”میرا خیال ہے کہ پہلے کچن میں چلو۔...

”اوہ.... اچھا.... اب یہ بھی مجھے ہی دیکھنا پڑے گا۔ آپ کو ان لوگوں کے ہاتھ کا پکالیا ہوا
پسند نہیں آئے گا۔!

وہ دونوں پکن میں آئیں۔ وہ ملازم اب بھی کچن ہی میں تھا جس کے بازو پر پٹی بندھی ہوئی۔
”تو نہیں نہیں چاہتے تھے کہ یہ بات باہر بھی پھیل جائے اور ہاں دیکھئے آپ بھی اس کا تذکرہ کسی
سے نہ کے جائے گا۔ سردار امان سے بھی نہیں جو آپ کو پہنچانے آئے تھے۔ حد ہو گئی کہ موسیو شیراں
نے اپنے وکیل سے بھی اس کا ذکر نہیں کیا تھا۔!

”ہم خود دیکھیں گے....!“ جولیا نے کہا۔ ”تمہیں آرام کرنا چاہئے۔!
”ہم چاروں پر اعتماد کرتے تھے اور ہم میں سے کسی نے بھی ان کے اعتقاد کو بھیس نہیں

”ہاں نہیں ہے۔ وہ صرف اپنے ملازموں کے رحم و کرم پر تھا۔ خیر تو میں کس وقت آؤں؟“
 ”ایک گھنٹے بعد.... تم میرے لئے بہت تکلیف اٹھا رہے ہو میں شرمندہ ہوں!“
 ”ایسی کوئی بات نہیں.... اچھا خدا حافظ!“
 ”خدا حافظ!“

سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر جولیا نے بھی رسیور کریٹل پر رکھ دیا۔ پکن میں والبیں آکر اُس نے میریا سے کہا۔ ”کتنی عجیب بات ہے کہ شیرال کے شناساوں کو اس کی موت کی اطلاع نہیں دی گئی!“
 ”انہوں نے یہی کہا تھا کہ جب تک آپ یہاں نہ پہنچ جائیں اُن کی موت کی اطلاع کسی کو نہ دی جائے۔ صرف وکیل اور گرینڈ ہوٹل کے مخبر کو اعتماد میں لینے کے لئے کہا تھا لہذا ان دونوں کو اطلاع دے دی گئی تھی!“

”یا گرینڈ کے مخبر سے خصوصی تعلقات تھے!“

”میں نہیں جانتی مادام.... انہوں نے مجھے اس کی وجہ نہیں بتائی تھی!“

”شیرال نے یہاں کس قسم کے فلاہی کام کیے تھے....؟“

”بہترے مادام.... مثال کے طور پر ایک محتاج خانے ہی کو لے لجھتے ہمارے یہاں سرکاری طور پر ایسا کوئی ادارہ نہیں ہے جہاں بوڑھے اور معمور لوگوں کی دیکھ بھال ہو سکے۔ موسیو شیرال نے اپنے اخراجات سے ایک ایسا محتاج خانہ قائم کیا تھا اور یہاں کے مختبر لوگوں کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اجتماعی طور پر ملک بھر میں ایسے ادارے قائم کرنے کی کوشش کریں۔ کیا ضروری ہے کہ حکومت ہی سب کچھ کرتی پھرے!“

”اچھا... اچھا... اور ایسا شخص گناہی میں مر گیا۔ اُس کے شناساوں تک کو اُس کی موت کی خبر نہ ہو سکی۔ کتنی عجیب بات ہے!“

”میرا کچھ نہ ہوں۔ اسکے چہرے پر ایسا ہی تاثر تھا جیسے کہنا چاہتی ہو کہ اُسے بھی اُس پر حیرت ہے۔


 گرینڈ ہوٹل کے مخبر کو اپنی قیام گاہ سے ہوٹل تک پہنچنے کے لئے تین فرلانگ لمبا اور دیران راستے کرنا پڑتا تھا۔ راستہ دشوار گزار تھا اس لئے جبکہ کی رفتار زیادہ تیز نہیں ہوتی تھی۔ دن کے نوبجے تھے وہ خود ہی جیپ ڈرائیور کر رہا تھا۔ پچھلی رات دیر تک جانکے کی بناء پر دن چڑھے تک

”شکریہ مادام....!“ وہ کچن سے نکل گیا۔
 ”کیا نام بتایا تھا تم نے!“ جولیا نے میریا سے پوچھا۔
 ”طارق....!“
 ”تم کہتی ہو... ریٹائرڈ فوجی ہے۔ آخر یہاں کتنی چھوٹی عمر میں لوگ ریٹائر کر دیے جاتے ہیں۔“
 ”پتا نہیں.... مجھے موسیو شیرال نے بھی بتایا تھا!“
 میریا ناشتہ تیار کرنے لگی اور جولیا اُس کا ہاتھ بٹاتی رہی۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا ہو گا۔ کیا وکیل و صیت نامہ لے کر آئے گا اور جب لاش آخری رسوم کیلئے اسپتال میں لائی جائے گی تو کیا ہو گا۔ اُسے کیا کرتا پڑے گا۔ نہ کبھی اس کی شادی ہوئی تھی اور نہ یہو ہی ہو جانے کا اتفاق ہوا۔ اُسی صورت میں وہ کس طرح نجیبل نظر آئے گی۔ کہیں کوئی حمافتوں نہ سرزد ہو جائے۔
 دفعتاً وہ شخص پکن میں داخل ہوا جس کا نام میریا نے سجادہ بتایا تھا۔

”آپ کی کال ہے مادام....!“ اُس نے بڑے ادب سے جولیا کو اطلاع دی۔

”میری کال....!“ جولیا نے حیرت سے کہا۔

”جی ہاں.... شاہک سردار امان ہیں!“

”اوہ.... اچھا.... وہ نیک دل بوزھا!“ جولیا نے کہا اور سجادہ کے ساتھ اُس جگہ پہنچی جہاں فون رکھا ہوا تھا۔

”تم کیسی ہو... کوئی دشواری تو پیش نہیں آئی...؟“ سردار امان نے دوسری طرف سے پوچھا۔

”بہت بہت شکریہ.... میں بالکل ٹھیک ہوں۔ امید ہے کہ تم آخری رسوم میں شرکت کرو گے۔ میں یہاں تمہارے علاوہ اور کسی کو نہیں جانتی!“

”بے فکر ہو... میں نے رات ہی سے آخری رسوم کی تیاریاں شروع کر دی ہیں۔ تمہیں کوئی پریشانی نہ ہوگی۔ کیا خیال ہے تابوت پہلے گھر لایا جائے یا براہ راست چرچ میں پہنچا دیا جائے!“

”جیسا تم مناسب سمجھو...!“

”ویسے ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ شیرال کی موت کی اطلاع ابھی تک اس کے کسی شناساکو نہیں ملی۔ میں لوگوں کو مطلع کر رہا ہوں اور وہ حیرت ظاہر کر رہے ہیں اور انہیں دلکھا ہے کہ شیرال کی لاش اسپتال کے سرد خانے میں پڑی رہی!“

”میں اس کے بارے میں کیا بتاؤں سردار امان! میں کچھ بھی تو نہیں جانتی۔“

سو تارہا تھا۔ گذشتہ رات کو پہلے تو مسٹر شیر ایں والی بھجن اس کے سامنے آئی تھی اور پھر اس کے بعد کوئی نامعلوم غیر ملکی عورت اُسے فون پر بور کرتی رہی تھی۔ کچھ سمجھتی ہی میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کہنا کیا چاہتی ہے۔ شاید نشے کی جھوک میں تھی۔ آخر کار اس نے کہا تھا کہ وہ اُس سے مٹا چاہتی ہے جس کا جواب اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا کہ جب چاہے مل سکتی ہے۔

”لیکن میں اچانک کہیں ملوں گی اور تمہیں تھوڑا وقت دینا پڑے گا!“ اس نے کہا تھا اور نیجہ کو یقین آگیا تھا کہ وہ سوفی صدق نشے میں تھی۔

اس وقت اچانک پھر اُس کی جھک جھک یاد آگئی تھی اور وہ سوچ رہا تھا پیسے نہیں کون تھی؟ نشے کے عالم میں کی جانے والی بکواس بھی اپنا کوئی پیس منظر رکھتی ہے۔ خدا جانے اُس کے ذہن میں کیا تھا۔ ”اوہ نہ“ وہ نہ اسامنہ بنا کر بڑا لایا۔ ”جہنم میں جائے!“

لیکن جیسے ہی اس نے نشیب میں پہنچ کر گاڑی بائیں جانب موڑنے کی کوشش کی اُس کے اوسان خطا ہو گئے۔ کیونکہ وہ اچانک سامنے آگئی تھی۔ اس نے پورے بریک لگائے اور جیپ الٹے الٹے پیچی۔ گاڑی روک کر وہ اُسے آنکھیں چھاڑے دیکھتا رہا۔ اُس کی جگہ کوئی مرد ہوتا تو گالیاں کھاتا یا اُس کے ہاتھوں پٹ گیا ہوتا لیکن وہ بڑی اسارت لڑکی تھی۔ جیسیں اور جیکت میں تو غصب ڈھارہ ہی تھی۔ نیجہ کے اعصاب پر دباو پڑا تھا۔ لیکن وہ کھڑی نہیں رہی تھی۔ یوریشین معلوم ہوتی تھی۔ آہستہ آہستہ نیجہ بھی پر سکون ہو گیا۔

”میری سمجھتی ہیں نہیں آتا کہ مجھے کیا کہنا چاہئے۔“ وہ بالآخر بولا۔

”مجھے برا بھلا کہو...!“ لڑکی نے کہا۔

”خطرناک حرکت تھی!“

”میں تمہیں خوف زدہ کرنا چاہتی تھی۔ تمہاری دشمن ہو گئی ہوں۔!“

”لیکن میرا خیال ہے کہ پہلے بھی ہماری ملاقات نہیں ہوئی۔!“

”نہ ہوئی ہو گی۔ ویسے تم اول درجے کے فراہ ہو۔!“

”محترمہ... محترمہ... میں بے تکلفی کا عادی نہیں ہوں۔!“ نیجہ نے کسی قدر ترش لمحہ میں کہا۔

”اس کے باوجود بھی تمہیں سننا پڑے گا!“

”آخر کیوں...؟“

”یہ تم نے مسٹر شیر ایں کہاں سے نکال لی ہے۔ وہ غیر شادی شدہ تھا۔!“

”وہ میرا بیجٹ نہیں بلکہ دوست ہے۔ میری جو پینٹنگز فروخت ہوئی ہیں ان کی آمدی اُسی کے لئے وقف کردی گئی تھی۔ میں اس طرح اپنی تصاویر نہیں بیچتی۔ اس کی مدد کرنا مقصود تھا!“
فجور کچھ نہ بولا۔ اس نے انہن اشارات کر کے گاڑی بائیں جانب موڑی تھی۔ گرین کائنچ کا راستہ معلوم کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ تین چار منٹ بعد گاڑی گرین کائنچ کے سامنے جارکی۔
”میں تمہیں اپنی شادی کے کاغذات دکھاؤں گی!۔“ روزانے جیپ سے اترتے ہوئے کہا۔
فجور بھی اتر گیا اور اُس کے ساتھ برآمدے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

”آخر تم اُس شادی پر رضا مند کیسے ہو گئی تھیں۔ وہ خاصاً سعمر آدمی ہے اور تم بے حد جوان ہو۔!“
”تمہیں اس سے کیا....؟“ وہ بگڑ کر بولی۔

”معافی چاہتا ہوں.... میرا خیال ہے کہ اُس کی تدبیث شام تک ہو جائے گی۔!“
”لیکن میں شرکت نہ کر سکوں گی۔!“
”کیوں....؟“

”وہ فرانس سے آئی ہے۔ اس کے پاس ایسے کاغذات ہوں گے جو میرے کاغذات کی تاریخوں سے پہلے کی تاریخوں والے ہوں گے۔ پھر کیا ہوگی میری حیثیت۔ میری شادی قانوناً ناجائز قراردادی جائے گی۔ نہیں میں اس حد تک اپنی توہین برداشت نہیں کر سکتی۔!“

”سوال تو یہ ہے کہ تم نے اس شادی کو چھپائے کیوں رکھا تھا۔ اس کے ساتھ کبھی تقریب میں بھی نہیں دکھائی دیں۔!“

”سنو.... یہ شادی مجبور آہوئی تھی۔ ایک شام کو ہم دونوں ساتھ تھے۔ میں نے بہت زیادہ پلی تھی۔ سچ نہ نہ ہو گیا تھا۔ اُس نے میری اس کیفیت سے فائدہ اٹھایا۔ بعد میں ہوش آنے پر میں نے اُس کا گریبان پکڑ لیا اُسے کوڑت میں جا کر شادی کرنی پڑی۔ ہمارے درمیان محبت نام کی کوئی چیز کبھی نہیں رہی تھی۔!“

”وہ شنگ روم میں داخل ہوئے۔ جہاں ایک آدمی پہلے ہی سے موجود تھا۔ انہیں دیکھ کر اٹھ گیا۔ خاصاً تو انہا اور خوش شکل آدمی تھا۔ لیکن چہرے پر چھائی ہوئی حماقت پہلے ہی نظر میں محسوس کی جا سکتی تھی۔“

”روزانے سے حرمت سے دیکھتی ہوئی بولی۔“ تم کون ہو اور یہاں کیا کر رہے ہو۔!
”مم.... میں عمران ہو اور یہاں انتظار کر رہا ہوں۔!“

”یعنی اُس کی بیوی ہوں۔!“
”اوہ.... تو یہ بات ہے۔!“
”اور غلط بھی نہیں ہے۔ ثبوت کے لئے میرے پاس کاغذات موجود ہیں۔!“
”تو پھر تمہیں پولیس سے مدد حاصل کرنی چاہئے۔ میری گاڑی کے آگے اکر منے کی کوشش کیوں کر رہا تھا۔!“
”اگر میں نے پولیس سے مدد حاصل کی تو تم جیل چلے جاؤ گے۔!“
”بھلا مجھ سے اتنی بھروسہ کیوں ہے....؟“
”میری شرافت کا تقاضا۔۔۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ تمہیں اس سلسلے میں بے وقوف بنا گیا ہے۔!“
”کس نے بنا گیا ہے بے وقوف....؟“
”تم اچھی طرح جانتے ہو....!“
”جانستا ہو تو تم سے کیوں پوچھتا۔!“
”میرا کائنچ یہاں سے دور نہیں ہے۔ میرے ساتھ چلو مج ٹبوٹ سب کچھ تمہارے علم میں لاڈاں گی۔!“
”کس کائنچ کی بات کر رہی ہو۔!“
”مگرین کائنچ کی....!“
”اوہ.... میرے خدا۔۔۔ تو تم روزا پاگلریو ہو۔۔۔ میں نے تمہارے بارے میں سنائے۔ تم بہت اچھی آرٹسٹ ہو۔!“
”ٹھیک سنائے تم نے۔۔۔ پہل پاگلریو تھی اور اب شیراں ہوں۔!“
”سب ہوئی تھی شادی....؟“
”تمیں ماہ پہلے کی بات ہے۔!“
”لیکن یہاں شاہد کسی کو بھی اس کا علم نہیں ہے۔!“
”گاڑی اشارات کرو اور چلو میرے ساتھ میں تمہیں مطمئن کر دوں گی۔!“
”اب تو چلانا ہی پڑے گا۔!“ فجور مسکرا کر بولا۔ ”تمہاری تین پینٹنگز ہوٹل میں بھی لگی ہوئی ہیں لیکن مجھے تمہارا بیجٹ پسند نہیں ہے۔ بہت بکواس کرتا ہے۔!

لگادیے ہوں لیکن مڑا نہیں۔ جیسے رکا تھا دیے ہی کھڑا رہا
وہ نیجر کی طرف دیکھ کر سکرائی اور بولی۔ ”واپس آکر بیٹھ جاؤ!“
عمران بالکل مشین انداز میں مرا اور نپے تسلی قدم رکھتا ہوا صوفے کے پاس پہنچ گیا اور پھر بیٹھا
بھی اُسی طرح تھا۔

”یا مختطفہ ہے تمہارا...؟“

”لک... کچھ بھی نہیں...!“

”بَابَ کیا کرتے ہیں!“

”ایکسپورٹ کا بُرنس ہے!“

”سردار گدھ ہی میں رہتے ہو!“

”نہیں گرمیاں گزارنے آیا ہوں۔ دارالحکومت میں قیام ہے!“

”پورٹریٹ کی کتنی قیمت ادا کر سکو گے...؟“

”پورے تیس ہزار... وہی جو میں شرط میں جیتوں گا!“

وہ نہ پڑی اور بولی ”ضروری تو نہیں ہے کہ وہ شرط ہلانے پر اتنی رقم تمہارے حوالے کر دے!“

”نہ کرے تو یہ بڑی زیادتی ہو گی کیونکہ میں تو اپنی گاڑی تجھ دینے پر تیار تھا!“

”جاویاں...!“ نیجر ہاتھ پلا کر بولا۔ ”کیوں اپنا اوزرو سروں کا وقت رباد کر رہے ہو!“

”تمہارے کہنے سے تو نہیں جاؤں گا!“ عمران نے غصیلے لمحے میں کہا۔

”اچا جاہا پھر کسی وقت آنا...!“ روزا نہیں کر بولی۔

عمران ایک بار پھر سعادت مندی کا اظہار کرتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا تھا کہ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”ٹھہرو!“

وہ رک گیا اور روزانے کہا۔ ”تم نے یہ تو میلائی نہیں کہ شرط کس سے ہوئی تھی۔ تیس ہزار

کی شرط کوئی مالدار ہی لگا سکتا ہے!“

”خان داور سے شرط ہوئی تھی!“

”واتھی...!“ روزا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

”ہاں اور وہ ضرور ہاری ہوئی رقم میرے حوالے کر دے گا!“

”آن لوگوں کے حلقوں میں تمہاری پہنچ کیسے ہوئی!“ نیجر نے طنزیہ لمحے میں پوچھا۔

”کیوں...؟“

”پپ... پپ... پپ... پپ...!“ وہ صرف ہکلا تارہ۔

”پپ... پپ... کیا ہے!“

”پورٹریٹ...!“ وہ جھمکے کے ساتھ بولا۔

”کسی پورٹریٹ...؟“

”اپنی پورٹریٹ بنانا چاہتا ہوں!“

”میں پروفیشنل نہیں ہوں۔ تمہیں یہاں کس نے بھیج دیا!“

”بھیج کر مر بھی گے!“ وہ احمقانہ انداز میں بولا۔

”کیا بک رہے ہو!“

”ایک ہفتہ پہلے موسیو شیراں نے مشورہ دیا تھا کہ تم سے پورٹریٹ بنالوں!“

”تم جا سکتے ہو!“

”میں رباد ہو جاؤں گا اگر تم نے میری پورٹریٹ نہ بنائی!“

”کیا مطلب...؟“

”تمیں تیس ہزار کی شرط ہو گئی تھی!“

”کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کہ تم کیا کہہ رہے ہو...؟“

”وہاں اُس وقت ایک آدمی اور بھی موجود تھا جب موسیو شیراں نے مجھ سے پورٹریٹ کے

لئے کہا تھا۔ وہ بولا کہ تم میری پورٹریٹ نہیں بناؤ گی۔ میں نے کہا ضرور بناؤ گی۔ بس بات بڑھی

اور شرط ہو گئی!“

”کیا تم اتنے ذی حشیت ہو کہ شرط ہلانے پر تیس ہزار کی ادائیگی کر سکو!“

”گاڑی تجھ دینی پڑے گی اور بابا سے کہنا پڑے گا کہ چوری ہو گئی!“

”تو پھر جاؤ... اپنی گاڑی تجھ دو...!“

”بہت اچھا...!“ عمران نے سعادت مندانہ انداز میں سر کو جبش دے کر کہا اور نکاسی کے

دروازے کی طرف بڑھا۔

روزانے عجیب انداز میں نیجر کی طرف دیکھا تھا اور پھر ہاتھ اٹھا کر بولی تھی۔ ”ٹھہرو!“

روزانے کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اس طرح رک گیا جیسے گاڑی نے پورے برک

"ارے تو کیا میں کوئی گراپڈ آدمی ہوں۔ میرے ڈیندی کے سوت بیرون سے ڈرائی کلین ہو کر آتے ہیں اور ٹوانیلیٹ پیپر سوینڈن سے براؤ راست امپورٹ ہوتا ہے ہمارے یہاں۔!"

"ابھی تصدیق ہوئی جاتی ہے۔ میں خان داور سے پوچھ لیتا ہوں۔" نیجر نے کہا اسٹھ کر ٹیل فون والی میز کے قریب آیا۔ عمران روزاکی طرف دیکھ کر اس طرح مسکرانے لگا جیسے نیجر کو اول درجے پر بیوقوف سمجھتا ہے۔ وہ بھی اُسے آنکھ مار کر مسکرانی تھی لیکن عمران کا علیہ اچانک ایسا ہو گیا جیسے قیامت نوٹی ہو۔ روزانے اسے محسوس کر لیا۔ بالکل کسی بھولی بھالی لڑکی کے سے انداز میں شرمیا تھا۔

اُوھر نیجر کسی سے فون پر گفتگو کرنے لگا تھا۔ جلد ہی رسیور کر یڈل پر رکھ کر رواپس آگیا اور عمران کو گھورتا ہوا بولا۔ "یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ خان داور سے شرط ہوئی تھی اور وہ کہہ رہا تھا کہ میں اپنی بات پر قائم ہوں۔!"

"ٹھیک ہے۔ اب تم جاؤ۔۔۔ کل کسی وقت آنا میں نہیں ملوں گی۔" روزانے عمران سے کہا۔ "شکریہ۔۔۔!" عمران نے کہا اور اس طرح اسٹھ کر بھاگا جیسے خدشہ ہو کہ اچانک پھر روک لیا جائیگا۔ دونوں نے بے ساختہ قیچیہ لگائے تھے۔

"پہنچیں کس قسم کا آدمی ہے؟" روزانے کہا۔ "خان داور سے کیا بات ہوئی تھی۔۔۔؟" اس نے کہا تھا کہ شیرال کے کسی دوست کا لڑکا ہے۔ ذی حیثیت لوگ ہیں۔! "ایک پورٹریٹ کے تین ہزار پچھوٹے تو نہیں ہیں۔!" وہ نیجر کو آنکھ مار کر مسکرانی۔ جواباً بھی مسکرایا تھا لیکن آنکھ مارنے کی جسارت نہ کر سکا۔ ویسے اُس کا یہ انداز بہت لا دویں لگا تھا۔

"تم مجھے یہاں جس لئے لائی تھیں وہ بات ابھی تک آگے نہیں بڑھ سکی۔!" "میں تمہیں یہاں اس لئے لائی تھی کہ تمہیں اپنا ہمدرد بناؤں۔۔۔؟" "لیکن اس سے کیا ہو گا۔ شیرال کے حلقة احباب میں کبھی جانتے ہیں کہ اُس کی بیوی پیر کی میں موجود ہے۔ وہ قاتفو قاتا اس کا تذکرہ کرتا ہتا تھا۔"

"ٹھہرو۔۔۔!" وہ اٹھتی ہوئی بولی۔ "میں اپنے کاغذات لاتی ہوں۔!" وہ سنگ روم سے چلی گئی اور نیجر بیٹھا سوچتا رہا کہ آخر وہ اس کے لئے کیا کر سکے گا۔ اگر شیرال سے اُس کے قریبی تعلقات تھے تو اُسے اس کا علم رہا ہو گا۔ پھر اُس نے شادی کرنے پر کیوں بجور کیا تھا۔ اُس کے اپنے نمہب کے مطابق یہ شادی سرے سے قانونی ہی نہیں تھی۔"

الجھتا رہا۔۔۔ اور تھوڑی دیر بعد روزا و اپس آگئی اور اُسے شادی کا سر میکیٹ دکھاتی ہوئی بولی۔

"صرف تم میری مدد کر سکتے ہو۔!"

"میں کس طرح مدد کر سکتا ہوں۔!"

"وہ تحریر میرے حوالے کر دو جس کی بناء پر مسز شیرال کے لئے کمرہ مخصوص کیا تھا۔!"

"تحریر۔۔۔ ہاں یقیناً اس سلسلے میں اُس کی تحریر ہی مجھ تک پہنچی تھی۔ وہ خود نہیں آ کر تھا۔

لیکن مجھے یاد نہیں کہ میں نے اُسے ضائع کر دیا تھا اب بھی میز کی کسی دراز میں پڑی ہو گی۔!"

"وہ بے حد ضروری ہے۔!"

"لیکن کیا واقعی تمہیں علم نہیں تھا کہ وہ شادی شدہ تھا۔!"

"کیسے علم ہوتا جبکہ وہ ہرگز شادی شدہ نہیں تھا۔!"

"اُسکے طبقے کے بہترے لوگ شہادت دیں گے کہ وہ اُن سے لیسی ماتیف کی باتیں کرتا رہتا تھا۔!"

"میں جانتی ہوں۔!"

"پھر تم کس طرح اپنا حق جتا سکو گی۔ قانون کی گرفت میں آ جاؤ گی۔ کہ دیدہ دانستہ پہلی بیوی

کی موجودگی میں تم نے اُس سے شادی کی؟"

"لیسی ماتیف کا کوئی وجود نہیں تھا۔ اُس پر لیسی ماتیف کے دورے پڑتے تھے۔!"

"میں نہیں سمجھا۔۔۔!"

"جب میں نے اُس کا گریبان پکڑ کر اُسے سوسائٹی میں ڈیل کر دینے کی دھمکی دی تھی تو اس

نے کہا تھا کہ وہ اپنی اُس غلطی کا ازالہ مجھ سے شادی کر کے کر سکتا ہے۔ میں نے لیسی ماتیف کا

حوالہ دیا تو اُس نے مجھے حقیقت حال سے آگاہ کر دیا تھا۔ دراصل اس نام کی ایک لڑکی بھی تھی جسے

وہ چاہتا تھا۔ ایک حادثہ میں اُس کی موت واقع ہو گئی۔ شیرال اسے اتنا ہی چاہتا تھا کہ اُس کے لئے

اُس کی اچانک موت اس نفیتی مرض کا سبب ہن گئی۔!"

"خدا کی بنا۔۔۔!" نیجر طویل سانس لے کر بولا۔ "تب تو تمہیں شادی کے بعد ہی اُس کی

کوٹھی میں منتقل ہو جانا چاہئے تھا۔!"

"اُس نے میری خوشامد کی تھی کہ میں تین چار ماہ انتقال کروں اس دوران میں وہ آہستہ آہستہ

لیسی ماتیف سے بیزاری کا اظہار کرتا رہے گا اور پھر کسی دن اچانک اعلان کر دے گا کہ اُس نے لیسی

ماتیف کو طلاق نامہ بھجوادیا ہے۔ اس طرح اس کی پوزیشن بھی صاف ہو جائے گی اور مجھے

شادی کے اعلان کے بعد دونوں ساتھ رہنا شروع کر دیں گے۔!
”بڑی عجیب کہانی ہے۔!“ میجر تھیر انہ اذ میں پلکیں جھپکاتا ہوا بولا۔ ”لیکن اس نے اپنی اس
اسکیم پر عمل نہیں کیا تھا۔ یعنی تین ماہ گزر جانے کے باوجود بھی لیسی ماتیف کی پوزیشن میں کوئی
فرق نہیں آیا تھا اور طلاق نامہ اسے بھجوانے کی بجائے خود اسے بلوالا۔!
”یہی تو کچھ میں نہیں آتا۔!“

”وہ اُس کی املاک پر قابض ہو جائے گی۔!“

”اگر تم شیر اس کی تحریر میرے حوالے کر دو تو بات بن سکتی ہے۔!“

”اگر اُس کے وکیل کے پاس سے بھی کچھ ایسے کاغذات برآمد ہو گئے تو کیا ہو گا۔!“

”کیسے کاغذات۔!“

”مثال کے طور پر کوئی وصیت نامہ جس میں لیسی ماتیف کا ذکر ہو۔!“

”تب پھر کچھ نہیں ہو سکے گا۔!“ وہ مایوس سے بولی۔

”آج اُس کی تدبیح کے بعد ہی شائد وکیل لیسی ماتیف سے ملاقات کرے۔!“

”میں کیا کروں۔....؟“ وہ باتھ ملتی ہوئی بولی۔

”خاموشی اختیار کرو۔.... بدناہی سے بچی رہو گی اور کوئی بہتر آدمی تمہاری پسند بن سکے گا۔!“

”میں بالآخر بے وقف بن گئی۔!“

”ایے اُندر چڑھاؤ زندگی میں آتے ہی رہتے ہیں۔ آدمی کو ہمت نہیں ہادری چاہئے۔!“

”مشورے کا شکریہ۔!“ وہ تنخیلہ میں بولی۔ ”اتی عقل میں بھی رکھتی ہوں خواہ خواہ تمہیں
تکلیف دی۔ جانا چاہو تو جاسکتے ہو۔!“

”اب ایسی بھی کیا بے مرمتی۔ کم از کم کافی ہی پرواڈ۔....!“

”اوہ۔....ہاں۔.... میں کافی کے لئے کہہ آئی تھی۔ بیٹھو۔.... آرہی ہو گی۔!“

کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر نیجر نے آہستہ سے کہا۔ ”تم مجھ سے خواہ خواہ ناراض ہو گئیں۔ میں
اس کے حامیوں میں سے تو نہیں ہوں۔!“

”مجھے افسوس ہے میرا رویہ نامناسب تھا۔!“

”کوئی بات نہیں۔.... تم پریشان ہو۔.... میں شیر اس کی تحریر تلاش کر کے تم تک پہنچا دوں
گا۔ بے فکر رہو۔!“

وہ کچھ نہ بولی۔ ایک بوڑھا ملازم کافی لایا تھا۔ کافی نوشی کے دوران میں بھی خاموشی ہی رہی۔
نیجرا تی دیر میں اس سے خاصا متاثر ہوا تھا اور اسے توقع تھی کہ آئندہ بھی ملاقاتیں ہوتی رہیں
گی۔ ابھی تو وہ شیر اس کی تحریر ہی اُس تک پہنچائے گا۔ روزابڑی دل کش تھی۔ حسن میں اضافہ ہو جاتا تھا۔
غموم ہو جانے کے بعد تو اس کی شخصیت ہی بدل کر رہ جاتی تھی۔ حسن میں اضافہ ہو جاتا تھا۔
آرٹش نہیں بلکہ خود ہی اعلیٰ ترین آرٹ کا ایک نادر نمونہ معلوم ہونے لگتی تھی۔ کافی نوشی کے
بعد نیجرا جلد ہی ملنے کا وعدہ کر کے رخصت ہو گی۔ وہ تھوڑی دیر تک بے حس و حرکت بیٹھی
رہی۔ پھر اٹھی اور فون پر کسی کے نمبر ڈائیکل کرنے لگی۔

”دوسری طرف سے جواب ملنے پر بولی۔ ”خان داور سے کہو کہ روزا ہے۔!“

کچھ دیر انتظار کرتی رہی۔

”بیلول۔!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”خان داور۔.... وہ حق کون تھا۔....؟“

”میں نہیں جانتا۔.... پچھلے ماہ سے شیر اس کے ساتھ دیکھا جاتا رہا ہے۔ مصاجبت کیلئے دلچسپ
آدمی ہے۔ اگر کسی کھاتے پیتے گھرانے کا نہ ہوتا تو میں کو شش کرتا کہ میرا مصاحب بن جائے۔!
”تم لوگ فضولیات میں بہت وقت ضائع کرتے ہو۔!“

دوسری طرف سے ہلکا ساقہ قہہ سنائی دیا اور وہ بخوبی کر بولی۔ ”میں اسکی پورٹریٹ ضرور بناوں گی۔!“

”اوہ نہیں۔....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”مجھے بھی اعتمدوں سے دلچسپی ہے اور پھر اُس نے وعدہ کیا ہے کہ شرط میں صحتی ہوئی پوری
 رقم میری خدمت میں پیش کر دے گا۔!“

”تب تو کوئی بات نہیں۔.... ضرور بناو۔....!“

”تدبیح کس وقت ہو گی۔....؟“

”غالباً اس پہر کو۔....!“

”وکیل اس سے کس وقت ملے گا۔!“

”شام کی چائے پر۔.... مجھ سیست شہر کے کئی معززین بھی اُس وقت وہاں موجود ہوں گے۔!“

”اس کا یہ مطلب ہوا کہ کوئی وصیت نامہ موجود ہے۔!“

”ٹھیک چچے وہ تمہارے ہاتھوں میں ہو گا۔!“

”گلڈ... تو تم نے تیزی دکھائی ہے....؟“
”تم مجھے کیا سمجھتی ہو!“

”میں منتظر ہوں گی!“ اس نے کہا اور رسیور کریٹل پر رکھ دیا۔



تدفین کے بعد جب حاضرین فرداً فرداً جولیا سے اظہار ہمدردی کرنے لگے تو اچانک اس کے ذہن کو ایک زوردار جھٹکا لگا۔ اس نے دیکھا کہ عمران اس کے سامنے کھڑا ہکلا رہا ہے۔ اظہار ہمدردی ہی کر رہا ہوا لیکن جولیا کے پلے کچھ بھی نہ پڑ سکا۔ پھر وہ آگے بڑھ کر دوسرے صوفے پر جایا۔ اور جولیا دوسرے ہمدردی کی طرف متوجہ ہو گئی۔

شیرال کی سیکریٹری میریا شاید کچھ مخصوص لوگوں کو روک رہی تھی اور وہ دوسری جانب والے صوفوں پر بیٹھتے جا رہے تھے۔ کچھ ایسے بھی تھے جو اظہار ہمدردی کر کے چلے گئے تھے۔ عمران بھی دروازے ہی کی جانب بڑھا تھا کہ میریا اس کے قریب پہنچ کر بولی۔ ”جناب آپ کو بھی تکلیف دی جائے گی۔ ذرا دیر تشریف رکھئے.... وصیت نامہ سن کر تشریف لے جائیے گا!“

”مم.... میں.... یعنی کہ میں....!“

”جی ہاں آپ.... مسٹر شیرال آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے!“

”ششکر یہ.... ان کا....!“ عمران نے بوکھلانے ہوئے انداز میں کہا اور لاکھڑاتے ہوئے قدموں سے صوفوں کی طرف پلٹ پڑا۔

”خوب تو تم بھی روکے گئے ہو!“ اسی صوفے پر بیٹھے ہوئے ایک قد آور و جیہہ آدمی نے کہا جس پر عمران بہ حالت بدحواسی ڈھیر ہو گیا تھا۔

”آف فوہ.... خان داور.... آپ بھی ہیں!“ وہ سنجھنے کی کوشش کے اظہار میں ہکلایا۔

”قاعدے سے بیٹھو.... ہم یہاں تقریت کے لئے آئے ہیں!“

”جی ہاں.... جی ہاں....!“ عمران ایک دم سیدھا ہو بیٹھا اور کسی بُت کی طرح جادو ساکت ہو گیا۔ حتیٰ کہ پلکیں بھی نہیں جھپک رہی تھیں اور جولیا اپنی جگہ خاموش بیٹھی بار بار اسے سکھیوں سے دیکھے چاہی تھی۔

”تم نے مسٹر شیرال کو دیکھا....!“

”جی ہاں....!“

”کیا خیال ہے....؟“

”اب اردو میں کیا خیال ظاہر کروں.... فرانسیسی مجھے آتی نہیں۔!“

”کیا کہنا چاہتے ہو....؟“

”مسٹر شیرال اس کے مقابلے میں بہت بوڑھے تھے!“

”یعنی یہ مسٹر شیرال نہیں ہو سکتی۔!“

”نہ ہو سکتی تو پھر کیسے ہوئی!“

”میرا خیال ہے کہ کہیں کوئی غلطی ضرور ہوئی ہے۔!“ خان داور نے کہا۔

”کس قسم کی غلطی خان داور....!“

”بھی تو سمجھ میں نہیں آتا....!“

”کیا اس کی تاک صحیح پوزیشن میں نہیں ہے....؟“

”تم میرا مطلب نہیں سمجھے۔!“

”اچھا! کیا مطلب ہے....!“

”کہیں یہ کوئی غلط عورت تو نہیں ہے۔!“

”آج تک کوئی غلط عورت میری نظر سے نہیں گزری۔ مرد ہی غلط سلط ہوتا ہے۔!“

”اچھا اس خاموش رہو....!“ خان داور اس کی تاک بھی پر جھمجنگا لگایا۔

ٹھیک اسی وقت وکیل کی آواز سنائی دی۔ ”خواتین و حضرات آپ کو علم ہو گا کہ موسیو

شیرال یہاں دس سال سے مقیم تھے اور ایک طرح سے یہاں کے شہری ہی تھے ان کے فلاٹی

کاموں سے متاثر ہو کر حکومت نے یہاں کی شہریت عطا کر دی تھی۔ مادام شیرال یہاں آنے پر

آمادہ نہیں تھیں لیکن انتقال سے ایک ہفتہ قبل انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ مادام شیرال آرہی ہیں وہ

بہت بے پیش تھے۔ چاہتے تھے کہ ان کے مرنے سے قبل ہی مادام یہاں پہنچ جائیں۔ جیسا کہ

آپ کو علم ہے کہ وہ کینسر کے مریض تھے لیکن انہوں نے کسی کو یہ نہیں بتایا تھا کہ ان کے معانج

نے انہیں آگاہ کر دیا ہے کہ وہ بہت تھوڑے دنوں کے مہمان ہیں۔ وہ خود بھی موت کی آہت

محسوں کر رہے تھے۔ لہذا انہوں نے اپنا وصیت نامہ مرتب کر کے میرے حوالے کر دیا تھا۔!

اس نے خاموش ہو کر حاضرین کو ایک بڑا سالغافہ دکھایا جس پر لاخ کی مہریں لگی ہوئی تھیں۔

”آن کی ہدایت کے مطابق....!“ اس نے طویل سانس لے کر دوبارہ کہنا شروع کیا۔ ”مجھے یہ

”اگر یہ بات ہے تو پھر اس وقت موسیو شیرال کی ذہنی حالت مٹکوک رہی ہو گی!“ خان داور بولا۔

سردار امان نے کہا۔ ”اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی وصیت نامہ موجود نہیں ہے۔ نہ ہواں سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن مایف کے علاوہ اس کا ترکہ کسی اور کو نہیں پہنچتا!“

”ہمیں تباہ کاغذ کرنے میں جلدی نہیں کرنی چاہئے!“ خان داور بولا۔
”کیا کہنا چاہتے ہو؟...؟“ سردار امان نے اس سے براہ راست سوال کیا۔

”پچھے بھی نہیں۔ میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ کسی دوسرے کو ان معاملات سے کیا سروکار!“

”ٹھیک ہے....؟“ سردار امان نے کہا اور جولیا کی طرف مڑ کر بولا۔ ”تمہیں اس سلسلے میں

کفر مند نہیں ہونا چاہئے۔ شیرال کا سب کچھ تمہارا ہی ہے۔ دل چاہے یہیں رہو دل چاہے سب کچھ فروخت کرو۔ میں سرکاری طور پر تمہارا سرما یہ فرانس منتقل کرادی ہے کی کوشش کروں گا!“ جولیا نے اس کا شکریہ ادا کیا اور خاموش بیٹھی رہی۔ دفعتہ عمران نے بالکل اسی طرح ہاتھ اٹھا دیا جیسے کسی کلاس روم میں بیٹھا ہوا ہو۔

”جی.... فرمائیے.... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں!“ سردار امان نے منہ ٹیڑھا کر کے پوچھا۔ ”مم.... میں.... یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کیا ایک ہی ورق سے کام نہیں چل سکتا تھا چار کیوں رکھے گئے تھے لفافے میں!“

”کیا بات ہوئی!“

”بہت بڑی بات ہوئی۔ اسے رواروی میں نہ تائے یہ مشری ہے!“ ”بیٹھ جاؤ.... کیوں فضول باتمیں کر رہے ہو!“ خان داور آہستہ سے بولا۔ ”تو یہ مشری ہے!“ سردار امان نے پوچھا۔

”جی ہاں....!“

اس پر کچھ لوگ بے سانتہ مکراپڑے اور سردار امان نے کہا۔ ”غالباً آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان سادہ کاغذات پر کوئی خیر تحریر موجود ہے جسے کسی طریقے سے ابھارا جاسکتا ہے!“

”میں نہیں.... یہ طریقہ بہت پرانا ہوا۔ آج کل بچوں کا کھیل ہے!“

”پھر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں....؟“

”خان داور آپ بتا دیجئے!“ عمران اس کی طرف مڑ کر بولا۔ ”مجھ میں تقریر کرنے کی

لفافہ آپ سب اور مادام شیرال کی موجودگی میں کھولنا ہو گا اور وصیت کی وضاحت کرنی ہو گی!“

آس نے پھر خاموش ہو کر جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”اجازت ہے....؟“

جولیا نے جو اپنی آنکھیں بار بار رومال سے خنک کے جارہی تھی سرہلا کر اجازت دی۔ وکیل لفافے کی سلیل توڑنے لگا!

اور پھر سب نے دیکھا کہ یا ایک آس کے چہرے پر حریت زدگی کے آثار پائے جانے لگے ہیں اور پھر وہ کسی بنت کی طرح بے حس و حرکت ہو گیا۔

کئی سکنڈ کے بعد خنک ہونٹوں پر زبان پھیری اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”لیکن یہ تو چار

عدد سادہ اور اتی ہیں!“

لوگوں نے بھانٹ بھانٹ کی بولیاں بولنی شروع کر دیں۔ جولیا خاموش بیٹھی رہی لیکن اس

نے بھگی اپنے چہرے پر حریت کے آثار پیدا کر لئے تھے۔

”میں سمجھ گیا!“ عمران سرہلا کر آہستہ سے بولا۔

”کیا سمجھ گے!“ خان داور چونک پڑا۔

”چار عدد سادہ کاغذ.... ذرا سوچئے تو.... یہ چار کا عدد خاصی اہمیت رکھتا ہے۔ مشری واقع

ہو گئی ہے!“

”پہنچنیں کیا کہہ رہے ہو!“

”بہت پتے کی بات کہہ رہا ہوں!“ عمران احتجانہ انداز میں آنکھیں چکانا ہوا بولا۔ ”سو فیصد

مشری واقع ہوئی ہے۔ شیرال پوشیدہ طور پر مسلمان ہو گیا ہو گا اور مزید تین شادیاں کر لی ہوں

گی۔ چار عدد سادہ ورق اسی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ چار ورق.... وہ.... اس نے صاف

اشارہ کیا ہے کہ چاروں کو اکٹھا کیا جائے وہ خود ہی آپس میں وصیت نامہ مرتب کر لیں گی!“

خان داور اسے عجیب نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ اس کے خاموش ہوتے ہی بولا۔ ”کہیں

تمہیں چڑیا گھر والے نہ پکڑ لے جائیں!“

”میں کسی قسم کا بھی خان نہیں ہوں۔ ہمارے یہاں سرسوں کے تیل کی آڑھت بھی ہوتی ہے!“

”دفعتہ جولیا کی آواز کرے میں گوئی۔“ بیسر شر کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ لفافہ بدلتا دیا گیا ہو۔“

”نمکن... مادام... یہ وہی لفافہ ہے جو موسیو شیرال نے بذاتِ خود میرے حوالے کیا تھا۔

میرے سامنے ہی انہوں نے اس پر لاخ کی سلیل لگائی تھی اور اسے اپنی انگشتی سے مہر کیا تھا!“

صلاحیت نہیں ہے!“

سب لوگ اُس کی طرف متوجہ ہو گئے اور وہ اس اچانک حملے پر بھوپنچکارہ گیا۔

”ہاں..... ہاں بتا دیجئے!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”ابھی میں نے جو کچھ کہا تھا!“

”آپ خود ہی کیوں نہیں بتا دیتے!“ خان داور نے جھلا کر کہا۔

”مم..... مجھے شرم آتی ہے!“ عمران نے شرم کر کہا اور بیٹھ گیا۔

سردار امان اُسے قہر آلوں نظرؤں سے گھورے جا رہا تھا۔

” بتا دیجئے ... آپ ہی بتا دیجئے!“ کئی آوازیں آئیں اور خان داور کو غصہ آگیا۔

” یہ ایک نیم دیوانہ اور حق قسم کا آدمی ہے!“ خان داور نے کہا۔

” خان داور آپ میری توہین کر رہے ہیں!“ عمران نے نشخے پھلانے اور اٹھ گیا۔ پھر

دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ ”بہر نکلئے دیکھ لون گا..... آپ کو....!“

لوگ اُس کے چیلنج کرنے کے انداز پر تمیرہ گئے۔ کیونکہ خان داور تو ناک پر کمھی نہیں بیٹھنے

دیتا تھا۔ سردار گذھ میں کون تھا جو اُس سے آنکھیں ملا کر گفتگو کر سکتا۔

” وہ دراصل!“ خان داور کھیانی سی بھی کے ساتھ بولا۔ ”کیا کہوں بس ایک منہ لگا

صاحب سمجھ لیجئے!“

”لیکن خان داور وہ کہنا کیا جاتا تھا!“ سردار امان نے پوچھا۔

” ایک مجبول سا آدمی کہہ بھی کیا سکتا ہے۔ ویسے کچھ کہہ ضرور رہا تھا۔ لیکن یہ ایسا موقع نہیں

تھا کہ میں اُس کی طرف توجہ دیتا!“

دوسری طرف کوئی وکیل سے سوال کر بیٹھا۔ ”کیا خیال ہے آپ کا..... کسی نے آپ کی

تحویل سے اصل لفافہ اڑا کر دوسرا تو نہیں رکھ دیا!“

” ناممکن جناب!“ وکیل نے جواب دیا۔ ”میرے آفس کی سیف میرے علاوہ اور کوئی

نہیں کھول سکتے!“

”بس اوقات ہم خوش فہمیوں میں بھی بتا رہتے ہیں۔!“ کسی اور نے وکیل پر یلغار کی۔

اُدھر جو لیا سوچ رہی تھی کہ کہیں خود اُس کی خاموشی غیر فطری تو نہیں اُسے کچھ نہ پچھے ضرور

بولنا چاہئے۔

” میں اپنے ہمدرد حضرات سے استدعا کروں گی کہ اس بات کو آگے نہ بڑھائیں۔ وصیت

تھے کے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں بہر حال شیر اُن کی وارث ہوں!“

”لیکن یہ تو معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارا دوست شیر اُن چاہتا کیا تھا.....؟“ سردار امان نے کہا۔

” سردار صاحب میں مادام شیر اُن کا ہم خیال ہوں۔ انہیں خواہ کسی ابھن میں نہ ڈالا

جائے جب وہ کہتی ہیں کہ وہ تھا وارث ہیں تو ہمیں تسلیم کر لینا چاہئے!“ خان داور نے کہا۔

” بات کو رٹ کے تسلیم کرنے کی ہے۔!“ کسی نے کہا۔

” یہ بھی ہمارا مسئلہ نہیں ہے۔!“ خان داور بولا۔

” اس میں کوئی نہ کوئی اشارہ ضرور پوچھیدہ ہے۔!“ سردار امان نے کہا لیکن پھر کوئی کچھ نہیں بولا تھا۔

وہ باہر نکلے سردار امان خان داور کے ساتھ تھا۔ اُس نے پوچھا۔

” آخر وہ ہے کون؟“

” کسی تاجر کا بے مغز لوٹا ہے دارالحکومت سے آیا ہے۔!“

” آخر وہ کیا کہنا چاہتا تھا!“

خان داور نے عمران کا پہلے سردار امان کو سنایا۔ پہلے تو وہ ہنسا تھا پھر یہ یک بیٹھیدہ ہو گیا۔

” تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا۔“ تمہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ شیر اُن ایک بے حد پر اسرار آدمی تھا!“

” میری دانست میں صرف عکی تھا!“ خان داور نے لاپرواہی سے کہا اور سردار امان سے

مصافحہ کر کے اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ گاڑی پر بیٹھتے ہی اُس کے چہرے پر اچانک ایسی بیٹاشت

نظر آئے گی جیسے اُس قبرستانی ماحول سے نجات ملنے پر اُس کی روح نکل قبھے لگا ہی ہو۔

گاڑی پر بیچ پہاڑی راستوں پر چکراتی رہی۔ ذرا ٹوپیگ کے انداز سے صاف ظاہر ہوتا تھا جیسے

اُسے کہیں پہنچنے کی جلدی ہو۔

بالآخر گاڑی ایک جو بیکین کے قریب رکی تھی خان داور نے ایک مخصوص انداز میں کئی بار

ہاراں بھیجا تھا کہیں کا دروازہ کھلا اور ایک آدمی باہر نکل کر کھڑا ہو گیا۔ صورت ہی سے خطراں اُن اور

شاپر معلوم ہوتا تھا۔

” کیا رہی؟“ خان داور نے اس سے پوچھا۔

” فتح کیا آپ آخری رسماں سے فارغ ہو کر نہیں آئے نہیں۔!“ اُس آدمی نے کہا۔

” ہاں میں نے دیکھا تھا۔ اُس لفافے میں سے سادہ کاغذ کے چار ورق برآمد ہوئے تھے!“

” بس تو پھر سمجھ لیجئے!“

”لاو کہاں ہے....؟“ خان داور نے مضطرباہ انداز میں کہا۔

”ایک ہاتھ سے لفافہ اور دوسرے ہاتھ سے معادضہ....!“ اس نے خشک لبجھ میں کہا۔

”میں پوری رقم لایا ہوں۔!“ خان داور نے کوٹ کی اوپری جیب کو تھکلی دے کر کہا۔

”نکالنے.... میں لفافہ لارہا ہوں۔!“ کہہ کر وہ اندر چلا گیا۔

خان داور گاڑی سے اتر آیا۔ اسکے چہرے پر اضطراب کی لمبیں تھیں اور آنکھوں سے بے یقینی جھک رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا میں اس شخص پر اعتماد نہ ہو۔

وہ آدمی کیمین سے برآمد ہوا اس کے ہاتھ میں دیسا ہی ایک لفاف تھا جیسا تھوڑی دیر قبل شیراں کے وکیل کی تحولی میں دیکھ چکا تھا۔ اس نے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

”تہیں خان....!“ اجنبی سر ہلا کر بولا۔ ”پہلے معادضہ....!“

”مجھے اپنا طمیان بھی تو کر لینے دے!“ خان ہو اور جھنجلا کر بولا۔ ”میں صرف سیل دیکھوں گا۔!“

”ٹھیک ہے دیکھ بیجھے!“ اس نے لفافے کو دونوں ہاتھوں سے کپڑا کر خان داور کے چہرے کے قریب کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے!“ خان داور جیب سے نوٹوں کی ایک گذی نکال کر اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ گذی اس کے ہاتھ سے جھپٹ لی گئی اور لفافہ تھادیا گیا۔ خان داور نے ایک بار پھر لفافے کو غور سے دیکھا اور اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

”آئندہ بھی یاد رکھے گا۔!“ اجنبی ہاتھ ہلا کر بولا۔

خان داور نے سر کو جبش دی اور گاڑی میں بیٹھ کر انہی اشارث کرنے لگا۔ اجنبی اب بھی کیمین کے دروازے ہی پر کھڑا تھا اور شاید اس کے فرشتوں کو بھی علم نہ رہا ہو کہ خان داور اب کیا کرنے والا ہے۔ خان داور کا داہما ہاتھ سیٹ کے نیچے سے برآمد ہوا جس میں سائنسنر لگا ہوا پستول تھا۔ پھر پستول کی نال اتنی تیزی سے اجنبی کی طرف اٹھی کہ وہ سنبھل بھی نہ سکا۔ بلکی سی آواز ہوئی اور وہ لڑکھرا تھا کیمین کی دیوار سے جاگا۔ اس کا داہما ہاتھ دل کے مقام پر تھا اور آنکھیں حلقوں سے ابلی پڑھی تھیں۔ نوٹوں کی گذی گرفت سے نکل کر دور جا پڑی تھی۔ کیمین کی دیوار سے رگڑ کھاتا ہوا بالآخر وہ نیچے گر گیا۔

خان داور نہایت اطمینان سے اتر کر آگے بڑھا اور نوٹوں کی گذی اٹھائی اور پھر گاڑی میں جا بیٹھا۔ انہیں پہلے ہی سے اشارث تھا۔ گیئر بدلتے ہی گاڑی جھٹکے کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ دور دوڑ

تک کوئی تیر افراد نظر نہیں آ رہا تھا۔



جو لیا فنر واڑتی ایجھیں میں پڑ گئی تھی۔ لیکن یہ ایجھیں اس لفافے سے متعلق نہیں تھیں۔ اس میں سے اگر بندر کا پچھہ بھی برآمد ہوتا تو اسے ذرہ برابر بھی پر وادہ نہ ہوتی۔ قصہ دراصل تھا عمران کا۔ اچاک اس طرح نمودار ہوا اور ایک مہمان کو دھمکیاں دیتا ہوا اللہ گیا۔ اسے بڑی تشویش ہو گئی تھی کہ کہیں باہر اس نے ہنگامہ نہ رپا کیا ہو۔ آخر وہ آدمی کون تھا جسے وہ دھمکیاں دیتا ہوا چلا گیا تھا۔

رسم تعریت کی ادائیگی کے اختتام پر اس نے میرا کو طلب کیا۔

”وہ کون تھا....؟“ اس نے اسے گھوڑتے ہوئے پوچھا۔

”توں مادام....!“

”وہ جو عین رسم تعریت کے دوران میں اٹھ کر چلا گیا تھا۔!“

”ارے وہ مادام....!“ وہ سکرا کر بولی۔ ”ایک سید حاسادہ آدمی ہے کسی قدر بے وقوف بھی ہے۔ موسیو شیراں اسے پسند کرتے تھے۔!“

”لیکن جب وہ اٹھا تو غصے میں معلوم ہوتا تھا۔!“

”تجی ہاں مادام.... اسے شائد خان داور پر غصہ آگیا تھا۔!“

”خان داور کون ہے....؟“

”یہاں کا ایک معزز آدمی لیکن اس کی شہرت اچھی نہیں ہے۔ بے چارہ بے وقوف ضرور کسی الجھن میں پڑے گا۔ اگر خان داور کو اس کارویہ نامناسب لگا ہو گا۔!“

”وہ کیا کرے گا....!“

”بے وقوف آدمی کا قتل بھی ہو سکتا ہے۔!“

”اوہ.... تو کیا خان داور ایسا آدمی ہے۔!“

”سنا ہے کہ اس پر کئی افراد کے قتل کا الزام ہے۔ لیکن پولیس کو کبھی اس کے خلاف کوئی واضح ثبوت نہیں مل سکا۔!“

”وہ بے وقوف آخر ہے کون....؟“

”علی عمران نام ہے... دار الحکومت سے آیا ہے۔ کسی بہت مالدار گھرانے سے تعلق رکھتا ہے۔!“

”شیراں سے کب سے ملاقات تھی۔!“

”ماش مجھے معلوم ہوتا!“ وہ طویل سانس لے کر رہ گئی۔
”میں نے مشرقی اسرار کے بارے میں کہانیاں پڑھی تھیں اور انہیں کہانیاں ہی سمجھتی تھیں۔
لیکن اب ایک بخوبی حقیقت سے دوچار ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں!“
”یہاں آپ کے ہمدرد بھی موجود ہیں۔!“ میریا نے کہا۔ اتنے میں فون کی گھنٹی بجی اور میریا
نے رسیور اٹھایا۔
”ہیلو.... اوہ.... فرمائیے.... جتاب.... اچھا.... ذرا ہولڈ آن کیجئے۔!“ وہ ماڈ تھہ نہیں پر
ہاتھ رکھ کر جو لیا کی طرف مڑی اور بولی۔ ”گرینڈ ہوٹل کا فیجر ہے۔ آپ سے ملتا چاہتا ہے۔!
”کیوں مجھ سے کیوں ملتا چاہتا ہے۔!
”موسیو شیرال کے خاص آدمیوں میں سے تھا۔!

”تم پہلے ہی بتا چکی ہو۔ خیر کہہ دو آجائے۔ اس وقت مجھے کوئی مصروفیت نہیں ہے۔!
میریا نے ماڈ تھہ نہیں میں کہا۔ ”ہیلو.... جی ہاں.... آجائیے.... اس وقت ... مادام کو
فرصت ہے۔!
رسیور رکھ کر وہ بولی۔ ”کیا اس ملاقات کے دوران میں میری موجودگی ضروری ہو گی؟“
”یقیناً.... میں یہاں ابھی ہوں.... اور نہیں جانتی کہ لوگ مجھ سے کس قسم کی باتیں کریں
گے اور میرا جواب کیا ہو گا۔!
”بہت بہتر.... میں ابھی آئی۔!“ میریا نے کہا اور لیوگ روم سے نکل کر اس حصے میں آئی۔
جہاں تینوں ملازمین رہتے تھے۔ طارق کی خیریت دریافت کرنا چاہتی تھی۔ اس کے بازو کا زخم
تکلیف دہ ہو گیا تھا۔ اسی کی وجہ سے بخار بھی ہو گیا تھا۔ گل میر اور سجاد بھی وہیں تھے۔ انہوں نے
بیٹیا کے بخار تیز ہے۔ غفلت طاری ہو گئی ہے۔
میریا سجاد کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتی ہوئی کمرے سے نکل آئی پھر راہداری کے سرے
پر رک کر مڑی تھی۔ سجاد بھی رک گیا۔

”گرینڈ ہوٹل کے فیجر کی کال آئی تھی۔!“ میریا بولی۔ ”وہ مادام سے ملتا چاہتا ہے۔ میں اب
کسی پر بھی اعتماد نہیں کر سکتی۔ تم لوگ خیال رکھنا۔!
”بہت بہتر.... لیکن لفافے کا کیا قصہ تھا۔!“ سجاد نے پوچھا۔

”بات سمجھ میں نہیں آئی۔ اس میں سے وصیت نامہ برآمد ہونے کی توقع تھی لیکن سادہ کاغذ

”بیسی کوئی پچھلے تین ماہ سے شیرال اس کی صحبت میں بہت خوش و خرم رہتے تھے۔!
جو لیا سوچ میں پڑ گئی۔ آخر کب تک یہ ذرا مدد جاری رہے گا۔ اگر اس کے مقصد کا علم ہو جاتا تو
شائد وہ اتنا زیادہ الجھن محسوس نہ کرتی۔!
ہر حال یہ کوئی ایسا ہی چکر تھا جو بہت دنوں سے چل رہا تھا۔ ورنہ تین ماہ پہلے یہاں عمران کا کیا
کام۔ دوسری طرف جو لیا نے محسوس کیا کہ میرا اس سے کسی نہ کسی طرح متاثر ضرور ہوئی ہے۔
”کیا وہ شیرال سے اتنا ہی قریب تھا کہ وصیت سننے کے لئے اسے روکا جاتا۔!“ جو لیا نے میرا
کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔
”میری دانست میں ایسا ہی تھا۔!
”صورت سے بالکل احتقان لگ رہا تھا۔!
”لیکن اس کی حماقاتوں پر غصہ نہیں آتا۔!“ میرا مسکرا کر بولی۔
”اوہ نہ جہنم میں جائے۔!“ جو لیا سر جھک کر بولی۔ ”آخر شیرال نے مرتے مرتے یہ ذرا مدد
کیوں کیا؟“

”مجھے خود بھی حیرت ہے مادام.... لفافے میں سادہ کاغذات رکھنے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔!
”کہیں لفافہ بدلتے تو نہیں دیا گیا۔!
”موسیو شیرال وکیل پر اعتماد کرتے تھے۔!
”ہو سکتا ہے وکیل کی لا علمی میں بدلا گیا ہے۔!
”یہ ناممکن ہے۔!
”اوہ.... کیا فرق پڑتا ہے اس سے میرے اپنے کاغذات ہی کافی ہوں گے۔!
میریا کچھ نہ بولی۔ جو لیا نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ”میں نہیں سمجھ سکتی کہ میرے اور شیرال
کے خلاف کس قسم کی سازش ہوئی ہے۔ رات اتنا ہنگامہ ہوا ایک ملازم زخمی بھی ہو گیا۔ لیکن
پولیس کو اطلاع نہ دی گئی۔!
”مادام کیا آپ مجھ پر کسی قسم کا شبہ کر رہی ہیں۔!
”تم پر کیوں کروں گی۔!
”پولیس کو اطلاع دینا میرے ہی فرائض سے تعلق رکھتا ہے۔!
”میں پوچھتی ہوں آخر شیرال نے تمہیں اس سے کیوں روکا تھا۔!

”برآمدے میں پچھی تو فیجر کی بجائے عمران دکھائی دیلندہ جانے کیوں میرا اُسے دیکھ کر کھل اٹھی!“

”اوہ... تم کہاں...؟“

”کیا مادام کو معلوم ہو گیا کہ خان داور سے میری کیا بات ہوئی تھی!“ عمران نے احمقانہ انداز میں سوال کیا۔

”کسی کو کچھ بھی نہیں معلوم ہو سکا۔ آخر کیا بات تھی؟ تم نے اُسے اس طرح چلتے کر کے اچھا نہیں کیا۔ وہ خطرناک آدمی ہے!“

”ہوا کرے....!“ عمران سر جھٹک کر بولا۔

”تم سمجھتے نہیں۔ لیکن خیر بات کیا تھی!“

”مجھ سے کچھ معلوم کرنے سے پہلے تم بتاؤ کہ چار سادہ درقوں کا کیا مطلب ہو سکتا ہے!“

”خدا جانے.... عقل چکرا کر رہ گئی ہے!“

”مشری مائی ڈیزِ مشری!“ عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ ”چار درق کیوں؟ کیا ایک یادو سے کام نہیں چل سکتا تھا۔ چار کا عدد کیا ظاہر کرتا ہے۔ میں نے ہملاک شومر کے ناول پڑھے ہیں!“

”ہملاک شومر....!“ میریا نہیں کر بولی۔ ”تم شاندش لاک ہو مز کہنا چاہتے ہو!“

”وہی وہی.... تو تم نے بھی پڑھے ہیں!..“

”قریب قریب بھی پڑھ ڈالے ہیں!..“

”اچھا تو پھر بتاؤ چار کا مطلب....؟“

”وہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ ایک گاڑی کمپاؤٹ میں داخل ہوئی اور میریا نے گرینڈ ہوٹل کے فیجر کو پہچان لیا۔ وہ اٹھتی ہوئی بولی۔ ”کیا تمہیں مادام سے ملتا ہے....؟“

”نہیں تو ان سے مل کر کیا کروں گا۔ میں تو تم سے پوچھنے آیا تھا چار کا مطلب....!“

”اچھی بات ہے۔ تو تم لان پر بیٹھو.... میں تھوڑی دیر بعد تم سے ملوں گی۔ یہ صاحب مادام سے ملنے آئے ہیں!..“

”اچھا.... اچھا....!“ عمران اٹھ کر برآمدے سے لان پر اتر گیا۔ فیجر نے اُسے گھور کر دیکھا تھا۔ عمران نے احمقانہ انداز میں سلام کے لئے ہاتھ اٹھایا۔ جواب میں سر ہلا کر فیجر مسکرا یا تھا۔

”آئے.... مادام آپ کا انتظار کر رہی ہیں!“ میریا آگے بڑھ کر بولی۔ وہ اُسے نشت کے کمرے میں لا لی۔

کے چار شیٹ نکلے!“

”اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے!“

”یا تو یہ کوئی اشارہ ہے۔ یا پھر وکیل کی لاٹھی میں لفافہ بدل دیا گیا ہو گا!“

”بڑی دشواری تو یہ ہے کہ ہم مخالفین کی شخصیتوں سے واقف نہیں ہیں۔ ورنہ کبھی کا کھیل ختم ہو چکا ہو تا اور ہاں وہ مسٹر عمران کا کیا قصہ تھا!“

”خان داور سے کس معاملے میں جھڑپ ہو گئی تھی!“

”آپ سے باہر ہو رہے تھے۔ کہہ رہے تھے کی بیچ بازار میں ماروں گا!“

”اُسے سمجھا۔... کہیں خود ہی نہ مارا جائے!“

”مجھے تو کچھ دماغ سے اُترے ہوئے لگتے ہیں!“

”خدا جانے.... ویسے بہت معصوم آدمی ہے۔ کوشش کرنا سمجھانے کی۔ اچھی بات ہے میں چلی۔ گرینڈ کا فیجر آنے والا ہے!“

”وہ پھر وہیں وابس آگئی جہاں جو لیا آرام کر سی پر آنکھیں بند کئے نہم دراز تھی۔ اس کی آہٹ پر چوک کر بولی۔ ”کیا وہ آگیا!“

”نہیں مادام.... میں ذرا طائق کی عیادت کو گئی تھی!“

”کیسا ہے!“

”تیز بخار اور غفلت....!“

”کہیں سپلک تو نہیں ہو گیا۔ ان لوگوں نے خود ہی اُس کی ڈرینگ وغیرہ کی تھی۔ کسی ڈاکٹر کو نہیں دکھایا تھا۔ پتا نہیں یہاں کیا ہو رہا ہے!“

”مادام جو کچھ بھی ہو رہا ہے موسیو شیر اس کی ہدایات کے مطابق ہو رہا ہے!“

”اوہ.... نہ ہر....!“ جو لیا تھا اٹھا کر بولی۔ ”اب تم لوگوں کی تنخوا ہوں کا کیا ہو گا....?“

”جب تک آپ رکھنا چاہیں گی ہمیں اُن کے وکیل سے تنخوا ہیں ملتی رہیں گی۔ وکیل کو وہ اس قسم کی ایک تحریر دے گئے ہیں!..“

”میں تو کسی کو بھی الگ کرنا نہیں چاہتی!“

”شکریہ مادام....!“

”اتھے میں اطلائی گھنٹی کی آواز عمارت میں گونجی اور میریا اٹھتی ہوئی بولی۔ ”شاندروہ آگیا!“

”کیا آپ کو صیت کے بارے میں معلوم ہوا.....؟“ دفعتہ میریا نے اُس سے سوال کیا۔
”بھی نہیں!“

”اس میں بھی گر بڑھوئی ہے۔ کسی نے اصل و صیت و کیل کی تحویل سے غائب کر کے ویسا ہی لفافہ اُس کی جگہ رکھ دیا اور جب وہ لفافہ و کیل نے یہاں معززین کے سامنے کھولا اُس میں سے نہادہ کاغذ کے ورق برآمد ہوئے۔“

”خدا کی پناہ....!“ نیجر اچھل پڑا۔

”اور اس لئے اب یہ بے حد ضروری ہو جاتا ہے کہ آپ اُس فرد کا نام پتا دیں جس نے مادام کی اصلیت کے بارے میں شبہ ظاہر کیا تھا!“

”بڑی علیگیں بات ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح زبان کھولوں۔ دراصل مجھ سے غلطی ہوئی تھی کہ اس کا مقصد معلوم ہونے سے پہلے ہی میں نے اُس سے موسیو شیر اال کی اُس تحریر کا ذکر کر دیا تھا جو میرے پاس تھی۔ لہذا اُس نے پہلی فرست میں ریٹارنگ رومن پر ہاتھ صاف کر دیا!“
”میں نہیں سمجھی تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ کیا مقصود!“ جو لیا بولی۔

”یہی کہ وہ کیوں آپ کو موسیو شیر اال کی بیوی تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہے۔ اگر مجھے اس کی وجہ پہلے ہی معلوم ہو جاتی تو اس تحریر کا ذکر اُس سے نہ کرتا بلکہ اُسے آپ کے حوالے کر دیتا!“
”کس بناء پر مجھے بیوی تسلیم کرنے پر تیار نہیں!“

”اس کا دادعویٰ ہے کہ وہ خود شیر اال کی بیوی ہے اور یہ شادی تین ماہ پہلے ہوئی تھی!“

”کیا مطلب....؟“ میریا بول کھلا کر اٹھ گئی۔ پھر پھٹی آنکھوں سے نیجر کو دیکھتی رہی پھر بولی۔
”کون ہے وہ....؟“

”روز پا پا گلکیو..... آرٹٹ....!“

”اوہ.... وہ کیتا....!“ میریا طویل سانس لے کر پھر بیٹھ گئی۔

”کیا قصہ ہے!“ جو لیا بہت زیادہ مضطرب نظر آنے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔

”اس نے مجھے شادی کے کاغذات بھی دکھائے تھے۔ سردار گذھ ہی کی کورٹ میں سول میرج ہوئی تھی!“

”قطعنی غیر قانونی! اُس کی کوئی حیثیت نہ ہوگی!“ جو لیا غصیلے لمحے میں بولی۔

”آپ صبر سے کام لیں مادام....!“ میریا ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”وہ کاغذات قطعنی طور پر جعلی

نیجر نے سب سے پہلے آخری رسوم میں شرکت نہ کر کنے پر معافی مانگی پھر بولا۔ ”یہ بہت اہم معاملہ ہے جس پر گفتگو کرنے کے لئے میں آیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ یہ بات فی الحال ہم دونوں سے آگے نہ بڑھے!“

”یہ شیر اال کی معتمد خاص ہے!“ جو لیا میریا کی طرف دیکھ کر بولی۔ ”اس نے اس کی موجودگی ضروری ہے۔ میں یہاں اجنبی ہوں۔!“

نیجر بُرا سامنہ بناتے گیا۔ شاید یہ بات اُسے پسند نہیں آئی تھی۔ بہر حال وہ آہستہ سے بولا۔ ”آپ جائیں.... معاملہ بہت اہم ہے!“

”جو کچھ بھی ہو سکریٹری ہر قسم کی گفتگو میں شریک ہوگی!“

”میں یہ عرض کرنے آیا تھا کہ یہاں لوگ آپ کے لئے الجھاوے پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آپ کے لئے کمرہ مخصوص کرانے کے لئے موسیو شیر اال نے میرے پاس ایک تحریر بھیجی تھی۔ میں اُس وقت جو کوٹ پہنچنے ہوئے تھا اس کی جیب میں وہ تحریر ڈال دی تھی۔ پھر وہ کوٹ اپنے ریٹارنگ رومن میں لٹکا دیا تھا۔ اُس کے بعد سے پھر میں نے وہ کوٹ پہنچا ہی نہیں اور ہاں اس تحریر کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ میں اُسے بھول گیا تھا۔ لیکن آج ایک ایسی بات سامنے آئی کہ مجھے اس تحریر کے بارے میں سوچنا پڑا اور میں اس تحریر کو تلاش کرنے ہوئی میں اپنے ریٹارنگ رومن میں پہنچا تو وہاں ابتری نظر آئی۔ پورے کمرے کو کسی نے الٹ پلٹ کر رکھ دیا تھا اور وہ تحریر یعنی تھی!“

”تحریر کی کیا اہمیت تھی....؟“ جو لیا اُسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی اور نیجر نے بھی جواب اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

”ایک فرد نے آپ پر شبہ ظاہر کیا تھا کہ آپ حقیقتاً موسیو شیر اال کی بیوی نہیں ہیں۔ موسیو شیر اال زندہ نہیں ہیں کہ وہ اُن کی تصدیق کریں گے۔ میں نے کہا کہ موسیو شیر اال کی تحریر پاس محفوظ ہے۔ کمرہ مخصوص کرانے کے لئے انہوں نے جو خط مجھے لکھا تھا اُس میں وضاحت کی تھی کہ لیسی ماتیف اُن کی بیوی ہیں اور فرانس سے آئیں گی!“

”اور اُن کے بعد جب تم نے اُس تحریر کو دوبارہ تلاش کیا تو وہ غائب تھی!“ جو لیا نے پوچھا۔ ”جی ہاں بھی بات ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اُس فرد نے مجھ سے معلومات حاصل کر لیئے کے بعد وہ تحریر میری تحویل سے غائب کر دیا۔!“



روز اپاگر کیوں اپے کامیک کے برآمدے میں بے چینی سے نہل رہی تھی۔ سورج غروب ہو پکا تھا لیکن ابھی فضا پر تار کی کی یلغار نہیں ہوئی تھی۔ روز ابہت مضطرب تھی۔ بار بار اس راستے کی طرف نظر انہوں جاتی تھی جس سے گزر کر گاڑیاں کامیک تک پہنچتی تھیں۔ کسی کی منتظر تھی۔ اتنی ہی شدت سے کہ کمرے سے نکل کر برآمدے میں ٹھلنے لگی تھی۔ دفتار ایک گاڑی اُدھر ہی آتی دکھائی دی اور وہ مضطربانہ انداز میں برآمدے سے نیچے اتر آئی۔

گاڑی قریب پہنچ کر رکی تھی۔ خان داور دروازہ کھول کر نیچے اتراد
”بہت دیر گائی تم نے!“ روز اس کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

”تم بہت مضطرب نظر آ رہی ہو!“

”کیا مجھے مضطرب نہ ہوتا چاہئے!“

”کیا تمہیں مجھ پر اعتاد نہیں تھا!“

”اوو.... داور دیز رجھے پریشان مت کرو..... بتاؤ کیا ہوا....!“

”وہی جو ہوتا چاہئے.... تو اندر چلوتا.... کیا یہیں میری کار کردگی کی رواد سنوگی؟“
وہ دونوں سٹنگ روم میں آئے اور داور نے کوت کی اندروں جیب سے ایک لفافہ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”یہ آسان کام نہیں تھا لیکن تمہاری خاطر....?“

روزانے لفافہ اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا اور اسے الٹ پلٹ کر دیکھتی ہوئی بولی۔ ”یہ مہریں شیراں کی انگشتی ہی سے لگائی گئی ہیں!“

”اوہو.... تو کیا میں تمہیں بھلانے کے لئے کوئی مودوں بنالایا ہوں!“

”نہیں امیرا یہ مطلب نہیں تھا۔ صرف تقدیق کی تھی کہ اس میں وصیت نامہ ہو سکتا ہے!“
”لیکن یقین کرو.... کہ میں اس کی بیوہ کی حیثیت سے تمہاری شہرت نہیں چاہتا۔ محض تمہاری خوشی کے لئے میں نے یہ کارنامہ سرانجام دیا ہے!“

”میں تمہاری بے حد شکر گزار ہوں اور تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں نے اتفاقاً میں شادی پر مجبور کیا تھا۔ ورنہ تمہارے علاوہ اور کوئی مرد آج تک آنکھوں میں چاہی نہیں!“

ہوں گے۔ موسیو شیراں ایسے نہیں تھے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ کہیا نہیں گھیرے رہتی تھی۔ وہ اس سے گھبراتے تھے۔ کئی بار خود مجھ سے کہا تھا کہ وہ اس عورت کو پسند نہیں کرتے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ وہ گھر پر موجود ہوتے اور وہ آتی تو کھلاؤ دیتے کہ گھر پر موجود نہیں ہیں!“

”سوال تو یہ ہے کہ وہ تین ماہ تک خاموش کیوں رہی اور یہوی تھی تو یہاں آکر کیوں نہیں رہی۔ آخر یہ روز اپاگر کیوں ہے کون....!“ جو لیانے میریا سے سوال کیا۔

”ایک آوارہ ہی یوریشین عورت ہے۔ یہاں کے دولت مندوں کو لوٹی رہتی ہے۔ آرٹر ہونے کے بہانے پہاڑیں کہاں کہاں جا پہنچتی ہے اور کیا کیا کر گزرتی ہے!“

”آرٹر تو ہے اور بہت منجھی ہوئی!“ فیجر نے کہا۔

”جہنم میں جائے.... ہو گی جس میں انبانیت نہ ہو میں اسے آرٹر تسلیم ہی نہیں کرتی۔“

میریا نے نہ اسامنہ بنا کر کہا۔

”آخر وہ ہے کون؟ کیا شیراں کے قریبی دوستوں میں اس کا شمار ہوتا ہے!“

”ہر گز نہیں!“ میریا بولی۔ ”وہ اسے منہ نہیں لگاتے تھے!“

”خیر بہر حال!“ جو لیا بغیر کیطرف دیکھ کر بولی۔ ”کچھ بھی ہو جائے۔ میری پوزیشن مضبوط ہے!“

”میں دراصل آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وہ مجھ سے اس تحریر کی خواہاں تھی!“

”کیا آپ نے اپنے ریٹائرمنٹ روم میں چوری کی روپورٹ درج کر دی ہے!“ میریا نے پوچھا۔

”یقیناً... اس میں تو میں نے دیر ہی نہیں لگائی۔ حالانکہ اس تحریر کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں گی۔ لیکن میں نے دس بڑا رکی چوری کی روپورٹ درج کرائی ہے۔ تحریر کا نام تک نہیں لیا!“

”یہ آپ نے اچھا کیا ہے!“

”اب اگر وہ تحریر روزا ہی کے پاس پہنچی ہے تو دیکھنے کیا ہو!“

”تم اسکی فکر نہ کرو۔ دیکھا جائیگا!“ جو لیا کسی قدر تیز لمحے میں بولی اور فیجر واپسی کیلئے اٹھ گیا۔

”ذر اٹھیرے....!“ میریا بھی اٹھتی ہوئی بولی۔ ”اب آپ روزا کو کیا جواب دیں گے!“

”یہی کہ تحریر ہی میں اس کی اہمیت نہیں تھی۔ لہذا ممکن ہے کہ روڈی کی ٹوکری ہی کی نظر ہو گئی ہو۔!“

”ہاں بھی جواب مناسب رہے گا!“

خان دا اور گردن آکڑا کر دوسری طرف دیکھنے لگا اور وہ لفافے کی سلسلہ توڑنے لگی۔ لفافہ کھلتے ہی خان دا اور آگے جگہ آیا اور پھر وہ دونوں تحریر رہ گئے کیونکہ لفافے سے صرف ایک تصویر برآمد ہوئی تھی اور تصویر بھی کیسی؟ ایک لگدھی اپنے بچے کو دودھ پلارہی تھی۔ اُس کے ساتھ نہ کوئی تحریر تھی اور نہ کوئی دوسرہ اکاغذ۔

”یہ کیا بلا ہے....!“ خان دا اور بدقت بولا۔

روزانے لفافہ اور تصویر میز پر ڈال دیئے اور صوفے کی پشت گاہ سے نکل کر اس طرح آنکھیں ملنے لگی جیسے کچھ دکھائی نہ دے رہا ہو۔ پھر اُس نے ایک زور دار تھہبہ لگایا اور خان دا اور چونک کر اُسے اس طرح گھورنے لگا جیسے وہ اچانک پاگل ہو گئی ہو۔

”اس طرح نہ دیکھو...!“ وہ بدستور ثابتی ہوئی بولی۔ ”یہ میری ہی ایک پینٹنگ کا فوٹوگراف ہے۔“

”کیا وہ پینٹنگ شیراں ہی کے پاس تھی؟“

”یہ مجھے یاد نہیں کہ کس نے خریدی تھی۔ باول دے سو فہاں ہاں... میری ہی پینٹنگ تھی۔“

”باول دے سو فہاں کیا...؟“

”فرمچے میں لگدھی کے بچے کو کہتے ہیں۔“

”میں کہتا ہوں آخر اس کا مطلب کیا ہے۔!“ خان دا اور جھلا کر بولا۔ ”تم تھیقہ لگا رہی ہو۔ حالانکہ اس لفافے کے حصول کے لئے مجھے۔!“ اچانک وہ خاموش ہو گیا۔ حقیقت زبان سے پھیلنے ہی والی تھی کہ ذہن جاگ پڑا۔

”اوہ.... میں سمجھتی ہوں کہ تمہیں بڑی دشواریاں پیش آئی ہوں گی لیکن میں خود اس کا مطلب سمجھنے سے قاصر ہوں۔!“

”یعنی یہ لفافہ تمہارے لئے فضول ہے۔!“

”پھر اور کیا کہوں....؟“ وہ پر تھکر لجھے میں بولی۔

”یہ تو کچھ بھی نہ ہوا....!“

”بہت کچھ ہوا.... کم از کم یہ تو معلوم ہو گیا کہ اس نے کوئی وصیت مرتب نہیں کی تھی۔ یہ بات میرے ہی حق میں جاتی ہے۔!“

”لیکن وہ تحریر جو گرینڈ کے مجرم کے پاس ہے۔!“

”وہ بھی جنم میں جائے۔!“

”آخر تھمارے ذہن میں کیا ہے؟ کیا اب تم کو رٹ سے رجوع کرو گی۔!“

”اُبھی کچھ اور بھی سوچنا پڑے گا۔!“

”تھماری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آرہی۔!“

”سید گھی سی بات ہے۔!“

”نہیں.... میں جانتا ہوں کہ تم نے کچھ اور لوگوں سے بھی مددی ہے۔!“

”میا مطلب....؟“ وہ خان دا اور کو بغور دیکھتی ہوئی بولی۔

”مجھے یہ حصہ شادی کا معاملہ نہیں معلوم ہوتا۔!“

”پھر؟ تم کیا سمجھتے ہو....؟“

”کچھ بھی نہیں سمجھتا۔... سمجھنا چاہتا ہوں۔!“

”کیا سمجھنا چاہتے ہو....؟“

”شیراں بہت دونوں سے کسی دشواری میں بھلا تھا۔ کسی کے خوف سے اُس نے تین رینا کرڑا

فوجی ملازم رکھتے تھے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ اعلیٰ درجہ کے نشانہ باز اور لڑاکے ہیں۔ آخر شیراں

جیسے بے ضر آدمی سے کسی کو اس حد تک دشمنی کس بناء پر ہو سکتی ہے۔!“

”اس کا پاکوئی ذاتی معاملہ ہو گا.... میں کیا جاؤں....!“

”مجھے اطلاع ملی ہے کہ کچھ لوگ اُس کی کوئی بھی میں گھنے کی بھی کوشش کرتے رہے ہیں اور

اس کے تینوں فوجی ملازموں نے ابھی تک اس میں کامیاب نہیں ہونے دیا۔ میرا خیال ہے کہ

بچپنی رات بھی ایسی ہی کوئی واردات ہوئی تھی جس میں ایک ملازم زخمی ہو گیا ہے۔!“

”مجھے تم یہ سب کیوں بتا رہے ہو۔ میرا ایسے کسی معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔!“

”اچھا وہ آدمی کون ہے جس کی ناک پر سرخ رنگ کا برا سماں ہے۔!“

”میں نہیں جانتی کہ تم کس کے بارے میں پوچھ رہے ہو۔ میں کوئی خانہ نہیں سوت نہیں

ہوں۔ میرے ملنے جلنے والوں کی تعداد کم نہیں ہے۔ اکثر سیاح بھی میرے پاس آتے رہتے ہیں۔

”کیا تم کسی مقامی آدمی کے بارے میں پوچھ رہے ہو۔!“

”نہیں وہ یور و چین ہی ہے۔!“

”اچھا....! تمہیں اس سلسلے میں کیا پریشانی ہے۔!“

”میں تمہیں چاہتا ہوں....!“

”ورنہ تم کیا کرتے؟“
 ”تم پر نظر پڑتے ہی اپنی دھمکی کو عملی جامد پہنانے کی کوشش کرتا!“
 ”یعنی اگر میں کہیں باہر مل جاتا تو تم مجھ پر حملہ کر بیٹھتے!“

”بے شک...!“
 ”میا تمہیں میرے بارے میں کسی نے کچھ نہیں بتایا!“
 ”شیراں کی سیکریٹری کچھ بتانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن میں نے شاید نہیں!“
 ”سن لیتے تو بہتر ہوتا!“
 ”چلو... تکلو باہر...!“ عمران نے پھر اسے چلتی کیا۔ گفتگو انکش میں ہو رہی تھی یہ بیک خان داور کا چہرہ سرخ ہو گیا اور وہ اٹھ کر عمران پر جھٹپٹے ہی والا تھا کہ روزا ان کے درمیان آتی ہوئی بولی۔ ”یہاں نہیں!“
 ”اور کیا....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”انتا خوبصورت فرنچ اگر بر باد ہو گیا تو مجھے قبر میں بھی جیں نہیں آئے گا!“
 ”اب تمہاری قبر ہی بنے گی!“ خان داور سانپ کی طرح پھٹکا رہا۔
 ”میرا خیال ہے کہ تم دونوں فی الحال سکون کے ساتھ بیٹھ جاؤ...!“ روزانے کہا۔
 ”خواتین کا حکم سر آنکھوں پر....!“ کہتا ہوا عمران ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔
 ”تم بھی بیٹھ جاؤ...!“ روزا خان داور کو دوسرا صوفے کی طرف دھکلیتی ہوئی بولی۔ وہ بیٹھ تو گیا لیکن عمران کو خون خوار نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔
 ”اب تم تباو کر اس وقت کیوں آئے تھے؟“ روزانے عمران سے پوچھا۔
 ”یہ معلوم کرنے کے لئے کہ میری پورٹریٹ کب سے شروع کرو گی....؟“
 ”اگر میں کہوں کہ بھی نہیں!“
 ”تو میں شرط ہار جاؤں گا!“
 ”بلیں تو تم شرط ہار گے۔ تمیں ہر امر خان داور کو ادا کر دو....!“
 ”چیک لو گے یا کیش...!“ عمران نے بڑی مخصوصیت سے سوال کیا اور خان داور پھر بھڑک اٹھا۔
 ”شُ اپ... بننے کی اولاد وہ محض مذاق تھا۔ تجھے جیسے کم رتبہ آدمی سے میں شرط لگاؤں گا ہونہہ!“
 ”چلو یہ بھی نہیک ہے پیسے بچے!“ عمران طویل سانس لے کر بولا۔

”ہمیں نے کبھی کہا کہ نہ چاہو...!“
 ”یہ بات نہیں... اس سلسلے میں ہم مشرقوں کا مزاج سب سے الگ ہے۔ ہم اپنی محبوبہ کے نزدیک کی دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے!“
 ”میں سمجھتی ہوں... ڈارلنگ....!“ وہ اٹھائی۔ ”لیکن مجھے اپنا مزاج بدلنے میں وقت لگا۔ میں خود کو بدل دوں گی۔ مطمئن ہو... اور پھر وہ نسب صرف میرے دوست ہیں اور تم... تم تو میری زندگی ہو!“
 خان داور کے چہرے کے عضلات ڈھیلے ڈگئے۔ نہیک اسی وقت ایک ملازم اجازت لے کر کمرے میں داخل ہوا اور کسی کا ملاقاتی کا روزہ روزا کی طرف بڑھا دیا۔
 ”آؤ...!“ کارڈ پر نظر پڑتے ہی وہ بھنا کر بولی۔ ”یہ اس وقت کیوں آیا ہے...؟“
 ”کون ہے...!“ خان داور نے پوچھا۔
 ”وہی احتم عمران....!“
 ”آہ... بلاو... بلاو... میں اس کی تھوڑی سی مرمت کرنا چاہتا ہوں...!“ خان داور نے کہا اور جلدی جلدی اسے شیراں کی کوئی نہیں ہونے والی امتحان جھٹپٹ کے بارے میں بتانے لگا۔
 ”اچھا... اسے بھیج دو...!“ روزانے ملازم سے کہا۔ وہ چلا گیا اور روزا خان داور کی طرف دیکھ کر بولی۔ ”شاید وہ پوچھنے آیا ہے کہ اس کی پورٹریٹ کب سے شروع کروں گی...!“
 ”پورٹریٹ بنوانے والی شکل ہی نہ رہنے دوں گا...!“
 ”یہاں نہیں... یہاں کوئی ہنگامہ نہ براپا کر دیتا!“
 ”ہنگامہ....!“ خان داور نے حیرت سے کہا۔ ”حلق سے آواز تک تو نکال نہیں سکے گا اور میں اس کا حلیہ اس حد تک بگاڑ دوں گا کہ وہ دو ایک نیٹ تک پہنچانا جاسکے!“
 ”نہیں....!“ بے وقوف ہے بے چارہ ورنہ تمہیں اس طرح چلجنے کرتا۔ شائد وہ تمہیں اچھی طرح جانتا بھی نہیں!“
 ”خیر... خیر.... آنے دو...!“
 عمران کمرے میں داخل ہوا اور خان داور پر نظر پڑتے ہی روزانے پر رک گیا۔
 ”آؤ... آؤ... رک کیوں گئے!“ خان داور نے مصکنے اڑانے والے انداز میں کہا۔
 ”میں اس لئے رک گیا ہوں کہ یہاں ایک محترم خاتون بھی موجود ہیں...!“

”بس اب چلے جاؤ....!“ روزا نے عمران سے کہا۔

عمران اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا اور مڑ کر بولا۔ ”لیکن میرا چیلنج بدستور برقرار ہے خان داور۔!“ ”او خبیث....!“ کہہ کر خان داور پھر اُس کی طرف جھپٹا اور اس بار روزا ان کے درمیان حاکل نہ ہو سکی۔ عمران غافل نہیں تھا۔ بڑی پھرتی سے باسیں جانب ہٹ کر ایک بچا تلاہاتھ اُس کی کپٹی پر رسید کر دیا۔ خان داور کسی جر سے اکھڑے ہوئے تناول درخت کی طرح ڈھیر ہو گیا۔ شامدر روزا کو موقع تھی کہ وہ پھر اٹھے گا اور اس بار عمران کی چینی ہی بنائے کر رکھ دے گا۔ لیکن خان داور نے تو جبکش بھی نہ کی۔ عمران کھڑا ہو نقوں کی طرح اسے دیکھتا رہا۔ روزا خان داور کی طرف جبکش اور جھک کر اسے آوازیں دینے لگی لیکن وہ لش سے مس نہ ہوا۔

”یہ کیا کیا تم نے....!“ وہ عمران کی طرف جبکشی ہوئی بولی۔ اور عمران بوکھلا کر پچھے ہٹ گیا۔ پھر ہکلایا۔ ”مم.... میں لکھ کر جانوں.... ایک ہی ہاتھ تو مارا تھا۔!“ ”وہ بے ہوش ہو گیا ہے۔!“

”خدا مجھ پر حرم کرے۔!“ عمران بوکھلا ہٹ میں پیٹ پر ہاتھ پھیر کر رہا گیا۔ ”اچھا۔... اب جاؤ۔... چلے جاؤ۔... یہاں سے۔!“

”پھر کب آؤں۔....؟“ عمران نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

”جب دل چاہے۔.... ابھی چلے جاؤ۔... جلدی کرو۔....!“

عمران اس سے بھی زیادہ بدحواسی کا مظاہرہ کرتا ہوا اپنے سے بھاگ کھڑا ہوا۔ روزا خان داور کو پر تشویش نظروں سے دیکھتی رہی پھر اسی کے پاس آئی تھی۔ ذرا دیر بعد اس کے جسم میں حرکت ہوئی اور اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ پھر یک لخت اٹھ بیٹھا اور آنکھیں چھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

”وہ بھاگ گیا۔....!“ روزا نے جلدی سے کہا۔

”میں اُسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔!“ کہتا ہوا وہ انھا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ روزا آزاد ہی دیتی رہ گئی تھی لیکن جہاں تھی وہیں کھڑی رہی۔ آگے بڑھ کر روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ پھر گاڑی اشارت ہونے کی آواز سن کر تھکے تھکے سے انداز میں وہ ٹیلی فون کی طرف بڑھی۔ شامدر ڈائیل کرنے جا رہی تھی لیکن پھر کچھ سوچ کر رک گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی معاملے میں کوئی فیصلہ نہ کر پا رہی ہو۔ کچھ دیر بعد ریسیور اٹھا کر کسی کے نمبر ڈائیل کئے اور دوسرا طرف

”جواب ملنے پر بولی۔“ ”روزا۔... فوراً آجائو۔... بے حد ضروری ہے۔!“ ریسیور کھ کر اُس میز کی طرف مڑی جس پر خان داور کا لایا ہوا لفافہ پڑا تھا۔ تصویر پھر لفافے سے نکالی اور اسے پر تشویش نظروں سے دیکھتی رہی۔ ساتھ ہی گھری پر بھی نظر ڈالتی جا رہی تھی۔ ٹھیک پندرہ منٹ بعد باہر سے کسی گاڑی کے انجن کا شور سنائی دیا تھا۔

وہ اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی۔ برآمدے میں نکل آئی۔ آنے والا بھی برآمدے میں پہنچ چکا تھا۔ یہ ایک خاصا صحت مند اور قد آور سفید فام آدمی تھا۔ چہرے کے نتوش تیکھے تھے اور ناک پر ایک واضح قسم کا سرخ تل تھا۔

”چلو اندر چلو۔...!“ روزا مضطربانہ انداز میں بولی۔

”بہت پریشان نظر آ رہی ہو۔!“
”اسی ہی کچھ بات ہے۔!“

کر کے میں داخل ہو کر اُس نے دروازہ مقفل کر دیا اور اس سے بولی۔ ”لفافے حاصل کر لیا گیا
ہے لیکن اس میں وصیت نامہ نہیں ہے۔!“

”پھر کیا ہے۔....؟“

”خود ہی دیکھ لو۔...!“ لفافے اس کی طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔

نووار دنے لفافے سے تصویر نکالی اور اس پر نظر ڈالتے ہی اچھل پڑا۔

”باول دے سو ف کافوٹو گراف۔...!“ اس نے تحریر انداز میں کہا۔

”ہاں۔... اور اسے شیر اس نے اس لفافے میں رکھا ہو گا۔!“

”تو گویا ب شبہ یقین میں بدلتا ہے۔!“ نووار نے پر تکلیر لبھ میں کہا۔

”لیکن یہ بہت بُرا ہوا کہ اس لفافے کے حصول کے لئے ایک مقامی آدمی سے مدد لینی پڑی۔“ روزا بھرائی ہوئی آواز میں بولی اور نووار اسے ٹوٹنے والی نظروں سے دیکھنے لگا۔

”میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ خود ہی لفافے حاصل کرنے کی کوشش کرو۔!“ روزا نے تھوڑی دیر خاموش رہ کر کہا۔

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ جس سے تم نے مدد لی تھی وہ تمہارے خلاف نہیں جا سکتا۔!“

”ہو سکتا ہے کہ خلاف ہی ہو جائے۔!“

”ناممکن۔... میرا خیال ہے کہ وہ تم پر نری طرح مر منا ہے۔!“

”اور یہی سب سے زیادہ خطرناک بات ہے!“

”کیوں خطرناک کیوں ہے!“

”ای جذبے کے تحت وہ میری نوہ میں رہنے لگا ہے حتیٰ کہ اُسکی نظر خصوصیت سے تم پر ہے!“

”اوہ.... تب تو مجھے سوچنا پڑے گا!“

”کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد روزانے عمر ان کا قصہ شروع کر دیا۔ وہ بڑی توجہ سے ستارہ اور

اس کے خاموش ہو جانے پر چلکی بجا کر بولا۔“ یہ ہوئی نابات! اب اگر تم اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار

لاؤ تو وہ اُسی احمق کے ہاتھوں قتل بھی ہو سکتا ہے!“

روزا کچھ نہ بولی اور وہ فون کی طرف بڑھا۔ ریسیور اٹھا ہی تھا کہ وہ ہاتھ سے چھوٹ کر میز

کے نیچے جا پڑا۔ وہ ریسیور اٹھانے کیلئے جھکا اور جھکا ہی رہ گیا۔ پھر ریسیور اٹھائے بغیر سیدھا ہو گیا۔

”کیا بات ہے....؟“ روزانے متھرا نہ لجھے میں سوال کیا۔

جواب میں اُس نے ہوتوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارة کیا اور اس کا بازو پکڑ کر

کمرے سے نکال لایا۔

”آخر بات کیا ہے!“ روزا اُس وقت چھینگلا کر بولی جب وہ اُسے دوسرے کرے میں لے

جا رہا تھا۔

”اس معاملے نے پتا نہیں کون سارخ اختیار کر لیا ہے!“ نوارد نے کہا۔ ”جنہیں ہم نے آلة

کاربنانے کی کوشش کی وہ خود ہمارے خلاف جاسوسی کر رہے ہیں!“

”کھل کر بات کرو.... میں نہیں سمجھی!“

”میں فون کار ریسیور اٹھانے کے لئے جھکا تو میز کے نیچے وہ الکٹر ونک بگ نظر آگیا جسے بڑی

احتیاط سے وہاں چکایا گیا ہے!“

”نہیں....!“ روزا چھل پڑی اور اس کی آنکھیں حرمت سے پھیل گئیں۔ تھوڑی دیر

خاموش رہ کر بولی۔ ”تو یہ خان داور پوری طرح میری نوہ میں رہا ہے۔ خیر میں دیکھوں گی!“

”اُس کمرے میں ہونے والی ساری گفتگو کوئی ستارہ ہے!“ نوارد بولا۔

”خان داور سے کام لینے کی تجویز تھا ہی ہی تھی۔ میں تو اُس سے متفق نہیں تھی!“

”کیا فرق پڑتا ہے۔ ہم اُسے خاموشی سے سلاادیں گے!“

”یہ آسان نہ ہو گا.... بیلارڈ.... وہ بہت چالاک ہے!“

”اُس چالاک کو بے وقوف سے پڑا دو....!“

”بہر حال یہ نیا مسئلہ پیدا ہو گیا۔ جہنم میں جائے۔ اب تم اُس پینٹنگ کے لئے کیا کرو گے۔“

شیراں مر جانے کے بعد بھی نہیں چڑھا رہا ہے۔ کیا مر جانے کے بعد اُس نے کھلم کھلا اظہار نہیں

کر دیا کہ پینٹنگ اُسی کے قبیلے میں تھی۔ اوہ.... ظہرو.... مجھ سے ایک غلطی اور بھی ہوئی ہے!“

روزا بُر اسامنہ بنا کر خاموش ہو گئی اور بیلارڈ اُسے سوالیہ نظر وہ سے دیکھتا رہا۔

”غلطی یہ ہوئی ہے!“ وہ کچھ دیر بعد بولی۔ ”کہ میں نے خان داور کے سامنے اٹھا کر دیا تھا

کہ وہ میری ہی ایک پینٹنگ کا فونو گراف ہے!“

”اوہ.... یہ کیا کیا تم نے!“ بیلارڈ اونٹ پیس کر رہ گیا۔

”اُس کے لفافے سے برآمد ہوتے ہی میں نہ سو ہو گئی تھی!“

”تم سے غلطیوں پر غلطیاں ہوئی ہیں روزا....!“

”ہاں کچھ ایسا ہی ہوا ہے لیکن اُن غلطیوں کی اصلاح ممکن ہے!“

”یعنی مزید غلطیوں کا امکان ہے!“

”خیر.... خیر.... میں دیکھوں گی!“ وہ پھر بُر اسامنہ بنا کر رہ گئی۔



میریا بے خبر سور ہی تھی۔ اچاک آنکھ کھل گئی اور اُس نے پے در پے دو فائروں کی آوازیں

سیئیں۔ ہو سکتا ہے اس سے پہلے ہونے والے کسی فائز ہی کی آواز سے اُس کی نیند نوٹی ہو۔ وہ سانس

رو کے بستر پر پڑی رہی۔ باہر سے ایسی آوازیں آرہی تھیں جیسے دوسانڈ آپس میں ٹکرائے ہوں۔

میریا کا پہلارڈ عمل خوف زدگی تھا لیکن تھوڑی دیر بعد جھنجھلاہٹ اُس کے ذہن پر مسلط ہو گئی اور

جھنجھلاہٹ خود اپنی ذات پر تھی۔ آخر وہ کیوں.... ان حالات میں زندگی بسرا کر رہی ہے۔ شیراں

بھی اب زندہ نہیں۔ لیکن ماٹیف جانے اور اس کا کام۔ اب وہ شیراں کی سیکریٹری تور ہی نہیں۔

آخر اس ملازمت کو خیر پا دیکھوں نہیں کہہ دیتا۔

پھر وہ اٹھا ہی رہی تھی کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔

”کون ہے....؟“ اس نے جھلا کر پوچھا۔

”سجاد! سب نہیں ہے۔ ذرا باہر آئیے!“

”جہنم میں جاؤ!“ وہ آہستہ سے بڑا رائی اور اٹھ کر سلپنگ گاؤں پہنا۔ اس کی ڈوری کستی ہوئی

”کیا تباہی...!“ سجاد نے گل میر سے پوچھا۔
”کچھ بھی نہیں گونگا بن گیا ہے۔!“
”النا لکا کر مار لگاؤ...!“ سجاد نے کہا۔
جو لیا نے میری سے کہا۔ ”جو کچھ یہ گفتگو کر رہے ہیں تم مجھے الگش میں بتائی جاؤ۔“
”بہت بہتر مادام... یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ زبان نہیں کھول رہا۔ شام کو گونگا اور بہرا بن گیا ہے۔!“
پھر اس نے سجاد سے پوچھا۔ ”تم نے ان کے پیچھے تھا کیوں جانے دیا۔!“
”نہ ہم نے انہیں اس بھگڑے میں پڑنے کی دعوت دی اور نہ انہیں روک ہی سکے۔ میں اسے
پکڑ کر بیٹھ گئے کہ کم از کم یہ تو معلوم ہو سکے کہ یہ کون لوگ ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں
خود مسٹر شیر اس حیران تھے۔“

”اگر یہ گونگا اور بہرا ہے تو اس سے کس طرح کچھ معلوم کر سکو گے....؟“
تدبیر و دل سے تو پھر بھی بول جاتے ہیں۔ یہ کیا چیز ہے۔!“ سجاد نے اسے گھوڑتے ہوئے کہا۔
”النا لکا کر نیچے دھواں کریں گے۔ علق کامنکاڑھیلا پڑے گا اور یہ چکنا شروع کر دے گا۔!“
”اوہ.... مجھے بھی بتاؤ۔!“ جو لیا نے میری سے کہا اور میری اُسے اپنی اور سجاد کی گفتگو کے
بارے میں بتانے لگی۔

”ٹھیک تو کہتا ہے۔!“ جو لیا بولی۔ ”تند کے بغیر زبان نہیں کھولے گا۔ لیکن اس پو قوف
آدمی کی کیا بات تھی۔!“
”شاید وہ تین تھے ایک کو خود اُسی نے پکڑ کر ان کے حوالے کیا اور بقیہ دو بھگوڑوں کے پیچے
بھی دوڑ گیا۔!“

”وہ یہاں کیوں تھا....?“ جو لیا نے سوال کیا۔
سجاد سے اس سلسلے میں جو کچھ معلوم ہوا تھا بتائی ہوئی بولی۔ ”حقیقتاً اس کی زندگی خطرے میں
ہے اگر وہ خان داور سے بگاڑ بیٹھا ہے۔!“
”اوہ نہ ہے.... مجھے کیا۔!“ جو لیا شانے اپکا کر بولی اور پھر قیدی کی طرف متوجہ ہو گئی۔
”سجاد نے اُسے دھکا دے کر فرش پر گردایا تھا اور اس کی تانگیں اس طرح پکڑ رکھی تھیں جیسے
کچھ الالکانے جا رہا ہو۔!“
”م..... میں بب..... بتاتا ہوں۔!“ قیدی ہکلایا۔

دروازے تک آئی اور بولٹ گرا کر دروازہ کھول دیا۔
”کیا بات ہے....؟“
”وہی تصدی... لیکن آج ایک نئی بات ہوئی ہے۔!“ اس کا لمحہ کسی قدر نہ مسرت تھا۔
”کیا مطلب....!“
”آج ایک کو پکڑ لیا ہے۔!“
”کس طرح....؟ کیسے ہاتھ آیا۔!“ وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔
”بس اتفاق ہی سمجھنے۔ اگر وہ ذات شریف یہاں تشریف فرمائے ہوتے تو آج بھی محض بگار
ہی ہاتھ آتا۔!“
”کس کی بات کر رہے ہو....؟“
”مسٹر عمران کی۔!“
”وہاں وقت یہاں کہاں....؟“ میریا نے حیرت سے پوچھا۔
”کہیں خان داور کو ایک چانثامار کر یہاں بھاگ آئے تھے۔ میں نے انہیں اپنے کمرے نہ
چک دی تھی۔!“
”کیا وقت ہوا ہے۔!“
”سازھے چار نج رہے ہیں۔ چلنے مادام بھی میرے ہی کمرے میں ہیں۔!“
”اور وہ بھی.... یعنی جسے پکڑا ہے۔!“
”جی ہاں....!“
”اور عمران....؟“
”ایک کو پکڑ کر بقیہ دو کے پیچھے دوڑ گئے ہیں۔!“
”یہ آدمی بالکل سمجھ میں نہیں آیا۔!“
”مسٹر شیر اس نے کچھ سمجھ کر ہی منہ لگایا ہو گا۔!
نہ جانے کیوں میریا کو ”منہ لگانے“ کا ٹکڑا اپسند نہیں آیا تھا لیکن وہ خاموشی سے اُس کے سامنے
چلتی رہی۔ کمرے میں گل میر اور جو لیا موجود تھے اور وہ آدمی جس کے ہاتھ پشت پر بند ہے ہو
تھے فرش پر دوزو نوبیٹھا اُنہیں خوف زدہ نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ دیکھی ہی تھا اور صورت
تیرے درجے کا کوئی لفڑا معلوم ہوتا تھا۔!

”دیکھا آپ نے۔!“ سجاد نے میریا کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”دوئیے کے بد معاش بھی پہلے چکر
ہی دینے کی کوشش کرتے ہیں۔!“

”مم.... میں کچھ نہیں جانتا....!“ قیدی بدقت بولا۔

”یہ دوسرا سبق ہے۔!“ سجاد نے زہر خند کے ساتھ کہا اور ایک زور دار ٹھوکر اس کی کمر پر
رسید کی وہ کراہتا ہوا دوسرا طرف سرک گیا۔

”ٹھہر وو.... ٹھہر جاؤ....!“ وہ دوسرا ٹھوکر کی تیاری دیکھ کر چیخا۔ ”میں صرف اتنا جانتا ہوں
کہ یہاں کیا چیز تلاش کرنی ہے۔!“

”چلو یہی تادو....!“ میریا جلدی سے بولی اور ہاتھ اٹھا کر سجاد کو بازار ہنے کا اشارہ کیا۔

”ایک تصویر کی آرٹ کی بنائی ہوئی۔ جس میں ایک گدھی اپنے بچے کو دودھ پال رہی ہے۔!“

”میا کہو اس ہے؟“ سجاد غرایا۔ ”یہاں ایسی کوئی تصویر نہیں ہے۔ میں نے تو نہیں دیکھی آج تک۔!“

”تلاش کرنے والے کا خیال ہے کہ اُسے یہیں کہیں چھا کر رکھا گیا ہے۔!“ قیدی نے کراچی
ہوئے کہا۔

”تلاش کرنے والا کون ہے....?“ سجاد نے پوچھا۔

”وہ جانتا ہو گا جس نے ہمیں اس کام پر لگایا ہے۔!“

”ابے پہلی کیوں بھجو رہا ہے۔ جلدی سے بتاتا کیوں نہیں کہ کون ہے۔!“

”کیلاش.... اسٹار لٹ کلب کافیجہر....!“

”اوہ....!“ سجاد طویل سانس لے کر رہا گیا۔

”یقین کرو کہ میں اس سے زیادہ نہیں جانتا۔ کھال بھی انтар دو گے تو اتنا ہی بتا سکوں گا۔ جتنے کا
علم ہے۔!“

”یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔!“ میریا بولی۔ ”لیکن اب اس کا کرو گے کیا۔!“

”جب یک مناسب سمجھیں گے یہیں قید رکھیں گے۔!“

میریا نے جو لیا کو بعد کی گفتگو سے بھی آگاہ کیا اور وہ حیرت سے بولی۔ ”ناقابل یقین۔ میں
تلیم نہیں کر سکتی کہ انہیں ایسی کسی لا اعینی تصویر کی تلاش ہوگی۔ یہ اول درجے کا جھوٹا ہے۔

”شیر ان کو پیٹنگ سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔!“

”آپ کا خیال درست ہے مادام... وہ فون لفیٹ جیسی چیزوں سے کوئی سروکار نہیں رکھتے
۔“

”تھے۔ کہی انسانیت کی عملی خدمت کرتے تھے۔!“

”بس تو پھر اس پر تشدد جاری رکھا جائے کسی مرحلے پر کچی بات اگلی ہی دے گا۔“ اس کے
بعد وہ انہیں وہیں چھوڑ کر اپنی خواب گاہ میں واپس چل گئی تھی۔ عمران پر شدید غصہ تھا۔ آخر ابھی
تک اس نے خود اس سے کوئی بات کیوں نہیں کی۔ دوسروں کے لئے ابھی بنا رہتا لیکن علیحدگی
میں اپنے طور پر دو باتیں کر لیتے میں کیا قباحت تھی۔ سوچ ہی رہی تھی کہ فون کی گھٹٹی بھی۔ لیتے
ہی لیتے نیبل کی طرف ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

”چلو.....!“

”خون ہے....?“ دوسرا طرف سے آواز آئی۔

”لیسی ماہیف....!“

”خوب خوب تو آنجمانی موسیو شیر اس کی بیوہ ہیں۔!“

”میں تمہیں جان سے مار دوں گی۔!“ جولیا دانت پیش کر رہی۔ اس بار اس نے عمران کی آواز
پہچان لی تھی۔

”جس حساب سے تم نے مجھے جان سے مارا ہے اُس سے تواب میرا ہزار دو اس جنم ہونا چاہئے۔!“

”یہ سب کیا ہو رہا ہے۔!“

”تمہارا ابیف جانے۔!“

”تم کیا کر رہے ہو.... مجھ سے علیحدگی میں کیوں نہیں ملتے....?“

”اوہ.... ختم کرو.... اُس نے لیکیتا یا۔!“

”جو کچھ بتایا ہے اُسے محض بکواس سمجھتی ہوں۔ کچی بات نہیں ہو سکتی۔!“

”اس کا فیصلہ تمہیں نہیں کرنا کہ کچی بات ہے یا غلط۔!“

”جو لیا نے جو کچھ ساتھا خوش گوار بچے میں بتانے لگی۔

”تو بیل تھیلے سے باہر آگئی۔!“ عمران نے سب کچھ سن کر کہا۔ ”دودھ پلانے والی گدھی کی
پیٹنگ تلاش کرو۔!“

”میں تلاش کروں....؟“ جولیا جھنگلا کر رہی۔

”اوہ تو کیا تم کچھ خود کو شیر اس کی بیوہ سمجھنے لگی ہو۔!“

”بکواس مت کرو۔!“

”خیر تو کیا نام بتایا تھا کیلاش.... اشارات کا فیجر....!“

”ہاں.... مجھے تو یہی یاد پڑتا ہے۔!“

”اچھا.... اچھا.... بائی بائی.... گدھی کی تلاش ضروری ہے۔!“

”اس آدمی کا کیا کریں۔!“

”وہیں بندر کھو....!“

”سجادوں کی بھی بھی تجویز ہے۔!“

”ٹھیک ہے۔!“ عمران نے کہا اور پھر رابطہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ جولیا نے بھنا کر رسیور کریڈل پر پڑھ دیا۔ وہ اُس سے پوچھنا بھول گئی تھی کہ ان دونوں کا کیا ہوا جن کا چیخا کر رہا تھا۔



اس کی بے ہوشی کے دوران میں وہاں سے رخصت ہوا تھا۔ تو کیا وہ پستول اُسی نے گاڑی سے غائب کیا تھا۔ یا پھر روزا.... نہیں روزا نہیں ہو سکتی۔ بہر حال وہ اس کے بعد رات گئے تک عمران کو تلاش کرتا پھر اتحا لیکن وہ ہاتھ نہیں آیا تھا۔ خان داور کو تو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ اُس کا قیام کہاں تھا۔ عمران ہی ہو سکتا ہے وہ پھر سوچنے لگا۔ کمخت نے پریشر پو اسٹ پر ہاتھ مارتا تھا وہ اس طرح بے ہوش نہ ہو سکتا۔ کیا وہ واقعی حق ہے؟ اس نے کسی باہر بوس کر کے سے انداز میں پھرتی سے چینٹرا بدل کر اُس کی کنٹی پر ضرب لگائی تھی۔ ایک بار پھر خان داور کا خون کھولنے لگا اور اس نے سوچا کہ آخر سے انتظار کس بات کا ہے۔ عمران کو تلاش کر کے ٹھکانے لگادینا چاہئے ورنہ اگر وہ پستول کسی طرح پولیس کے قبضے میں چلا گیا تو وہ دشواری میں پڑ جائے گا۔ کیونکہ وہ بغیر لا سنس کا نہیں تھا۔ تاجو کے سینے سے نکالی جانے والی گولی کے سائٹنک مشاہدے کے بعد اگر پستول کسی

شام کے اخبار میں تاجو کے قتل کی خبر شائع ہوئی تھی۔ وہ سردار گلڈھ کا ایک مشہور نقشبند اور قتل شکن تھا۔ پندرہ دن ہوئے تین سال کی قید بھگت کر رہا ہوا تھا۔ اُس کی لاش اس کے کیben بارے میں جو کچھ بھی معلوم ہوا تھا شیراں سے معلوم ہوا تھا۔ حقیقت کیا تھی۔ خدا ہی جانے۔ دفتار خیال آیا کہیں وہ پُر اسرار احقیقی شیراں ہی کی کوئی تھی میں نہ چھپا بیٹھا ہو۔ اگر ایسا ہے تو وہ زبردستی وہاں کی تلاشی تو نہ لے سکے گا۔ ملاز میں سے بھی کچھ نہ معلوم ہو سکے گا۔ اگر اس نے وہاں پناہی ہو گئی پھر کیا کیا جائے۔ وہ پستول اُسے ملتا ہی چاہئے جس سے اُس نے تاجو کو ہلاک کیا تھا۔

اس نے دوسری گاڑی گیر اج سے نکالی اور عمران کی تلاش میں دوبارہ نکل کھڑا ہوا۔ سب سے پہلے شیراں کی کوئی ہی کارخ کیا تھا۔ اُس کی دانست میں وہ اُن تینوں فوجیوں ہی سے گھٹ جوڑ کر کے کوئی میں پناہ لے سکتا تھا۔ لہذا اُس نے سوچا کہ سیدھا اُسی حصے کی طرف جائے جہاں ان تینوں کا قیام تھا۔ عقیقی پارک کی طرف سے یہ زیادہ آسان ہوتا کیونکہ اُس حصے کا ایک دروازہ عقیقی پارک میں بھی کھلتا تھا۔ اس طرح وہ مسز شیراں کی لامعلمی میں بھی اپنا مقصد حاصل کر سکتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس جھگڑے کے بارے میں اُن لوگوں کو بھی کچھ معلوم ہو سکے۔

ڈیش بورڈ کا خانہ کھول کر اس میں ہاتھ ڈال دیا اور پھر یہ بیک اس کے چہرے پر سر اسیگی کے آثار دکھائی دیئے۔ وہ پستول ڈیش بورڈ کے خانے میں نہیں تھا جس سے اس نے بچپن شاہ تاجو پر فائز کیا تھا۔ پھر اگلی سیٹ اٹھا کر اُس کے نیچے بھی نٹو تارہ لیکن وہاں بھی کچھ ہاتھ نہ آیا۔ اس کے بعد اس نے پوری گاڑی کی تلاشی لے ڈالی تھی۔ پستول غائب تھا۔

اس کی پیشانی پر شنیں پڑ گئیں تھیں اور جبڑے سختی سے بچنے ہوئے تھے۔ اسے باد آیا بچپن شاہ روزا کے کانچ میں داخل ہونے سے قبل اس نے گاڑی کے دروازے مغلن نہیں کئے تھے اور عمران

”اس کی فکر نہ کرو.... ہم جس کے دوست ہو جائیں اس کی جیب ہیش گرم رہتی ہے۔ خان داور کا مصاحب ہونا بڑی بات ہے۔!
”میرے ایک دواز ادا نہا بھی اکبر بادشاہ کے مصاحب تھے۔!

”دواز ادا نہا.... کیا چیز ہے....؟“

”اکبر بادشاہ کے زمانے میں کچھ ہوتا تھا تھیک سے یاد نہیں داوی جان مر حومہ بتایا کرتی تھیں۔!
”روزا تمہیں کیسی لگتی ہے۔!
”ہاں تھیک ہے۔!“ عمران نے مردہ سی آواز میں کہا پھر چک کر بولا۔ ”لیکن یہاں والی میری کا

کیا کہنا۔ سلونی رنگت پر میری جان نکلنے لگتی ہے۔ اسی کو دیکھ کر تو.... ہپ....!
عمران نے اس طرح ہاتھ سے منہ بند کر لیا جیسے کوئی غلط بات نکل جانے کا خدشہ رہا ہو۔

”کہو.... کہو.... شرماو نہیں.... میں ہر طرح تمہاری مدد کروں گا۔!
”اچھا.... پھر کبھی بتا دوں گا۔!“ عمران نے بہت زیادہ شرما کر کہا۔

”ضرور.... ضرور.... میں یاروں کا یار ہوں۔ ان کے لئے سب کچھ کر گزرتا ہوں۔!
اس نے عمران کو گاڑی میں بٹھایا اور گرین کا تجھ پہنچ کر عمران چوک پڑا تھا اور اس طرح بول کھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگا تھا جیسے اس دوران میں سوتارہ ہو۔!

روزانے ہیرت سے ان دونوں کو دیکھا تھا اور تجھ سے ہونٹ بھینچ لئے تھے کوئکہ دونوں ہستے بولتے ہوئے اُس کے سنگ روم میں داخل ہوئے تھے۔

”بیٹھو....!“ خان داور نے عمران کو ایک صوف کی طرف دھکیلیتے ہوئے کہا۔

انداز جاد جانہ تھا۔ عمران بیٹھ تو گیا لیکن ہونقوں کی طرح اُس کی خلک تکتا رہا۔... اور پھر اس نے دیکھا کہ خان داور کے جیب سے لمبے پھل والا ایک چاقو بھی برآمد ہو گیا ہے۔

”یہ کیا ہو رہا ہے۔!“ روزا تیز لمحے میں بولی۔

”فرادر یہ خاموش رہو۔!“ خان داور نے عمران پر نظر جائے ہوئے کہا۔

”یہاں کچھ نہیں ہو گا۔... اسے کہیں اور لے جاؤ۔!
”تم دونوں ہی کو جواب دی کرنی ہے۔ تم بھی بیٹھ جاؤ۔!
”کیا مطلب....!
”ابھی بتاتا ہوں بیٹھ جاؤ۔!“

بڑی شدود مسے بکواس کر رہا تھا۔ اچاک خان داور آگے بڑھ کر بالکل ان کے سامنے پہنچ گیا۔
عمران کامنہ کھلا کاٹھلا رہ گیا۔ بکواس کرتے وقت دونوں ہاتھ جس پوزیشن میں تھے اُسی میں
محمد ہو کر رہ گئے اور پلکوں نے جھکپنا ترک کر دیا۔

سجاد اور گل میر بھی خاموش ہو گئے تھے اور ایک نک خان داور کو دیکھے جا رہے تھے۔
دفعہ خان داور نے قہقہہ لگایا اور عمران بھی اسی طرح میں پڑا۔ جیسے خان داور کے قہقہے
اُس کے علق کی گردہ کھول دی ہو۔

”تم خواہ نخواہ چھتے پھر رہے ہو۔!“ خان داور نے کہا اور عمران کے قہقہے میں بریک لگ گیا۔
آنکھیں حرث سے پھیل گئیں۔ خان داور کہتا رہا۔ ”بعد میں مجھے اس قدر بھی آئی تھی کہ یہاں
نہیں کر سکتا۔ بے حد پیار آیا تھا تمہاری اس ادا پر۔!
”اچھا....!“ عمران پھر چکا اور بے تحاشہ ہنسنے لگا۔ خان داور بھی اُس کی بھی کا ساتھ دے

تھا۔ لیکن سجاد اور گل میر کے چہرے تاریک ہو گئے تھے۔ وہ عمران کو اس طرح دیکھ رہے تھے جب
کسی خطرے سے آگاہ کرنا چاہتے ہوں۔ لیکن عمران ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

”چلو....!“ خان داور ہاتھ ہلا کر بولا۔ ”یہاں بیٹھ وقت کیوں برباد کر رہے ہو۔ ان بالوں
اب مجھ پر کوئی اثر نہیں رہا۔ ہم دونوں دوست ہیں۔!“ اُس نے عمران کی طرف ہاتھ بڑھایا جو
گرجوشی کے ساتھ قبول کر لیا گیا۔

”مم.... مسر عمران....!“ سجاد نے بھرائی ہوئی آواز میں کچھ کہنا چاہا لیکن عمران نہ
بولا۔ ”سب تھیک ہے صلح صفائی ہو گئی۔ میں جا رہا ہوں۔!“ پھر وہ ایک دم اٹھا تھا اور خان دا
باڑ و پکڑ کر آگے بڑھتا چلا گیا تھا۔

”اُدھر کہاں....!“ خان داور بولا۔ ”گاڑی اُدھر ہے۔!
”اچھا تو اُدھر ہی چلے.... کتنی خوشی ہو رہی ہے مجھے۔!
”مجھے بھی اتنی ہی خوشی ہو رہی ہے اور اب روزا کو تمہاری پورٹریٹ بنانی ہی ہو گی۔ لیکن
ختم ہو چکی ہے۔!
”پھر بنوئے سے کیا فائدہ....?“ عمران نے مایوس سے کہا۔

”میا تمہیں پیسوں کی ضرورت ہے....?
”کیوں نہیں.... یہاں عیش ہی کرنے تو آیا ہوں۔!
”

عمران کے چہرے پر صرف حمافت طاری تھی۔ خوف کا شائرہ تک نہیں تھا لیکن تاثر یہی تھا جیسے اس پچوپیش کو سمجھنے سے قاصر ہو۔

روزانہ داور کو گھورتی ہوئی بیٹھ گئی اور خان داور بولا۔ ”کل شام کو جب میں یہاں آیا تھا تو اپنی گاڑی متقل نہیں کی تھی۔ کسی نے گاڑی کے گلوکپار منٹ سے میرا پستول غائب کر دیا!“

”اچھا تو پھر....؟“

”دوہی صورتیں ہیں یا تو وہ پستول اس نے غائب کیا تھا یا پھر تمہارے کسی آدمی نے۔!“

”میرے آدمی تمہاری گاڑی کو کیوں ہاتھ لگانے لگے۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوا تو اور میں شروع سے اخیر تک تمہارے ساتھ ہی رہی تھی۔!“

”ہاں مجھے یاد ہے.... تو پھر تم بتاؤ!“ اس نے عمران سے کہا۔

”مم.... میں کیوں نکالنے لگا.... پستول و ستول.... مجھے تو چلانا بھی نہیں آتا۔!“

”تم جوئے ہو.... تمہارے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔!“

”زبردستی کی توبات ہی دوسرا ہے۔!“

”تم نے اتنی لاپرواہی سے اسے گلوکپار منٹ میں کیوں رکھا تھا۔!“ روزانے تلخ لبجھ میں پوچھا۔

”بس یونہی....!“

”تو پھر میں کہتی ہوں کہ اس سلسلے میں کسی تیر سے کو تلاش کرو۔ کم از کم یہ آدمی پستول کو تو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔!“

”باکل.... باکل....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”میرا تو دم ہی نکل جاتا ہے پستول بندوق کی

شکل دیکھ کر۔!“

”لیکن چاقو سے مرعوب نہیں معلوم ہوتے۔!“ خان داور نے کہا۔

”ترکاری کاٹنے کا ہے کیا....؟“ عمران نے خوش ہو کر پوچھا اور اس طرح چاقو کو دیکھنے لگا جیسے پہلی بار اس پر نظر پڑی ہو۔ پھر یہی بیک خوفزدہ نظر آنے لگا۔

”کل میں غافل تھا۔ اگر میرے ہاتھ میں چاقو ہو تو میرا شکار نک کرنے نہیں نکل سکتا۔!“ خان داور نے سرد لبجھ میں کہا۔

”میں کہتی ہوں.... یہاں بات نہ بڑھاؤ....!“

”بات بیٹھن سے شروع ہوئی تھی روزا... اس نے براہ مہربانی خاموش رہو۔ اگر پستول کا

معاملہ نہ ہوتا تو میں اس بیو قوف کو نظر انداز کر دیتا لیکن اب تو میں اسے بیو قوف سمجھنے پر تدار نہیں اعلیٰ درجے کا اداکار معلوم ہوتا ہے۔!“

”چیز بات کہی تم نے۔!“ عمران احتمانہ انداز میں نہ کہ بولا۔ ”ایک بار فلم ڈائریکٹر شہاب شیر وانی نے بھی کہا تھا کہ تم میں اچھا اداکار بننے کی صلاحیت پائی جاتی ہے.... وہا...!“ ”میں کہتا ہوں بکواس بند کرو.... اور ہتاو کہ میرا پستول کہاں ہے ورنہ یہاں سے تمہاری لاش ہی جائے گی۔!“

”خان داور اسے یہاں سے کہیں اور لے جاؤ.... ورنہ پولیس کو فون کر دوں گی۔!“ روزانے جھنجھلا کر کہا۔

”تم تو مجھے دھمکی نہ دو....!“

”میں یہاں ہاتھ پائی نہیں ہونے دوں گی۔!“

”اور کیا....!“ عمران چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ ”انتا عمدہ فرنچس ہے۔!“

”تم بن رہی ہو اس کی باتیں۔!“ خان داور جھلا کر بولا۔ ”ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اسے اس پچوپیش کی پرواہ ہی نہ ہو۔!“

”انتا ہی معصوم ہے۔ تم خواہ مخواہ اس کے پیچھے پڑ گئے ہو۔!“

”گویا تم کل کا واقعہ بھول ہی گئیں۔!“

”کل کا واقعہ.... کل کا واقعہ رئے جا رہے ہو۔!“ عمران شکایت آمیز لبجھ میں بولا۔ ”کہہ تو دیا ایک بار کہ بوکھلا ہٹ میں ہاتھ گھوم گیا تھا۔!“

”تم جوئے ہو.... تم اچھی طرح جانتے ہو کہ کہاں ضرب لگانے سے کیا نتیجہ نکلے گا۔!“

”یہ تو جانتا ہوں۔ بچپن ہی سے مشق کرتا آیا ہوں۔ میرے پچاہوڑ کرائے کے ماہر تھے۔!“

عمران نے بڑی سعادت مندی سے کہا۔

”سنا.... تم نے....!“ خان داور نے روزا کو متوجہ کیا۔

”جوڑ کرائے کا ماہر ہونے کا مطلب بدمعاش بھی ہونا نہیں ہے۔!“

”بھلا دیکھئے....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”آج کل تو اسکو لوں کی بچیاں بھی جوڑ کرائے سکھ رہی تھیں۔ کیا استانیوں کی پٹائی کرنے کیلئے بھی یہ کام کی چیز ہے۔ کھانے کی میز پر بھی کام آسکتی ہے۔!“

”شٹ اپ.... ہتاو پستول کہاں ہے۔!“ خان داور زور سے دھاڑا۔

”ویکھو زندہ بھی ہے یا مر گیا؟“ روز آنکھپاتی ہوئی آواز میں بولی۔
 ”خود ہی دیکھ لو... میں تو جا رہا ہوں!“
 ”ہرگز نہیں... تم نہیں جاسکتے۔ میں پولیس کو فون کر دوں گی!“
 ”اچھا اگر میں نہ جاؤں تو تم کیا کرو گی!“
 ”بینہ کر ہمہنڈے دل سے غور کریں گے کہ اب کیا کیا جائے!“
 عمران نے جھک کر دیکھا۔ خان داور ختم ہو چکا تھا لیکن موت کی آہٹ تک محسوس نہیں کی جاسکی تھی۔
 ”وہ سیدھا کھڑا ہو کر بولا۔“ مرچکا ہے لیکن چاقو... ادھر کیسے پہنچا!“
 ”پولیس کو چاقو کے ادھر ادھر ہونے سے کوئی دلچسپی نہ ہو گی۔ یقین کرو کہ تم بہت بڑی دشواری میں پڑ گئے ہو!“
 ”مم... میں کیوں پڑنے لگا دشواری میں۔ مجھے بہلا پھسلा کر یہاں لایا تھا... اور پھر کسی پستول کا قصہ چھیڑ کر مجھے مار ڈالنے پر ٹل گیا!“
 ”کیا تم نے اس کا پستول غائب کیا تھا...!“
 ”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا... مجھے کیا پڑی تھی!“
 ”غیر اب یہ بات تو اسی کے ساتھ گئی... لیکن تم...!“
 ”لیکن میں کیا...؟“ عمران نے جھلابت کا مظاہرہ کیا۔
 ”پکھہ معززین نے شیراں کی کوئی میں تمہیں خان داور سے الجھتے دیکھا تھا اور تم اسے دھککیاں دیتے ہوئے چلے گئے تھے!“
 ”لیکن میں نے اسے قتل نہیں کیا!“
 ”میں باور کرلوں گی لیکن پولیس نہیں کرے گی!“
 ”لیکن پولیس کو بیان تدوے سکو گی!“
 ”شائد تم پاگل بھی ہو... میں کیوں اس جھگڑے میں پڑوں گی!“
 ”میں نے اسے نہیں مارا چاقو ادھر دروازے میں گھسا ہوا تھا!“
 ”اچھا تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں نے چاقو وہاں سے نکال کر اُس کے دل میں اتار دیا!“
 ”تم کیوں اینا کرنے لگیں!“

”اچھا تو پھر مجھے اجازت دو کہ میں یہ اعلیٰ درجے کا فریج پر ایک طرف لگادوں!“
 عمران امتحنا ہوا بولا اور خان داور نے آپے سے باہر ہو کر اُس پر چھلانگ لگادی اور صونے سمیت دوسرا طرف ڈھیر ہو گیا۔ عمران نے پھر چلت پھرت دکھائی تھی۔ لیکن تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ خان داور فرش پر پڑے ہی پڑے اس پر چاقو پھینکے گا۔ اس قسمت کا سکندر ہی تھا کہ اُسے بروقت چاقو کی چمک کا احساس ہو گیا اور اس نے بڑی پھرتی سے لوث لگادی لیکن دوسرا سے ہی لمحے میں اُس نے روزا کی چیخ سنی تھی اور پھر کھٹاکے کی آواز آئی تھی۔ وہ چیخ بوجھا کر اٹھ بیٹھ چاقو سامنے والے دروازے میں پیوست نظر آیا جو یقینی طور پر روزا کے بہت قریب سے گزر ہو گا۔
 ”بس خان داور... اب اپنا قصہ تمام سمجھو... میں کسی خاتون کی خوفزدہ چیخ برداشت نہیں کر سکتا!“ عمران غریباً۔

پھر خان داور پوری طرح اٹھ بھی نہیں پایا تھا کہ عمران نے اس پر چھلانگ لگادی۔ لیکن اس بار عمران کو منہ کی کھانی پڑی۔ خان داور نے بھی اپنی جگہ سے کھک جانے میں خاصی تیزی دکھائی تھی۔ عمران پٹ سے فرش پر منہ کے بل جاگر۔ مگر اُس نے خان داور کو اپنے اوپر سواری کا نہیں کا موقعہ نہیں دیا تھا۔ پھر تی سے سیدھا ہوا اور جھپٹ پڑنے والے حریف کو ٹانگوں پر رکھ کر دوسرا طرف اچھا دیا اور اس کی کراہ سن کر اٹھ بیٹھا اس دوران میں دونوں ہی بھول گئے تھے کہ دہاں روزا بھی موجود ہے۔ اس نے دیکھا کہ روزا خان داور کو انھانے کی کوشش کر رہی ہے اور عمران نے خود روزا کی بھی چیخ سنی اور جیسے ہی عمران اُس کے قریب پہنچا اس نے دیوانہ وار عمران کا گریبان پکڑ لیا۔

”یہ کیا کیا تم نے...!“ وہ اسے جھگوڑ کر بولی۔
 تب عمران نے دیکھا کہ وہی چاقو خان داور کے پائیں پہلو میں دستے تک پیوست ہے۔ جو اس نے عمران پر پھینکا تھا۔
 ”مل... لیکن!“ عمران ہکلا کر دروازے کی طرف مزا لیکن چاقو اس میں پیوست نظر نہ آیا۔
 ”بولو... یہ کیا کیا تم نے...!“ وہ پھر اُس کے گریبان کو جھکا دے کر بولی۔
 ”یہ تو ادھر دروازے میں گھس گیا تھا!“ عمران نے کہا۔ ”ادھر کیسے پہنچ گیا!“
 ”میں کیا جانوں... تم دونوں لڑ رہے تھے!“
 ”یقیناً لڑ رہے تھے لیکن یہ کام میرا نہیں ہے!“

”اتنی عقل تو نہیں ہے مجھ میں۔ تم ہی کچھ بتاؤ میں کرنے کو تیار ہوں۔!“

”اگر ہم لاش کو کہیں دفن کروں۔ تو کسی کو معلوم ہی نہیں ہو سکے گا کہ اس پر کیا گزری۔!“

”مل... لیکن گازی جو باہر کھڑی ہوئی ہے۔!“

”اُسے ریلوے اسٹیشن کے پار گلگ لاث پر کھڑی کر آئیں گے۔!“

”اس سے کیا ہو گا۔!“

”اگر گازی وہاں پائی گئی تو لوگ سمجھیں گے کہ وہ کہیں باہر گیا ہوا ہے۔ وہ عموماً اس طرح باہر جاتا ہے گازی اسٹیشن کے باہر چھوڑتا ہے اور کئی کمی دنوں کے بعد واپس آتا ہے۔!“

”تب تو بھیک ہے۔!“

روزانے چائے انٹلی اور کپ اُس کے سامنے میز پر رکھ دیا۔ لیکن عمران اس عرصے میں بھی غافل تو نہیں رہا تھا۔ اُس کپسول کی جھلک دکھائی دے گئی تھی جو روزا کی انگلیوں سے پھسل کر چائے کی پیالی میں گرا تھا۔ اُس نے اپنے لئے چائے میز پر ہی پیالی رکھ کر انٹلی تھی۔ اُس کے بعد شائد شکر کے لئے دوبارہ سائیڈ بورڈ تک گئی تھی۔ اس دوران میں عمران نے ہاتھ کی صفائی دکھائی۔ یعنی دنوں پیالیوں کی جگہیں اتنی آہنگی سے بدل گئیں کہ روزا کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہو سکا۔ دوبارہ میز کے قریب بچنی کر اُسی پیالی میں مزید شکر ڈال دی جو چند لمحات پہلے عمران کے آگے رکھی ہوئی تھی۔ پھر پیالی میں چچھ گھماتی ہوئی بولی۔ ”میں نے تمہیں پہلی ہی نظر میں پسند کر لیا تھا۔... اگر خود فرمائش نہ کرتے تب بھی میں تمہاری پورٹریٹ ضرور بناتی اور اس کے نیچے لکھتی ”مخصوص شہزادہ۔“....!“

”اب یہ وقف ہماری ہو۔!“ عمران شرما کر بولا۔

”نہیں۔... تم مجھے بہت اچھے لگتے ہو۔!“

عمران چائے کے تین چار گھونٹ لے چکا تھا۔ روزا بھی اپنی چائے پی رہی تھی۔ دفعتاً عمران نے جماں لی اور رہ رہ کر آنکھیں چھاڑنے لگا۔ روزا اسے غور سے دیکھ رہی تھی۔

اچانک اس نے بھی عمران ہی کے سے انداز میں آنکھیں چھاڑنی شروع کر دیں اور پھر یو کھلا کر کھڑی ہو گئی۔ میز کے پاس سے ہٹ جانا چاہا لیکن لڑکھڑا۔ اگر عمران نے جھپٹ کر سنجاں نہ لیا ہوتا تو فرش پر ڈھیر ہو جاتی۔ لیکن وہ بے حس و حرکت ہو کر اس کے ہاتھ پر جھوول گئی۔ عمران نے بڑی اختیاط سے اُسے فرش پر نلا دیا اور بلا ذائقے کے گریبان سے سٹنگ روم کی کنجی نکال لی اور کچن سے

”اُف فوہ....! چلو یہاں سے۔!“ وہ اُس کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف کھینچتی ہوئی بولی۔ ”فی الحال اس کمرے کو مغلل کئے دیتی ہوں۔ دوسرے کمرے میں بیٹھ کر کوئی ڈھنگ کی بات سوچیں گے۔ یہاں تمہارے حواس بحال نہیں ہوں گے۔!“

”یہاں اور کون کون ہے۔!“

”خوش قسمتی سے میرے علاوہ اور کوئی بھی نہیں۔ سر شام ہی نوکروں کو چھٹی دے دی تھی ہفتے میں ایک بار ایسا بھی کرتی ہوں۔!“

”بہت اچھا کرتی ہو۔ نوکروں کو بھی کسی قدر آرام کرنے کا موقع ملنا چاہئے۔!“

کمرے سے نکل کر روزانے دروازہ مغلل کر دیا اور اُسے کچن میں لے آئی۔ عمران کے چہرے پر چھائی ہوئی حمایتی ہے۔ تو نوکروں کو بھی شامل ہو گئی تھیں۔

”بیٹھ جاؤ۔!“ روزانے ایک کری کی طرف اشارہ کر کے زم لجھ میں کہا۔ ”تمہارے لئے کافی بنتا ہوں۔!“

”نہیں چائے۔... مجھے کافی اچھی نہیں لگتی۔!“ عمران بولا۔

”اچھی بات ہے۔... چائے سے بھی تمہیں سکون ملتے گا۔!“ روزا چائے کے لئے کیتیلی میں پانی انٹلیتی ہوئی بولی۔

عمران کچھ نہ بولا۔ سر جھکائے بیٹھا رہا۔ روزا پر تکفر نظرؤں سے اُسے دیکھے جا رہی تھی۔ ”ھوڑی دیر بعد اس نے سوال کیا۔ ”وہ تمہیں اس وقت کہاں سے لایا تھا۔!“

”شیراں کی کوئی سے۔!“

”کسی نے دیکھا تو نہیں تھا۔!“

”کیوں نہیں۔... اس کے تینوں لازم وہاں موجود تھے۔!“

”یہ اور نہ اہوا۔ وہ بھی تمہارے خلاف شاہد بن جائیں گے۔!“

”پھر بتاؤ۔... میں کیا کروں۔...؟“ عمران رو دینے کے سے انداز میں بولا۔

”یہی تو سوچتا ہے۔ دراصل ہم دونوں ہی دشواری میں پڑ گئے ہیں۔ خواہ وہ کسی طرح بھی مراد اسکی موت میرے گھر میں واقع ہوئی ہے۔ لہذا پولیس مجھے بھی نصیح کرنے کی کوشش کرے گی۔!“

”یہ بات تو ہے۔!“

”پھر بتاؤ کیا کریں۔!“

نکل کر دروازہ بولٹ کر دیا۔
روزا آدمی گھنٹے تک اسی طرح بے حس و حرکت پڑی رہی تھی۔ پھر انھی تھی تو انداز سے

دیوانگی جھلکنے لگی تھی۔ جھپٹ کر کچن کا دروازہ کھولا۔ دوڑتی ہوئی سٹنگ روم تک پہنچی اور قفل میں کنجی لگی دیکھ کر جہاں تھی وہیں رہ گئی۔ غیر ارادی طور پر بلاوز کے گریبان میں ہاتھہ دالا تھا۔ لیکن پھر قفل میں لگی ہوئی کنجی کی طرف نظر انھی تھی۔ مضطربانہ انداز میں آگے بڑھ کر دروازہ کھوارے خان داور کی لاش جوں کی توں پڑی تھی لیکن لباس کی بے ترتیبی سے اندازہ ہو رہا تھا کہ بعد میں اس کی جامہ علاشی لی گئی ہے۔ فون کاریسیور کریڈل کی مجاہے میز پر پڑا نظر آیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس کمرے کی علاشی بھی لی گئی ہو۔ وہ کمرے سے نکلی اور اسے دوبارہ مغلل کر کے دوسرے کمروں کی طرف دوڑی۔ ہر ایک میں ایسی ہی امتری نظر آئی جیسے انہیں الٹ پلٹ کر رکھ دیا گیا ہو۔ پھر وہ اوپنی آواز میں گالیاں بننے لگی تھی۔ ہوڑی دیر بعد دوبارہ سٹنگ روم میں واپس آکر فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کرنے لگی اور پھر ماڈھپھیں میں بولی۔ ”بیلارڈ کی آواز سن کر بولی۔ ”فوراً آؤ۔ ورنہ ہم سب کچھ دیر بعد دوسری طرف سے بیلارڈ کی آواز سن کر بولی۔ ”فوراً آؤ۔ ورنہ ہم سب دشواری میں پڑ جائیں گے۔“

”آخربات کیا ہے....؟“ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”فون پر تفصیل میں جانے کا وقت نہیں فوراً پہنچو۔...!“

”اچھا میں آرہا ہوں۔!“

وہ ریسیور کریڈل پر رکھ کر باہر نکل آئی اور کمرے کو پھر مغلل کر دیا۔ برآمدے میں پہنچی تو خان داور کی گاڑی پر نظر پڑی ذہن کو جھکا سا لگا اور وہیں آرام کر سی پر بیٹھ گئی۔ پھر کچھ سوچ کر اٹھی اور برآمدے کی روشنی بند کر دی۔ اس طرح باہر کھڑی ہوئی گاڑی بھی اندر ہیرے میں ڈوب گئی تھی۔ آرام کر سی پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ سراب بھی بڑی طرح چکر ارہا تھا اور ایسی تھکن محسوس ہو رہی تھی جیسے کسی پہاڑ کی چوٹی سر کرنی پڑی ہو۔ جلد ہی اسے پھر چونکنا پڑا کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنائی میں ارتقاش پیدا کرتی ہوئی اسی جانب بڑھی آرہی تھی۔ وہ کرسی سے اٹھ گئی۔ گاڑی پولیس کی بھی ہوتی تھی۔ لیکن کیا وہ احمق پولیس کو اطلاع دینے کی جرأت کر سکے گا۔ احمق کیوں؟ کیا کسی ایسے کار گزار آدمی کو احمق کہا جاسکتا ہے۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ وہ بے خیالی میں کئی قدم پیچھے ہٹ گئی۔ کیونکہ سڑک کے موڑ سے گاڑی کے ہیڈ لیپس کی روشنی اس کے

پڑی تھی۔ پھر جلد ہی وہ گاڑی خان داور کی گاڑی کے پیچھے آکھڑی ہوئی اور اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ گاڑی بیلارڈ ہی کی تھی۔

”میا ہوا کیا ہاتھ ہے....؟“ وہ اس طرف بڑھتا ہوا بولا۔ ”برآمدہ تاریک کیوں ہے!“ ”اُسے یونہی رہنے دو۔ میرے ساتھ چلے آؤ۔!“ روزابا میں جانب والے دروازے کی طرف مڑتی ہوئی بولی۔ بیلارڈ نے سگر بیٹ لاٹر روشن کر لیا تھا۔ وہ اُسے سید ہمی کچن میں لیتی ہوئی چل آئی اور کسی تمہید کے بغیر عمران اور خان داور کی کہانی سنادی۔

”اور پھر....!“ اُس نے کسی قدر توقف کے ساتھ کہا۔ ”میں نے سوچا کہ خان داور سے چھکارا پانے کا اس سے بہتر اور کوئی موقع نہیں ہو سکتا۔ میں نے چپکے سے چاقو دروازے سے نکلا اور اسی پوزشن پر آکھڑی ہوئی کہ خان داور کے گرنے پر اپنا کام کر گزوں۔ فوراً ہی موقع مل گیا اور میں نے چاقو کا پھل اُس کے پہلو میں اُتار دیا۔!“

”کیا احمد نے تمہیں ایسا کرتے دیکھ لیا تھا۔!“ بیلارڈ نے بے چینی سے پوچھا۔

”نہیں... لیکن حیرت ظاہر کر رہا تھا کہ چاقو دروازے سے نکل کر اس طرف کیسے چلا آیا۔!“

”تم نے جلد باڑی سے کام لیا۔!“

”صرف میں ہی احمد نہیں ہوں تم بھی ہو۔ پہلے ہی کہتی رہی تھی کہ مقامی آدمیوں کی مدد کے بغیر ہی اس کام کو نپٹانے کی کوشش کرو۔ خیر ہاں تو آگے سنو۔...!“

بعد کی باتیں بتاتی ہوئی بولی۔ ”میں نے چاہا تھا کہ اسی احمد کی مدد سے لاش کو کہیں دفن کر کے گاڑی ریلوے اسٹیشن کے سامنے کھڑی کر دوں گی۔ اسی مقصد کے حصول کے لئے اُسے چائے میں کپھول دیا۔ لیکن جانتے ہو کیا ہوا۔ ذرا پیچھے موڑی تھی کہ اس نے پیالی بدلتی اور مجھے علم تک نہ ہو سکا۔ پھر جانتے ہی ہو کہ میرا کیا حشر ہوا ہو گا۔ اُس کے بعد اُس نے پورے کائچ کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا اور صرف وہی لفافہ لے گیا ہے جو خان داور نے وکیل کے یہاں سے حاصل کیا تھا۔!

”اوہ وہ فوٹو گراف اُسی لفافے میں تھا۔!“

”ہاں۔...!“

”اور تم اسے احمد کہہ رہی تھیں۔!“ بیلارڈ غصیلے لبجے میں بولا۔ ”پہلے بھی تم نے بھرے بھجوں میں کپھول والی ٹرک بارہا آزمائی تھی لیکن کیا کبھی کسی کو احساس تک ہو سکتا تھا۔!“

”کبھی نہیں۔!“

”لیکن اس کی نظر وہ سے نہ چھپا سکیں... سنو... وہ مجھے کوئی بے حد خطرناک آدمی ملے ہوتا ہے۔ کیا ایسا تو نہیں کہ شیراں نے ہمارے خلاف یہاں کے محکمہ سراغِ رسانی سے، حاصل کی ہو۔!“

”نا ممکن...!“ روز اسر ہلاکر بولی۔ ”اس طرح خود اس کی پوزیشن خطرے میں پڑ جاتی۔!“ ”اور اگر کسی معابرے کے تحت ایسا ہوتا تو... یعنی وہ لوگ جو قدم بھی اٹھائیں اس کے مرنے کے بعد اٹھائیں۔ اسے علم تھا کہ وہ ایک ماہ سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکے گا۔ کینسر آخری اپنے پر تھا۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ پینٹنگ کا فونٹوگراف اس لفافے میں یہاں کے محکمہ سراغِ رسانی پر کلنے رکھا گیا ہو۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ وہ عورت یعنی مز شیراں اس کی موت ہی کے بو نمودار ہوئی تھی۔!“

”لیکن وہ مقامی نہیں ہے۔!“

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ محکمہ کی ایجنسٹ بھی ہو سکتی ہے۔!“

”اوہ.... جہنم میں جائے۔ فی الحال تو اس لاش کے لئے کچھ سوچو۔...!“

”چلو.... مجھے دکھاؤ۔!“

وہ کچن سے نکل کر سنگ روڈ کی طرف چل پڑے۔



دوسرے دن داور کی لاش اس حال میں پائی گئی کہ گاڑی کا اسٹرینگ سائیڈ والا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ دروازہ کھول کر گاڑی سے اترنے ہی والا تھا کہ کسی نے باس پہلو میں چاند اُتار دیا۔ لفٹ پینڈ ڈرائیور والی گاڑی تھی۔ ریلوے اسٹیشن کے پار کنگ لاث پر اس وقت خاگ سنبھیل گئی تھی۔ جب علی الصبح کسی نے اسی گاڑی کے قریب اپنی گاڑی پارک کرنے کا کوشش کی تھی۔!

دس بجے تک پورے سردار گذہ میں خان داور کے قتل کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی تھی اور شیراں کی کوئی میں میریانے اس حصے کی طرف دوڑ گئی تھی جہاں تینوں ریاضر ڈونڈ رہتے تھے۔

”کیا عمران صاحب واپس آئے تھے....؟“ اس نے چھوٹے ہی ان سے سوال کیا۔

”نہیں....!“ سجاد نے جواب دیا۔ اس کے چہرے سے بھی تشویش ظاہر ہو رہی تھی۔

”تم لوگوں نے کسی کو بتایا تو نہیں کہ کل، انہیں خان داور اپنے ساتھ لے گیا تھا۔!“

”ہم کے بتائیں گے میں میریا لیکن آپ کو اس کا خیال کیسے آیا۔ مسٹر عمران قاتل نہیں ہو سکتے۔ خان داور کے بہترے دشمن تھے اور ایسے لوگ قتل ہی ہوا کرتے ہیں۔ طبعی موت انہیں شزادہ نادر ہی نصیب ہوتی ہے۔!“

”لیکن وہ دشواری میں ضرور پڑ جائیں گے۔!“

”سجاد کچھ نہ بولا۔ آخر میریا نے پوچھا۔ ”اس آدمی کا کیا حال ہے جسے پکڑا تھا۔!“

”ٹھیک ہے لیکن ہم اسے کب تک رو کر رکھیں۔ کیلاش کے خلاف کارروائی ہوئی چاہئے۔!“

”اب یہ معاملہ میری سمجھ سے باہر ہو رہا ہے۔!“ میریا نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”مادام کسی معاملے میں کچھ بولتی ہی نہیں۔ اور یہ دودھ پلاتی ہوئی گدھی سمجھ میں نہیں آتی۔ میں نے کبھی یہاں اسکی کوئی تصویر نہیں دیکھی۔ دوسری طرف روز اپا لگریو کا الگ کوئی قصہ ہے۔!“

”ہمیں اس سلسلے میں وکیل سے مشورہ لیتا چاہئے۔ کیونکہ تنخواہیں تو اسی سے مل رہی ہیں۔!“

”ہاں یہ مناسب مشورہ ہے۔ میں وکیل ہی سے بات کروں گی۔!“

دفعٹا کسی نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔ گل میر نے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ عمران سامنے کھرا احتفانہ انداز میں پلکیں جھپکا رہتے۔

”اوہ.... آپ؟“ میریا چھل پڑی۔ ”آئیے.... اندر آ جائیے۔!“

عمران بالکل چوروں کے سے انداز میں آگے بڑھا۔ جیسے وہاں جواب دہی کے لئے زبردستی لایا گیا ہو۔

”آپ کہاں تھے۔!“ میریا نے پوچھا۔

”اپنے ہوٹل میں....!“ عمران نے جواب دیا۔

”کچھ سناء آپ نے کسی نے خان داور کو قتل کر دیا۔!“

”ہاں سناؤ ہے....!“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

”وہ کل آپ کو کہاں لے گیا تھا۔!“

”اُرے.... وہ.... اچھا ہی ہوا مر گیا۔ اول درجے کا فراہم تھا۔!“

”کیا مطلب....!“

”تم لوگوں کو یاد ہے نا....؟“ عمران نے سجاد اور گل میر کو مخاطب کیا۔ ”کتنی محبت سے مجھے

اپنے ساتھ لے گیا تھا!

”میں نے تو اشارہ بھی کیا تھا کہ اُس کے ساتھ نہ جائیے۔!“ سجاد بولا۔

”اچھا میں نہیں سمجھتا.....!“ عمران نے کہا۔

”آپ کیا کہہ رہے تھے....؟“

”ارے ہاں مردود یہاں سے اتنے پید محبت سے ساتھ لے گیا اور ایک جگہ ویرانے میں گاڑی روک کر بولا اتھو... میں نے کہا یہاں کہاں۔ بولا تمہاری پٹائی کروں گا۔ تم نے سب کے سامنے میری توہین کی تھی میں نے کہا تو پھر یہاں سنائے میں پیٹنے سے کیا فائدہ انہی لوگوں کے سامنے لے چل آئی پہنچنے سامنے میں نے تمہاری توہین کی تھی۔ نہیں مانا... زبردستی گاڑی سے اُتارنے کی کوشش کی اور میں اُس سے ہاتھ چھڑا کر ہاگ کھڑا ہوں۔ اتنا تیز دوز سکتا ہوں کہ کم ہی لوگ مجھے پکڑ سکیں گے؟“

”لیکن آپ خطرے میں ہیں۔!“

”مم... میں کیوں خطرے میں ہوں....!“ عمران کے چہرے پر ہوا یہاں اڑنے لگیں۔

”یہ بات اُس کے حلقوں میں مشہور ہو گئی ہے کہ کسی نے اُسے دھمکی دی تھی....!“

”ارے باپ رے۔!“ عمران پیٹ پر ہاتھ پھیر کر بولا۔

”لہذا میرا مشورہ ہے کہ..... اب آپ اپنے ہوٹل نہ جائیے۔ یہیں ٹھہریے اور رات کی چپ چاپ گھر واپس چلے جائیے۔!“

”یہ نا ممکن ہے.... تم لوگوں کو پریشانیوں میں چھوڑ کر میں واپس نہیں جا سکتا۔ اُس آدمی کا کام حال ہے جسے پکڑا تھا۔!“

سجاد عمران کو بتانے لگا کہ اُس نے کیا یہاں دیا تھا۔ عمران بہت غور سے ستارہ پھر بولا۔ ”پاگل معلوم ہوتا ہے۔ دودھ پلانے والی گدھی کی تصویر یعنی... وہ بھی۔!“

”میں نے یہاں کبھی کوئی ایسی تصویر نہیں دیکھی۔!“ میریا نے کہا۔

”اچھا تو چلو اسی کیلاش سے پوچھیں کہ کیا معاملہ ہے۔ بلکہ تم لوگ پولیس کو کیوں نہیں مطلوب کر دیتے۔!“

”وکیل کا مشورہ نہیں ہے۔!“

”تو پھر وکیل ہی نے کوئی چکر چلا یا ہو گا۔!“

”نہیں.... عمران صاحب وہ ایسے نہیں ہو سکتے۔!“ میریا جلدی سے بولی۔

”تو پھر وہ کوئی بھی کو لٹوانا چاہتا ہو گا۔ جسے پکڑا گیا ہے اُس نے کچی بات نہیں بتائی ہو نہ ہے.... دودھ پلانی ہوئی گدھی کی تصویر یعنی... کیا بات ہوئی۔!“

”خدا جانے.... ہم لوگ توخت پریشان ہے....!“ گل میر نے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ یہ کسی پوشیدہ خزانے کا چکر ہے۔ موسیو شیر اس بے حد پر اسرار آدمی تھے۔!“

عمران بولا۔

”وہ تینوں ہی چوک کر اُسے دیکھنے لگے اور وہ احتجانہ انداز میں ہنس کر بولا۔ ”ہے تاہمی بات۔!“

”ہم کچھ بھی نہیں جانتے مسٹر عمران.... ہو سکتا ہے آپ کا خیال درست ہو۔!“

”خزانے کی کئی شکلیں ہو سکتی ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ بچے کو دودھ پلانی ہوئی گدھی کا مجسم ہو۔ ٹھوں سونے کا۔ بھی کوئی چالیس پونڈ وزنی سمجھ لو۔ ہوا ناخراہ۔ کیا قیمت ہو گی چالیس پونڈ سونے کی؟“

”وہ حیرت سے عمران کو دیکھے جا رہے تھے۔

”بات سمجھ میں آنے والی ہے۔!“

”اب اس سونے کے سمجھے پر کالے رنگ کا پینٹ کر داو... دیکھنے والے اُسے بے وقت

سمجھیں گے۔ صرف کیلاش کو معلوم ہو گا کہ وہ سونے کا ہے۔ اس لئے تصویر کی بات کر کے دو ٹکے

کے آدمیوں سے تلاش کر ا رہا ہے۔ اگر انہیں مل گیا تو جا کر اطلاع دے دیں گے کہ تصویر نہیں

ہے بلکہ کالا لکونا سما مجسم ہے۔ اس طرح کیلاش کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ مجسم کہاں رکھا ہوا ہے۔

پھر وہ کوئی دوسری کارروائی کرے گا اور سمجھے کو چپ چاپ پار کر لے جائے گا۔“

”کمال ہے.... عمران صاحب آپ نے تو صفائی ہی کر دیا۔!“ سجاد نے حیرت سے کہا۔

”اچھا الگیریہ بات نہیں ہے۔ تو پھر موسیو شیر اس نے پولیس سے مدد لیتا کیوں نہیں پنڈ کیا تھا۔!“

”آپ بہت سمجھداری کی باتیں کر رہے ہیں مسٹر عمران....!“ گل میر نے سنجیدگی سے کہا۔

”سب ہملک شومز کے نادلوں کا کرشمہ ہے۔!“

”شرا لاک ہومز....!“ میریا نے تصحیح کی۔

”ہاں ہاں بھول جاتا ہوں۔!“

”تو پھر اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔!“ سجاد نے پوچھا۔

”چونکہ ان کا ایک آدمی پکڑا گیا ہے اس لئے آج رات کو بڑا اور فیصلہ کن حملہ ہو سکتا ہے۔

کیوں نہ ہم اس سے پہلے ہی اس کو ٹھی پر بلڈوزر چلوادیں۔!“

”اگر اس رات آپ بیہاں نہ ہوتے تو وہ نہ پکڑا جا سکتا۔ جس نے کیلاش کی نشاندھی کی ہے۔!“

”ارے.... وہ تو بولکھاہت میں.... میں نے اُسے پکڑ لیا تھا۔!“

”پکھ بھی ہو.... لیکن ہم یہی درخواست کریں گے کہ آپ بھرپریں۔!“

”مان جائیے۔!“ میریا عمران کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔

”مر وا دیا....!“ عمران کراہ کر رہ گیا۔ پھر پکھ دیر خاموش رہ کر بولا۔ ”ایک بات سمجھ نہیں آئی جب ایسے حالات تھے تو موسیو شیر اس نے رکھوالی کے پکھ کتے بھی کیوں نہیں رکھتے تھے۔!“ ”انہیں کتوں سے نفرت تھی۔!“ میریا بولی۔ ”پہلا یورڈ میں میری نظر سے گزر رہے جو کتوں کو پسند نہیں کرتا تھا۔ میں نے بھی انہیں مشورہ دیا تھا۔ لیکن انہوں نے کہا کہ کتوں کی قربت سے موت بہتر ہے۔!“

”بھی کسی کتے نے دکھ پہنچایا ہوگا۔ میرے پچا کے ایک دوست بھی کتوں سے نفرت کرتے ہیں۔!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”ایک بار ایک کتے نے اُنکی محبوبہ کی ننگ پکڑلی تھی۔!“ ”بہر حال آپ رات یہیں گزاریں گے۔!“ سجاد نے کہا۔ ”لیکن ہم گیس ماسکس اور آسیجن کی تھیلیاں کہاں سے فراہم کریں گے۔!“

”میں فراہم کر سکتا ہوں۔ لیکن مجھے اس کیلئے ایک صاحب کی محبوبہ کے کتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔!“ ”ہم نہیں جانتے۔ آپ نے توجہ دلائی ہے تو آپ ہی فراہم بھی کیجھ۔!“ سجاد سر ہلا کر بولا۔ ”طارق کا کیا حال ہے....؟“

”بخاراب نہیں ہے لیکن ہم اُسے نیند کی گولیاں دے رہے ہیں تاکہ مسلسل آرام کرتا رہے۔!“

”رات ہونے سے قبل ہی اُسے کسی ہپتال میں منتقل کر دو....!“

”ہم بھی بھی سوچ رہے تھے۔!“

”سوچ ہست.... کر گزرو.... فوری طور پر....!“

”بہت بہتر....!“

”اور آپ گیس ماسکس کے انتظام کے لئے باہر جائیں گے....؟“ میریا نے پوچھا۔ ”جانا ہی پڑے گا۔!“

”اب یہ مناسب نہ ہوگا۔ اتنی دیر میں پولیس نے خاصی پوچھ چکھ کر لی ہو گی اور آپ کا نام اس کے کانوں تک پڑھ کا ہو گا۔!“

”یہ کیا بات ہوئی۔!“ میریا نے حیرت سے کہا۔

”پھر اور کیا بات ہوئی چاہئے.... موسیو شیر اس دوسری دنیا کو سدھا رے جو اس خزانے کے مالک تھے۔ لہذا اب وہ خزانہ کسی کو بھی نہ ملنا چاہئے۔!“ ”مادام شیر اس کی مالک ہیں۔!“

”ہوا کریں.... جھگڑے کی چیز ہے اُسے تباہ ہی ہو جانا چاہئے۔!“

”ایک منٹ....!“ سجاد نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”آپ کہہ رہے تھے کہ آج فیصلہ کن حملہ ہو گا۔“

”ہاں.... اور تم لوگ اگر انہی خیریت چاہتے ہو تو کھلی جگہ پر رہنا۔!“

”کھلی جگہ سے کیا مراد ہے....؟“

”یعنی کہ آسمان کے نیچے.... کروں میں لکے تو ان کا کام آسان ہو جائے گا۔!“

”میں نہیں سمجھا۔!“

”ہو سکتا ہے آج وہ کیس استعمال کریں.... یعنی تمہیں اس قابل ہی نہ رہنے دیں کہ تم مراحت

کر سکو۔ کیلاش کو اس آدمی کی ملاش بھی تو ہو گی جسے تم لوگوں نے پکڑ کر بند کر رکھا ہے۔!“

”آپ کی باتوں میں وزن ہے۔ عمران صاحب لیکن گیس سے بچاؤ کے لئے کیا کریں۔!“

”شر لاک ہو مز زندہ ہوتا تو گیس ماسک اور آسیجن کی تھیلیاں مہیا کرنے کا مشورہ دیتا۔“

سجاد نے میریا کی طرف دیکھا اور وہ سر ہلا کر رہ گئی۔ عمران کی طرف اس کا دل کھینچتا تھا۔

خواہش ہوتی تھی کہ وہ پکھ دیر اور ٹھہرے لیکن اس نے محسوس کیا تھا کہ مسز شیر اسے پہنچنے کرتی۔ ویسے وہ بھی اس سے عمران کے بارے میں پوچھتی رہا کرتی تھی۔

”تواب آپ کہیں نہ جائیں گے....؟“ میریا نے سوال کیا۔

”جیسا تم لوگ کہو.... پولیس والوں کے چکر میں پڑ گیا تو اچھا نہ ہو گا۔!“

”یہاں کوئی پوچھنے آئے تو کہہ دیں گے کہ آپ بیہاں موجود نہیں ہیں۔!“

”ہاں بھی بہتر رہے گا اور رات کو دارالحکومت کھسک جاؤں گا۔!“

”آج رات نہیں سڑھ عمران....!“ سجاد بولا۔

”کیوں....؟“ عمران اُسے گھورتا ہوا بولا۔

”آپ ہی تو کہہ رہے تھے کہ آج رات کو وہ فیصلہ کن حملہ کریں گے۔!“

”تت.... تو تم.... مجھے کیوں روک رہے ہو....؟“ عمران خوف زدہ انداز میں ہکایا۔

پھر چک کر فون کی طرف متوجہ ہو گیا اور جھنجلا کر بولا۔ ”لائے ہی ڈین ہو گئی۔“

ریسیور کریڈل پر رکھ کر آہتہ سے بولا۔ ”دروازہ بولٹ کر دو۔۔۔!“

جو لیا نے ناگواری سے اس پر عمل کیا تھا اور اسی طرح بیٹھی تھی جیسے بلا توقف حملہ کر بیٹھے گی۔

”چی بات۔“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ جس طرح تم یہو ہوئی ہو

اُنی طرح میں بھی دھکے کھاتا پھرتا ہوں۔“

”میں یقین نہیں کر سکتی۔“ جو لیا جھنجلا کر بولی۔

”اپنی آواز اوپنچی نہ ہونے دو۔ یہ لوگ جیسے تمہیں شیر اس کی یہو ہی سمجھتے ہیں۔!“

جو لیا تھوڑی دیر تک اُسے گھورتی رہی پھر پوچھا۔ ”کیا لاش سے تم نے کیا معلوم کیا؟“

”وہ غائب ہو گیا ہے۔ غالباً اپنے ایک آدمی کے پکڑے جانے کی وجہ سے۔ اُس کا کہیں سراغ

نہیں مل رہا۔ یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ اس پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا۔“

”کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہاں پہلے سے شیر اس کی ایک یہوی موجود تھی۔!“

”تمہیں کوئی نکر علم ہوا میر اخیال ہے کہ اس نے ابھی تک اُس کی تشریف نہیں کی۔!“ عمران نے

اُسے ٹوٹنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ جو لیا نے قدرے زم پر کر گریڈ ہوش کے منجر

کی کہانی دہرائی اور عمران سر ہلا کر بولا۔ ”کہانی پچی ہے۔۔۔ وہ تحریر میں نے اُس کے ریٹائرمنٹ روم

سے پار کر دی تھی۔!“

”تو تمہیں شیر اس کی اُس یہوی کا علم تھا۔!“

”شیر اس ہی نے مجھے اُس کے بارے میں بتایا تھا۔۔۔ اور میں نے پہلے ہی سے اس کا انتظام

کر لیا تھا کہ اُس کے حالات سے باخبر رہ سکوں۔ لیکن اس کے باوجود بھی بہتیرے معاملات ابھی

تک میرے علم میں نہیں آسکے۔!“

”کون سے معاملات۔۔۔؟“

”اُنم ترین معاملہ یہ ہے کہ وہ بھی محض آلہ کا رہے کس کے لئے کام کر رہی ہے۔ یہ ابھی تک

نہیں معلوم ہو سکا۔!“

”اصل چکر کیا ہے۔۔۔؟“

”وو۔۔۔ پلانے والی گدھی کی لاش۔۔۔ لیکن تم لاولد ہی یہو ہو گئیں۔!“

جو لیا نے بے حد ذور دار ہاتھ گھمایا تھا۔ لیکن عمران اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ وہ بہت زیادہ طیش

”یہ بات تو ہے۔!“ عمران نے پر تشویش لجھ میں کہا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر

سے پوچھا۔ ”یہاں کتنے فون ہیں۔!“

”تین عدد۔۔۔!“

”ایک ہی لائن پر۔۔۔؟“

”نہیں الگ الگ لا سین ہیں۔!“

”میں ذرا اپنے والد صاحب کو ٹرک کاں کرنا چاہتا ہوں۔!“

”اُنکے ان شر و من شاہریکٹ ڈائیلگ والا بھی ہے۔!“

”واہ کام بن گیا۔۔۔!“

”کیا تو پ منگوار ہے ہیں دار الحکومت سے۔!“ گل میر نے مسکرا کر پوچھا۔

”نہیں والد صاحب سے پوچھوں گا کہ اگر میں مر جاؤں تو انہیں زیادہ صدمہ تو نہیں پڑے گا۔!“ عمران نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔

”ارے تو کیا واقعی اتنے ہی خطرناک حالات ہیں۔!“ میریا نے خوف زدہ لجھ میں پوچھا۔

”ہوا کریں۔!“ عمران نے لاپرواہی کے افہار میں شانوں کو جنبش دی۔

پھر میریا اسے اُس کمرے میں لے گئی تھی۔ جہاں ڈائریکٹ ڈائیلگ والا فون تھا۔

غالباً اب میری موجودگی ضروری نہیں ہے۔!“ میریا نے کہا اور اسے کمرے میں چھوڑ کر

آگئی دروازے سے نکل کر دوہی قدم چلی تھی کہ جو لیا سامنے کھڑی نظر آئی اور میریا نے محض

کیا کہ مجھے وہ اُسے اچھی نظروں سے ندیکھ رہی ہو۔

”مم.... مسٹر عمران اپنے والد کو فون کرنا چاہتے تھے۔!“

”میرا خیال ہے کہ تم اس میں کچھ زیادہ ہی دلچسپی لیتی ہو۔!“

”موسیو شیر اس اُن کا خاص خیال رکھتے تھے۔!“

”یا اس سلسلے میں انہوں نے کوئی وصیت کی تھی۔۔۔؟“ جو لیا نے سخت لجھ میں پوچھا۔

”تن.... نہیں مادام۔۔۔!“

”جاو۔۔۔!“ وہ ما تھہ ہلا کر بولی اور میریا تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ جو لیا کارو بی اسکے پلے نہ پڑتا

جو لیا دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوئی۔ عمران فون کار ریسیور کاں سے لگائے کھڑا تھا۔ جو

دیکھ کر شرات آمیز مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ ”پوگی کسی گزر رہی ہے۔!“

میں آگئی تھی لیکن پھر آہستہ آہستہ ٹھنڈی پڑتی گئی۔ اس کے ذہن میں ڈھیروں سوالات تھے جو کے جواب چاہتی تھی۔ عمران سے بگاڑ میٹھی تو بہلا پھسلا کر ہی کچھ معلوم کر لینے کا راستہ بھی نہ ہو جاتا۔ عمران بھی شاید اس کے ذہن کو پڑھتا رہا تھا فتنہ تھا اسکا جواب کر بولا۔ ”اصل معاملات کا ان ایکس ٹو کے علاوہ کسی کو بھی نہیں۔ حالانکہ مجھے شیراں سے مل بینٹنے کا حکم اُسی سے ملا تھا اور میر شیراں سے قریب بھی ہو گیا تھا لیکن کسی گدھ میں کے بارے میں مجھے بھی نہیں معلوم تھا۔“ ”مجھے اُس آدمی کی بکواس پر یقین نہیں ہے جسے ان لوگوں نے بند کر رکھا ہے۔ محض تو ہے پنجے کے لئے اُس نے اوٹ پنگک ہائک دی ہو گی!“

”پہلے میں بھی یہی سمجھا تھا۔“ عمران نے کوٹ کی اندر ورنی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہ لیکن اب اس کی تصدیق ہو گئی ہے۔ یہ دیکھو۔

اس نے دودھ پلاتی ہوئی گدھ میں پینٹنگ کا فونو گراف اس کی طرف بڑھادیا۔ ”یہ گک... کیا ہے۔“ جولیا اس پر نظر پڑتے ہی ہکلائی۔

”اصل کا فونو گراف جو مجھے روزا پا لگریو سے ملا ہے... اور یہ دیسے ہی لفافے میں رکھا تھا۔ جیسا شیراں کے دکیل نے وصیت نامے کو ملفوف حیثیت سے پیش کیا تھا۔ اس پر دیکھ لاخ کی مہریں بھی لگی ہوئی تھیں جن پر شیراں کی انگلشتری کے نشانات تھے۔“ ”اس کا مطلب...؟“ جولیا اسے گھوڑتی ہوئی بولی۔

”صف طاہر ہے کہ اصل لفافہ یہی تھا ہے دکیل کی تحویل سے غائب کیا گیا اور اس کی جگہ لفافہ رکھ دیا گیا جس سے سادہ اور ارق برآمد ہوئے تھے... اور یہ بھی سن لو کہ یہ لفافہ ہمارا لئے تھا۔ ایکس ٹو کا یہی خیال ہے میں اُسے برابر یہاں کے احوال سے آگاہ کر تارہتا ہوں۔“ ”تو تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس گدھ می کا کوئی تعلق ایکس ٹو سے ہے۔“

”ایکس ٹو کی آواز سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے جیسے کوئی گدھا آدمی کی طرح بولنے لگا ہو۔“ ”لئے اس کا تعلق گدھیوں ہی سے ہو سکتا ہے۔“ عمران شرارت آمیز مسکراہست کے ساتھ اور جولیا کو پھر غصہ آگیا لیکن پھر ضبط کر گئی۔

”بس فضول با تین ختم... چلو مجھے دوسرے فون تک لے چلو۔ آج بات بڑھ سکتی ہے معاملہ سیر لیں ہو گیا ہے۔ خان داور ختم کر دیا گیا کیلاش پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ ان لوگوں کا اطمینا ختم ہو گیا ہے اب بوكھلا کر کوئی نئی حرکت کر بینھیں گے۔“

”تم کیا کرنا چاہتے ہو۔...؟“

”حالات پر منحصر ہے... کئی طرح کے انتظامات کروں گا۔ بہر حال آج کی رات فیصلہ کن بھی ہو سکتی ہے کیونکہ انہوں نے اپنے جہاز جلا دیے ہیں!“

”میا مطلب....؟“

”اپنے دونوں مدگاروں سے پیچھا چھڑا چکے ہیں۔ ایک ان کے ہاتھوں بارا گیا اور دوسرا غافہ ہو کر روپوش ہو گیا۔ اب شائد وہ خود ہی اس معاٹے کو دیکھیں گے۔ چلو مجھے دوسرے فون تک لے چلو۔“ جولیا دروازے کی طرف بڑھ گئی۔



بیلارڈ نے فوراً ہی روزا کی کال ریسیو کی تھی۔ گویا وہ اُس کال کا منتظر ہی تھا۔

”اب کیا راہ ہے۔“ روزا نے پہلا سوال کیا۔

”تم نے مجھے دشواری میں ڈال دیا ہے۔“ دوسرا طرف سے بیلارڈ کی آواز آئی۔ ”لیکن اس کھیل کو ختم ہی ہو جانا چاہئے۔ مجھے شہر ہے کہ تمہاری ایک غلطی کی بناء پر بات بہت آگے بڑھ گئی ہے۔“ ”کس غلطی کی بناء پر...؟“ روزا نے کسی قدر جھنجل کر پوچھا۔

”فون پر نہیں بتاؤں گا۔“ بیلارڈ کی آواز آئی۔ ”تم ایسا کرو کہ نھیک آدھے گھنٹے کے بعد گیراج سے گاڑی نکالو اور سیمورا پارک کی طرف روانہ ہو جاؤ۔“

”اس وقت وہاں کیا ہو گا۔ رات کے دس بجے ہے ہیں۔“

”تفیر کے لئے نہیں بلارہا... بس تم روانہ ہو جاؤ۔... آدھے گھنٹے بعد اور ہاں ایسے لباس اور جو تنوں کا انتخاب کرنا جو بھاگ دوڑ میں مراحم نہ ہو سکیں۔“ بیلارڈ کی آواز آئی اور ساتھ ہی رابطہ بھی مقطوع ہو گیا۔ روزا نے نہ اسامنہ بنا کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور رو رانگی کے لئے تیار یوں میں مصروف ہو گئی۔

پھر نھیک آدھے گھنٹے بعد گیراج سے گاڑی نکالی اور سیمورا پارک کی طرف روانہ ہو گئی۔ سیمورا پارک میں سردار گدھ کا چڑیا گھر بیلارڈ تھا۔ جس کے پھانک سات بجے شام کو بند کر دیجے جاتے تھے۔ اس کے بعد داخلے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ پھر بھی روزا نے بیلارڈ کی ہدایت کے مطابق گاڑی نکالی اور نھیک ساڑھے دس بجے سیمورا پارک کی طرف روانہ ہو گئی اور تھوڑی ہی دیر بعد اس نے محسوس کیا کہ ایک گاڑی اُس کے تعاقب میں ہے۔ اس کے علاوہ اور کسی گاڑی کی

ہمہ لاٹھ عقب نما آئینے میں نہیں دکھائی دیتی تھی۔!
اس نے باہمی ہاتھ سے جیکٹ کی جیب میں پڑے ہوئے اعشاریہ تمن دو کے پستول کو ٹھوٹلا اور
اپنی گاڑی کی رفتار بڑھادی۔ تعاقب جاری رہا۔ سیمور اپارک کے قریب والے اسٹینک بار کے
سامنے اُس نے اپنی گاڑی روک دی اور مڑ کر دیکھا۔ تعاقب کرنے والی گاڑی بھی اُس کے برابری
آر کی اور اس میں بیلارڈ بیٹھا ہوا دکھائی دیا۔ روزانے طویل سانس لی۔

دونوں گاڑیوں سے اترے اور اسٹینک بار میں داخل ہو گئے۔ صرف دو تمن میزیں آباد تھیں۔
وہ دروازے کے قریب ہی والی ایک میز کے گرد بیٹھ گئے اور روزانے ناخوٹگوار لجھ میں کھما۔ اس
طرح بلانے کا مقصد سمجھ میں نہیں آیا۔!

”صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تمہاری گرفتاری تو نہیں کی جا رہی۔“ بیلارڈ نے جواب دیا اور وہ
اُسے گھورتی ہوئی بولی۔ ”میا لیسی ماہیف نے پولیس کو مطلع کر دیا ہے۔“
”نہیں لیکن تمہاری غلطیاں!“

”تم بار بار غلطیوں کا حوالہ دے رہے ہو.... کیسی غلطیاں۔!“
”پہلی غلطی تو یہ کہ تم گرینڈ کے فوجر سے الجھیں لیکن شیراں کی وہ تحریر بھی نہ حاصل
کر سکیں جو اُس کے پاس تھی۔ دوسرا غلطی یہ کہ خان داور سے اُس پینٹنگ کے بارے میں تفصیلی
بات کرڈا۔!“

”میں نے اُسے غلط بات بتائی تھی۔ اُس سے کہا تھا کہ وہ میری بنائی ہوئی پینٹنگ کا فوٹو گراف
تھا۔ بس میں اس فوٹو گراف کو دیکھ کر کسی قدر نہ سو ہو گئی تھی۔!“

”اتنی نہ سو کہ پینٹنگ کا وہ نام بھی تمہاری زبان سے نکل گیا جسے سن کر ساری دنیا کے
ممالک کے سکرٹ ایجنت چوک پڑتے ہیں۔ یعنی باول دے سوف اور ہاں۔ یہ بھی سنو کہ“
ایکش روک بگ جو میں نے تمہارے سنگ روم کی میز کے یونچ سے نکلا تھا۔ معمولی نو عیت کا نہیں
تھا۔ اس پر بیہاں کے ملکہ سراج رسانی کے نشانات تھے۔!

”تو کیا خان دا اور!“
”نہیں خان داور کا پولیس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ لیکن وہ احمد جس کی میں نے آنا
بنک شکل بھی نہیں دیکھی میرے اعصاب پر سوار ہو گیا ہے۔!
”اُس کے بارے میں تو سوچا بھی نہیں جا سکتا۔!“

”تمہارے بارے میں کون سوچ سکتا ہے کہ تمہارا تعلق فرانسیسی سیکرٹ سروس سے ہو گا۔!
”آخر تم کہنا کیا چاہتے ہو۔!“

”یہی کہ یہ معاملہ اب ہماری ہی ذات تک محدود نہیں رہا۔ بیہاں کے ملکہ سراج رسانی نے
بھی اس کی سن گن پالی ہے۔!
”اس کے باوجود بھی تم ایسا کہہ رہے ہو جبکہ ہمارا تعاقب بھی کسی نے نہیں کیا۔!
”یہ حقیقت ہے پھر بھی مجھے اپناہی محسوس ہو رہا ہے۔!
”تم، ہم وہ کاشکار ہو گئے.... ذہن کو صاف رکھ کر کام کرو۔!
”اگر وہ الکٹرونک بگ!“

”بس ختم کرو....!“ روزانہ اتحاد اخبار کر بول۔ ”تم نے آج کوئی فیصلہ کن قدم اٹھانے کی بات کی تھی۔!
”میں الجھن میں ہوں۔ شدید الجھن میں ہوں۔ شیر اس مقام پولیس کو ان حالات سے آگاہ
نہیں کر سکتا تھا لیکن ان لوگوں کا کیا ہوا ہے جواب اُس کو بھی میں مقیم ہیں۔ پچھلی رات تمن آدمی
کو بھی میں گھسے تھے۔ ان میں سے ایک پکڑا گیا۔ لیکن اُسے پولیس کے حوالے نہیں کیا گیا۔ آخر
کیوں؟ پھر تمہارے پیان کے مطابق لیسی ماہیف کا کوئی وجود نہیں تھا۔ یہ کہاں سے آپنکی اور
شیراں ہی کے توسط سے آئی ہے۔ اگر کسی لیسی ماہیف کا وجود ہوتا تو وہ تم سے ہرگز شادی نہ کرتا۔“

”میں تمہیں اس کی اس نفیتی بیماری کے بارے میں بتاچکی ہوں اور یہ بھی بتاچکی ہوں کہ وہ سر
اسی لئے مجھے اپنی کو بھی میں نہیں رکھ سکتا تھا کہ لوگوں سے خیالی لیسی ماہیف کی باتیں کر تارہا تھا۔!
”اب خود سوچو کہ اس جیتی جائی لیسی ماہیف کا وجود کیا مطلب رکھتا ہے۔ بھی ناکہ شیراں
تمہاری حقیقت سے آگاہ ہو گیا تھا اسکے تعاون کے بغیر کوئی لیسی ماہیف وہاں قدم بھی نہ رکھ سکتی۔!
”اگرینڈ کا فوجر شیراں کی تحریر نہیں پیش کر سکا۔!
”اس سے کسی تیرسری پارٹی کا وجود ثابت ہوتا ہے جو اس معاملے سے پوری طرح آگاہی رکھتی ہے۔!
”اب تم مجھے بھی الجھن میں ڈال رہے ہو.....؟“

”میں ڈال رہا ہوں....؟“ اُس نے حیرت سے کہا۔ ”ارے مجھے تو اس پر حیرت ہے کہ خود
تمہارا دھیان اس طرف کیوں نہیں گیا۔!
”میں اسے صرف شیراں کی پرائیویٹ سیکریٹری کی سازش سمجھتی ہوں جو شیراں کے مال
اور جائیداد پر قبضہ کرنا چاہتی ہے۔ اسی لئے اس نے شیراں کے بعد بھی ان معاملات سے پولیس

”یہ بیمارتی ہو۔!“ بیلارڈ بھٹا کر بولا۔ ”تم اس مہم کی انچارج تھیں ورنہ...!“

”میں کہتی ہوں ماضی پر خاک ڈالو۔... میں نے بہت احتیاط سے قدم اٹھائے تھے۔ اس حد تک ہنی کہ اُس مجھوں سے شادی تک کر دالی اس امید پر کہ اُس کو ٹھی میں مستقل قیام کی صورت پیدا ہو جائے اور میں خاموشی سے وہ پینٹنگ حاصل کروں۔ یہ احتیاط اس لئے تھی کہ کہیں یہاں کا حکمہ رہانی حرکت میں نہ آجائے۔!“

”اور اسی احتیاط نے شیر ال کو ہوشیار کر دیا۔!“

”پھر وہی ریمارک....!“ وہ ایک دم بھڑک اٹھی اور بیلارڈ نے دیٹر کو اشادے سے بلا کر کافی کے لئے کہا۔ پھر اُس کے چلے جانے پر روزا سے بولا۔ ”کچھ بھی ہوا ہو میں نے اس دوران میں کام کیا ہے اور آج اُسی کے ملن بوتے پر کوئی میں گھوسن گا اور تم بھی میرے ساتھ ہو گی۔ یہاں سے نکل کر اپنی گاڑی کی طرف رخ کرنے کی بجائے میری گاڑی میں بیٹھ جانا۔!“

”کس طرح گھوسمے گے۔!“

”بس دیکھنا....!“ وہ کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”عمارت کے اندر پیاپا جانے والا کوئی فرد اپنی جگہ سے مل بھی نہیں سکے گا۔!“

”یگس....؟“ روزانے سوال کیا۔

”ہاں.... آخری حرب....!“

”لیکن عمارت کی نگرانی وہ اندر بیٹھ کر تو کرتے نہ ہوں گے۔!“

”سب سے بڑی دشواری ہی ہے کہ وہ عمارت کے اندر ہی سے نگرانی کرتے ہیں۔ اسی لئے داخلہ ناممکن ہو جاتا ہے۔ اگر باہر رہ کر نگرانی کرتے ہوتے تو کبھی کے قابو میں آچکے ہوتے۔!“

”لیکن ان راستوں پر تو نظر رکھتے ہی ہوں گے۔ جن سے گزر کر کوئی عمارت تک پہنچ سکتا ہو۔!“

”جہر سے میں کام کی ابتداء کروں گا اور ہر سے عمارت کے اندر پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔!“

”پھر دیٹر کافی لے آیا تھا اور وہ خاموشی سے پیتے رہے تھے۔ ہوڑی دیر بعد باہر نکلے اور گاڑی میں بیٹھ گئے۔“

”روزانے گاڑی دیں چھوڑی دی تھی۔ بیلارڈ خود ہی اتنی گاڑی ڈرائیور کر رہا تھا۔ روزانے کچھ دیر بعد گھوਸ کیا کہ وہ اُس راستے پر تو نہیں جا رہے جو کوئی کی طرف جاتا ہے۔ اس کے استفسار پر بیلارڈ نے بتایا کہ وہ اس طرح کوئی کے عقب میں پہنچنیں گے کہ کسی کو کافنوں کا نخبر نہ ہو سکے۔“

”کو آگاہ نہیں کیا۔!“

بیلارڈ کچھ نہ بولا اور روزا کے چہرے پر شدید امتحن کے آثار صاف پڑھے جاسکتے تھے۔ ہوڑی دیر بعد اُس نے کہا۔ ”بندی غلطی یہی ہوئی کہ ہم نے اس معاملے میں مقامی آدمیوں کی مدد حاصل کرنے کی کوشش کی اور یہ تمہاری تجویز تھی۔!“

”چلو میں اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں لیکن شیر ال محض تمہاری وجہ سے ہوشیار ہوا۔ تم نے اُسے اس چکر میں پھانس کر شادی کی اور اُس نے کوئی نگرانی کے لئے کچھ آدمی رکھ لئے اور پھر یہ بتاؤ کہ اُس لفافے میں باذل دے سوف کی پینٹنگ کا وہ فونو گراف کس کا تھا۔ اگر تم اُس لفافے کو دیکھ کر تحویل سے غائب نہ کر ادیتیں تو وہ کس کے ہاتھ گلتا۔ کس کے لئے تھا وہ فونو گراف۔!“

”تھیں اس پر روشنی ڈالو۔... میرا ذہن کام نہیں کر رہا۔!“ روزا یزیری سے بولی۔

”لوگ یہاں شیر ال کی وصیت سننے کے لئے روکے گئے تھے۔ اگر لفافے سے وصیت ناتھے کی وجہ وہ فونو گراف برآمد ہوتا اور اُسے اخبارات لے اٹھتے پھر کیا ہوتا۔ ظاہر ہے کہ یہاں کی سیکرٹ سروس اُس کی طرف متوجہ ہو جاتی۔ شیر ال کے بارے میں چھان میں ہوتی اور بالآخر یہ راز ظاہر ہو جاتا کہ وہ فرانسیسی نہیں بلکہ جرم من تھا اور.... پھر کیا ہوتا.... بتاؤ۔!“

”بس....!“ روزا ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”ذہن کو مزید الجھاوں میں ڈالنے کی ضرورت نہیں اب صرف یہ سوچو کر ہمیں کیا کرنا ہے۔ اس فونو گراف سے یہ بات پایا یہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ پینٹنگ شیر ال ہی کے قبضے میں تھی اور اب بھی اُس عمارت میں کہیں موجود ہے.... اور خدا کی پناہ....!“ وہ خاموش ہو کر عجیب انداز میں بیلارڈ کو دیکھنے لگی۔

”کیا بات ہے....؟“

”ہم زیادہ تر کسی تہہ خانے کے امکانات پر غدر کرتے رہے ہیں.... لیکن....!“

”بات پوری کرو۔...!“ بیلارڈ جھنجلا کر بولا۔

”اور سامنے کی چیزوں کو نظر انداز کر دیا۔!“

”تم جانو!“ بیلارڈ نے لاپردا جسے کہا۔ ”میں نے تو کبھی اس کو ٹھی میں قدم بھی نہیں رکھا۔“ ”وہاں تھیں دیواروں پر پینٹنگ نہیں ملیں گی۔ ان کی بجائے لکڑی سے تراشے ہوئے آرٹ لے نادر نہ نہیں آؤ یاں ہیں اور کچھ اتنے بڑے بھی ہیں جن کے درمیان باذل دے سوف والی پینٹنگ بے آسانی چھپائی جاسکتی ہے۔!“

گی۔ قریباً ایک گھنٹے تک یہ سفر جاری رہا تھا۔ پھر ایک جگہ دیرانے میں بیلارڈ نے گاڑی روک دی۔ خود اتر کر ڈکے کھولا اور اس میں سے دو بنڈل نکال کر پھر اگلی سیٹ کی طرف واپس آگیا۔

”یہ کیس ماںک اور آسکیجن سلنڈر ہیں... اسی جگہ تیار کرو۔!“ اس نے روزا سے کہا۔ ”یہاں سے پیدل چلتا ہو گا۔ زیادہ دور نہیں ہے۔ یہ باسیں جانب والی چٹان دیکھو اسی دوسری طرف کوٹھی کی عقیقی دیوار ہے۔ جس سوراخ سے ہم گیس اندر پہنچائیں گے اس سے نہ نہ کل رات ہی ربر کی ایک نیکی اندر گزار دی تھی!“

”عجیب طرح کی بات کر رہے ہو۔!“ روزا نے حیرت سے کہا۔ ”تم نے کوٹھی اندر سے دیکھ بھی نہیں۔ تم کیا جانو کہ وہ ربر کی نیکی کہاں پہنچی ہو گی اور اس جگہ سے گیس پہنچانے پر پہنچ کوٹھی کی اندر ورنی فضامattaش بھی ہو سکے گی یا نہیں!“ ”میکسولیل فارمولہ والی ہے۔ اگر قفل کے سوراخ سے بھی معمولی ساجم کسی طرح کمرے پر داخل ہو جائے تو سانس لینے والے بے حس و حرکت ہو جائیں گے۔ صرف تین منٹ میں کوئی کے سارے حصوں میں پھیل جائے گی!“

”یہاں میکسولیل فارمولہ کہاں سے دستیاب ہو گیا!“

”پہلے سے دو چھوٹے سلنڈر میرے پاس پڑے ہوئے تھے۔!“

”میں کوبک سننی میٹر کا سلنڈر ایک ہزار مرلیٹ میٹر کے رقمے کلیئے کافی ہوتا ہے۔!“ روزا نے کہا۔

”باتوں میں وقت کیوں ضائع کر رہی ہو۔!... چلو اتزو۔!“

”میرے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ تم خود جا کر سلنڈر نیکی سے لگا آؤ۔... ظاہر ہے کہ اسے تو داخلہ ہو گا نہیں سامنے ہی سے چلتا پڑے گا!“

”ٹھیک کہتی ہو۔... اچھا تم یہیں ٹھہر ہو۔!“ اس نے دونوں بنڈل سیٹ پر رکھتے ہوئے

اور پھر دوسری طرف مڑاہی تھا کہ جھٹکے کے ساتھ گاڑی سے آنکر لیا۔ روزا گاڑی کے اندر پیٹھی ہوئی تھی اس نے بوکھلا کر پوچھا۔ ”کیا ہوا۔...؟“

لیکن جواب دینے کی بجائے بیلارڈ گاڑی سے نکلا کر باسیں جانب ڈھہتا چلا گیا۔ روزا دروازہ کھول کر باہر نکلنا چاہتا تھا لیکن دوسری طرف کی کھڑکی سے کسی نے اس کی گردی پکڑا آہستہ سے بولا۔ ”اپنے ہاتھ اوپر رکھو۔!“ وہ جیکٹ کے جیب سے اپنی پستول بھی نہ نکال سکی اور اس کے دونوں ہاتھ پشت پر لے لیا۔

باندھ دیجے گے۔

”بیلارڈ۔!...“ وہ زور سے چھپی۔ لیکن جواب نہ ملا۔ پھر کسی نے اسے گاڑی سے باہر کھینچ لیا۔ وہ آدمی اس کے قریب ہی کھڑے تھے لیکن تار کی کی وجہ سے وہ ان کی شکلیں نہ دیکھ سکی۔

دفعہ گاڑی کی دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”پتا نہیں کیا ہو گیا ہے میرے داہنے ہاتھ کو جس پر بھی پڑتا ہے وہ بے ہوش ہی ہو جاتا ہے۔!“

روزانہ میں میں آنے والی کوئی نکتہ اس نے احمد عمران کی آواز پہچان لی تھی.... اور پھر وہ دوسری طرف سے اس کے سامنے بھی آگیا۔

”کیا خیال ہے.... تمہارا ساتھی مجھ سے بھی زیادہ احقر ہے یا نہیں.... دیوار کے ایک سوراخ میں ربر کی نیکی ڈال کر اس کو پتھروں سے چھپا بھی دیتا تو ہمیں کیوں نکریہ خدا شہ ہو سکتا کہ کہیں آج گیس نہ استعمال کی جائے اور مجھے عرصہ سے میکسولیل فارمولے والی گیس کی تلاش تھی۔ تم لوگوں کا بہت بہت شکر یہ۔!“

”تم آخر ہو کون....؟“ روزا ہماپنی ہوئی بولی۔

”کوٹھی میں چلو ہیں بتاؤں گا.... اور پینٹنگ بھی دکھاؤں گا تمہیں۔!“

روزا کو پھر گاڑی میں دھکلیں دیا گیا اور عمران ڈرائیورگ سیٹ پر میٹھے گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں کوٹھی میں داخل ہوئے۔ روزا کے ہاتھ پشت پر بند ہے ہوئے تھے اور وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھے جا رہی تھی۔

”کیا تم نے اسے مار ڈالا۔!...“ اس نے عمران سے پوچھا۔

”نہیں.... میں صرف انہیں مارتا ہوں جن سے مجھے اپنی جان کا خطرہ ہوتا ہے۔!“

”تم آخر ہو کون....؟“

”علی عمران.... ایم ایس سی.... ڈی ایس سی آسکن.... اور یہ بھی سن لو کہ میں اس پینٹنگ

کی اہمیت سے واقف ہوں یہ بھی جانتا ہوں کہ شیراں فرانسیسی نہیں جرم سن تھا۔!“

”تو پھر اب تم کیا کرو گے۔?“

”وہی جو مجھے کرتا چاہے اگر تم نے میری آنکھوں کے سامنے ہی ایک قتل نہ کیا ہوتا تو میں تمہیں نکل جانے دیتا۔ بکھی نہ کبھی اور کہیں نہ کبھی تم بھی میرے کام آتیں۔ لیکن اب میں مجبور ہوں۔ تمہیں قانون کے حوالے کرتا پڑے گا۔!“

انتہے میں سجاد اور گل میر بھی بے ہوش بیلاڑ کو اخٹائے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے اور اُسے فرش پر ڈال دیا اور عمران نے بحالت بیہو شی بھی اس کے پیر بند ہوا دیئے۔ روزا خاموشی سے سب کچھ دیکھتی رہی۔

”اب چلو باول دے سوف کے درشن بھی کرلو....!“ عمران نے کہا۔

”لیکن تم نے مجھ پر قتل کا جواز ام لگایا ہے درست نہیں ہے!“ روزانے پر سکون لجھ میں کہل اُسے عدالت پر چھوڑ دو....!“ عمران نے کہا اور اُسے دھکیلتا ہوا ہال میں لے آیا وہاں جو لیا اور میریا پہلے سے موجود تھیں۔

”تم ذرا دیر کو اپنے کمرے میں چلی جاؤ!“ عمران نے میریا سے کہل۔ ”تحوڑی دیر بعد میں تمہیں ایک بڑی خوشخبری سناؤ گا اور ہاں... اُن دونوں سے کہہ دینا کہ وہ قیدی کے پاس ہی ٹھہریں۔!

”بہت بہتر جناب....!“ میریا اٹھتی ہوئی بولی اور ہال سے چلی گئی۔ روزا خاموشی سے دیواروں پر لگے ہوئے فن چوب تراشی کے نمونوں کو دیکھتی رہی۔ بالآخر بولی ”انہی میں سے کہو کھلے پیڑن کے اندر وہ موجود ہے!“

”تمہارا خیال درست ہے.... وہ اُس دوڑتے ہوئے ہمینے کے اندر پوشیدہ ہے۔ اگر تم شیرال سے شادی کا چکر نہ چلاتیں تو وہ بھی اس حد تک ہوشیار نہ ہوتا۔ تم چاہتی تھیں کہ شادی کر کے کوئی میں قیام کرنے کا حق حاصل کرلو اور پھر اطمینان سے اس پینٹنگ کو تلاش کرتی رہو۔ لیکن جب اس نے یہی ماہیف کے حوالے سے تمہیں فوری طور پر ساتھ رکھنے سے مغذوری ظاہر کی تو تم نے دوسرے طریقے اختیار کئے اور سنو... خان داور کا پستول میں نے ہی لایا تھا۔ میں بھی بھی اس کی گاڑی کی حلاشی لیتا رہتا تھا۔ اس خیال سے کہ شائد کسی ایسی چیز پر ہاتھ پڑ جائے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ چکر کیا ہے۔ لیکن اُس پستول کی وجہ سے ایک دوسر اچکر نکل آیا۔ نقب زن تاجو کے بینے سے نکالی جانے والی گولی اُسی پستول سے چلائی گئی تھی۔ غالباً خان داور نے وہ لفاف تاجو ہی کے ذریعے دکیل کی سیف سے غائب کرایا تھا اور پھر مزید رازداری کے خیال سے تاجو کو ختم بھی کر دیا۔!

”میں اس سکلے میں کچھ بھی نہیں جانتی اور تمہیں اگھا کرتی ہوں کہ اگر تم نے وہ پینٹنگ میرے حوالے کر کے مجھے نکل نہ جانے دیا تو میری اور تمہاری حکومت کے درمیان تعلقات خراب ہو جائیں گے اور تم یہ بھی جانتے ہو گے کہ دونوں کے درمیان ایک بڑا اور اہم سودا ہونے والا ہے۔“

”ہو گا....!“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔ ”مجھے میری حکومت نے سودا کاری کا حق نہیں

دیا۔ سودا ده خود کرے گی۔ کیونکہ اب تم بھی اُس کے قبضے میں ہو اور پینٹنگ بھی۔!“

”تم لوگ چھتاوے گے!“

”فاختہ میریا نے ہال میں داخل ہو کر کہا۔ ”تم فوجی آئے ہیں!“

”یہیں بھیج دو....!“ عمران نے کہا اور روزا کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔ پھر بولا۔ ”تمہیں اب اپنے سرو سزا مثلی جنس کے حوالے کیا جا رہا ہے!“

روزانے لاپرواہی ظاہر کرنے کے لئے شانے سکوڑے اور ڈھیلے چھوڑ دیئے۔ پھر فوجی اُن دونوں کو لے گئے تھے اور جو لیا عمران پر ٹوٹ پڑی تھی۔

”تم سب کچھ جانتے تھے لیکن تم نے مجھے دھوکے میں رکھا!“ وہ دانت پیس کر بولی۔

”میں صرف اتنا جانتا تھا کہ شیراں فرانسیسی نہیں بلکہ جرمن تھا۔ تین ماہ قبل اس نے وزارت خارجہ سے رابطہ قائم کر کے اپنا راز ظاہر کیا تھا اور درخواست کی تھی کہ اُسے بعض غیر ملکی ایجنسیوں کی دستبردار سے چھپا جائے۔ اُس نے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ کنسٹر کا مریض ہے اور زیادہ عرصہ تک زندہ نہیں رہے گا اور جس چیز کے لئے غیر ملکی ایجنسی اُس کے پیچھے پڑے ہیں وہ اُس کی موت کے بعد ہماری تحویل میں آجائے گی۔ اُس نے یہ بھی درخواست کی تھی کہ اس سے اُس چیز کے بدلے میں کچھ نہ پوچھا جائے کیونکہ اُس کے مرتبے ہی خود بخوبی پر وہ راز ظاہر ہو جائے گا جسے وہ عرصہ سے چھپائے ہوئے ہے۔ بس وہ یہ چاہتا ہے کہ وہ چیز کسی یورپی ہائی ملک کے ہاتھ نہ لگنے پائے اور وہ چیز یہی پینٹنگ تھی!“

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد وہ اُسے اُن لفافے کے بارے میں بتانے لگا جو دکیل کی سیف سے اڑایا گیا تھا۔

”در اصل.... وہ فوٹو گراف ہمارے لئے تھا۔ وہ لفافہ میری ہی موجودگی میں کھولا جاتا۔“ شیراں نے اپنے دکیل کو یہی ہدایت دی تھی اور پھر اُس فوٹو گراف کو دیکھ کر مجھے یاد آگیا کہ دوسری جنگ عظیم کے انتقام پر فرانس امریکہ اور روس کو باول دے سوف نامی پینٹنگ کی تلاش تھی جو ہنڑا کی تصادی کے کلکش سے غائب ہو گئی تھی۔ خیال تھا کہ اس پینٹنگ سے نازیوں کے فوجی نویعت کے بکھر راز وابستہ تھے۔ بہر حال پھر مجھے پینٹنگ کی تلاش ہوئی اور پچھلی رات میں نے اسے ڈھونڈنے نکالا۔ پینٹنگ کے ساتھ ہی ایک خط ملا جو اُس نے میرے نام لکھا تھا اور اس سے ساتھ اصل وصیت نامہ بھی تھا۔ اس نے اپنی ساری جائیداد اور نقد رقومات اپنی سیکریٹری میریا

کے نام منتقل کر دی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ وہ دراصل ہٹلر کی سیکریٹ سروس کا ایک رکن تھا۔
”لیکن میرا روں بے حد کریبہ تھا...!“ جولیا نہ اسامنہ بنا کر بولی۔

”اُس کی زندگی میں یقیناً کریبہ ہوتا تھا کہ تو اُس کی بیوہ اُس وقت بنائی گئی تھیں جب وہ
تھا۔ محض اس لئے کہ کہیں اُس کے مرتبے ہی روزا اپنی شادی کا سرٹیفیکیٹ دکھا کر کوئی پر فتوح
کر لے۔ شیرالا نے مجھے بتا دیا تھا کہ لیسی یادیں بھی اُس کی زندگی میں تھیں۔ اب زندہ نہیں
اُس پر کبھی کبھی اُس کا ذکر کرنے کا دوڑہ پڑتا ہے اور وہ لوگوں سے کہتا ہے کہ وہ اُس کی بیوی
پیرس میں مقیم ہے۔ مگر روزا کے چکر میں پڑنے کے بعد اُس نے نروں ہو کر روزا کو اُس کی جزا
بھی بتا دی تھی۔ اسی لئے یہ ذرا مدد کرتا پڑا۔ بہر حال اُس نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ اُسے ”دیں
ایک مفروضہ تازی جزل تک پہنچانی تھی اور اُس سے صلیب پر ہاتھ رکھوا کر قسمی گئی تھی کہ
جی اسے کسی اور کے ہاتھ نہ لگنے دے گا اور اسی قسم کا بھرم رکھنے کے لئے وہ یہ طریقہ اختیار
ہے کہ اس کے مرنے کے بعد یہی یہ پینٹنگ ہمارے ہاتھ لے گے۔ اُس نے اُس تازی جزل کو سارا
میں تلاش کیا تھا لور پھر تھک ہار کر یہاں آبسا تھا۔ وہ تازی جزل اُسے کبھی نہ مل سکا۔ اُس نے باہ
لکھا ہے کہ وہ خود بھی نہیں جانتا کہ اس پینٹنگ کی اہمیت کیا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ اس میں کہ
کے راز پوشیدہ ہیں۔ بس وہ اپنی موت کی آہن سن کر یہ پینٹنگ ہمارے حوالے کر رہا ہے۔!
”مگر روزا نے اُس کے ساتھ بڑی عمدہ تدبیر کی تھی۔ اگر کسی دن تمہیں بھی کوئی اسی
ہراب پلا کر...!“ جولیا جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گئی۔

”ہوش میں آتے ہی خالی بوتل نگل کر خود کشی کرلوں گا!“ عمران نے آنکھیں نکالیں۔
”نہیں گدھی کے بچے کو ہٹا کر خود منہ لگادیا...!“ جولیا نے جل کر کہا۔
”کیا کوئی پچھے بھی...?“ عمران نے چیک انک پوچھا اور جولیا اُسے مارنے دوڑی۔
ہال سے نکلا ہی تھا کہ میریا سے مذہبیہ ہو گئی۔

”کیا خوش خبری سنانے والے تھے... مسٹر عمران...!“ اس نے پوچھا۔
”یہ تمہارے لئے ہے...؟“ عمران نے کوٹ کی اندر وہی جیب سے ایک لفافہ نکال
کے ہاتھ پر کھدا اور خود کو تھی سے نگل بھاگا۔

عمران سیریز نمبر 106

دوسرارخ

(دوسرا حصہ)

پیشہ رس

موت کی آہٹ کے بعد دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیے۔ اس کتاب میں کہانی نے دوسرا رخ اختیار کیا ہے اور یہی اس تصویر کا بھی دوسرا رخ ہے جو شیراں کی حوصلی سے برآمد ہوئی تھی۔

یہ تو ہوازیر نظر کتاب کی کہانی سے متعلق اور اب کتاب کے لیٹ ہونے کا ماجرا سننے کاغذ نایاب ہو رہا ہے۔ قیمتیں پہلے آسمان سے تو گزر چکی ہیں۔ اس پر بھی کاغذ دیتے ہیں تو کیش میو نہیں دیتے۔ کیوں دینے لگے۔ جو چیز اصل قیمت سے تین چار گنی قیمت پر فروخت کی جائے گی اس کا کیش میو کو نکر دیا جاسکتا ہے.... کیش میو نہ ہونے کی صورت میں انکم نیکیں والے اس کھاتے کو تعلیم نہیں کرتے۔ پھر کیا صورت ہو.... کوئی بتائیے۔ (میری سمجھ میں تو نہیں آرہا۔ کیونکہ بحالت صوم ہوں۔ یعنی روزہ رکھ چھوڑا ہے اور تمباکوئے خوردنی کی مفارقت نے آئی گئی عقل خبط کر رکھی ہے)۔ ہاں تو جناب اس وقت جب میں یہ سطور سپرد قلم کر رہا ہوں اطلاع ملی ہے کہ کاغذ کے کچھ جہاز گودی میں کھڑے ہیں لیکن انہیں گندم کے جہازوں کی وجہ سے بر تھے نہیں مل رہی۔ لہذا جب بر تھے ملے گی اور کاغذ اتر کر بازار میں آئے گا اس وقت کتاب بھی چھپ جائے گی۔ میری کتاب گندم سے زیادہ ضروری نہیں ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے باہر سے وافر مقدار میں کاغذ آجائے کے باوجود بھی مارکیٹ کی کیا حالت رہتی ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے لکھنا پڑتا ہے کہ بعض پڑھنے والوں کو یہ تین سو پیسے بے حد گراں گزرتے ہیں۔ حالانکہ اتنی کم قیمت میں اتنے ہی صفحات والی کوئی اور کتاب آپ پیش نہیں کر سکیں

گے... لہذا اگر جہازوں کی تشریف آوری کے باوجود بھی کاغذ کی قیمتیں کم نہ ہو میں تو لازمی طور پر یہ تین سو پیسے مزید لکھ حاصل کرنا چاہیں گے۔ تبھی بات آگے بڑھے گی ورنہ میرے ہم پیشہ لوگ یا تو اپنی شان میں ”قصیدے“ سین گے یا اور کوئی پیشہ اختیار کر لیں گے۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ آیا ہوا سارا کاغذ ”اندر“ ہو جائے اور ٹمبل میں اس کے سودے کرتا پھرے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں قیمتیں تو گرنے سے رہیں۔ غصب خدا کا پچھن روپے کچھ پیسے فی ریم والا کاغذ پھر روپے فی ریم کے حساب سے بھی نہیں مل رہا۔ ٹمبل میں آکر پچکے سے کان میں کھتا ہے۔ ”اٹھھتر روپے میں کھو تو دلوادیا جائے اور کیش میو نہیں ملے گا۔“

بہر حال میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کتاب کب تک مارکیٹ میں آسکے گی۔ ایک صاحب کے خط کا تذکرہ بھی ہو جائے۔ لمبا چوڑا رونا رونے کے بعد رقم طراز ہیں کہ ”اب میں نے سیاست سے توبہ کر کے پولٹری فارمنگ شروع کر دی ہے۔“ بہت اچھا کیا ہے آپ نے کیونکہ سیاست اٹھے پچے نہیں دیتی۔ صرف ”زندہ باد“ سنوارتی ہے اور بعد میں ”مردہ باد“ کر دیتی ہے۔ اب آپ مرغیوں کی حیات آفرین کڑکڑا ہٹ سین گے اور مرغوں کی مستی بھری گلزوں کوں آپ کوئے جہاؤں کی سیر کرائے گی۔ اس پر سے اٹھے مفت۔ روزانہ ایک چوڑے کے آب جوش سے اپنی جان بنائیے۔ کہ جان ہے تو جہاں ہے۔ فرست کے اوقات میں بیٹھے سوچا کیجھ کہ پہلے اٹھا پیدا ہوا تھا یا مرغی۔ اس سے آپ کو اپنی مناسب ذہنی تربیت کرنے میں بھی مدد ملے گی.... خدا مبارک کرے آمین.... اور آخر میں گلزوں کوں!

ابن صنفہ

ہوئے کہا۔

”میا مطلب....؟“

”جس لڑکی نے مجھے گرینڈ میں مد عکیا تھا شائد اُس کے والد صاحب کے ساتھ رات کا کھانا زہر مار کر ناپڑے گا۔!“

دونوں نے قہقہے لگائے اور عمران بھی ان کی اس مسرت میں شریک ہو گیا۔

”تم کیوں بنس رہے ہو....!“ ان میں سے ایک سمجھدی اختیار کر کے بولا۔

”ہنے والوں کے ساتھ ہنسنا اور رونے والوں کا ساتھ دینا۔ بیسی ہے میری زندگی اور اس کے علاوہ رکھا ہی کیا ہے زندگی میں....!“

”اچھا خاموش بیٹھو...!“ دوسرا کٹک کر بولا۔

”میں تو خاموش ہی تھا، دوستو... چھیڑ چھاڑ تم نے کی تھی۔!“
”بس ختم...!“

عمران مسکرا کر رہ گیا۔ گاڑی ایک سنان سڑک پر بہت احتیاط سے چلائی جا رہی تھی کیونکہ سڑک خطرناک بھی تھی کہیں کہیں تو اتنی تجھ کی کہ دوسری طرف سے آنے والی کسی گاڑی کو راستہ نہ مل سکتا۔ باسیں جانب گھری کھائیاں تھیں اور دامیں جانب اوپھی اوپھی چٹا نیں۔

شیرال کا قصہ ختم ہوتے ہی عمران کو سردار گذھ سے واپس ٹپے جانا چاہئے تھا۔ لیکن وہ ابھی تک دین مقدم تھا اور اس وقت میریا کی دعوت پر گرینڈ ہوٹل پہنچا تھا کہ اس وقوع سے دوچار ہونا پڑا۔ میریا اس کی بے حد شکر گزار تھی۔ میئٹھے بھائے مفت میں اتنی بڑی جائیداد ہاتھ آئی تھی۔ ایک وقیع پینک بیلنگ کی مالک بنی تھی۔ اسے کسی طرح یقین ہی نہیں آتا تھا کہ اس کی تقدیر اس طرح اچانک لپٹ گئی ہے۔

وصیت نامہ ہاتھ آتے ہی شیرال کو یاد کر کے بہت روئی تھی.... اور عمران اُسے تسلیاں دیتا رہا تھا۔ بہر حال اسی کی کوششوں کی بنا پر کسی دشواری کے بغیر قانونی کاغذی کارروائیاں بھی تکمیل پاگئی تھیں۔ میریا نے تینوں بادی گارڈز کی ملازمت بھی برقرار رکھی تھی اور اب انہیں مویشیوں کے اُس بہت بڑے فارم کی دلکھ بھال پر لگادیا تھا جو شیرال نے اُس کے لئے چھوڑا تھا۔

اس کے خاندان کے دوسرے افراد بھی اب شیرال ہی کی کوئی بھی میں منتقل ہو گئے تھے۔

آخر میں اُس نے عمران سے کہا تھا۔ ”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کی کیا خدمت کروں



عمران کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ گاڑی سے اُترنے کے بعد اس پر کیا گزرے گی۔ ہیڈ لاٹس بھائے اور پارکنگ لاث انڈھیرے میں ڈوب گیا تھا۔ انجن بند کر کے وہ ہلکے سرول میں سیٹی بجاتا ہوا گاڑی سے اُترا اور دروازے کو مغلل کر ہی رہا تھا کہ دونوں پہلوؤں میں دو سختی چیزیں چھپنے لگیں۔

”خاموشی سے پیچھے ہٹو...!“ کسی نے سر گوشی کی ”اور باسیں جانب مڑ کر چلانا شروع کر دو۔!“ عمران نے طویل سانس لی اور سیدھا کھڑا ہو کر پیچھے ہٹنے لگا۔ دونوں پہلوؤں بدستور اس کے پہلوؤں سے لگے رہے۔

”باسیں مڑو...!“ دامیں پہلو پر داؤ بڑھاتے ہوئے کہا گیا اور عمران نے خاموشی سے تعیل کی۔ گرینڈ ہوٹل کی کھڑکیوں سے پھوٹنے والی روشنی کی رسائی اس حصے تک نہیں ہوتی تھی۔ ورنہ وہ کم از کم سنتھیوں ہی سے ان آسیبوں کی شکلیں دیکھنے کی کوشش ضرور کرتا۔

زیادہ دور نہیں چلانا پڑا تھا۔ پارکنگ لاث ہی کی ایک گاڑی تک وہ اُسے دھکیل کر لے گئے تھے۔ پھر کسی تیسرے نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور عمران سے اندر بیٹھنے کو کہا گیا اس مرطے؛ بھی اُسے کچھ کر گزرنے کی صورت نظر نہ آئی مجبور اور ہی کرنا پڑا جس کے لئے کہا گیا تھا۔

گاڑی حرکت میں آگئی اور عمران اسی طرح لا تعلقی سے بیٹھا رہا ہے وہ آدمی نہ ہو بلکہ انہوں نے کوئی بندل اٹھا کر پچھلی سیٹ پر رکھ دیا ہو۔

آخر تھوڑی دیر بعد ان میں سے ایک آتا کر بولا۔ ”میا تمہیں علم ہے کہ کہاں لے جائے جا رہے ہو؟“

”شائد پروگرام میں کوئی تبدیلی ہو گئی ہے۔!“ عمران نے بے حد خوش دلی کا مظاہرہ کرنے

مسٹر عمران۔!

”کسی ڈبے میں بند کر کے ایسی جگہ رکھ دو جہاں مادام شیر اس کی پینچ نہ ہو سکے....؟“ عمران
نے جواب دیا تھا۔

وہ ہنس پڑی تھی اور پھر سمجھیدہ ہو کر بولی تھی۔ ”میرا خیال ہے کہ وہ آپ کو بہت جاہتی ہیں۔“
بہر حال اس وقت یہ دعوت مہنگی پڑی تھی۔ عمران خاموش بیٹھا رہا۔ وہ دونوں بھی خاموش
تھے۔ گاڑی تاریکی کا سیندھ چیرتی کسی نامعلوم منزل کی طرف بڑھی جا رہی تھی۔

توڑی دیر بعد عمران نے پوچھا۔ ”اب رات کے کھانے کی کیا رہے گی؟“

”دھماکے والی غذا کے منتظر ہو۔!“ بائیں جانب والا ہنس کر بولا اور اُس کے روی الور کی ہل
پکھ اور سختی سے عمران کے پہلو پر چھینے گی۔

”یار کہیں ہم سے غلطی تو نہیں ہوئی۔!“ بائیں جانب والا بولا۔

”کیسی غلطی....؟“

”مجھے تو یہ آدمی پاگل معلوم ہوتا ہے۔!“

”تمہارا نام علی عمران ہی ہے نا....!“ بائیں جانب والے نے سوال کیا۔

”بالکل ہے....!“

”خان داور کو تم ہی نے مارا تھا....؟“

”ہرگز نہیں، دشمنوں نے اڑائی ہے۔!“

”کن دشمنوں نے....؟“

”یہ بہت مشکل سوال ہے۔ ایسے لوگ بھی میرے دشمن ہو جاتے ہیں جن کی شکلیں بھی کوئی
نہیں دیکھیں۔!“

”یہ کیا بات ہوئی۔!“

”اپنے دلوں سے پوچھو... کیا میں تمہیں جانتا ہوں ارے میاں میری مشکل ہی ایسی ہے۔
دوسرے دیکھ دیکھ کر خواہ مخواہ سلگتے رہتے ہیں۔ پڑوس میں ایک لڑکی رہتی ہے ایک دن اپنی سہنی
سے کہنے لگی جی چاہتا ہے عمران کی تھو تھنی مصل کر رکھ دلوں اور مجھے بھی بعض تھو تھنیاں ایسکا
زہر لگتی ہیں۔!“

”چھابس اب خاموش رہو....!“ بائیں جانب والا اڈپٹ کر بولا۔

”اے عجیب لوگ ہو تم بھی۔ بھی پیدا محبت سے بات کرتے ہو کبھی پھلا کھانے دوڑتے ہو۔!“
”ہم ایسے ہی ہیں تم چپ بیٹھو....!“

”بلکہ چپ کر جاؤں خواہ اردو کی ایسی کی تھی ہی کیوں نہ ہو جائے۔!
”یہ واقعی پاگل معلوم ہوتا ہے۔!“ دائیں جانب والے نے اپنے ساتھی سے کہا۔

”تم خاموش کیوں نہیں رہتے۔!“ ساتھی بولا۔

”شباش یہ ہوئی اردو.... ورنہ تم یہ کہتے کہ تم ہی کیوں نہیں چپ کر جاتے۔!“ عمران پر
سرت لجھ میں بولا۔

”نہیں اردو نہیں پڑھاؤ....!“ بائیں جانب والا غریا۔

”پڑھ لو.... بروز قیامت کام آئے گی۔ دنیا میں تو انگریزی سے بھی کام چل جاتا ہے۔!“

”تم عجیب آدمی معلوم ہوتے ہو۔!“ دائیں جانب والے نے کہا۔ ”اتنی دیرے ادھر ادھر کی
بکواس کئے جا رہے ہو لیکن ایک بار بھی یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ اس طرح کہاں لے
جا رہے ہو....؟“

”میرے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ کیونکہ خود سے کہیں بھی نہیں جاتا۔ ملاقات کے
خواہ مند اسی طرح پکڑو ابلاطے ہیں۔!“

”تم کیوں فضول باتیں کر رہے ہو....؟“ بائیں جانب والے نے اپنے ساتھی کو لکھا۔

”ٹھیک ہے.... نہیں خاموش رہنا چاہئے۔!“

”شباش....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”سعادت مند بچے ایسے ہی ہوتے ہیں۔!
”تم بھی خاموش رہو۔!“

”بہت بہتر جناب عالی۔!“ عمران نے کہا اور طویل سانس لے کر سوپنے لگا۔ کہیں یہ خان داور
نی دالا قصہ نہ ہو۔ ممکن ہے اُس کے حواری یہی سمجھتے ہوں کہ وہ اُسی کے ہاتھوں اپنے انعام کو
پہنچا تھا۔ لیکن اگر وہ انتقام ہی لینا چاہتے ہیں تو اس تکلف کی کیا ضرورت تھی۔ وہیں پار گلگ بلاٹ
پر ہی گولی مار دی ہوتی۔ وہ قطعی بے خبر تھا۔ نہیں یہ اور کوئی چکر معلوم ہوتا ہے۔ مگر ان دونوں
نے ابھی خان داور کا ذکر کیوں چھیڑا تھا۔ دفعتاً گاڑی رک گئی۔ بائیں جانب والے نے دروازہ کھول
کر پھر تی سے اترتے ہوئے کہا۔ ”تم بھی اترو.... خبردار پستول کی زد پر ہو۔!
”مجھے علم ہے کہ بُری طرح زد پر ہوں.... بار بار یاد نہ دلاؤ۔ ویسے بھی میں اس سفر کا مقصد

روشنی میں نہا گیا اور بالکل مشینی انداز میں اُس کاریوالور والا ہاتھ پتھر کے نیچ ریگ گیا۔
دوسرے ہی لمحے میں کسی کی لکار سنائی دی۔ ”تم نشانے پر ہو... اپنی گن زمین پر ڈال کر
ہاتھ اٹھا دو...!“

عمران دونوں ہاتھ اٹھاتا ہوا بولا۔ ”میرے پاس گن نہیں ہے۔!“

”سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔!“

”سیدھا کھڑا ہو گیا۔!“ عمران نے اٹھتے ہوئے لکار نے والے کی نقل اُتادی۔
روشنی اب بھی اُسی پر پڑ رہی تھی۔

”آگے بڑھو...!“ حکم ملا۔

وہ چلے لگا اور روشنی اُس کے ساتھ ساتھ حرکت کرتی رہی۔ پھر وہ دونوں بھی دکھائی دیئے جو
اُسے یہاں تک لائے تھے اور تیسرا قریب ہی اوندھا پڑا نظر آیا۔

بہر حال اُسے جلدی سے ایک چھوٹی سی چوبی عمارت کے قریب پہنچا دیا گیا۔ جو اونچی اوپری
چٹانوں سے گھری ہوئی تھی۔

”اندر چلو...!“ عقب سے کسی نے درشت لجھے میں کہا۔ ”یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔!“
”کیا اچھا نہیں کیا۔...؟“ عمران نے مڑے بغیر پوچھا۔

”یہ ایک پُرانا منش تھا لیکن تم نے ہمارے ایک آدمی کو زخمی کر دیا۔“
”گھاس تو نہیں گھا گئے۔ میں نے کیسے زخمی کر دیا۔ میرے پاس کیا تھا۔ اندھیرے میں ٹھوکر
کھا کر گر اور تمہارے آدمیوں نے فائر گر شروع کر دی۔!“

”یہ جھوٹ بول رہا ہے۔!“ دوسری آواز آئی۔ ”اس نے لاتیں بھی چلائی تھیں۔!“
”جلدی سے اٹھ بیٹھنے کو اگر تم لاتیں چلانا سمجھتے ہو تو سمجھا کرو... میرا کیا جاتا ہے۔!“ عمران
نے کہا۔

”چلو... اندر چلو...!“

وہ بدستور ہاتھ اٹھائے ہوئے عمارت میں داخل ہوا اور اس طرح دیدے پچانے لگا جیسے تیز
قلم کی روشنی بصارت پر اثر انداز ہوئی ہو۔

”خدا کی پناہ... تو تم بھی۔!“ ایک جانی بیچانی سی نسوائی آواز سماعت سے نکل رہی اور عمران
جہاں تھا وہیں رک گیا۔

معلوم کے بغیر فرار ہونے کی کوشش نہیں کروں گا۔!“
انہوں نے اُسے گاڑی سے اُتارا اور تیسرا آدمی جو گاڑی ڈرائیور کرہاتا تھا تاریچ روشن کر کے اُن
کے آگے پلٹنے لگا۔ عمران کے دونوں پہلووں سے اب بھی پستول لگے ہوئے تھے اور وہ دفعتاً پوکو
کر گزرنے کا راہ نہیں رکھتا تھا۔ کیونکہ اسکی کوئی حرکت خود کشی ہی کے متلاف ہوتی۔ رات
ہموار تھا۔ پتہ نہیں وہ اُسے کپاں لے جا رہے تھے۔ اس دیرانے میں کسی عمارت کی موجودگی خال
تھی۔ آخر یہ لوگ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ بے خیال کے عالم میں ان کے ہتھے چڑھاتا اور بے بھی سے
یہاں تک چلا آیا تھا۔ اگر انہیں اس کی جامد حالاشی لینے کا خیال آگیا تو وہ نہتا بھی ہو جائے گا۔ لہذا
قبل اس کے کہ انہیں عقل آجائے اُسے کوئی تدبیر کر لیں چاہئے۔ بس پھر ساری احتیاطوں کو
بالائے طاق رکھ کر وہ لڑکھڑایا اور کہنوں کے مل گر پڑا۔ پھر وہ دونوں سنبھلنے بھی نہیں پائے تھے
کہ انہیں دو بھر پورلاتوں کا سامنا کرنا پڑا۔

”کیا ہوا... کیا ہوا...!“ کہتا ہوا تیسرا آدمی پلٹ پڑا جس کے ہاتھ میں تاریچ تھی۔

عمران کاریوالور ہب پاکٹ سے نکل آیا تھا۔ سناٹے میں ایک فائر گونجا اور ناریچ اُس کے ہاتھ
سے نکل کر دور جا پڑی اور اس کے بعد تو انہوں نے فائر ہند فائر ہول سے سناٹے کا سینہ چھلنی ہو کر رہ گیا
تھا۔ شام کے وہ دونوں اپنے ریوالور خالی کر دینے پر تل گئے تھے۔ لیکن کس پر...؟ عمران تو اتنی دیر
میں اُن سے خاصے فاصلے پر ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں پناہ لے چکا تھا اور اُسے وہ ناریچ یہاں سے
صاف نظر آ رہی تھی جو تیرے آدمی کے ہاتھ سے گری تھی۔ اب بھی روشنی تھی لیکن اُس کا
رخ عمران کی طرف نہیں تھا۔

اپنے ریوالور خالی کر دینے کے بعد شام کے وہ انہیں دوبارہ لوڑ کر رہے تھے لیکن جہاں بھی تھے
وہاں سے جبش نہیں کرنا چاہتے تھے۔ عمران کے ریوالور سے صرف ایک ہی فائر ہوا تھا اور وہ یقین
کے ساتھ نہیں کہہ سکتا تھا کہ ناریچ والا صرف زخمی ہوا تھا یہی شے کی نیند سو گیا تھا۔

عجب سانس انسانی فضائیں طاری تھا اور کچھ فاصلے پر پڑی ہوئی وہ روشن ناریچ عجیب تر گرہی تھی۔
عمران نے جیب سے چیزوں کا پیکٹ نکالا اور ایک پیس منہ میں رکھ کر اُسے اس طرح کلکنے لگا جیسے کچھ
ہوا ہی نہ ہو اور وہ ساری زندگی اُسی پتھر کی اوٹ میں بیٹھنے رہ کر گزاز سکتا ہے۔ لیکن یہ دلجمی کی
کیفیت دیر پاتا بات نہ ہو سکی۔ دوسرے ہی لمحے میں خیال آیا کہ کہیں آس پاس ہی وہ لوگ بھی نہ
موجود ہوں جن کے لئے اُسے یہاں لایا گیا تھا۔ بس پھر وہ وہاں سے گھکنے ہی والا تھا کہ تیز قلم کی

بائیں جانب مژ کر دیکھا۔ میریا چند قدم کے فاصلے پر کھڑی نظر آئی۔ کمرے میں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

”بہت خوب....!“ عمران نہیں کر بولا۔ ”اس مذاق کی کیا ضرورت تھی۔ وہ بھی بلایا تھا گرینہ میں اور میز پر کھانا یہاں لگایا جا رہا ہے۔!“

”میں کچھ نہیں جانتی.... یہ لوگ مجھے ریو الورڈ کھا کر یہاں لے آئے ہیں۔!“

”کیسا تھا....؟“

”کیا....؟“ وہ تمہرانے لجھ میں بولی۔

”ریو الورڈ....؟“

”بے تکلی نہ ہاگو....!“ وہ روہانی ہو کر بولی۔ ”آخر یہ سب کیا ہے۔!“

”بینچے جائیے مسٹر عمران.... اور آپ بھی تشریف رکھئے محترمہ....!“ کسی نے کہا اور ”آواز کی سمت متوجہ ہو گئے۔

دائیں جانب والے دروازے میں ایک باریش سفید فام آدمی کھڑا نظر آیا۔ عمر چالیس اور پچاس کے درمیان رہی ہوگی۔ گھٹیلے جسم والا اور دراز قد تھا۔ بڑی نکھری سترہ اردو میں انہیں خاطب کیا تھا۔ عمران نے پھر اولاد کی طرح دیدے نچائے۔!

”میں نے عرض کیا تھا کہ تشریف رکھئے....!“ اس نے پھر کہا۔

”آپ کی تعریف....!“ عمران نے میریا سے پوچھا۔

”میں کیا جاؤں....!“

”جی ہاں! وہ نہیں جانتیں.... آپ لوگ براہ کرم تشریف رکھئے۔ یہ ایسا ہی معاملہ ہے کہ ہمیں یہ ناشارتہ حرکت کرنی پڑی۔!“

”اچھا.... اچھا....!“ عمران خوش ہو کر بولا۔ ”خیر کوئی بات نہیں۔ آپ کہتے ہیں تو ہم بینچے جاتے ہیں۔!“ پھر اس نے میریا کو بینچے جانے کا اشارہ کیا اور خود بھی بینچے گیا۔

میریا حیرت سے کبھی نووارد کو دیکھتی تھی اور کبھی عمران کو۔....

نووارد سامنے والی کری پر بیٹھتا ہوا بولا۔ ”میرا نام وہاں مشروم ہے۔!“

”جس کا اردو ترجیح ہوا سفید گل مٹا۔....!“ عمران چپک کر بولا۔

”مسٹر عمران سنجیدگی اختیار کیجئے۔!“ اس نے کسی قدر تیکھی سے کہا۔

”تصویر کون لے گیا...؟“
”ملڑی کے کچھ لوگ تھے۔ میں نے ان کی وردیوں سے انہیں بیچانا تھا۔ اس سے زیادہ اور کہ
نہیں جانتی۔!“

”شیرال نے خصوصیت سے آپ ہی کو اپناوارث کیوں قرار دیا تھا....؟“
”میں نہیں جانتی جناب.... یہ سب کچھ میری توقعات کے خلاف ہوا ہے۔ میں تصویر بھر
نہیں کر سکتی تھی۔!“
”حالانکہ اُس کی اصل وارث روزا پاگل یو تھی۔!“
”خود موسیو شیرال نے اس کا تند کرہ کبھی نہیں کیا تھا۔!“
”بہر حال مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں مجھے تو اپنی تصویر چاہئے۔!“
”آپ نے چوری کی رپورٹ تودر ج کرائی ہی ہو گئی۔!“ دفعتاً عمران نے اُس سے سوال کیا۔
”یہی تو دشواری ہے.... مسٹر عمران کہ میرے غیر کی غفلت سے ایسا نہیں ہو سکا تھا ورنہ
میں براہ راست دعویٰ کرتا۔!“

”لیکن آپ نے جس انداز میں ہمیں بلوایا ہے قطعی پسند نہیں آیا۔!“
”جبوری مسٹر عمران.... اس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔ ویسے آپ نے میرے ایک
آدمی کو زخمی کر دیا ہے۔!“
”اوہ.... آپ بھی یہی فرمائے ہیں۔ میں قطعی غیر مسلح تھا۔ میں نے ہرگز اُس پر نہ
نہیں کیا تھا۔ کیا آپ کے آدمی میری جامہ تلاشی لئے بغیر بیہاں لک لائے ہوں گے۔!
اُس نے ان دونوں مسلح آدمیوں کی طرف دیکھا جو دروازے کے قریب کھڑے تھے اور ان
میں سے ایک ہٹکلایا۔ ”یہ سر.... ہم نے جج.... جامہ تلاشی لی تھی۔!“

”تو پھر اُس پر کس نے فائز کیا....؟“
”پپ پتا نہیں جناب! فائز کی آوازن کر ہم نے بھی فائزگ شروع کر دی تھی۔!
”اوہ.... تو.... یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو۔ جاؤ دیکھو.... کون ہو سکتا ہے....؟“ وہ جو نہ
کر دھاڑا اور دونوں جلدی سے باہر نکل گئے۔
”میری تو عقل ہی پچکا کر رہ گئی ہے۔!“ عمران دونوں ہاتھوں سے سرخام کر کر اہل
”اب ہم واپس کیسے جائیں گے....؟“ میریا منتنا۔

”نی المآل آپ دونوں میرے مہمان رہیں گے۔ والپسی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!“ سفید
قام ابھی نے کہا۔
”کب ہو گا....؟“ عمران نے بڑے بھولے پن سے پوچھا۔
”مسٹر عمران آپ مجھے بے وقوف نہیں بنائے۔!“
”انتے یقین کے ساتھ نہ کہئے۔!“
”تو کیا آپ واقعی بے وقوف بارہے ہیں۔!“
”اس سلسلے میں ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کر سکا۔!“
”معاملات کو الجھانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ میری مرخصی کے بغیر آپ یہاں سے نہیں
جا سکیں گے۔!“
”خاصاً یہ فضاظ مقام معلوم ہوتا ہے۔!“ عمران اگڑائی لے کر بولا۔ ”لیکن مسٹر مشروم ایک
بات میری کبھی میں نہیں آئی۔!“
”کوئی کی بات مسٹر عمران....؟“
”یہی کہ موسیو شیرال آپ کی تصویر چڑا کر محلہ خارجہ کے حوالے کیوں کرنا چاہتے تھے۔!
”مجھے خود بھی اس پر حیرت ہے۔!“ ابھی نے کہا۔ ”آپ کا اس سلسلے میں کیا خیال ہے؟“
”میں تو بڑی مصیبت میں پڑ گیا ہوں۔!“
”شیرال سے آپ کا کیا تعلق تھا....؟“
”تعلق....؟“ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”اگر مجھے اس ہیر پھیر کا علم ہوتا تو کبھی اس پر
رجمنہ کھاتا۔!“
”کس طرح ملاقات ہوئی تھی....؟“
”لیکن ایک شام کلب میں مل بیٹھے تھے۔ اُس کی شکل پر چھائی ہوئی تیکی نے مجھے بہت متاثر
کیا۔ اُس نے بتایا کہ وہ چند دنوں کا مہمان ہے اس لئے خوش رہنا چاہتا ہے۔ لہذا میں نے اُسے کئی
لطیفے سنائے اور وہ بہت خوش ہوا۔ پھر اُس نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اُس کا مہمان بن
جاؤں۔ میں نے سوچا کہ یہ تو چوبیں گھنٹوں کی بوریت ہو گی۔ لہذا اُس کی یہ درخواست بڑی
خوبصورتی سے رد کر دی کہہ دیا کہ و تفاوت اس سے ملتا ہوں گا۔ لیکن اُس کی کوئی میں قیام
نہیں کر سکتا۔ بس اس طرح دوستی ہو گئی تھی۔ دراصل میں اس کا حوصلہ بڑھانے کی کوشش کرتا

تھا۔ اسے باور کرنا تھا کہ موت کا ایک وقت میعنی ہے جاہے کینسر کی وجہ سے واقع ہو جائے چاہئے
بواسیر کی وجہ سے۔ اوہ... خدا کی پناہ...!

اچانک خاموش ہو کر وہ اجنبی کو حیرت سے دیکھنے لگا۔

”کیوں کیا بات ہے۔ اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں۔!“ اجنبی نے کہا۔

”مایی ڈسیر مسٹر مشروم آپ بواسیر کے مریض معلوم ہوتے ہیں۔!“

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔!“ وہ گزبردا کر بولا۔

”میں شرط لگانے کو تیار ہوں۔!“

”خواہ مخواہ...!“

”یقین کیجئے... مسٹر مشروم بسا لو قات مریض کو بھی پتا نہیں چلا کر وہ بواسیر میں بتتا ہے۔“

”اور آپ کو پتہ چل جاتا ہے۔!“ اُس نے طغیری سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

”بالکل.... بالکل.... یہ طب مشرق کے اسرار ہیں۔!“

”میں نہیں سمجھا۔!“

”طب مشرق کے مطابق بواسیر کی علامات سب سے پہلے چہرے پر ظاہر ہوتی ہیں۔ آپ کا

”دائیں طرف کی منچھ بائیں طرف والی سے چھوٹی ہے۔!“

”نہیں....!“ وہ اپنی منچھیں ٹوٹا ہوا بولا۔

”صرف دولی میڑ کا فرق ہے۔ یقین نہ آئے تو ناپ کر دیکھ لجئے۔!“

”فضول بات....!“

”ناپ کر دیکھئے اگر میر اندازہ غلط ثابت ہو تو گولی مار دیجئے گا۔!“

”میں واقعی گولی مار دوں گا۔!“ وہ جھنجلا کر بولا۔

”شوق سے.... جائے ناپ لجئے۔!“

”میرے پاس اسکیل نہیں ہے۔!“

”تائگ سے ناپ لجئے۔ فرق تو ظاہر ہو جائے گا۔!“

”تم ان دونوں پر نظر رکھنا میں ابھی آیا۔!“ اجنبی نے تیرے مسلح آدمی سے کہا جو دروازے۔

”کے قریب کھڑا تھا۔

پھر وہ چلا گیا اور میری حیرت سے عمران کو دیکھتی رہی لیکن وہ خود اس کی طرف متوجہ نہیں ہے۔

”اوہ.... تو میر اندازہ درست نکلا۔!“

اور اس کے چہرے پر تشویش کے ایسے ہی آثار پائے جاتے تھے جیسے اجنبی کے ”بواسیر غم“ میں

برابر کا شریک ہو۔

ونقٹا میریا لکھا ری اور وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”یہ تم نے کیا شروع کر دیا ہے....؟“ وہ آہستہ سے بولی۔

”میں نے شروع کیا ہے....؟ بھلا اس کی بواسیر سے میرا کیا تعلق....؟“

”یہ کہاں آچھے ہیں۔!“

”تم ہی بتاؤ.... تم پہلے آئی تھیں لیکن آئیں کس طرح۔!“

”مہمازی خراب ہو گئی تھی۔ فون کر کے لیکسی میگوائی اور لیکسی نے گرینڈ کی بجائے یہاں پہنچا دیا۔!“

”شاید اس کے مقدار میں بواسیر سے صحت بیابی میرے ہی ہاتھوں ہوئی لکھی ہوئی تھی۔!“

”پتا نہیں تم کیا کر رہے ہو....؟“

”پیٹ پالنے کے لئے کوئی نہ کوئی پیشہ تو اختیار کرنا ہی پڑے گا۔ تمہاری طرح مجھے کوئی بہت

بڑی جائیداد تو نہیں مل گئی ہے۔!“

”یہاں پیشہ اختیار کرنے پڑھے ہو۔!“

”اس سے پہلے کوئی ایسا مریض ملا ہی نہیں۔ پھر کیوں نہ موقع سے فائدہ اٹھاؤں بغیر آپ پریش

سے غائب۔!“

”مگنڈی باتیں مت کرو....!“

”اوہ.... آئی ایم سوری۔!“ اُس نے سختی سے ہونٹ بھیجن لئے اور اس مسلح آدمی کو گھورنے

لکھا جو دروازے کے قریب کھڑا تھا۔ اسے بے اختیار ہی آگئی۔ دیکھی ہی تھا۔

”نہیں.... تم ٹھیک ٹھاک ہو۔!“ عمران سر ہلا کر سنجیدگی سے بولا۔

”کیا واقعی وہاں تھا صاحب....؟“ وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔ کیونکہ اُس نے قدموں

کی چاپ سن لی تھی۔

مشrod مکرے میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ عمران مستفسرانہ

ناظر ہوئے اسے دیکھا رہا۔

”میں نے کہیں یہ علامت نہیں سنی۔!“

”اوہ.... تو میر اندازہ درست نکلا۔!“

”پھر وہ چلا گیا اور میری حیرت سے عمران کو دیکھتی رہی لیکن وہ خود اس کی طرف متوجہ نہیں ہے۔“

”اوہ.... تو میر اندازہ درست نکلا۔!“

”ہاں کسی قدر جھوٹی ہے۔ لیکن میں اسے تسلیم نہیں کر سکتا۔“

”نہ کہجئے.... لیکن جیسے ہی برسات کا موسم شروع ہو گا۔ آپ بیٹھنے کو تراس جائیں گے۔ علامت بادی بواسیر کی ہے۔ اتنا شدید درد اٹھتا ہے کہ آنکھیں نکل پڑتی ہیں۔“

”بس... میرا وقت بر بادنہ کہجئے۔“

”اچھا تو جو بتائیے وہ کروں....!“

”وہ تصویر آپ ملکہ خارجہ کے کس آفیسر کے حوالے کرتے...؟“

”وزارتِ خارجہ کے سکریٹری کے...!“

”لیکن اسے آئی ایس آئی والے لے گئے۔!“

”اور میں نے وزارتِ خارجہ کے سکریٹری کو ان حالات سے آگاہ کر دیا۔!“

”میں نے آپ کے بارے میں خاصی معلومات فراہم کر لی ہیں۔!“

”ضرور کر لی ہوں گی۔!“

”میں یقین نہیں کر سکتا کہ آپ نے تصویر یونہی ان لوگوں کے حوالے کر دی ہو گی۔!“

”بالکل مفت....! یقین کہجئے کہ انہوں نے کوئی معادضہ مجھے ادا نہیں کیا۔!“

”میں معادضے کی بات نہیں کر رہا۔!“

”پھر کیا کہنا چاہتے ہیں....?“

”یہ ناممکن ہے کہ آپ نے اس پینٹنگ کے کیمروں فوٹو اٹارے بغیر ان کے حوالے کر دیا۔!“

”کیا وہ کسی محظوظ دلواز کی تصویر تھی کہ مجھ سے ایسی کوئی حرکت سر زد ہو جاتی۔!“

”دو دھپلاتی ہوئی گدھی.... ہونہہ....!“ عمران بُرا سامنہ بنا کر دوسرا طرف دیکھنے لگا۔

”تم جھوٹ بول رہے ہو۔!“ دفعٹا جنی طیش میں آکر بولا۔

”تیز سے تیز سے مسٹر مشردم....!“

”ورنہ تم کیا کرو گے....?“

”افسوں کہ ان خاتون کی موجودگی میں کچھ زیادہ نہیں کر سکوں گا۔!“

”جب تک وہ فوٹو گراف میرے حوالے نہیں کر دو گے تم دونوں کی رہائی یہاں سے ناممکن ہوئی۔“

”ماں دیزیر مسٹر مشروم تم آخر ہو کیا چیز.... اور اس بے تکلفی کی وجہ کیا ہے۔ اگر“

”تمہاری ہی تھی تو تم فوٹو گراف لے کر کیا کرو گے۔!“

”میں دیکھوں گا کہ شہزادے اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی تو نہیں کر دی تھی۔!“

”لیکن افسوس کہ مجھے اس کا فوٹو گراف لینے کی سو جھی ہی نہیں تھی.... اور میں اب تک“

”میں ہوں کہ آخر اس گدھی سے ملکہ خارجہ یا آئی ایس آئی کو کیا چیز ہو سکتی ہے اور روزا پا لگریوں“

”انے کیوں حاصل کرنا چاہتی تھی اور کیا اُسے حاصل کرنے کی کوشش کسی قسم کا جرم تھا کہ آئی“

”ایس آئی والے اُسے دھر لے گئے....؟“

”کیا تم اتنے ہی بھولے ہو مسٹر عمران.... جتنا ظاہر کر رہے ہو۔!“

”ان سے پوچھ لو کہ میں لکھا بھولا ہوں۔!“ ”عمران میریا کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

”دفعٹا جنی نے چونک کراپے آدمی سے پوچھا۔ ”وہ دونوں ابھی واپس نہیں آئے....؟“

”نہیں جناب....!“

”تم لوگوں نے آنکھیں کھلی نہیں رکھیں۔ شاید کوئی اور بھی ہے۔!“ وہ اٹھتا ہوا بولا۔

”میں دیکھوں جناب....!“

”نہیں تم یہیں بھثہر کر ان کی نگرانی کرو۔!“ اس نے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔ عمران نگرانی

کرنے والے کو آنکھ مار کر مسکرا لیا۔

”کوئی گڑ بڑھڑنا ک ثابت ہو گی جناب۔“ وہ اپنی اٹھیں گن کو جہنم دے کر بولا۔

”تمہارا صاحب اردو ابھی بول لیتا ہے۔ لیکن سچ نجخ بواسیر کا مریض ہے۔!“

”مجھے کیا....؟“ اس نے شانے اچکائے۔

”پکھ پکھ پاگل بھی لگتا ہے۔!“

”براؤ کرم مجھ سے ایسی باتیں نہ کہجئے۔!“

”تم بھی اپنے صاحب ہی کی طرح بے حد شاشتہ معلوم ہوتے ہو۔!“

”براؤ کرم خاموش رہئے۔!“

”میں تمہیں ہاتوں میں الجھا کر نکل جائے کی تاک میں نہیں ہوں۔!“

”وہ کچھ نہ بولا۔ میریا کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے اور کبھی کبھی وہ عمران کو غصیل نظر دیں۔ لیکن لگتی تھی۔ آخر کچھ دیر بعد بولی۔ ”کیا یہیں رات گزارنے کا رادھے....؟“

”تم جاؤ....!“ دعوت تم نے دی تھی۔ اگر کوئی ہی میں انتظام کر لیا ہو تا تو اس دشواری میں

کوں پڑتے۔!“

”بس ہو گئی حماقت.... لیکن میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی!“
”بے حد منحوس گدھی تھی!“
”آخر تھی کیا بلے...؟“

”یورڈ پین معلوم ہوتا ہے۔ روزا بھی یورڈ پین ہی تھی۔ آخر یورپ میں گدھیوں کو اسی
عروج کیوں حاصل ہو رہا ہے....؟“
”اگر کوئی ڈھنک کی بات نہیں کر سکتے تو خاموش رہو۔!“
”یہاں کھانے میں کیا مل سکے گا....؟“ عمران نے مسلح آدمی سے پوچھا
”میں کچھ نہیں جانتا۔!“
”تب تو یہ بڑی عجیب بات ہے۔ کیا تم رات کا کھانا کھا چکے ہو....؟“
”میں کسی بات کا جواب نہیں دوں گا۔ براہ کرم خاموش رہئے۔!
”یہ کس قسم کی بندوق ہے!“ میریا نے عمران سے پوچھا۔ اشراہ اشین گن کی طرف تھا
”ٹریگر دبڑتے ہی بیک وقت متعدد گولیاں نکلتی ہیں اور آدمی چھلنی ہو کر رہ جاتا ہے۔!“
”مخفیہ سانس لے کر بولا۔
”سلیح آدمی اشین گن کی طرف متوجہ ہو گیا۔

111

انہوں نے کمرے سے نکل کر دروازہ بند کر دیا۔ مگر ان کرنے والے کو اسی میں عافیت نظر آئی
تھی کہ عمران کے مشورے پر عمل کرتا۔
باہر اندر ہیرے اور سنائے کا وہی عالم تھا۔ عمران نے میریا کا بازو پکڑ کر کہا۔ ”ہوشیاری سے چلو
کہیں ہاتھ منہ توڑ بیٹھنا۔!“
”مم... مجھے ڈر لگ رہا ہے۔!“
”آن کے پاس ایک بہت ہی طاقت و سریع لائٹ بھی ہے۔!“
”تم اور ڈر ار ہے ہو۔!“
عمران اندازے سے اس جگہ تک پہنچ گیا جہاں اُس نے ایک پھر کے نیچے اپناریو اور چھپا
قداریو اور حاصل کر لیتے کے بعد وہ سوچنے لگا۔ کیا وہ گاڑی اب بھی دہیں پر موجود ہو گی۔ جس پر
اسے یہاں تک لاایا تھا۔
پھر وہ اُس جانب بڑھتی رہے تھے کہ سریع لائٹ فنا میں پکرانے لگی۔ عمران نے میریا کو زور
سے کھینچا اور وہ گرتے گرتے پنجی۔ دونوں جہاں تھے وہیں لیٹ گئے اور عمران نے کہیوں کے مل
ہو کر اشین گن کا درخواست طرف کر دیا جو در سریع لائٹ پھینکی جا رہی تھی۔
”اب کیا ہو گا۔!...!“ میریا پانچتی ہوئی بولی۔
”آرام سے واپسی ناممکن معلوم ہوتی ہے۔ چپ چاپ پڑی رہو۔!“ عمران نے آہستہ سے
کھل۔ وہ دونوں سریع لائٹ کی زد پر نہیں تھے۔ روشنی کا دائرہ کئی بار ان کے اوپر سے گزر گیا تھا۔
”لب یونہی دم سادھے پڑی رہو۔!“ عمران پھر بولا۔
”خداعات کرے اُسی تصور یور۔ کو۔ آخر اس میں کون سے ہیرے جواہرات جڑے ہوئے تھے۔!
”گدھیوں اور گدھیوں کے عروج کا زمانہ ہے۔!“ عمران بولا۔
”کہیں میں پاگل بند ہو جاؤ۔!“
”اُس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ وہ بار برداری والی گدھی نہیں معلوم ہوتی۔!
”تمہاری باتیں اور دماغ خراب کرتی ہیں۔!
”بُس اب اسی طرح لیٹے لیٹے ہی داہنی جانب مڑ کر ریگنا شروع کر دو۔!
”یہ مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔!
”انھ کر چلو گی تو سریع لائٹ کی زد میں آ جاؤ گی۔!

وسرے ہی لمحے میں انہی اشارت ہوا تھا اور گاڑی حرکت میں آگئی تھی۔
 ”اُس مردوں نے موسیو شیر اس پر چوری کا لازم لگای تھا۔“ میریا کچھ دیر بعد بولی۔
 ”وہ صرف معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔“
 ”میاچھ تم نے اُس کے کیسہ فٹولے تھے....؟“
 ”اب تم بور کر دگی!“
 ”اوہ.... مجھے کیا.... کوئی اور بات کرو!“
 ”میا بات کرنا ضروری ہے....؟“
 ”پا نہیں.... کس قسم کے آدمی ہو....!“
 ”مجھے اپنے آدمی ہی ہونے پر شہر ہے!“
 ”تم نے جب اُس کے منہ پر جہاڑن پھینکا تھا تو اُس نے گن چل جاتی تو کیا ہوتا....؟“
 ”ہماری لاشیں وہیں پڑی رہ گئی ہو تیں!“
 ”میں خواہ تجوہ ماری جاتی!“
 ”بہتر ہو گا کچھ دنوں کے لئے کہیں اور چلی جاؤ۔ اب تو یہ قصہ چل لکا ہے۔!“
 ”آخر دہ کیسی تصویر ہے....؟“
 ”شاید تم جاؤ سی ناول نہیں پڑھ سکیں۔!“
 ”مجھے دلچسپی نہیں....!“
 ”بُس تو پھر گول ہو جاؤ!“
 ”کیا مطلب....!“
 ”یہ معاملات تہاری کبھی میں نہیں آئیں گے۔!“
 ”لیکن میرے لئے بھی تو خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ اگر اس وقت تم نہ ہوتے تو میرانہ جانے کیا خوش ہوتا۔!“
 ”میرے پہنچنے سے قبل کیا باتیں ہوئی تھیں۔!“
 ”کچھ بھی نہیں.... وہ میرے کسی سوال کا جواب ہی نہیں دیتے تھے.... اور وہ اردو دان اگریز تو تمہارے پہنچنے کے بعد ہی دکھائی دیا تھا۔!
 ”میکلی میں پہنچوں اتنا نہیں معلوم ہوتا کہ ہم شہر تک پہنچ سکیں۔!“

”خداؤندامیں کیا کروں۔!“ وہ منناہی۔
 ”جو کہہ رہا ہوں اُس پر عمل کرو.... ورنہ میں تو مارا ہی جاؤں گا۔!
 ”لب تو پچھتا بھی بے کار ہے۔!
 ”کس بات پر....؟“
 ”اسی پر کہ میں نے موسیو شیر اس کی ملازمت اختیار کی تھی۔!
 ”آدمی کی فطرت....!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔
 ”جو چاہو کہہ لو.... معمولی حالات میں اس وقت میں اپنے بستر پر ہوتی۔!
 ”دولت مندی ویسے بھی کائنوں کی سچ کھلاتی ہے۔!
 ”بس ختم کرو.... میں نے رینگنا شروع کر دیا ہے۔!
 ”شabaش.... اسی طرح آگے بڑھی رہو۔!
 ”بڑی دشواری سے وہ اُس مسطع جگہ تک پہنچنے سکے تھے۔ جہاں سے گاڑی کا ہیوں زیادہ دور نہیں تھا
 ”وہ.... وہ کیا ہے....؟“ میریا خوف زدہ لمحے میں بولی۔
 ”وہی گاڑی جس پر مجھے لایا گیا تھا۔!
 ”خدا کرے وہ کنجی اگنسن سے کالانا بھول گئے ہوں۔!“ میریا بولی۔
 ”کنجی نہ ہونے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ البتہ اگر میکنی خالی ہوئی تو وہ گدھی ہوتے گی۔ جس کی وجہ سے ہم اس حال کو پہنچے ہیں۔!
 ایک بڑے پھر کی اوٹ میں رک کر عمران نے ایک سکنری المھا کر اچھائی تھی اور گاڑی
 چھت پر اس کے گرنے کی آواز آئی تھی.... اور پھر سننا چھا گیا تھا۔
 ”یہ کیا کر رہے ہو....!“ میریا آہستہ سے بولی۔
 ”کوئی آس پاس موجود ہو گا تو ادھر متوجہ ہو جائے گا۔!“ عمران نے کہا اور اندر ہیرے
 آنکھیں پھاڑنے لگا۔ نزدیک ودور کسی قسم کی بھی حرکت محسوس نہ کر سکا۔
 ”انہو اور تیزی سے گاڑی تک پہنچنے کی کوشش کرو۔!“ اس نے میریا کاشانہ پکڑ کر کہا۔
 گاڑی میں بیٹھ جانے کے بعد وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔ ”جلدی کرو کہیں کوئی نہ آجائے۔
 ”اب مجھے گاڑی سے کون اتار سکے گا۔ خاموش بیٹھی رہو۔!“ عمران نے کہا۔ ”کنجی اگنسن
 موجود ہے۔!

”پھر کیا ہو گا....؟“

”جبکہ بھی گاڑی رکی وہاں سے پیدل....!“

”ہو سکتا ہے ذگی میں فالوپر دل بھی موجود ہو!“

”دیکھا جائے گا.... اب تم اوٹھا شروع کر دو!“

”کیا چھوڑ بھاگنے کا رادہ ہے....؟“

”خیال نہ انہیں ہے.... تھاری وجہ سے رات کا کھانا بھی گیا!“

”مجھے افسوس ہے!“

”تھارا افسوس میری آنتوں کے کسی کام نہیں آسکتا!“

”واقعی اب شرمندگی کی وجہ سے اوٹھنا پڑے گا!“ اُس نے کہا اور پشت گاہ سے ٹیکا۔
آنکھیں بند کر لیں۔



وزارت خارجہ کے سکریٹری سر سلطان اپنی خواب گاہ میں بے خبر سور ہے تھے۔ اچانک اُن کی گھنٹی بجی اور بجتی ہی رہی۔ دریے سوئے تھے۔ اسلئے اٹھتے اٹھتے بھی گویا جگ بیت گئے۔ بڑھنچلا ہنوں کے ساتھ ریسیور کریڈل سے اٹھایا۔

”گدھی کی لات کھانے والا!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”کیا بکواس ہے.... کون ہے!“ وہ سر جھنک کر دھاڑے اور نیند کے سارے اثرات انہیں سے کافور ہو گئے۔

”مجھے بے چارے کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے جناب عالی!“

اس بارا نہوں نے عمران کی آواز پیچاں لی اور دانت پیس کر رہے گئے۔

”کیا بجا ہے اس وقت!“ وہ ماٹھ پیس میں غرائے۔

”سڑا ہے تین....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”سواؤ حاہی گھنٹے میں لائیں کلتر میں۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ میں سردار گذھ سے بول رہا ہوں!“

”کیا بات ہے....؟“

”تصویر کی کہانی ہمارے درمیان سے باہر کیسے گئی!“

”میں خود بھی تمحیر ہوں۔ بات فارن پر لیں تک پہنچ گئی ہے۔ آج رات ایک غیرہ ملکی۔

لشیں سے اُس سے متعلق ایک مذاکرہ بھی نظر ہوا تھا!“

”اور میر اشتر انشر ہوتے ہوتے رہ گیا!“

”بھی بکواس ہے.... شتر!...!“

”یعنی شامت مینگی فائیڈ...!“

”سنو... میں سوتے سے اٹھا ہوں!“ وہ بہت زور سے غرائے اور عمران اپنی بیتی دہرانے لگا۔

”تو تم اس سلسلے میں کیا کر رہے ہو....؟“ سر سلطان نے پوچھا۔

”فی الحال بھاگ کھڑا ہوا ہوں۔ ٹھیک کو دیکھوں گا کہ کیا چکر تھا لیکن مجھے یقین ہے کہ اب وہ

جگدہ ریان ملے گی اور اُس عمارت کا مالک انسائیکلو پیڈیا میں بھی نہیں مل سکے گا۔!“

”تصویر کہاں ہے....?“

”آپ کی ہدایت کے مطابق آئیں آئی والوں کے حوالے کر دی گئی تھی!“

”فارن پر لیں میں اُس کا پروپیگنڈا ہو جانے کے بعد ہمدرد شواری میں پڑ گئے ہیں!“

”کوئی اور چکر....؟“ عمران نے سوال کیا۔

”مشرقی اور مغربی جرمنی کے سفارت خانوں کے نمائندے اس سلسلے میں مگد و دود کر رہے

ہیں۔ اُن میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ تصویر اُس کے حوالے کر دی جائے!“

”چوکیں....!“

”بہر حال بات جھگڑے کی ہے!“ سر سلطان بولے۔

”ان کے علاوہ کچھ اور ممالک بھی اس میں دلچسپی لے سکتے ہیں۔ روزافرانس کی یکڑ

سردی سے تعلق رکھتی ہے!“

”تم فی الحال یہ معلوم کرنیکی کوشش کرو کہ یہ خبر کسی فارن پر لیں کے نمائندے تک کیسے پہنچی!“

”کھلی مار کام ہے.... اور اب اس سے فائدہ ہی کیا۔ بہر حال خر پہنچ گئی ہے.... اور گدھی

کے چاہنے والے حرکت میں آگئے ہیں!“

”آخر اُس تصویر میں ہے کیا....?“

”ظاہراً ایک گدھی اپنے پچے کو دودھ پلار ہی ہے!“

”لیکن در حقیقت....!“

”لک جناب.... میں اتنا گیا گزرا بھی نہیں ہوں کہ گدھی اور اُسکے پچے پر ریس رج کرنے میں

”ورمے گھاس نہیں کھاتے۔ البتہ بے چاری گدھی... وہ خدا کی پناہ شاند میں واقعی سنکھیا ہوں۔ بہر حال کہنے کا یہ مطلب ہے کہ تفتیش کو آگے بڑھانے کے سلسلے میں آئی اس آئی والوں سے تکراوہ بھی ہو سکتا ہے۔!

”یا مطلب....؟“

”اس قصینے کے فارلن پر لیں تک پہنچنے کے دوہی ذریعے ہو سکتے ہیں۔ شیرال کے لو احقین یا خود آئی اسیں آئی والوں سے تکراوہ بھی ہو سکتا ہے۔!

”تم اس کی پرواہ مت کرو...!“

”بس یہی معلوم کرنا تھا۔!“

”اتنی سی بات کے لئے تم نے اتنی دیر تک الجھائے رکھا۔!“ سر سلطان پھر نرم ہوئے۔
”گدھی نے میری عقل خبط کر دی ہے۔!“

”تمہیں اس میں کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔ مجھے اس پر حیرت ہے۔!“

”کسی خاص بات کی نشاندہی اُس وقت تک نہیں کہ سکوں گا جب تک اپنے بھگے کی لیبارڈری تک نہیں پہنچ جاتا۔!“

”اوہ.... تو اس کا یہ مطلب....!“

”خدا حافظ۔!“ کہہ کر عمران نے رابطہ منقطع کر دیا تھا اور سر سلطان رسیور ہاتھ میں لئے اسے گھوڑتے رہے تھے۔ پھر نہ اسامنہ بنا کر رسیور کریڈل پر رکھا اور بستر پر لینے بھی نہیں پائے تھے کہ فون کی گھنٹی دوبارہ بجھے گئی۔!

”مجھے توبہ ریثماز منٹ لے ہی لینا چاہئے۔!“ وہ دانت پیس کر بڑی بڑائے اور رسیور کریڈل سے اٹھا لیا۔

”سلطان اسکیں گل...!“ انہوں نے ماٹھ پیس میں کہا۔

”بجزل والی زیستی...!“ دوسرا طرف سے آواز آئی۔

”اوہ.... اس وقت.... خیریت....!“

”تمہارا وہ آدمی کہاں ہے جس نے باول دے سوف میرے آدمیوں کے حوالے کی تھی؟“

”سردار لگڑھ میں۔!“

”اس سے کہو کہ ہم سے رابطہ قائم کرے۔!“

جاوہنگا۔ ہو سکتا ہے کہ اقوامِ مغرب گدھی اور انہیکے پچھے سے کسی قسم کا جذبائی لگاؤ رکھتی ہوں۔!
”فضل باتیں مت کرو... شیرال کے لو احقین پر کڑی نظر رکھو۔!
”میں نہیں سمجھا۔!
”اس کی سیکریٹری کے بارے میں کیا خیال ہے۔!
”سانوںی رنگت کے علاوہ اس میں اور کچھ نہیں رکھا۔!
”پھر وہی بکواس! میں پوچھ رہا ہوں کیا وہ اس سازش میں ملوث ہو سکتی ہے۔?
”کبھی کچھ ممکن ہے جناب۔ شیرال کے تیوں باڑی گارڈز بھی نظر انداز نہیں کئے جائیتے
اُن میں سے کوئی روزا کا آدمی ہو سکتا ہے۔!
”کس پر شبہ ہے۔?
”زخمی پر... میرا خیال ہے کہ وہ زخم خود اُس کا اپنا لگایا ہوا تھا۔ مزید اعتقاد حاصل کرنے کیلئے۔
”ہو سکتا ہے۔!
”لیکن میں سمجھتا ہوں کہ میرا کام ختم ہو چکا ہے۔!
”تم نے خود ہی فیصلہ کر لیا۔!
”میرا کام تھا شیرال کا راز دریافت کرنا اور اس سے جو کچھ حاصل ہوا اسے آئی اسیں آئی والے گئے۔!
”کسی حد تک تمہارا خیال درست بھی ہے۔!
”لیکن میرا مسئلہ روزا تھی۔ اگر زخمی طارق اُسی کا آدمی ہے تو ابھی میرا کام ختم نہیں ہوا۔!
”کسی بات پر جو گے بھی۔!
”اس بات پر ابھی تک جما ہوا ہوں کہ سانوںی رنگت بھی مجھے شاعر نہیں بنا سکتی۔!
”عمران آدمیت کے جامے میں رہو۔!
”اس سے کوئی فائدہ نہیں کیوں کہ آدمیت کا جامہ زندگی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ جا؟
اُس میں اخلاقیات کی کتنی ہی کشیدہ کاری کیوں نہ کر دیں جائے۔!
”اچھا باب بکواس بند کرو۔ مجھے اپنی نیند بھی پوری کرنی ہے۔!
”نیند اور درندگی کے علاوہ آدمی کے پاس اور کچھ بھی نہیں ہے۔!
”تم گھاس تو نہیں کھا گئے۔!
”

”میاں وہ جگہ دیکھ سکتا ہوں جہاں ان کی لاش مل تھی۔!“
 ”ضرور.... مجھ سے کہا گیا ہے کہ ہر طرح آپ کی مدد کروں۔!“
 ”شکریہ....!“
 ”ورات انہوں نے اپنی ذاتی تحریر کاہ میں گزاری تھی۔!“
 ”غالباً پینٹنگ پر تحریرات کرنے کے لئے۔!“
 ”ظاہر ہے۔!“

”اور وہیں ان کی لاش بھی ملی تھی....؟“
 ”بی ہاں.... کیا آپ ابھی چلیں گے....؟“
 ”میں تیار ہوں۔!“ عمران امتحاناً بولوا۔
 ”وہ باہر نکل کر سیاہ رنگ کی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ کیپن برلاس نے انہیں اشارہ کیا۔
 ”آپ نے بھی وہ تصویر دیکھی ہوگی....؟“
 ”بی ہاں....!“

”عنی تو بہت آئی ہو گی کہ اس یہودہ سی تصویر کے لئے اتنا ہنگامہ ہو گیا۔!“
 ”کیا یہ غیر فطری بات تھی صستر عمران۔!“
 ”قطعی نہیں.... اگر میں صاحب اولاد ہو تو یہ لطیفہ اپنے بچوں کو ضرور سناتا اور میری بیوی
 اُس گدھی کی سات پتوں کو چھان پٹک کر کھدیتی۔!“

”گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم دفتری راز اپنے خاندان والوں تک پہنچادیتے ہیں۔!“ کیپن
 برلاس نے ناخوشگوار لمحے میں کہا۔

”پھر یہ بات فارمن پریس کے کسی نمائندے تک کیسے پہنچی....؟“
 ”تصویر آپ کے ہاتھوں ہم تک پہنچی تھی اور آپ کے گرد بھی کچھ لوگ تھے۔!“
 ”میں نے اس امکان کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ ان لوگوں کو بھی دیکھا جا رہا ہے جو میر
 آس پاس تھے۔ لیکن اسے تو آپ تلیم کریں گے کہ مجرم فہیم کا معاملہ ڈھا چھپا نہیں تھا۔!
 ”میں نہیں سمجھا۔!“

”یعنی کہ وہ اُس پینٹنگ کو اپنے گرلے جا رہے ہیں۔!“
 ”ظاہر ہے.... ورنہ اس طرح قتل کیسے کر دیجے جاتے۔!“

”تو یہ بات مجرموں تک آپ ہی لوگوں کے ذریعے پہنچی ہو گی....؟“
 ”اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے۔!“
 ”کتنے لوگوں کو اس کا علم تھا....؟“
 ”ہم تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا۔!“
 ”یعنی ڈی جی آپ اور مجرم فہیم....!“
 ”بی ہاں....!“

”ڈی جی کو الگ کر دیجئے تو صرف آپ دورہ جاتے ہیں۔!“
 ”میں غیر شادی شدہ ہوں اس لئے اپنے بچوں کو یہ لطیفہ نہیں سناتا تھا۔!“
 ”بہر حال آپ کو یقین ہے کہ یہ بات آپ ہی تک رہی تھی....؟“
 ”اُسی طرح یقین ہے جس طرح خدا کے وجود پر ہے۔!“
 ”گذ..... تو پھر خود مجرم فہیم....؟“

”وہ ان دونوں اپنے بچلے میں تھا تھے۔ بچے کسی عزیز کے نیباں باہر گئے ہوئے تھے۔!
 ”مالز میں....!“
 ”تمن عدد.... لیکن اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ انہوں نے مالز میں سے اس کے بارے
 میں کوئی گفتگو کی ہو۔!“

”میں نک گیا ہوں...!“ عمران ٹھٹھی سانس لے کر بولا۔
 کیپن برلاس سکھیوں سے اُس کی طرف دیکھ کر رہ گیا لیکن یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں
 کی کہ اس ناکمل جملے کا مطلب کیا ہے گاڑی تیز رفتاری سے راستہ طے کر رہی تھی۔
 ”واقعی نک گیا ہوں۔!“ عمران تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”میری زندگی میں جرام اور کشت و
 خون کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ لوگ تو ایک آدم گرل فریڈ بھی پال لیتے ہیں۔!
 ”اگر آپ کا اشارہ خصوصیت سے میری طرف ہے تو سن لیجئے کہ میں کوئی گرل فریڈ بھی
 نہیں رکھتا ہے میں نے یہ لطیفہ سنایا ہو۔!
 ” مجرم فہیم کے بارے میں کیا خیال ہے....؟“

”میں ان کی خیالی زندگی سے متعلق صرف اتنا ہی جانتا ہوں کہ تم بچوں کے باپ تھے۔!
 ”اور ان دونوں بچے.... باپ سے بہت دور تھے۔!
 ”

”صدر دروازہ بولٹ کرنے کے لئے ان کے ساتھ وہاں تک آئے تھے۔“
”یاد اُس وقت تجربہ گاہ میں تھا تھے...؟“

”لماز میوں کی روائی تک تو تباہی تھے اور صبح کو جب وہ کام پر آئے تو انہیں صدر دروازہ کھلا ہوا ملا تھا۔ یہ غیر معمولی بات تھی کیونکہ میجر فہیم ملاز میوں سے پہلے بیدار نہیں ہوتے تھے!“
”تو ان کی آمد پر دروازہ خود میجر فہیم ہی کھولتے تھے!“

”جی ہاں.... گھنٹی کی آواز پر بیدار ہوتے تھے اور دروازہ خود ہی کھولتے تھے لیکن صرف اُس حالت میں جب وہ بنگلے میں تھا ہوتے تھے۔ ورنہ خاندان کا کوئی فرد یہ کام انجام دیتا تھا۔“
”تو کرہیش اپنے کوارٹر زہی میں سوتے ہیں....؟“
”جی ہاں....!“

”ایسے حالات میں بھی جب میجر بنگلے میں تھا ہوتے تھے....؟“
”جی ہاں.... ملاز میوں نے بھی بتایا ہے۔!“
”بڑی عجیب بات ہے۔ تھا سونے کی صورت میں انہیں کم از کم باور پچی کو تو بنگلے ہی میں رکھنا چاہئے تھا۔!“
”لیکن ایسا بھی نہیں ہوا۔!“

”یعنی ضرورت پڑنے پر چاہئے وغیرہ خود ہی بنالیتے ہوں گے۔!
”ظاہر ہے۔!“

”تو کر اُس رات کس وقت بنگلے سے گئے تھے....؟“

”حسب معمول دس بجے۔!“

”عمران خاموش ہو گیا۔ اُس کی نظر اُس جگہ جم گئی تھی جہاں فرش پر لاش کے گرد چاک سے نشان ڈالے گئے تھے۔“

کیپٹن برلاس نے کہا۔ ”آثار کی بنا پر یہ قطعی نہیں کہا جاسکتا کہ قاتل ملاز میوں کے چلے جانے کے بعد بنگلے میں داخل ہوا ہو۔ نہ کسی کھڑکی کا کوئی شیشہ ٹوٹا ہوا ملا ہے اور نہ کسی دروازے کو بے قاعدگی سے کھولے جانے کی شہادت ملی ہے۔!
”اس سے آپ لوگ کس نتیجے پر پہنچے ہیں....؟“

”یا تو قاتل پہلے ہی سے بنگلے کے کسی حصے میں چھپا ہوا تھا یا پھر میجر فہیم نے خود ہی اُسے بنگلے

”آپ کہنا کیا چاہتے ہیں....؟“

”شادی شدہ لوگ بھی گرفتار کہتے ہیں۔!“

”میں یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ میجر فہیم اس معاملے میں کس قسم کے آدمی تھے۔“

”ڈرک کرتے تھے....؟“

”ممکن ہے کرتے ہوں۔ میں نے اس پر کبھی توجہ نہیں دی۔!“

”خیر.... خیر....!“

”پتا نہیں آپ کس نتیجے پر پہنچ رہے ہیں۔!“

”کبھی کبھی ہم خود ہی اپنے لئے موت کا پھنسہ تیار کر لیتے ہیں۔!“

”میں آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ خود میجر فہیم ہی نے اُس پینٹنگ کا ذکر کسی سے کر دیا ہو گا۔!“

”کیا اس کا امکان نہیں ہے....؟“

”ہو سکتا ہے....!“ کیپٹن برلاس نے پہ تو شویش بجھ میں کہا۔

”وہ منزل مقصود پر پہنچ چکے تھے۔ کیپٹن برلاس نے گاڑی روکی۔ میجر فہیم کے خاندان والے واپس آگئے تھے لیکن تجربہ گاہ مقفل کر دی گئی تھی۔ کیپٹن برلاس نے تجربہ گاہ کا قفل کھولا اور عمران نے اندر قدم رکھنے سے پہلے کہا۔ ”شاید فنگر پر نشیش پہلے ہی احالتے گئے ہوں گے۔!“

”جی ہاں.... ساری کارروائیاں ہو چکی ہیں۔!“

”وہ تجربہ گاہ میں داخل ہوئے۔ خاصاً کشادہ کمرہ تھا اور وہاں رکھی ہوئی اشیاء پر نظر پڑتے ہی کی فوٹوگرافر کی درکشاپ کا گمان ہوتا تھا۔“

”فنگر پر نشیش کے بارے میں کچھ بتائیے۔!“ عمران نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
”وہ طرح کے نشانات ملے ہیں۔ میجر فہیم کی انگلیوں کے یا اُس ملازم کی انگلیوں کے جو یہاں کی صفائی کرتا ہے۔!“

”کوئی مخصوص ملازم ہے۔!“

”جی ہاں....!“

”اس سے خاص طور پر چھپجھ کی گئی ہو گی۔!“

”تینوں ہی ملازم سرو نشیش کوارٹر میں سوتے ہیں۔ اُن کا بیان ہے کہ جب وہ کوارٹر میں جانے کے لئے عمارت سے نکلے تھے تو میجر فہیم تجربہ گاہ ہی میں تھے۔ ملاز میوں نے انہیں مطلع کیا تھا اور

میں داخل ہونے کی اجازت دی ہوگی۔!

”ہوں....!“ عمران پر تھکر انداز میں سر ہلا کر رہا گیا۔

”اس سلسلے میں ملازموں کا کیا خیال ہے۔!

”انہوں نے قاتل کے پہلے ہی سے بیگنے میں موجود ہونے کے خیال کو مسترد کر، یا بت کر وہ بیگنے کا گوشہ گوشہ دیکھ کر اپناطمیان کر لینے کے بعد ہی رخصت ہوئے تھے۔ خصوصیت ان اوقات میں اور زیادہ محاط ہو جاتے تھے۔ جب میجر فہیم بیگنے میں تھا ہوتے تھے۔!

”اس رات بھی انہوں نے اپنے اس معاملوں کو ضرور دہرا لیا ہوگا۔!

”جی ہاں.... وہ وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں اور ان کی دانست میں کوئی بعد میں بھی پہلا نہیں آیا تھا۔!

”اس کے بارے میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا یا کہا جا سکتا ہے....؟“

”جی نہیں....!“

”وس بجے کے بعد بھی لوگ مٹے کے لئے آکتے ہیں۔!

”ہم نے یہی نظریہ قائم کیا ہے کہ میجر فہیم قاتل سے واقف تھے۔!

”وہ مجھے کا کوئی ایسا آدمی بھی ہو سکتا ہے جسے پینٹنگ کے بارے میں علم رہا ہو۔!

”میرے اور ڈی جی صاحب کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔!“ کیپشن برلاس طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

”آپ تو قاتل ہو ہی نہیں سکتے۔!“ عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

”یکوں نہیں ہو سکتا مسٹر عمران.... آپ مجھے کیا جائیں۔!

”جن کی آنکھوں کی بناؤت قاتل ہوتی ہے وہ حقیقتاً قتل نہیں کر سکتے۔!

”اس اظہار خیال پر میں شرماؤں یا آپ کا شکریہ ادا کروں مسٹر عمران....!

”یا میں یہاں کی چیزوں کو قریب سے دیکھ سکتا ہوں۔!

”ضرور.... ضرور....!

پھر عمران تجربہ گاہ کی مختلف چیزوں کا جائزہ لیتا ہا تھا اور کیپشن برلاس اسے ایسی نظر دیں کہے جا رہا تھا۔ جیسے وہ کوئی جبوہ ہو۔

”تو ہوڑی دیر بعد عمران پھر اسی کے قریب آکھڑا ہوا اور اس نے کہا۔ ”ہم نے یہاں تینیں

کوئی امکانی پہلو نظر انداز نہیں کیا۔!

”میرا بھی بھی خیال ہے....!“ عمران نے پُر تشوش لجھے میں کہا۔

”پُر شادم کی رپورٹ کے مطابق گولی بہت قریب سے دل کا نشانہ لے کر چلائی گئی تھی۔!

”اور ملازموں نے فائر کی آواز بھی نہیں سنی تھی۔!“ عمران بولا۔

”جی ہاں.... انہوں نے فائر کی آواز نہیں سنی تھی۔!

”سامنے لئے....!

” غالباً سائنس فری استعمال کیا گیا تھا۔!

”اور یہاں ایسی کوئی چیز آپ لوگوں کو نہیں مل سکی۔ جس سے قاتل کی نشاندہی ہو سکے؟“

”جی ہاں.... وہ بے حد محاط تھا کہ انگلوں کے نشانات تک نہیں چھوڑے۔!

”کیا یہوں ملازم ایک ہی کمرے میں سوتے ہیں....؟“

”نہیں یہوں کے کمرے الگ الگ ہیں۔!

”لہذا کوئی اس کی شہادت بھی نہیں دے سکتا کہ وہ رات بھرا پنے کروں ہی تک محدود رہے

ہوں گے۔!

”آپ کیا کہنا چاہتے ہیں....؟“ کیپشن برلاس اب سے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

”یہ معلوم ہونا بے حد ضروری ہے کہ ان میں سے کوئی رات کے کسی حصے میں اپنے کمرے

سے نکلا تو نہیں تھا۔!

کیپشن برلاس کچھ نہ بولا۔ وہ بھی کسی سوچ میں پڑ گیا تھا عمران نے کچھ دیر بعد کہا۔

”خیر یہ سب کچھ آپ مجھ پر چھوڑ دیجئے۔ اس لئے آپ کو مجھے نہیں چھوڑ جانا پڑے گا۔!

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا....؟“

”بیں آپ جائیے۔!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

لیکن وہ فامو شکھ ا عمران کو دیکھتا رہا۔

”میں اپنے طور پر کام کرنے کا عادی ہوں کیپشن....!“

”مجھے کہا گیا ہے کہ آپ کو اس سے سستھ کروں۔!

”لیکن اس سے بہتر ا سستھیں نہیں ہو سکتی کہ آپ مجھے تھا چھوڑ دیں۔!

”یہاں تجربہ گاہ میں....؟“

”نہیں ڈرائیکٹ روم میں....!“
”اوہ تو آپ خاندان والوں سے بھی پوچھ گجھ کریں گے۔ حالانکہ وہ لوگ یہاں نہیں
آج ہی صحیح دلپس آئے۔!“

”کیپن برلاس پلیز....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر رہ گیا۔

”اچھی بات ہے چلے... لیکن کیا بیگم فہیم سے آپ کا تعارف بھی کرانا پڑے گا۔!“

”ہرگز نہیں.... بس آپ مجھے ڈرائیکٹ روم میں چھوڑ کر چلے جائیے گا۔ لیکن تمہرے نز
نے مجھے اُس ملازم کا نام تو بتایا ہی نہیں جو تجربہ گاہ میں صفائی کرتا ہے۔!“

”سردار!....!“

وہ تجربہ گاہ کو مقتول کر کے عمران کو ڈرائیکٹ روم میں لے آیا اور آہستہ سے بولا۔ ”بیگم نے
سے گفتگو کرنے کے سلسلے میں ذرا محاط رہئے گا۔!“

”میں نہیں سمجھا....؟“

”غیر معمولی ناپ کی خاتون ہیں۔ ان کی آنکھوں میں آج تک کسی نے آنسو نہیں دیکھے۔
ہو گئی کہ اس موقع پر بھی وہ بے حد پر سکون نظر آ رہی ہیں۔!“

”بہت غصہ ور ہیں کیا....؟“

”نہیں ایسی بھی کوئی بات نہیں۔!“

”بیگم فہیم سے کیسے تعلقات تھے۔!“

”خوشنگوار!....!“

”اچھی بات ہے.... آپ سردار کو میرے پاس بھیج کر چلے جائیے۔ اُسی کے توسط سے
بیگم فہیم سے بھی رابطہ قائم کرلوں گا۔!“

”میرا کارڈ رکھئے۔!“ کیپن برلاس نے کہا۔ ”جب بھی میری ضرورت ہو، ڈرائیکٹ روم میں
عمران نے کارڈ لے کر اُس کا شکریہ ادا کیا اور اُس کے جاتے ہی اس کے چہرے پر نہادیں
ڈو گرے بر سے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ملازم سردار ڈرائیکٹ روم میں داخل ہوا۔ جو ان الم
خوش شکل تھا۔ آنکھوں کی بنا پر سے کسی قدر زیین بھی معلوم ہوتا تھا۔

”فرمائیے جناب....!“ اُس نے عمران کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

عمران نے احتقانہ انداز میں اُسے قریب آنے کا اشارہ کیا اور اٹھ کر اُس کے کان میں۔

”بے بولا۔“ بیگم فہیم تم سے خوش نہیں معلوم ہوتی۔!“

وہ چونکہ کریچھے ہٹ گیا اور عمران کو آنکھیں چھاڑ چھاڑ کر دیکھنے لگا۔

”خیر کوئی بات نہیں۔!“ عمران اونچی آواز میں بولا۔ ”تجربہ گاہ کی صفائی تم ہی کرتے ہو۔!“

”بھی یہاں جناب!“ اس نے جواب دیا لیکن اُسکی آنکھوں میں الجھن کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

”وہ کہی اٹھا کر میرے قریب بیٹھ جاؤ۔!“ عمران بھر آہستہ سے بولا اور اس طرح پاروں

طرف دیکھنے لگا جیسے خدشہ ہو کہ کبھی کوئی تیرسا بھی تو ان کی گفتگو نہیں سن رہا۔

سردار نے پہنچا کر ہوئے قابلی کی تھی۔ عمران نے بیٹھنے ہوئے سرگوشی کی۔ ”قتل والی رات

کو تم کس وقت دوبارہ بنگلے میں آئے تھے۔!“

”مم.... میں.... بچ.... بھی.... نہیں تو....!“

”یہ قابل کا معاملہ ہے سردار.... بیگم فہیم بڑی خوددار خاتون ہیں اس لئے وہ کبھی اپنی زبان

نہیں کھولیں گی۔ حالانکہ وہ سب کچھ جانتی ہیں۔!“

سردار تھوک نگل کر رہ گیا۔

”وہ اپنی زبان نہیں کھولیں گی اور تم حق نہ کو ادا کرو گے پھر جانتے ہو کیا ہو گا....؟“

سردار کچھ نہ بولا۔ اچاک برسوں کا بیمار نظر آنے لگا تھا۔

”پھر یہ ہو گا۔ وفادار ملازم کہ قاتل سزا سے فیک جائے گا۔!“ عمران نے آہستہ سے کہا۔

”مم.... میں پاگل ہو جاؤں گا جناب....!“ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”اچھا تو.... اپنے کوارٹر میں چلو.... میں بھی یہاں بات کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔!“

”بہت اچھا جناب....!“

وہ ڈرائیکٹ روم سے نکل کر برآمدے میں پہنچ ہی تھے کہ عقب سے ایک نسوںی آواز آئی۔

”سردار کہاں جا رہے ہو.... اور یہ کون صاحب ہیں۔!“ عمران بوكھلائے ہوئے انداز میں مڑا۔

بائیک جانب والے دروازے میں ایک صحت مند اور وجہہ عورت کھڑی نظر آئی۔ عمر تھیں اور

چالیس کے درمیان رہی ہو گی۔

”آواب بجالاتا ہوں بیگم صاحبہ....!“ عمران نے بہت زیادہ بد حواس کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

”بھی بتایا گیا ہے کہ سردار تجربہ گاہ کی بھی بکھر کر تا تھا۔ لہذا اس سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔!“

”اُپ میں کون....?“

”میں برائٹ فلکس کپنی کا نمائندہ ہوں۔ ہم نے مجرم صاحب کو ایک مخصوص قسم کا انلار جر بھی دنوں کے لئے عاری دیا تھا۔ اسی کے بارے میں پوچھ گچھ کرنی ہے۔!“

”اس کے بارے میں کیا پوچھ گچھ کہجھ گل؟!“

”وہ انلار جر جو تجربہ گاہ میں موجود نہیں ہے۔!“

”ہر قسم کی گفتگو میری موجودگی میں ہو گی۔!“

”بہت بہتر بیگم صاحبے....!“ عمران نے کہا اور سردار کی طرف مزکر بائیں آنکھ، بائی اور بولا۔ ”ہاں تو میاں سردار وہ انلار جر کہاں ہے جس پر ٹریڈ مارک کے طور پر ارتی ہوئی پوچھا جائے ہوئی تھی۔!“

”وہ سر کھجاتا ہوا بولا۔ ”جی..... تھا تو..... میں نے دیکھا تھا۔!“

”ایک منٹ۔!“ عورت ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”آپ کیپن براں کے ساتھ آتے تھے؟“

”جی ہاں..... وہ انلار جر بہت قیمتی تھا۔ لیکن تجربہ گاہ میں موجود نہیں ہے۔ کیپن براں جلدی میں تھے۔ اس نے پوچھ گچھ کے لئے سردار کو میرے حوالے کر کے چاگئے۔!“

”تو آپ پوچھ گچھ کے لئے اسے کہاں لے جا رہے ہیں۔....؟“

”یہیں لان پر..... اندر کچھ گھٹن سی محوس ہو رہی تھی۔!“

”تم اس انلار جر کے بارے میں کیا جانتے ہو؟“ عورت نے براو راست سردار سے سوال کیا۔

”مم..... میں..... جی بس دیکھا تھا۔!“

”اب وہ کہاں ہے۔....؟“

”جی..... جی..... میں نہیں جانتا۔!“

”بات ختم ہو گئی۔!“ عورت نے عمران سے کہا۔

”میں تو مفت میں مار گیا۔!“ عمران کر لے۔ ”ذاتی تعلقات کی بناء پر میں نے وہ انلار جر پہنچا دیا۔ کے لئے مجرم صاحب کو دے دیا تھا۔!“

”کیا قیمت تھی اس کی....؟“

”قیمت تو کیٹلاگ دیکھ کر ہی معلوم ہو سکے گی۔!“

”دیکھ کر بتائیے.... قیمت ادا کرو یا جائے گی۔!“ عورت نے خنک لہجے میں بنا۔

”عمران بے حد خوشی ظاہر کرتا ہوا بولا۔ ”بہت بہت شکر یہ۔!“

”جاوہ تم اپنا کام دیکھو....!“ عورت نے سردار سے کہا اور وہ سر جھکائے ہوئے اندر چلا گیا۔ ساتھ ہی عورت بھی دروازے میں مڑ گئی اور عمران اس طرح منہ چلانے لگا جیسے کسی کڑوی کیلی پیچے کا ذائقہ یاد آگیا ہو۔



رات کے گیارہ بجے تھے اور مجرم فہیم کا بلگہ تاریکی میں ڈوب گیا تھا۔ البتہ کپاؤٹ کے چھانک کے بلب کی مدھم سی روشنی تھوڑی سی جگہ کو روشن کئے ہوئی تھی۔ عمران نے تاریک حصے والی کپاؤٹ والی چلاگئی اور سر و منہ کو اڑاز کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ خوش قسمی سے مجرم فہیم کے بیٹگے میں کتنے نہیں تھے۔ اس لئے یہ کام بے حد آسان ہو گیا تھا۔ ایک ایک کمرے کے قلن کو اڑا۔ ایک ہی ظفار میں واقع تھے اور ہر کمرے کے آگے محن تھا۔ جس کی دیواریں زیادہ اوپنجی نہیں تھیں۔ وہ پہلے ہی معلوم کر چکا تھا کہ سردار کس کو اڑا کیں رہتا ہے۔ دروازے پر دستک نہیں دینا چاہتا تھا اس لئے سجن کی دیوار بھی چلاگئی پڑی۔ کمرے میں مدھم روشنی تھی۔ کوئی نہیں کی آواز سن کر سردار باہر نکل آیا۔

”شور مرت مچا۔.... میں ہوں انلار جر والا۔!“ عمران آہستہ سے بولا۔

”تو دیوار چلاگ کر....!“

”تم دیکھ ہی چکے ہو کہ بیگم صاحبہ تمہاری کتنی کڑی گنگرانی کر رہی ہیں۔ خراب اطیمان سے باقی ہوں گی اور تم کسی خسارے میں بھی نہ رہو گے۔ کیونکہ میں مجرم فہیم کے سچے کا آدمی نہیں ہوں۔ میری قیمتیں میری ہی ذات تک مدد دو رہے گی۔ غالباً تم میرا مطلب سمجھ گئے ہو گے۔!“

”جج..... جی ہاں..... چلنے اندر چلے۔!“ وہ کپکاپتی ہوئی آواز میں بولا۔

ایک ٹکٹکتے حال کر کی پر عمران کو بھاتتے ہوئے کہا۔ ”بیگم صاحبہ ہر وقت چوکس رہتی ہیں لیکن مجھے حرمت ہے جناب کہ انہوں نے آج تک وہ بات نہ مجرم صاحب کے منہ پر ڈالی اور نہ مجھ سے ٹک کچھ کہا۔!“

”بلے ذل گردے کی عورت معلوم ہوتی ہے۔ مرنے کے بعد بھی نہیں چاہتی کہ اس کے شہر کی عزت پر حرف آئے۔ خیر ہاں تم مجھے تفصیل سے بتاؤ تاکہ میں قاتل پر ہاتھ ڈال سکوں۔!“ ”میرے علاوہ اور کوئی اس کے بارے میں نہیں جانتا۔!“ ”میرا بھی اندازہ تھا۔!“

”بہت دنوں سے وہ یہاں آتی جاتی رہی ہے۔ صاحب نے صرف مجھے رازدار بنا لیا تھا۔!“
”بیگم صاحبہ کی موجودگی میں بھی آئی تھی۔!“

”کبھی نہیں جناب بیگم صاحبہ ہر ماہ تین چار دن کلیے اپنے ماں کے جاتی ہیں۔ پتا نہیں کیا ہوتا ہے کہ سب سے چھوٹا بچہ نالی کلیے تڑپے لگتا ہے اور وہ غل مچاتا ہے کہ بیگم صاحبہ کو جانا ہی پڑتا ہے۔“
”میجر فہیم ہی پچکے سے اسے اکسادیتے ہوں گے۔!“

”میرا بھی بھی خیال ہے جناب...!“

”بہر حال وہ اس وقت آتی ہوگی جب تم تینوں اپنے کوارٹر میں چلے آتے ہو گے۔!“

”جی ہاں...! لیکن اس کے بعد مجھے پھر پچکے سے جانا پڑتا تھا جائے پالی کا انتظام کرنے کے لئے۔ صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ اس سے جرمن پڑھتے ہیں۔!“

”اور تمہیں کیا پڑی تھی کہ تم اور کچھ سمجھتے۔!“

”جی ہاں...! لیکن جان جو حکم کا کام تھا۔ جان پر منی رہتی تھی کہ کہیں بات بیگم صاحبہ کے کافوں تک پہنچ جائے۔!“

”تو وہ قتل والی رات کو بھی آئی تھی...؟“

”جی ہاں...!“

”تھا تھی...؟“

”جی ہاں...! میں نے تو اس کے ساتھ اور کسی کو بھی نہیں دیکھا تھا۔!“

”تم نے یہ معلوم کرنے کی کوشش تو ضرور کی ہو گئی کہ رہتی کہاں ہے...؟“

”بھی کوشش نہیں کی بس ایک بار اتفاق سے معلوم ہو گیا تھا ایک دن بازار میں دکھائی دی۔“
”میں اس کے پیچھے لگ گیا۔ بس خواہ خواہ سنک گیا تھا۔ اس طرح رہنے کی جگہ معلوم ہو گئی تھی۔
”کہاں رہتی ہے۔!“

”سی بریز کے پاس جو لگزراں اپارٹمنٹس ہیں۔ انہی میں چودہ نمبر کا اپارٹمنٹ۔!“

”نام جانتے ہو...؟“

”جی نہیں نام تو...! نہیں معلوم ہو سکا۔ صاحب سے کبھی کچھ پوچھنے کی ہمت ہی نہیں پڑی۔
”قدرتی بات ہے....! کیا عمر ہو گی....؟“

”بیس بائیس سال سے زیادہ کی نہیں ہے۔ بہت خوبصورت ہے صاحب۔!“

”غیر ملکی ہے۔!“

”جی صاحب....! جرمن ہو گی۔ تبھی تو صاحب اس سے جرمن زبان پڑھ رہے تھے۔!“

”اچھا تو اٹھو اور چپ چاپ میرے ساتھ نکل چلو....!“

”جی صاحب....! میں نہیں سمجھا۔!“

”تمہاری زندگی بھی خطرے میں ہے۔ کسی وقت بھی تمہاری موت واقع ہو سکتی ہے۔!“

”نہیں صاحب....! اپاںک وہ بے حد خوفزدہ نظر آنے لگا۔“

”یقین کرو....! تم نے اسے قتل والی رات کو یہاں دیکھا تھا....! مجھے تو اسی پر حیرت ہے کہ تمہیں ان لوگوں نے زندہ کیسے چھوڑا۔!“

”وہ اکیلی تھی صاحب....! اور کوئی نہیں تھا اس کے ساتھ....!“

”باتوں میں وقت نہ ضائع کرو...! چپ چاپ نکل چلو ورنہ پچھتا نے کاموں کی موضع بھی نہ مل سکے گا۔!“

”بڑی دشواری میں وہ اس پر آمدہ ہوا تھا۔ بہر حال چوروں کی طرح وہ دونوں دہاں سے رخصت ہوئے۔“

”لیکن جناب آپ مجھے کہاں لے جائیں گے۔!“ سرک پر پہنچ کر سردار نے پوچھا۔

”میرے مہماں رہو گے۔!“

”اور یہاں سے میری گشیدگی کا کیا اثر ہو گا۔!“

”تم اس کی فکر نہ کرو سب ٹھیک ہی ہو گا۔!“



”وہ واقعی بہت خوب صورت تھی۔ اخروت کی رنگت والے پالوں کی چھاؤں میں گہری نیلی آنکھیں بالکل ایسی ہی لگتی تھیں جیسے برسنے والے پالوں نے دونہ سکون جھیلوں کو تاک لیا ہو۔ لپ ائنک شائد استعمال ہی نہیں کرتی تھی۔ کیونکہ اس کے پھرے پھرے سے ہونٹ یوں بھی سرخ ہی رہتے تھے۔ ایکس ٹو نے صدر کو اس کی مگر اپنی پر مقرر کیا تھا۔ سی بریز کے قریب والے لگڑری اپارٹمنٹس کے چودھویں فلیٹ میں رہتی تھی۔ پاؤ لین بریڈ انام تھا۔ اسی نام کی تھی اپارٹمنٹ کے صدر دروازے پر نصب تھی۔“

”صدر کے اندازے کے مطابق وہ وہاں تھا ہی رہتی تھی اور ایک غیر ملکی سفارت خانے سے تعلق تھا۔ سفارت خانے کے پریس اپچی کی پرستی اسٹنٹ اسٹنٹ تھی۔“

صفدر نے یہ ساری معلومات دن بھر میں حاصل کر لی تھیں اور ایکس ٹوکی ہدایت کے مطابق اس وقت فون پر عمران کو اس سے متعلق رپورٹ دے رہا تھا۔

رپورٹ عمران کو دے رہا تھا اس نے ابتداء اُس کے حسن کی تعریف سے ہوئی تھی۔

”یقین کچھ! بہت دنوں بعد اتنی خوبصورت لڑکی نظر آئی ہے۔“

”الحمد للہ!...“ دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔ ”یونہی تل ڈالو گے.... یا گلاوں بھی لگاؤ گے....؟“

”جیسے آپ فرمائیں...!“

”میرا خیال ہے کہ اُسے معاف ہی کر دیوں کہ ایک لاش بھی اُنکے کھاتے میں لکھی ہوئی ہے۔“

”کس کی لاش....؟“

”تفصیل میں جانے کی اجازت نہیں۔ ورنہ تمہیں بہر فاتحہ خوانی اس کی قبر تک بھی پہنچا دیتا۔ اب کام کی بات کرو!“

صفدر نے باقاعدہ رپورٹ دینی شروع کی اور اُس کے خاموش ہونے پر عمران کی آواز آئی۔ ”اب تمہیں اُس کی سرگرمیوں پر نظر رکھنی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی دیکھنا ہے کہ اُس کے ملنے جملے والوں میں کوئی ایسا آدمی تو نہیں ہے جس کی ناک کے بائیں نخنے میں چوتا ساشگاف ہو۔“

”بہت بہتر....!“

”اگر کوئی ایسا آدمی نظر آجائے تو مجھے فوراً مطلع کرنا....!“

”آپ کہاں ملیں گے....؟“

”لیلی کی گلی میں....!“

”کیا مطلب....؟“

”تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔!“

”میں نہیں سمجھا....؟“

”ہوش میں ہو یا نہیں.... تم مجھ سے لیلی کا مطلب پوچھ رہے ہو جبکہ قوم کا پچ پچ جانتا ہے کہ وہ کون تھی!“

”سوال یہ ہے کہ اس کا آپ سے کیا تعلق؟“

”ہاں یہ قاعدے کی بات ہے تم.... تو سنو کہ تمہارے پاس میرے جتنے بھی نمبر ہیں ان ہی

”میں سے کسی نہ کسی پر ضرور مل جاؤں گا!“

”لیلی والی بات پھر بھی رہی جاتی ہے!“

”میرے فلیٹ سے جو راستہ ملکہ ٹیلی فون کے دفاتر تک جاتا ہے اُسے میں لیلی کی گلی کہتا ہوں!“

”کوئی خاص وجہ....!“

”کسی اور کے دھوکے میں کجھنٹ میری لائن کاٹ گئے ہیں۔ خیر لعنت بھیجو ان پر۔ ہاں تو اس وقت وہ پری تشاں کہاں ہے....؟“

”سی بریز میں تھا بیٹھی ہوئی ہے!“

”کیا نیل ہے کسی کی منتظر ہے!“

”یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ویسے کچھ لکھ رہی ہے!“

”اُس کے آس پاس کوئی میز خالی ہو تو تم بھی پو مفرث کی ایک پلیٹ اور کافی مگوا کر جھک مارنا شروع کر دو!...!“

”بل کون ادا کرے گا....؟“

”احمق لگنام احمق....!“

”یہ کون صاحب ہیں!“

”ہیں ایک صاحب وہیں بیٹھے ہوئے مل جائیں گے!“

”جغرافیہ کیا ہے....؟“

”لیلی کے لئے چیپ قسم کے ڈرائے لکھتے ہیں اور غیر ملکی نظموں کے ترجیح کے خود کو شاہر کھنچ لے گئے ہیں!“

”کچھ چہرے مہرے کی بھی بات ہو جائے!“

”ٹکل دیکھ کر خواہ مخواہ نیل پیدا ہوتا ہے کہ پتلون کے اندر چھوٹی سی دم ضرور پو شیدہ ہو گی!“

”کچھ میں نہیں آتا کہ آپ کہنا کیا چاہتے ہیں!“

”یار میں سے ذمے.... اب چھوڑو بھی فون!“ عمران نے کہا اور پھر ابطة منقطع ہونے کی آواز آئی۔

”کسی بریز ہی کے پلک بو تھے اُس نے یہ کاں کی تھی۔ لہذا پاؤں کے قریب والی میز تک پہنچنے میں دیر نہ لگی۔ وہاب بھی پہلے ہی کی طرح لکھنے میں مصروف تھی۔“

صفدر نے ویٹر کو بلا کر کافی طلب کی اور دوسرا ندیدوں کے سے انداز میں پاؤ لین کو گھورنے لگا۔ مقصد یہ ظاہر کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کہ اُس نے محض اسی کے لئے اُس کے قریب کی ایک خالی میز منتخب کی ہے۔ وہاں بھی پاؤ لین کو گھور رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد دو مرد اور ایک عورت پاؤ لین کی میز قریب آر کے۔ یہ تینوں بھی غیر ملکی ہی تھے۔ وہ سر جھکائے لکھنے میں اتنی منہک تھی کہ جب تک ان میں سے ایک لکھارا نہیں وہ ان کی طرف متوجہ نہیں ہوئی تھی۔ بہر حال خاصے والہانہ انداز میں اُس نے ان کا استقبال کیا تھا اور اپنے ساتھ بیٹھنے کی پیش کش کی تھی۔

ان کی آپس کی گفتگو ایسی نہیں تھی جس سے صدر کو لچکی ہو سکتی۔ لیکن پاؤ لین کے بولنے کا انداز بھی اُسے بے حد دلکش لگ رہا تھا۔ اگر ایک مشتبہ فرد کی حیثیت سے وہ اس کے زیر گمراہ نہ ہوتی تو وہ اُس سے مل بیٹھنے کی کوشش ضرور کرتا۔ قریباً ایک گھنٹے تک وہ لوگ کافی اور تسلی ہوئی اور ملکی سے شغل کرتے رہے تھے۔ پھر ایک جوڑا اٹھ کر رخصت ہو گیا تھا۔ دوسرا مرد پاؤ لین کے ساتھ ہی بیٹھا رہا۔

”اب بتاؤ کیا ہی.....؟“ پاؤ لین نے اُس سے سوال کیا۔

”ملازم اچاک غائب ہو گیا ہے اور ان لوگوں کو بھی اُس کی ملکی تھا۔“ مرد بولا۔

”اچھی خبر نہیں ہے۔ آخر تم نے اُسے ٹھکانے لگادینے میں اتنی دیر کیوں لگادی.....؟“

”موقع نہیں مل سکتا!“

”اس کا اس طرح غائب ہو جانا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔!“

”وہم میں نہ پڑو..... وہ اسی لئے غائب ہو گیا ہے کہ کہیں بات تم تک نہ جانپچھے!“

”اُسے مجھ سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے.....؟“

”اپنے مالک کار ازدار تھا نہ چاہتا ہوا کہ مرنے کے بعد اُس کی بدنای ہو۔ آخر شادی شد آدمی تھا۔!“

”تمہاری یہ دلیل مجھے مطمئن نہیں کر سکتی۔!“

”اوہ فکرنا کرو..... یہ سب الحق اور احساس کمری کے شکار ہیں۔ ان کے فرشتے بھی ہم تک نہیں پہنچ سکتے!“

”اور اگر پہنچ گئے تو.....؟“

”وہ اسی صورت میں ممکن ہے جب ملازم اپنے پیچھے میان سے مخفف ہو جائے اور ہو سکتا ہے۔“

”اس ہی نے اُس کا کوئی انتظام کر دیا ہو۔!“

”ہم ممکن ہے.... باس نے اُسے بھی تمہارے ہی ذمے ڈالا تھا۔ یہ بہت نراہوا بہت ہی بڑا۔!“

”میں اُسے تلاش کرنے کی کوشش کروں گا۔!“

”مجھے باخبر رکھنا.... اب جاؤ.... تم نے مجھے بے اطمینانی میں بھٹاک دیا ہے۔!“

”وہ اٹھ گیا۔ گفتگو کا یہ حصہ صدر کے لئے اہم تھا اور عقائد کا تقاضا بھی یہی تھا کہ وہ فوری طور پر عمران کو اس سے مطلع کرنے کی بجائے اُس آدمی کا تعاقب شروع کر دیتا۔ لہذا اُس نے پاؤ لین کو توجیں چھوڑا اور کاٹر پر بل او اکر کے اُس آدمی کے پیچے چل پڑا۔



پاؤ لین پارٹمنٹ کا صدر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔ راہداری کا بلب روشن کیا اور لیوگ روم میں پہنچ کر وہاں بھی روشنی کی ہی تھی کہ اُچھل کر کئی قدم پیچھے ہٹ گئی کیونکہ سامنے والی کری پا ایک اجنبی بیٹھا ہوا نظر آیا تھا۔ پھر وہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ اُس نے ہونوں پر انگلی رکھ کر اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ انداز میں اتنا پتا پیں تھا کہ وہ خاموش ہی رہ گئی۔

”بہ آہنگ اٹھ کر وہ اُس کے قریب پہنچا اور جیب سے ایک پرچہ نکال کر اُس کی طرف بڑھا دیا۔ جس پر جرم من زبان میں ناپ کیا ہوا مختصر سامضون تھا۔“

”تمہارا پارٹمنٹ اُن لوگوں نے بگذ کر دیا ہے۔ تمہاری ساری گفتگوں لیں گے۔ میجر فہیم نکے ملازم نے انہیں تمہارے متعلق سب کچھ بتا دیا ہے اور وہ تم تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ تم فی الحال اُس آدمی کے ساتھ پارٹمنٹ ہی میں ٹھہر دیا اور جب دروازے پر تین بار ہلکی دسک سن تو اس کے ساتھ باہر آ جاؤ۔ یہ تمہیں محفوظ مقام پر پہنچا دے گا۔ اس سے کسی قسم کی گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں۔ بس دستک سننے کی منتظر ہو۔ کسی قسم کا سامان ساتھ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ آدمی اچھی طرح جانتا ہے کہ اُسے کیا کرنا ہے۔!“

پاؤ لین نے طویل سانس لی اور اُس آدمی کو بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ یورپیں ہی معلوم ہوتا تھا لیکن وہ اُس کی قومیت کا اندازہ نہ لگا سکی۔ تحریری ہدایت کے مطابق وہ اُس سے پچھ پچھ بھی نہیں سکتی تھی۔ خاموشی سے بیٹھ گئی اور وہ بھی سر جھکائے بیٹھا رہا۔ اسی طرح قریباً پوں گھنٹہ گزر گیا۔ پھر اُس نے دروازے پر تین بار بلکل دستک سنی اور اس کے اٹھنے سے پہلے ہی وہ آدمی اٹھ گیا۔

دونوں بہت احتیاط سے باہر نکلے۔ اجنبی بہت زیادہ جو کنالگ رہا تھا۔ وہ اسے گاڑی کے قریب آیا اور اس کا دروازہ کھول کر کھڑا ہو گیا۔ وہ بیٹھ گئی تو دروازہ بند کیا اور گھوم کرا سینیر مگ سائینڈ پر آمد گاڑی بہت تیز رفتاری سے روان ہوئی تھی۔ وہ بار بار اس کی طرف دیکھنے لگتی تھی۔ پھر پریز چاہتی تھی لیکن تحریری ہدایت یاد آجائے پر خاموش ہی رہ جاتی اور وہ خود تو تھاہی خاموش۔ پھر پاؤ لین نے لاپرواہی سے شانوں کو جبنتش دی اور کھڑکی کے باہر دیکھنے لگی۔ گاڑی شہر طرف نہیں جا رہی تھی۔ پاؤ لین نے سوچا کہ وہ محفوظ مقام شہر سے باہر ہی کہیں ہو گا اور اطمینان سے پیشی رہی۔

اس سفر کا اختتام ایک تاریک اور سنسان جگہ پر ہوا تھا۔ انہن بند کر کے اجنبی نے اسے جرم من میں کہا۔ ”کچھ دور پیدل چلتا پڑے گا۔“

”کوئی بات نہیں۔!“ پاؤ لین نے دروازہ کھونے ہوئے کہا۔ دونوں گاڑی سے اتر گئے۔ اجنبی اس کے دروازوں کو مغلل کرنے لگا۔

”پاؤ لین سوچ رہی تھی کہ وہ اس سے کچھ بات کرے یا نہ کرے اور بات بھی کیا کرے ضروری نہیں کہ وہ اس سے زیادہ کچھ جانتا ہو جس کے لئے اسے ہدایات ملی ہوں گی۔!“ بہر حال وہ ایک جانب چل پڑے۔ اجنبی نے ثارچ روشن کر لی تھی۔ ویران ہی تھا لیکن ران خراب نہیں تھا۔ وہ ایسے کھیتوں کے درمیان سے گزر رہے تھے جن کی رو نیدی ابھی ابتدا مراحل میں تھی۔

سفر کا یہ حصہ زیادہ طویل نہیں ثابت ہوا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ ایک فارم ہاؤس میں داخل ہو جہاں کروں میں بڑے بڑے کیروں سین لیپ روشن تھے اور کچن میں تلی جانے والی مچھلی کی ذرا گوار بوچاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ پاؤ لین کو یہ بخوبی گوار ہی محسوس ہوئی تھی کیونکہ اس نے ابھی تک رات کا کھانا نہیں کھایا تھا۔ سی بریز میں مچھلی کا ایک آدھہ ہی پیس لیا تھا اور شام کے کافی کے پے تھے۔ بہر حال یہ تین گھنٹے پہلے کی بات تھی۔

کھانا وہ اپارٹمنٹ ہی میں کھاتی تھی۔ لیکن اس کی نوبت ہی کب آنے پائی تھی۔ اجنبی نے ایک کمرے میں چلنے کا اشارہ کیا لیکن جیسے ہی وہ اندر پہنچنے اسے ایسا گا جیسے اس کا جسم جھنجھنا اٹھا ہو۔ کیونکہ سامنے ہی مجرفہ کا گمشدہ ملازم ایک اسٹول پر بیٹھا ہوا نظر آیا۔ اسٹول دیکھ کر وہ اٹھ گیا اور پاؤ لین تیزی سے اجنبی کی طرف مڑی۔

”ہمیں ختم ہو چکا ہے۔!“ اجنبی مسکرا کر بولا۔

”مگر... کیا مطلب...؟“

”اس محفوظ مقام پر تم اس آدمی کو دیکھ کر کیا محسوس کر رہی ہو۔!“

”مم... میں کیا جانوں... پتا نہیں تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔!“

”اُدھر بھی دیکھو....!“ اس نے باسیں جانب اشارة کیا۔ پاؤ لین بوکھلا کر اُدھر متوجہ ہو گئی۔

ایک گوشے میں ایک آدمی کھڑا کھائی دیا جس کے ہاتھ میں اعشار یہ چارپائچ کار بیو اور تھا۔

”یہ سب کیا ہے....؟“ وہ بڑا حواس ہو کر بولی۔

”میں کچھ نہیں جانتا۔...!“ اجنبی نے کہا۔ ”میٹھے جاؤ۔... جس نے تمہیں یہاں بلوایا ہے وہی بتائے گا۔!“

”میا میرے ساتھ کوئی غیر قانونی حرکت ہوئی ہے۔...؟“ پاؤ لین نے کسی قدر دلیر بننے کی کوشش کی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کے ساتھ دھوکا ہو رہا ہے۔ اسے وہاں بٹھا کر اجنبی باہر چلا گیا اور وہ مجرفہ کے ملازم سردار سے نظریں چھاتی رہی۔

سردار پھر بیٹھ گیا تھا اور اسے قہر آلوں نظرؤں سے دیکھے جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد قدموں کی چاپ نمائی دی اور پھر ایک ہونق سادہ لیکی آدمی اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اس نے مقایی زبان میں مجرفہ کے ملازم سے کچھ پوچھا تھا جس کا جواب اس نے اثبات میں سر ہلا کر دیا تھا۔

”تو وہ تم تھیں۔!“ اس نے پاؤ لین کی طرف مڑ کر پوچھا۔ سوال جرم من میں کیا گیا تھا۔

”پتا نہیں۔... تم لوگ کون ہو اور کیا کر رہے ہو؟“ پاؤ لین نے کاپنی ہوئی سی آواز میں کہا۔

”اگر تم نے علمندی کا ثبوت دیا تو ہم لوگ اتنے بڑے بھی نہیں ثابت ہوں گے۔!“

”کیا چاہتے ہو۔...؟“

”باؤل دے سوف کی واپسی۔...!“

”یہ کیا چیز ہے۔...؟“

”وہی بینٹگ جس کے لئے مجرفہ کا قتل ہوا تھا۔!“

”میں کسی مجرفہ کو نہیں جانتی۔!“

”لیا تمہارا نام پاؤ لین بریٹا نہیں ہے۔...؟“

”ہے کیوں نہیں۔...!“

”کیا یہ مجرم فہیم کا دہ ملازم نہیں ہے جو تمہارے سلسلے میں اس کا رازدار تھا...؟“

”یہ بات سرے ہی سے میری سمجھ میں نہیں آ رہی!“

”ہو سکتا ہے تھوڑی سی اذیت تمہیں بہت کچھ یاد دینے میں مدد و معادن ثابت ہو!“

”اس طرح میرا غواہ ایک غیر قانونی حرکت ہے!“

”قانون سے کھینا ہی ہمارا پیشہ ہے۔ مجرم فہیم کے ملازم کے ان غواہ پر تو آئی ایس آئی والوں بھی چکر آ رہے ہیں!“

”میں نہیں سمجھی!“

”یہ غیر قانونی طور پر یہاں پلیا جاتا ہے اور آئی ایس آئی والوں نے اس وقت اس کی طرز توجہ دی جب یہ ہمارے قابو میں آگیا۔ ہاں تو تمہاری بچت اس میں ہے کہ پینٹنگ کے بارے میں سچی بات بتا دو!“

”میں کچھ نہیں جانتی!“

”اور مجرم فہیم کے اس ملازم کو بھی نہیں پیچانتیں!“

”نہیں....!“ وہ خخت لجھ میں بولی۔

”تب تو پھر میک ہادر ہی کا گریبان تھامنا پڑے گا!“ تو وارد نے پر تشویش لجھے میں کہا۔

”کیا مطلب....؟“ وہ خوف زدہ لجھے میں بولی۔

”مطلوب یہ کہ تم اپنی حکومت کو ڈبل کراس کر رہی ہو۔ میک ہادر کا تعلق مشرقی جرمنی سے ہے۔ جب کہ تم مغربی جرمنی کے سفارت خانے میں کام کرتی ہو!“

”میں کسی میک ہادر کو نہیں جانتی!“

”کیا تم چاہتی ہو کہ تمہیں اس ملازم سمیت آئی ایس آئی کے حوالے کر دیا جائے!“

”نن.... نہیں....!“

”تو پھر سچی بات.... ورنہ وہ لوگ تمہارا تعلق میک ہادر سے ثابت کر دیں گے۔ تم بہ دونوں سے آئی ایس آئی والوں کی آنکھوں میں دھول جھونک رہی ہو۔ مجرم فہیم کے ذریعے جانے کرنے راز حاصل کر چکی ہو!“

”وہ حکوم کنگل کر رہ گئی۔ پیشانی پر سینے کی بوندیں پھوٹ آئی تھیں.... علق بٹک جواباً تھا۔ تھوڑی دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔“

”تم لوگ کون ہو....؟“

”سید ہے سادھے الفاظ میں بلیک میلر ز....!“

”تو تمہارا تعلق کسی سرکاری مشینری سے نہیں ہے....؟“

”اگر ہوتا تو تمہارے یا اس ملازم کے ان غواہ کی ضرورت تھی!“

”و کچھ نہ بولی۔ اب ٹھنڈے دل سے اس مسئلے پر غور کرنا چاہتی تھی۔“

”مجھے کچھ پینے کے لئے دو....!“

”چائے، کافی، ٹھنڈا پانی یا لیکر....؟“

”لیکر....!“

”نوار دنے ایک سائیڈ بورڈ سے ڈرائی جن کی بوتل اور گلاس نکالا۔“

”یہاں اس وقت رف کی فراہمی مشکل ہے۔ پانی ملاوگی یا نیست ہی چلے گی!“

”نیست....!“ وہ ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولی۔

”و تم گھوٹ لینے کے بعد اعصاب کی کشیدگی میں کسی قدر کمی ہوئی تھی اور وہ سوچنے لگی تھی کہ اب اس کاروبارہ کیا ہوتا چاہئے۔“

”تو تم بلیک میلر ہو....!“ وہ گلاس خالی کر کے بولی۔

”نوار دنے اسے غور سے دیکھتے ہوئے سر کو اشہانی جبشن دی۔“

”اور ہمیں بلیک میل کرنا چاہئے ہو.... لیکن کس سلسلے میں....؟“

”پینٹنگ ہمارے قبضے میں ہوئی چاہئے۔ ورنہ تم خصوصیت سے بہت زیادہ خسارے میں رہو گی!“

”پینٹنگ میرے قبضے میں نہیں ہے۔ میں نے تو اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا!“

”اور شاید مجرم فہیم پر گولی بھی نہیں چلائی تھی!“

”یہ حقیقت ہے.... میرا کام صرف اتنا تھا کہ میک ہادر کو مجرم کی تحریک گاہ تک پہنچا دیتی!“

”تو تمہیں پہلے سے علم تھا کہ پینٹنگ مجرم فہیم کے پاس ہے!“

”قل سے ایک رات قبل اُس نے مجھے تالیا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ دوسرے دن وہ اسے اپنی

”خوشی لے آئے گا اور میری مدد سے اس کا معہ حل کرنے کی کوشش کرے گا!“

”محض اس لئے کہ تم جو من تھیں....؟“

”لہا بات ہے!“

"اور تم نے میک ہاڈر کو اس سے آگاہ کر دیا!"
دواشبات میں سر ہلا کر پھر ڈرائی جن کی بوتل کی طرف دیکھنے لگی اور نوارد نے گلاس کو
لبریز کر دیا۔

"تم اس پینٹنگ کو کیوں حاصل کرنا چاہتے ہو....؟"
اندر نیشنل مارکیٹ کے لئے!

"اگر ہم ہی تمہیں کوئی بہت بڑی رقم ادا کر دیں تو....!"

"یہ بھی ممکن ہے لیکن ہمیں یہ کس طرح معلوم ہو گا کہ قیمت مناسب ہے۔!"
ہو سکتا ہے کہ تم لوگ بہت زیادہ تیز ہو۔ لیکن مغربی ممالک کے لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے
کیا مطلب....؟"

"اگر پینٹنگ تمہارے قبضے میں آئی تو کوئی اور تمہاری گردان کاٹ دے گا۔ اس لئے مہار
یکی ہے کہ جو کچھ ہم سے مل جائے اسی پر قاعدت کرو۔!"

"عقلمندی کی بات ہے۔!" نوارد سر ہلا کر بولا۔

"بس تو پھر مجھے جانے دو.... میں تمہارے معاملات میک ہاڈر سے طے کر دوں گی۔!"

"میں اتنا عقلمند بھی نہیں ہوں کہ تمہیں جانے دوں۔!"

"تو پھر بات کیسے بنے گی....؟"

"اس طرح کہ تم مجھے میک ہاڈر کا پتا بتاؤ گی۔!"

وہ پس پڑی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے نوارد کو پر لے درجے کا احمق سمجھتی ہو۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے....؟"

"میک ہاڈر اتنا احمق نہیں ہے کہ کسی کو اپنا پتا دے گا۔ اسے جب بھی ضرورت ہوتی
ہی مجھ سے ملتا ہے۔!"

"پھر تم نے اس تک میجر فہیم کی بات کیسے پہنچائی تھی....؟"

"اُسے علم تھا کہ آئی ایسی آئی کے ایک آفیسر سے میرے تعلقات ہیں۔ لہذا اس نے
مجھ سے رابطہ قائم کر کے پینٹنگ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کو کہا تھا۔ پھر دوسرے
دن دوبارہ ملا تھا اور میں نے اسے آگاہ کر دیا تھا کہ میجر فہیم اس پینٹنگ کو گھر لائے گا۔"

"اور اب ضروری نہیں کہ وہ پھر مستقبل قریب میں تم سے دوبارہ ملے۔!"

"یہ بھی ممکن ہے۔!"
چھا اگر میں تمہیں جانے دوں تو تم کس طرح اس سے رابطہ قائم کرو گی....؟"
بس منتظر ہوں گی کہ وہ پھر کب مجھ سے ملتا ہے۔!"

اور اس دوران میں وہ پینٹنگ ملک سے باہر چلی جائے گی۔! "نوارد بائیس آنکھ دبا کر مسکرا یا۔
اس کے بارے میں کیا کہہ سکتی ہوں۔!"

"غیر، خاک ڈالو پینٹنگ پر۔ یہ بتاؤ کہ تم اتنی خوب صورت کیوں ہو....؟"
کیا مطلب....؟"

"خوب صورتی کا مطلب بتانا بے حد شوار ہے۔ دیے پینٹنگ نہ سہی تم ہی سہی۔!"
میں نہیں سمجھی تم کیا کہہ رہے ہو....؟"

"اب تم.... ہمارے ہی ساتھ رہو گی۔!"
یہ تو بالکل فضول سی بات ہے۔ میری گشادگی پر سفارتخانہ خاموش نہیں بیٹھنے گا۔ پولیس
حرکت میں آجائے گی۔!"

"پولیس ہر وقت حرکت میں رہتی ہے۔ کیونکہ حرکت ہی میں برکت ہے۔!"
کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی۔!"

"ضرورت بھی کیا ہے کچھ سمجھنے کی۔ اتنا کافی ہے کہ تم مجھے اچھی لگی ہو۔!"
وہ کچھ نہ بولی۔ غصیلی نظروں سے اسے گھورتی رہی۔ ڈرائی جن کے دو گلاس نے اس کے
اعصاب کو سہارا دے دیا تھا۔

نوارد نے کہا۔ "تمہیں مشرق و سطی کے کسی شیخ کے ہاتھ فروخت کر کے خاصی کمائی کروں گا۔!"
تم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔! وہ کھڑی ہو کر زور سے چینی۔ لیکن دوسرا ہی لمحے میں نوارد
کا ہاتھ اس کے بائیں شانے پر پڑا اور وہ لمبا کر دھم سے فرش پر آرہی اور اس کا ذہن تاریکی میں
ڈھنڈا چلا گیا۔



غمدر نے رات ہی کو اپنی کار کر دگی کی روپرست عمران کو دینی چاہی تھی لیکن وہ ان ٹیلی فون
نمرود میں سے کسی پر بھی اسے نہیں ملا تھا۔ جو اس کی نوٹ بک میں درج تھے۔
"سری منج کو پھر کوشش کی اور بالآخر سائکو میشن میں اس سے رابطہ قائم ہو گیا۔"

”کواس مت کرو.... میں بالکل صحیح الدماغ ہوں!“
 ”اچھا تاؤ کتنی انگلیاں ہیں!“ عمران اپنی تین انگلیاں دکھا کر بولا۔
 ”میں تمہارے سر پر کرسی دے ماروں گی!“ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔
 ”دیکھو... اب خود ہی دیکھ لو....!“ عمران نے صدر کی طرف دیکھ کر بے بی سے کہا۔
 صدر کی سمجھ میں نہیں آئ رہا تھا کہ اسے کیا کہنا چاہئے۔ پتا نہیں کس طرح عمران کے ہاتھ لگ
 صدر کی سمجھ میں نہیں آئ رہا تھا کہ اسے کیا کہنا چاہئے۔ پتا نہیں کس طرح عمران کے ہاتھ لگ
 ”عنی تھی اور اب وہ کیا کر رہا تھا۔“
 ”میں تم لوگوں کے خلاف جس بیجا کام قدمہ قائم کر دو گی!“ وہ عمران کو گھونسہ دکھا کر بولا۔
 ”تم چاند پر چلی جاؤ... میری بلاسے!“
 ”پتا نہیں کن پاگلوں کے تھے چڑھ گئی ہوں!“
 ”تم سڑک کے کنارے کیوں بیو شپڑی ہوئی تھیں....؟“
 ”میری مرضی!“
 ”لہذا میری مرضی یہ ہے کہ اب کچھ دن یہاں بھی قیام کرو!“
 ”میں ایک سفارتخانے سے تعلق رکھتی ہوں تم سب گرفتار کر لئے جاؤ گے!“
 ”یہ اسی صورت میں ممکن ہو گا جب تم یہاں سے نکل پاؤ گی!“
 ”آخر تم مجھے یہاں کیوں روکنا چاہئے ہو!“
 ”تم سے دوستی کروں گا.... اچھی لگتی ہو!“
 اس کے منہ سے مغلقات کا طوفانِ امنڈ پڑا.... اور عمران بے بی سے صدر کی طرف دیکھتا
 رہا صدر کو فتحی آگئی۔
 ”تم ہنس رہے ہو... سر توڑوں گا!“
 ”آپ کو روپورث بھی دینی ہے۔ اشد ضروری ہے۔ چھپلی رات سے کوشش کرتا رہا ہوں۔
 ثابتہ آپ ان محترمہ میں اچھے ہوئے تھے!“
 ”اچھا اچھا!“ عمران احتتا ہوا پاؤ لین سے بولا۔ ”میں جا کر دیکھتا ہوں۔ اگر راستہ صاف ہوا
 تو تمہیں یہاں سے نکال دیا جائے گا!“
 کرسے سے نکل کر عمران نے دروازہ مغلقل کرتے ہوئے کہا۔ ”تم نے اس کے حسن کی تعریف
 کی تھی۔ میں نے کہا قریب سے کیوں نہ دیکھوں۔ واقعی تم بہت خوش ذوق معلوم ہوتے ہو!“

”فوراً نیکی چلے آؤ....!“ دوسرا طرف سے عمران کی آواز آئی۔ ”میں بڑی دشوار نہ
 پڑ گیا ہوں۔ سیدھے میرے کمرے میں آجائا...!“
 عمران کی زبان سے لفظ ”دوسری“ سن کر اُسے حیرت ہوئی تھی اور وہ بھاگم
 سائیکو میشن پہنچا تھا۔
 عمران کے کمرے کے بندروں اے پر ہلکی سی دستک دی۔
 ”آ جاؤ...!“ اندر سے آواز آئی اور صدر نے پینڈل گھما کر دروازہ کھولا ہی تھا کہ ایسا نہ
 ہوا جیسے آٹھویں منزل سے پھسل کر سڑک پر آگرا ہو۔
 پاؤ لین عمران کے سامنے بیٹھی اُسے قہر آکوں نظرلوں سے گھوڑے جارہی تھی۔
 ”بہت اچھا ہوا تم آگئے۔ اب تم ہی سمجھاؤ!“ عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔
 ”لک.... کیا مطلب....؟“ صدر ہکلا کر رہ گیا۔ پاؤ لین اب اُس کی طرف متوجہ ہو گی اُ
 آنکھوں کی قہر تاکی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔
 ”یہ درد دل کا مطلب نہیں سمجھتی!“ عمران بولا۔
 ”اس کے ملک میں ہوتا ہی نہ ہو گا!“
 ”یہ مولوی صدر سعید ہیں!“ عمران نے انگریزی میں تعارف کرایا۔
 ”تم سب جہنم میں جاؤ...!“ وہ دہاڑی۔
 ”مجھے پہلے ہی خدا شہ تھا۔ اسی لئے مسٹر کی بجائے مولوی استعمال کیا تھا۔!“ عمران نے
 میں صدر کو مخاطب کیا۔
 ”آخر بات کیا ہے....؟“ صدر نے پوچھا۔
 ”چھپلی رات مجھے ایک جگہ سڑک کے کنارے بے ہوش پڑی ملی تھیں۔ یہاں اٹھالا ہا
 کا بدله یہ دیا کہ ہم پر بلیک میلنگ کا اڑاام لگا رہی ہیں!“
 ”تم اس بلیک میر کے ساتھی معلوم ہوتے ہو۔ جھوٹ مت بولو۔!“ وہ بدستور قہر
 میں بولی۔
 ”کسی طرح یقین ہی نہیں آتا کہ ہم فارورڈ گکلیریگ کا کام کرتے ہیں۔!“
 ”اگر یہ حق ہے تو مجھے جانے دو.... زبردستی یہاں کیوں روک رکھا ہے۔!
 ”پتا نہیں سڑک پر کیا کرتی پھر و....!“ عمران بولا۔

”چھا تو سنو... اب اُس کی مگر انی اس طرح ہونی چاہئے کہ اُسے مگر انی کا شہر ہو جائے۔“
 ”میں نہیں سمجھا...؟“
 ”میں اُس پر مگر انی کا رو عمل دیکھنا چاہتا ہوں۔!“ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
 ”اُس کا بہترین طریقہ یہ ہو گا کہ تم اپنی فوجی وردی نکالو اور اُسے پہن کر اُس کی مگر انی کرو۔
 یعنی اُس کے کمرے کے سامنے اپنی وردی پہن کر اس طرح جما جائیے تمہیں خصوصیت سے اُس
 پر تھیں کیا گیا ہو۔!“
 ”کیا وہ کوئی بہت اہم آدمی ہے۔!“
 ”اہم ترین... اس وقت پینٹنگ اُسی کے قبضے میں ہے اور میجر فہیم کا قاتل بھی وہی ہے۔!“
 ”اوہ... تب تو ہم اُس پر ٹوٹ کیوں نہیں بڑتے...؟“
 ”اس طرح شاید پینٹنگ ہاتھ نہ آسکے۔ لیکن تم تھیک ڈیڑھ گھنٹے بعد وہاں پہنچ جانا اور میں اس
 عرصے میں دوسرے انتظامات کروں گا۔!“
 ”اور یہ بے چاری۔!“
 ”لے یہیں بند رہنے دو... وابس آکر پھر دیکھ لینا۔!“ عمران ایک آنکھ دبارک مسکرا لیا۔



اُس نے دو مسودوں کے واسطے کمرے میں شراب طلب کی تھی اور جب ویر نے آرڈر کی
 قبول کے لئے دروازہ کھولا تو اُس کی نظر اُس فوجی پر پڑ گئی جو راہداری میں میں اُس کے کمرے کے
 دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔

ویر شراب کی ٹرے میز پر رکھ کر چلا گیا۔ اُس کی آنکھوں میں گہری تشویش کے آثار نظر
 آئے گئے تھے۔ وہ کچھ دیر تک ساکت و صامت بیٹھا رہا پھر اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا اور
 فرش پر گھنٹوں کے بل بیٹھ کر قفل کے سوراخ سے آنکھ لگادی۔ فوجی صاف نظر آ رہا تھا اور اُس کی
 نظر اُس کے کمرے کے دروازے پر ہی تھی۔

ٹولیں سانس لے کر وہ اٹھ گیا۔ کم از کم اُس کے لئے بڑی عجیب بات تھی۔ تصور بھی نہیں
 کہ کتنا تھا کہ کوئی اُس مک پہنچ سکے گا۔ لیکن یہ لوگ بالکل گھاٹری ہی معلوم ہوتے ہیں۔ اُس نے
 سچا مگر انی کی راہ ہے تھے تو سادہ لباس والوں کو استعمال کیا ہوتا۔ یہاں کی آئی ایس آئی ناکارہ
 لوگوں پر مشتمل معلوم ہوتی ہے۔

”مشکر یہ.... لیکن آپ اُس کا کیا کریں گے....؟“

”تمہیں جیلی پسند ہے یا جام...؟“

”اینی بات سمجھے۔!“

”مسور کی دال سلیمانی...!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

صدر اُسے اپنے کمرے میں لے آیا تھا۔

”پچھلی شام میں نے سی بریز سے آپ کو فون کیا تھا۔!“ اُس نے کہا۔

”مجھے یاد ہے۔!“

”وہ اپنی میز پر تھا تھی۔ تھوڑی دیر بعد دو مرد اور ایک عورت اس کے شریک ہو گئے پھر ایک عورت اور ایک مرد چلے گئے۔ دوسرا مرد دو ہیں بیٹھا رہا۔ ان دونوں کے درمیان میجر فہیم کے گھر ملازم سے متعلق گفتگو ہوئی تھی۔ گفتگو سے اندازہ ہوتا تھا کہ مرد اُسے قتل کر دینے کے لئے تلاش کر رہا ہے۔ بس پھر میں نے پاؤ لین کا تعاقب ترک کر کے اُس کا تعاقب شروع کر دیا۔!“

”بہت اچھے جارہے ہو...!“

”وہ وہاں سے اتر کون کے کرہ نمبر ایک سو گیارہ میں گیا تھا۔ وہاں سے لکھا تو ایک آدمی اور اُس کے ساتھ تھا اور آپ کو یہ سن کر خوشی ہو گئی کہ اُس دوسرے آدمی کی ناک کا بیالا نہ تھا۔!“

”شگاف دار تھا...!“ عمران جلدی سے بولا۔

”جی ہاں۔!“

”اچھا تو پھر...؟“

”تو پھر یہ کہ میں نے تمام تر توجہ اُسی آدمی کی طرف مبذول کر دی۔ کیونکہ آپ نے اُن سے متعلق مجھے خصوصی ہدایات دی تھیں۔!“

”جی خوش کر دیا تم نے۔ شبابش... آگے چلو...!“

”ان دونوں نے رات کا کھانا یا اللو میں کھایا تھا۔ اُس کے بعد دوسرਾ آدمی پھر اتر کون ہی وہاں آگیا تھا۔ وہ کرہ نمبر ایک سو گیارہ میں مقیم ہے۔!“

”اور تم یہاں بیٹھے ہوئے ہو...؟“

”مگر نہ کیجھ... اُس کے بعد سے اُس پر سے نظر ہتا تھا۔ عقائدی نہ ہوتی۔ لہذا بِ نعمان کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔!“

بہر حال اب اسے کچھ کرنا چاہئے۔ تھوڑی دیر مک شراب اور تمباکو سے غفل کرتا رہا۔ از کے بعد پھر قفل کے سوراخ سے راہداری میں جھانکنے لگا۔ فوجی اب بھی وہیں اسی طرح کھڑا انداز کے آیا۔ تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ اس کے گرد جال پھیلا دیا گیا ہے۔ خیر دیکھا جائے گا۔

اس نے ہوٹل کے ٹیلی فون ایکس چنج سے ڈائرکٹ لائن مانگ کر نمبر ڈائل کئے۔ کسی کو مخاطب کیا اور آپکھ دیر سنتا رہا۔ کر کے جرمن میں بولا۔ ”نام فیلر بول رہا ہوں۔ فوراً ہوٹل پہنچو۔ میری گاڑی شیڈ نمبر ساتھ میں کھڑی ہوئی ہے۔ دیکھو کہ کوئی اس کی گمراہی تو نہیں کر رہا۔ ہوٹل کے قریب کے کسی فون مجھ سے میرے کمرے میں رابطہ قائم کرنا۔“

دوسری طرف سے جواب سن کر ریسیور کریٹل پر رکھ دیا اور پھر گلاس میں شراب انٹیلینے لگا۔ تقریباً دس منٹ بعد فون کی گھنٹی بجی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے آئی۔ ”شیڈ نمبر ساتھیں کے آس پاس کوئی ایسا نظر نہیں آیا جس پر گمراہی کرنے والے کاشہہ کیا جائے کہ۔“ ”راہداری میں میں میرے کمرے کے سامنے ایک فوجی کھڑا ہوا ہے۔ لیکن خبرہو۔۔۔۔۔ مگر پھر دیکھ لوں۔“

ریسیور میز پر رکھ کر دروازے کے قریب آیا اور قفل کے سوراخ سے جھانکنے لگا۔ لیکن فون نہ دکھانی دیا۔ انھوں کوئی دھمکی کیا اور کچھ دور تک ادھر ادھر نظر دوڑائی لیکن فون کا کہیں پتا نہ تھا۔ پھر دروازہ کھول کر باہر آگیا۔ راہداری ایک سرے سے دوسرے سرے کے سنان پڑی تھی۔

ٹوپیل سانس لے کر اندر واپس آیا اور ریسیور اٹھا کر ماڈ تک پیس میں بولا۔ ”میرے کمرے میں آجائو۔۔۔۔۔ لیکن ایک جوان العمر اور ٹلین شیو فوجی کو دھیان میں رکھنا۔۔۔۔۔ اگر کہیں نظر آجائے۔۔۔۔۔ پھر کمرے میں آنے کی بجائے واپس جا کر مجھے فون پر اطلاع دینا۔“

”اور دوسری صورت میں۔۔۔۔۔!“ پوچھا گیا۔

”سید ہے کمرے ہی میں چلے آتا۔“

قریباً دس منٹ بعد دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ اس نے اوپنی آواز میں اندر آنے کی اجازت دی اور ایک سفید فام آدمی کمرے میں داخل ہوا۔

”کیا قصہ ہے جناب۔۔۔!“ اس نے پوچھا۔

”میرا خیال ہے کہ میجر فیم کالازم اُن کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ پاؤ لین کہاں ہے۔۔۔!“

”پہنچ آفس میں ہو گی اس وقت۔۔۔!“ نووارد نے کلائی کی گھری پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

”اُسے رنگ کرو۔۔۔!“ اس نے فون کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

نووارد نے ایکس چنج سے لائن مانگ کر نمبر ڈائل کئے۔ کسی کو مخاطب کیا اور آپکھ دیر سنتا رہا۔

پھر ریسیور کریٹل پر رکھ کر اُس سے بولا۔ ”نہیں! وہ ابھی تک آفس نہیں پہنچی اور نہ ہی اطلاع دی ہے کہ دیر سے پہنچے گی۔ اس کے سلسلے میں یہ غیر معمولی بات ہے۔!“

”ہوں۔۔۔!“ اس نے طویل سانس لی۔ کچھ سوچتا رہا اور پھر بولا۔ ”اُس کے پارٹمنٹ میں

بھی دیکھو۔!“

نووارد نے پھر ریسیور اٹھایا۔ کمی بار نمبر ڈائل کئے لیکن جواب نہ ملا۔

”نہیں جناب۔۔۔!“ نووارد اس کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”وہ پارٹمنٹ میں بھی نہیں ہے۔!“

”تب تو پھر اس کا مکان ہے کہ وہ بھی اُن کے ہاتھ لگ گئی ہو۔!“

”میجر فیم کا ملازم صرف اس کا صورت آشنا تھا۔ اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔!“

”نہیں اس کا حلیہ تو بتا سکا ہو گا۔!“

نووارد پکھنے بولا۔

تھوڑی دیر تک کمرے کی فضا پر بوجمل سی خاموشی طاری رہی۔ پھر اُس نے کہا۔

”میرا اندازہ غلط نہیں ہو سکتا۔۔۔ لیکن ٹھہر وہ۔!“

وہ اپنے اٹھا کر رہا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نئے خیال نے اُس کی زبان روک دی ہو۔

”کیا پاؤ لین کو علم ہے کہ میں یہاں مقیم ہوں۔۔۔!“ اس نے اپنے نووارد سے سوال کیا۔

”نہیں۔۔۔ وہ نہیں جانتی۔!“

”تب پھر یہاں اُس فوجی کی موجودگی کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔!“

”مجھے تو کہیں کوئی فوجی نہیں دکھائی دیا۔!“ نووارد بولا۔

”ٹھہر وہ۔۔۔!“ اس نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ قفل کے سوراخ سے پھر جھانکا

مانے وہی فوجی کھڑا دکھائی دیا۔ پلٹ کرنووارد کو اشارے سے قریب بلایا اور سرگوشی کی ”دیکھو“

وہ تیچھے ہٹ آیا اور نووارد راہداری میں جھانکنے لگا۔

اور پھر اُس کے چہرے پر سر اسیکلی کے آثار صاف پڑھے جا سکتے تھے۔ وہ اُس کی طرف مڑک

اندازہ اندازہ میں سر ہلانے لگا۔

”میرا خیال ہے کہ میجر فیم کا ملازم اُن کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ پاؤ لین کہاں ہے۔۔۔!“

"اوہ... پروادہ مت کرو....!" وہ جلدی سے بولا۔ "لیکن یہ ہوا کیسے....؟"

"آپ کے جانے کے بعد وہ فوجی دو تین منٹ تک دیں رکارہا تھا۔ پھر میں نے قفل کے سوراخ سے دیکھا کہ وہ بھی وہاں سے ہٹ گیا ہے۔ اس کے بعد میں کمرے سے نکلا اور تیزی سے سنان راہداری طے کرنے لگا۔ یقین بیجھے میں بے خبری میں مارا گیا تھا۔ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اچانک کسی کمرے سے برآمد ہو کر میرا سر دیوار سے نکرادے گا۔ میں اس حملے کے لئے تیار نہیں تھا۔ بے ہوش ہو گیا اور دوبارہ ہوش آنے پر معلوم ہوا کہ وہ اپنا کام کر گیا ہے۔ یعنی سوت کیس میرے قبضے سے نکل چکا تھا اور ہوٹل کے چند ملاز میں میرے لئے فرست ایڈ کی تیاریاں کر رہے تھے!"

"میا تمہارا گیراج مغلل ہے!..." اس نے پوچھا۔

"نہیں....!" ساتھی نے جواب دیا۔

"اپنی گاڑی کی کنجی مجھے دو۔ میں اسے کپاڈتھیں نکال کر اپنی گاڑی گیراج میں کھڑی کروں گا!..." ساتھی نے اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھا لیکن کچھ پوچھا نہیں تھا۔ کنجی نکال کر اس کے والے کی۔

"تم بے فکر ہو....!" اس نے ساتھی سے کہا۔ "سوٹ کیس میں وہ چیز نہیں تھی جس کی انہیں تلاش ہے وہ تو میں نے انہیں چکر دینے کی کوشش کی تھی۔ وہ چیز میری گاڑی کے ذکے میں بخوبی ہے!"

"اوہ....!" ساتھی بے اختیار مسکرا پڑا۔ پھر مسمی صورت بنا کر اپنے سر کی چوٹ پر ہاتھ پھینرنے لگا۔

وہ کپاڈتھیں آیا۔ گیراج سے ساتھی کی گاڑی نکالی اور اپنی گاڑی گیراج میں کھڑی کر کے ذکے کھلنے کے لئے جھکا ہی تھا کہ کوئی سختی ہی چیز کر سے آگئی۔

"سیدھے کھڑے ہو جاؤ!..." ساتھی ہتھ کمان لجھے میں کہا گیا۔ اس بار آواز پچھے جانی پچھانی سی گئی۔ اس کے ہاتھ سے کنجی چھوٹ پڑی اور وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔ "دونوں ہاتھ سر پر رکھو....!" پھر کہا گیا۔

اس نے خاموشی سے تعیل کی اور کمر پر پڑنے والے دباؤ کے زیر اثر سر کتا ہوا دیوار سے جاگا۔ "لیکن اس کی جامدہ تلاشی لو۔!" اس نے پھر وہی جانی پچھانی کی آواز سنی اور کسی نے اُسے نیچے

"اوہر آؤ....!" اس نے نووارد کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور بیڈروم میں بیچھے کرایہ سوٹ کیس کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "یہ تمہاری ذمے داری ہے۔ میں یہاں سے نکل ہوں۔ وہ فوجی میرا تعاقب کرے گا اور تمہیں بھی یہاں سے نکل جانے کا موقع مل جائے گا۔" سوت کیس بحفاظت اپنے ٹھکانے تک لے جانا اور پھر وہیں میرے منتظر رہنا جب تک میں پہنچوں باہر مت نکلنا!"

"بہت بہتر جناب....!"

اس نے کوٹ پہننا اور کمرے سے نکلا چلا گیا۔ فوجی کی طرف سے عدم تو ہجی کا اظہار یہ موقع پر لازمی تھا۔

وہ آگے بڑھتا چلا گیا اور جب راہداری کے سرے پر مڑنے لگا تو اچھتی سی نظر فوجی پر ہوا۔ لیکن وہ تو اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں تھا۔

لفٹ کی طرف اسی لئے نہیں گیا تھا کہ زینوں کی جانب مڑتے وقت فوجی کا رو یہ دیکھ سکے۔ کیا وہ اس کے پیچھے نہیں آئے گا۔ احمد کہیں کا۔ اُس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہنہ نمودار ہوئی اور وہ تیزی سے زینے طے کرتا ہوا نیچے اُترنے لگا۔ گراؤٹ فلور پر بیچھے کر اس نے ہزا احتیاط سے اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیا اور پھر آگے بڑھ گیا۔

شیئر نمبر ستائیکس سے اپنی گاڑی نکالی اور تعاقب کے خدشے سمیت ایک جانب رو انہوں نے سڑکوں پر جہاں ٹریفک کی زیادتی تھی تعاقب کا اندازہ لگانا محال تھا۔ اس نے فرار کی راہ میں کرنے سے قبل اُس نے گاڑی کو ایسے راستوں پر ڈالنے کی کوشش کی جہاں وہ شیئر کو یقین میں بدل سکتا اور پھر ٹھوڑی دیر بعد اسے اپنی بوکھلاہٹ پر فٹی آنے لگی۔ کیونکہ اسے اپنے تعاقب میں کوئی گاڑی نہیں دکھائی دی تھی۔ وہ پھر گاڑی کو شاہراہ پر نکال لایا۔ اور اپنے اُس ساتھی کی قیام گاہ طرف رو انہے ہو گیا جسے سوت کیس سمتی ہوٹل کے کمرے میں چھوڑ آیا تھا۔ اُس کے انداز کے مطابق اب تک وہ اپنی قیام گاہ پر بیچھے چکا ہوا گا۔ یہ اندازہ بھی غلط نہیں نکلا تھا لیکن ساتھی سر پر پیٹ بند ہی نظر آئی۔ "یہ کیا ہوا....؟" اس نے بے ساختہ کہا۔

"مجھے بے حد افسوس ہے!..." ساتھی نے کراہ کر کہا۔

"کس بات پر افسوس ظاہر کر رہے ہو....؟"

"سوٹ کیس مجھ سے چھین لیا گیا!"

ہوئے ہوتے تو ہاتھوں میں ہٹھکڑیاں پڑی ہونے کے باوجود بھی شاید اُن پر ثوٹ پڑتا۔ ایک فوجی نے کتنی اٹھا کر ڈکے کھولی۔

ڈکے میں ایک بڑا سا پارسل رکھا ہوا نظر آیا۔ غالباً پیننگ کو بڑی اختیاط سے واٹر پروف لفوقات میں رکھا گیا تھا۔

”کیا خیال ہے!“ عمران میک ہادر کی طرف دیکھ کر مسکرا یا۔

لیکن میک ہادر کچھ نہ بولا۔ وہ دیوار سے لگا کھڑا اس طرح ہانپ رہا تھا جیسے غفرنیب پیغمبرؐ کے جواب دینے والے ہوں۔ تصویر کی پیٹنگ کھول ڈالی گئی لیکن اُس پر نظر پڑتے ہی میک ہادر اچھل پڑا۔ حرث سے منہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔ کیونکہ فریم میں تصویر کی وجہے صرف سیاہ رنگ کا کیونا اس نظر آ رہا تھا۔

”یہ تم نے کیا کیا....؟“ عمران نے میک ہادر سے پوچھا۔

”میں نے!“ وہ پوچک کر بولا۔ ”مم.... میں نہیں جانتا کہ ایسا کیوں نکر ہوا۔“

”کواس مت کرو....!“ عمران اُسے گھوڑتا ہوا بولا۔ ”اس سلسلے میں تم نے پہلے بھی دھوکا دینے کی کوشش کی تھی۔ وہ سوٹ کیس یاد کرو جو تمہارا ساتھی ہو ٹھل والے کمرے سے نکال کر لے چلا تھا!“

اپاک میک ہادر نے سنبھالا لیا اور زور سے ہٹس کر بولا۔ ”آخر تم لوگ میرے خلاف کیا تابت کرنا چاہتے ہو۔ کیا ایک ایسا فریم جس میں سیاہ رنگ کا کیونا اس لگا ہوا ہے اپنی گاڑی کے ڈکے میں رکھا جرم ہے....؟“

”قطیعی نہیں... کیونکہ ہم بہت جلد معلوم کر لیں گے کہ اس سیاہ کوئنگ کے نیچے کیا ہے۔!“ میک ہادر نے لاپرواہی سے شانوں کو جبش ڈی او رو دری طرف دیکھنے لگا۔ عمران کی آنکھوں میں فکرمندی کے آثار تھے۔



سر سلطان فون پر آئیں آئی کے ڈائریکٹر جزل سے الجھ پڑے تھے۔ دوسرا طرف سے بھی ناخن ٹھوکر ہی لجھ میں گفتگو ہو رہی تھی۔ آخر سر سلطان نے کہا۔ ”وہ پیننگ میرے مجھے کے کی آدمی کی تحویل سے غائب نہیں ہوئی تھی۔ اس کے باوجود بھی میرے آدمی نے اُس کی بازیابی کے سلسلے میں تمہارے مجھے کی مدد کی۔ میجر فہیم کے قاتلوں کو پکڑ کر تمہارے حوالے کر دیا۔ اب

سے اوپر تک مٹول کر رکھ دیا۔ بغلی ہو لشتر میں ریو اور موجود تھا جس کو قبضے میں کر لینے کے لیے اُس کے شانے پکڑ کر تیزی سے مختلف سمت میں گھما دیا گیا اور سامنے کھڑے ہوئے آدمی نے آنکھ مار کر کہا۔

”کہو کیسی رہی دوست....! اُس رات تم نے میری دعوت میں رختہ ڈال کر ساری راڑ بھوکے رہنے پر مجبور کیا تھا!“

”میں نہیں جانتا تم کون ہوا اور کیا کہہ رہے ہو!“ اُس نے کہا۔

”قصہ ختم کیجئے مسٹر عمران...!“ بائیں جانب والے فوجی نے کہا۔ ”یہ بلاشبہ میک ہادر ہے۔“ اور بڑی خوب صورت اردو بول سکتا ہے۔ ”عمران بولا۔“ اور اس رات ڈاڑھی میں خود بھی بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔!

”یہ کیا بکواس ہے!“ اُس نے سخت لبھے میں کہا۔ ”کس قانون کے تحت تم لوگ میرے ساتھ یہ بر تاؤ کر رہے ہو۔ میں اٹلی کا ایک معزز تاجر ہوں۔ تمہاری حکومت کی درخواست یہاں آیا ہوں۔!“

”ہٹھکڑیاں لگنے کے بعد بھی معزز ہی رہو گے۔“ عمران نے کہا اور باہر کھڑے ہوئے فوجیوں میں سے ایک کو اندر آنے کا اشارہ کیا اور اُس نے کیپشن برلاس کے حکم سے میک ہادر کے ہاتھ میں ہٹھکڑیاں ڈال دیں۔

”یہ تو رہا میک ہادر....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”اور پاؤ لین بھی کچھ دیر بعد تمہارے پاس آتا جائے گی۔ اُس کے ساتھ ہی ایک ٹپ ریکارڈر بھی ہو گا جس میں تمہیں پاؤ لین یہ کہتی ہوئی سنائی دے گی کہ میک ہادر اُس کے توسط سے میجر فہیم کے بنگلے میں داخل ہوا تھا اور اُسی نے میجر فہیم کی قتل بھی کیا تھا۔!<“

”لیکن پیننگ کہاں ہے....؟“ کیپشن برلاس نے سوال کیا۔

”کیوں بھی کہاں ہے....؟“ عمران نے میک ہادر سے پوچھا۔

”لیکی پیننگ میں کچھ نہیں جانتا اور تم لوگوں کو اس کے لئے چھپتا پڑے گا۔!“ ”ڈر اس گاڑی کی ڈکے تو کھولو!“ عمران نے پیروں کے قریب پڑی ہوئی کنجیوں کے پچھے ٹھوکر مار کر کہا۔

”یہ قطعی غیر قانونی ہے۔!“ میک ہادر حلق چھاڑ کر دھاڑا۔ اگر دو ریو اور اس کی جانب نہ اٹھ

اور کیا کیا جائے۔!

”لیکن پینٹنگ کہاں گئی.....؟“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ شامد عمران بھی نہ تسلیکے۔!

”پہلے خیال تھا کہ تصویر پر سیاہ رنگ پھیر دیا گیا ہے لیکن ماہر کی رائے ہے کہ اس کیوناں پر سے کبھی کوئی تصویر ہی نہیں بنائی گئی۔ صرف سیاہ رنگ پھیر آیا ہے۔!

”جس کے قبضے سے وہ فریم برآمد ہوا ہے.... اُس سے پوچھو....!

”وہ کہتا ہے کہ اس نے گاڑی کے ڈکے میں پینٹنگ ہی رکھی تھی اور اُس کا خیال ہے کہ عمران نے پہلے ہی تصویر غائب کر کے دوسرا فریم ڈکے میں رکھ دیا ہو گا کیونکہ اس کی گاڑی اندر کون کے شیڈ نمبر ستائیں میں کھڑی رہتی تھی۔!

”عمران کیوں غائب کرنے لگا....؟“

”لڑم کا خیال ہے کہ عمران اُس سے لاکھوں ڈالر کاملاً سکتا ہے۔!

”بکواس.... کھلی ہوئی بکواس.... اگر عمران ایسا کر سکتا ہے تو میں بھی کر سکتا ہوں اور تم بھی کر سکتے ہو۔!

”بہت زیادہ خوش فہمی میں بتلا ہو....؟“

”یہ خوش فہمی نہیں حقیقت ہے۔!

”لڑم کا خیال ہے کہ جب تک عمران کا لکراؤ اس سے نہیں ہوا تھا اُسے پینٹنگ کی قدر و قیمت کا علم نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ اسے شیراں کی جھک سمجھتا رہا تھا۔!

”اور میک ہادر نے اُسے پینٹنگ کی قدر و قیمت سے آگاہ کر دیا تھا۔“ سر سلطان نے طریقہ میں پوچھا۔

”وہ تکمیل کرتا ہے۔!

”بھک مارتا ہے لیکن اب تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔!

”پینٹنگ کی واپسی....!

”ایک لڑم میرے ایک آدمی کے خلاف کوئی یاں دیتا ہے اور تم اُس پر یقین کر لیتے ہو۔ کہاں ثبوت ہے تمہارے یا اس کے پینٹنگ عمران ہی نے غائب کی ہے۔!

”بات نہ بڑھاؤ سلطان.... صرف تمہارے خیال سے دوستانہ انداز میں اس مسئلے کو حل کرنا

چاہتا ہوں۔ درستہ بر اور راست بھی کارروائی کر سکتا تھا۔!

”تو میں اسے دھمکی سمجھوں.....؟“

”نہیں ڈیزیر.... اس بات کا انداز بھی دوستانہ ہی ہے۔!

”یعنی.... اب کیا چاہتے ہو....؟“

”بہت چالاک ہو۔!“ دوسری طرف سے ہنسنے کی آواز آئی۔ پھر ڈائریکٹر جزل نے کہا۔

”عمران سے کہو کہ وہ فوٹو گراف ہی ہمارے حوالے کر دے۔!

”کون سے فوٹو گراف....!“

”اُس پینٹنگ کے۔!

”مجھے ایسے کسی فوٹو گراف کا علم نہیں ہے۔!

”اُس سے پوچھو....!“

”اگر وہ کسی سے اس کا اعتراف کرچکا ہے تو مجھ سے بھی جھوٹ نہیں بولے گا۔!

”وہ میک ہادر سے اس کا اعتراف کرچکا ہے۔!

”پھر وہی میک ہادر....!“ سر سلطان بھنا کر بولے۔

”تم عمران کو ٹوٹانے کی کوشش کرو....!“

”غیر میں دیکھوں گا۔ باقی باقی....“ کہہ کر سر سلطان نے رابطہ منقطع کر دیا۔ ان کی آنکھوں

پر تشویش کے آثار تھے لیکن انہوں نے عمران سے فون پر رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ اس کی بجائے

اپنے پرنسپل اسنٹ کو اُس کی تلاش پر مأمور کیا تھا۔ لہذا قرباً بڑی ریڑھ گھنٹے بعد وہ ان کے ریٹائرمنٹ

روم میں بیٹھا نظر آیا۔

سر سلطان اُسے اپنی اور آئی۔ اس۔ آئی کے ڈائریکٹر جزل کی گفتگو کے بارے میں تاریخ ہے تھے۔

”تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ پینٹنگ جہاں بھی ہے محفوظ ہے۔!“ عمران نے تفکر لجھے میں بولا۔

”اگر کسی نے میک ہادر کے پاس سے بھی تصویر غائب کر دی ہے تو اُس کی جگہ اسی قسم کا دوسرا

فریم کھٹک کی کیا ضرورت تھی۔!“ سر سلطان نے کہا۔

”اپنی اپنی افادہ طبع ہے۔!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”اگر میں اُس پینٹنگ کو پار کرتا تو اُس کی جگہ

ایک میک ہادر کو دیتا مقصد میک ہادر کو چڑھانے کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا۔!

”تم پھر بیکنے لگے۔!

”فی الحال یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ حرکت اُسے چڑھانے ہی کے لئے کی گئی تھی۔“

”مغربی جرمنی کے کسی انجینئرنگ میں خرکت ہو سکتی ہے.....؟“ سلطان نے اُس کی آنکھ میں دلپختہ ہوئے سوال کیا۔

”ساری دنیا کو اُس پینٹنگ سے دبچپی ہو سکتی ہے کیونکہ اُسکا تعلق ہندرے کلکشن سے تھا۔“

”خیر.... ہاں تواب تم فوٹوگراف کی بات کرو!“

”آپ بھی اوہر اور الوں کی باتوں میں آگئے!“

”مجھ سے اڑنے کی کوشش کر رہے ہو!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا!“

”مجھے اچھی طرح یاد ہے جب تم نے مجھے سردار گذھ سے کال کر کے اس ہنگامے کے باہر میں بتاتے ہوئے اُس نامعلوم آدمی کے مطابق کو دہرا یا تھا۔ تو میں نے تم سے پوچھا تھا کہ تم اُز تصویر سے متعلق کسی نتیجے پر پہنچ ہو۔ اس کا جواب تم نے یہ دیا تھا کہ نتیجے کا علم تمہیں مجھ کے لیبارڈری تک پہنچ بغیر نہیں ہو سکتا۔ آخر کس بناء پر تم نے یہ بات کہی تھی۔ اور سجنل پینٹنگ اُز وقت تمہارے قبضے میں تو نہیں تھی!“

”آپ تو میرے والد صاحب سے بھی زیادہ خوفناک ہوتے جا رہے ہیں!“ عمران بے کہتے بولے۔

”فوٹوگراف اپنے پاس رکھ کر کیا کرو گے.....؟“ سلطان نے نرم لمحے میں پوچھا۔

”اُسے ٹرانافی سمجھ کر رکھوں گا!“

”فضول بات...!“

”دیکھ جانا! پینٹنگ کا معہ حل کئے بغیر فوٹوگراف کو آفیشل ریکارڈ میں بھی نہیں رکھا گا۔ میں نے صرف آپ سے اعتراف کیا ہے کہ پینٹنگ کے فوٹوگراف میں نے لے تھے!“

”آئی ایس آئی...?“

”اس کی فکر نہ کیجئے!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”آن ہی کی غفلت کی بناء پر پینٹنگ بھی باخے گئی!“

”یا میک ہاور غلط کہتا ہے کہ تم نے اُس سے اعتراف کیا تھا!“

”بکواس کرتا ہے۔ دراصل مجرم فہیم سے پینٹنگ حاصل کر لینے کے بعد ہی اُسے نیال آیا!“

”کہیں میں نے اُس کے فوٹوگراف تو نہیں لے۔!“

”ہاں یہ ممکن ہے!“ سلطان نے پہ تشویش لمحے میں کھلا۔ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر

چوک کر بولے۔ ”آخر یہ قصہ فارن پر لیں تک کیسے پہنچا تھا....؟“

”اُس قصے کو اب ختم کر دیجئے تو بہتر ہی ہو گا!“

”کیوں....؟“

”یہ غلطی ایک ایسے فرد سے سرزد ہوئی تھی جس کو پینٹنگ کی اہمیت کا علم نہیں تھا!“

”کس کی بات کر رہے ہو....؟“

”شیراں کی سیکریٹری میریا کی۔ اُس نے ایک غیر ملکی پر لیں کے نمائندے کو صرف یہ بتایا تھا کہ پینٹنگ کس قسم کی تھی اور حیرت ظاہر کی تھی کہ ایک گھٹایی پینٹنگ کے لئے اتنا ہگامہ ہو گیا!“

”ٹھیک ہے تو اس سلسلے میں اب خاموشی ہی اختیار کرنی چاہئے!“ سلطان سر ہلا کر بولے۔

”اب تو یہ دیکھا ہے کہ تیسری پارٹی کون ہے جس نے میک ہاور کو بھی چوٹ دے دی!“

”عمران نے کھلا۔“

”اوہ.... اُس کا کیا ہوا جس کے خلاف تم نے شہر ظاہر کیا تھا کہ وہ روزا پا لگریو کا آدمی بھی ہو سکتا ہے!“

”اُس پر بھی ناک ڈالنے کوئی بہت اہم آدمی نہیں ہے۔ اُس نے مجھ سے اعتراف کر لیا ہے

کہ وہ شیراں کے باڈی گارڈ کی حیثیت سے دراصل روزا ہی کے لئے کام کر رہا تھا اور مقصد اُسی

پینٹنگ کی تلاش کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا!“

”تواب تم تیسری پارٹی کے لئے کیا سوچ رہے ہو....؟“

”میرے خیال سے اب ہمیں تو آرام ہی کرنا چاہئے۔ آئی ایس آئی والوں ہی کو تیر مارنے دیجئے!“

”یہ تو قوی کی باتیں مت کرو!“

”تو پھر تائیے کیا ہم تیسری پارٹی کے لئے تلاش کم شدہ کا اشتہار شائع کرائیں گے۔ ہاں اگر اُس

تیسری پارٹی کے سر میں بھی فوٹوگراف کا سودا سماں تو مجھ سے ضرور نکرائے گی۔ اُسی وقت دیکھا

جائے گا!“

”یہ کوئی جاؤسی ناول نہیں تصنیف ہو رہا ہے۔ سمجھے!“ سلطان آنکھیں نکال کر غرائے۔

”کچھ گیا جتاب.... لیکن آپ یہ تو دیکھئے کہ یہ قصہ کسی جاؤسی ناول ہی کی طرح شروع ہوا

ہے۔ ہونہے.... گدھی.... اور اس کا بچ.... بہرام اور ان کی خالہ!“
”اس فوٹوگراف پر کب کام شروع کرو گے؟“
”ذرادم لینے دیجئے جاتا....!“

سر سلطان اسے گھوڑتے رہے کچھ بولے نہیں۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے کہا۔ ”یہ گھنیم،
اس پینٹنگ کے شیدر میں کسی قسم کے نقشے کی جملک نظر آئی تھی اسی لئے وہ اسے ذاتی تحریر پر
میں لے گیا تھا!“

”کیا تمہارے لئے ہوئے فوٹوگراف میں بھی....؟“
”اگر ان کی بات نہ کہجئے!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔
”کیوں....؟“ سر سلطان نے پھر آنکھیں نکالیں۔

”آن کی بارے میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اسپائی کیسرے سے مائیکرو فلم پر جلدی میں گز
لئے تھے اور ہماری لیبارٹری میں فی الحال وہ سٹف موجود نہیں ہے جس کے ذریعے اسے!
اغلار جنت کے قابل ڈیولپ کیا جا سکے!“

”اسٹف کہاں سے آئے گا!“

”آجائے گا بے فکر ہے اور اگر کوئی آپ سے میرے بارے میں کچھ پوچھے تو اس کا کوئی دار
جواب ہرگز نہ دیجئے۔ اسی طرح میں تیسری پارٹی پر بھی ہاتھ ڈال سکوں گا!“
”تو میں جzel سے کہہ دوں کہ تمہیں کسی فوٹوگراف کے وجود کا علم نہیں!“

”بانکل کہہ دیجئے!“

”اور اگر تم براہ راست گھیرے گئے تو....؟“

”نیچے کا خود ذمہ دار ہوں گا!“

”دشواری میں پڑ جاؤ گے!“

”بہت دنوں سے کسی خاص دشواری میں نہیں پڑا ہوں۔ اس لئے پڑنے کو جی چاہتا ہے۔“
”اچھا باب دفعہ ہو جاؤ!“ سر سلطان ہاتھ ہلاکر بولے اور عمران ڈھٹائی سے بنتا ہوا لگا۔



ساحل سمندر کے ایک ویران اور دورافتادہ حصے میں بڑا سالاً دروشن تھا۔ جس کے گرد
سفید قام غیر ملکی ہی بیٹھے گا بجارتے تھے۔ ان میں دو لڑکیاں تھیں اور تین مرد۔ جس

ٹریک بھی پھوکے جا رہے تھے۔ لڑکیاں خوش شکل اور تندرست تھیں۔ مرد بھی تو انہیں اور جوان
اعترافی تھے۔ عام پیوں کی طرح گندے معلوم نہیں ہوتے تھے۔ بال ضرور بڑھا کر تھے لیکن
ان کے لباس یا جسم میلے نہیں تھے۔

ان میں سے ایک گنڈا بخار ہاتھ اور دونوں لڑکیاں ہم آہنگ ہو کر کچھ گاری تھیں۔

دفعتائی طرف سے ایک اور پیسی نمودار ہوا۔ جو ایک بڑا سالاپار سل بغل میں دبائے ہوئے تھا۔
انے دیکھ کر لڑکیاں خاموش ہو گئیں اور لگبھار بھی تھم گیا۔

”کیا بخوبی ہے....؟“ ایک پیسی نے نووارہ سے سوال کیا۔

”سب ٹھیک ہے یہ دیکھو...!“ اس نے پار سل کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر انہیں دکھاتے
ہوئے کہا اور پھر اس پر سے کاغذ کی تھیں اتارنے لگا۔

اس کے بعد وہ اس پینٹنگ کو بڑی دلچسپی سے دیکھنے لگے تھے۔ جو کاغذ کی تھوڑی کے نیچے سے
برآمد ہوئی تھی۔

”کیا گدھی ہے اور کیا بچ ہے.... وہ....!“ ایک لڑکی چکاری۔

”دیکھ کچھے....؟“ نووارہ پیسی نے پوچھا۔

اور سب نے یہک آواز اثابت میں جواب دیا۔ پھر نووارہ نے وہ پینٹنگ بھڑکتے ہوئے الاوہ میں
ڈال دی۔ شعلے کچھ اور بلند ہو گئے اور ایک لڑکی گدھی کی طرح ریکھنے لگی۔ بقیہ افراد زور زور سے
تھیک ہو گئے تھے.... شعلے بھڑکتے رہے اور لڑکی ریکھتی رہی۔

”ریکھنے جاؤ!“ ایک پیسی بولا۔ ”لیکن ہم میں سے کوئی بھی تمہارا بچ بننے پر تیار نہیں ہو گا!“

”تم سب میرے بچے ہو!“ لڑکی نے جواب دیا۔

اور وہ خاموش ہو کر اس پینٹنگ کو راکھ ہوتے دیکھتے رہے۔

”میکہ باروں پکڑ لیا گیا!“ نووارہ پیسی نے اطلاع دی۔

”جنہم میں جائے!“ دوسرا نے جواب دیا۔ ”ہم نے قصہ ہی ختم کر دیا!“

”لیکن میرا خیال ہے کہ قصہ ختم نہیں ہوا....!“

”کیا مطلب....؟“

”میں نے سنا ہے کہ جس نے شیراں کے یہاں سے پینٹنگ برآمد کی تھی اس نے ان کو
کاراٹی تحویل میں دینے سے پہلے اس کے فوٹو لے لئے تھے۔ اس سے وہ فوٹو طلب کئے گئے اس

پھر مریٹا نے اُس سے عمران کا پتا لیا اور اپنا تھیلا اٹھا کر کانہ ہے پر ڈالا اور دہاں سے چل پڑی۔ فریاد، فریاد، فریاد۔ پیدل چل کر اُس جگہ پہنچی جہاں متعدد چوبی جھوپڑوں پر مشتمل ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ ایک جھوپڑے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی اور کیر و میں یہ پروشن کر دیا۔ یہاں ایک بزرگ و کرسیاں اور ایک چھوٹی سی میز پڑی ہوئی تھی۔ بستر کے نیچے ایک سوت کیس بھی نظر آ رہا تھا۔ اُس نے پیوں والا بس انداز کر کر ڈھنگ کے کپڑے پہنے اور بالوں کو سلیقے سے سنوارنے لگی۔

توہڑی دیر بعد جھوپڑے سے برآمد ہوئی۔ اس بار سوت کیس اُس کے ہاتھ میں تھا۔ پھر پیدل ہی چلتی ہوئی ساحلی تفریح گاہ کے اس حصے میں پہنچی جہاں گاڑیاں پارک کی جاتی تھیں۔ ایک بیوی گاڑی کے دروازے کا قفل کھولا اور سوت کیس پہنچلی سیٹ پر رکھ دیا۔ پھر توہڑی دیر بعد وہ اُسی گاڑی کو ڈرائیور کرتی ہوئی شہر کی طرف لے جا رہی تھی۔



عمران کو اس پارٹی کی تلاش تھی۔ جس نے میک ہاور کو بھی چوتھی دی تھی۔ لیکن یہ تلاش ایسی ہی تھی جیسے کوئی خلاء میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہو۔ تیرسی پارٹی نے کوئی اپنا اتنا پتا چھوڑا تھا کہ وہ جا کر کسی کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیتا۔ میک ہاور کی گاڑی کے ڈکے میں جو فریم چھوڑ گئے تھے اُس پر تو کسی کی انگلیوں کے نشانات تک بھی نہیں ملے تھے۔ لہذا اب اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا کہ عمران اُسی جگہ کے چکر لگاتا رہتا جہاں میک ہاور اپنی گاڑی پارک کرتا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ فریموں کی تبدیلی کی کارروائی یہیں ہوئی ہو۔ لیکن ضروری نہیں تھا کہ فریم تبدیل کرنے والا بھی انٹر کون یہی میں مقیم رہا ہو۔

بہر حال اصول کے مطابق تفتیش کی ابتداء یہیں سے ہو سکتی تھی۔ لہذا جھک مارتا پھر رہا تھا۔ لیکن اس وقت خواہ نکواہ انٹر کون کے ریکریشن ہاں میں گھنٹے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے کوشش ہی کہنا چاہئے کیونکہ گیٹ پر خاصی بھیڑ تھی۔ بالکل ایسا ہی لگتا تھا جیسے کسی مار دھاڑ سے بھر پور فلم شو پر جو نسل والوں نے رش کیا ہو۔ دراصل آج یہاں کھمے یعنی خیم عربیاں رقص کا پروگرام تھا۔

ای بھیڑ بھاڑ میں اچانک کوئی پوری قوت سے آنکر لیا اور پھر اُس کی گردن میں دونوں ہاتھ ڈال کر جھوپل بھی گیا۔ وہ تو سمجھا تھا کہ جھوپل گیا ہے لیکن آنکھیں چھاڑ کر دیکھنے پر معلوم ہوا کہ جھوپل نہیں ہے۔ عمران کی گردن پر گرفت مضبوط تھی اور اُس کی آنکھیں بند تھیں گھنٹھریاں لے خوش نمباں شانوں پر لمبارہ ہے تھے۔ کسی مغربی ملک کی معلوم ہوتی تھی۔

نے سرے سے انکار کر دیا کہ اُس نے پینٹنگ کے فوٹو بھی لئے تھے!

”پینٹنگ علی عمران نے برآمد کی تھی۔“ دوسرا ہپی بولا۔

”ای لئے تو خدشہ ہے کہ فوٹو ضرور لئے گئے ہوں گے۔“

”اُس سے بعد نہیں ہے۔“

”اگر یہ بات ہے تو میں اس سے نیٹ لوں گی۔“ ایک لڑکی بولی۔

”تم اس کے قریب بھی نہیں جاؤ گی۔ مری ڈارنگ!“ نووارد ہپی نے کہا۔

”کیوں....؟“ اُس نے تیز لمحے میں پوچھا۔

”وہ ایک ریٹل اسٹینک ہے۔ پہلے جھنگھنا بجا کر محظوظ کرتا ہے پھر اچانک ڈس لیتا ہے۔“

”میں دیکھوں گی۔“

”تمہاری مرضی.... میں نے آگاہ کر دیا۔“

”یہ ضروری ہے کہ ہم اُسے فوٹو گراف سمیت فا کر دیں۔“ دوسرا ہپی بولا۔

”کوشش تو یہی ہونی چاہئے۔“ نووارد نے نہ تو شویش لمحے میں کہا۔

”یتاً وہ کہاں ملے گا۔“ لڑکی نے نہ عزم لمحے میں پوچھا۔

”یہی بتانا تو مشکل ہے کہ وہ کہاں ملے گا۔ وہ تمہارے بس کا نہیں ہے۔ مریانا....!“

”اُبھی تک تو ایسا کوئی مرد میری نظر سے نہیں گرا جو میرے بس کا نہ ہو۔“ مریانا فخر انداز میں بولی۔

”اچھی بات ہے۔ تو میں اُس کے فلیٹ کا پتا لکھ کر تمہیں دے رہا ہوں لیکن یاد رہے کہ یہ اُن

اپنی ذمہ داری پر کرو گی۔ ہمیں ہدایت کی گئی تھی کہ یہاں اپنے دوران قیام میں حتیٰ اما مکان اُن سامنا کرنے سے گریز کریں۔“

”پھر فوٹو گراف کے حصول کی کیا صورت ہو گی....؟“ مریانا نے پوچھا۔

”یہی تو سمجھ میں نہیں آ رہا میں سوچ رہا ہوں کہ اس سلسلے میں خصوصی ہدایات حاصل کر گئی تھیں۔“

”تم ہدایات حاصل کرتے رہو۔ میں تم سب سے بالکل الگ ہوئی جاتی ہوں اور اس دوران

میں تم سے کوئی رابطہ نہیں رکھوں گی۔ اپنے طور پر کروں گی یہ کام....!“

کوئی کچھ نہ بولا۔

کوئی خاص بات نہیں..... کبھی کبھی بھیر بھاڑ کی وجہ سے بھی ایسا ہو جاتا ہے۔“!
اللہ جانے....!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

ڈاکٹر لڑکی کو ہوش میں لانے کی تدبیریں کر رہا تھا۔ ادھر بوڑھے کی نظر عمران کے پیچے پر
تھی اور عمران کا چہرہ حماقتوں کی آمادگاہ بننا ہوا تھا۔!

”بیواد تو سی زیادہ پرانی نہیں ہے.....؟“ اچاک اس نے پوچھا۔
”میری تو عقل ہی خط ہو کر رہ گئی ہے۔!“ عمران بولا۔

”گھر انے کی بات نہیں ہے... کہاں رہتے ہو....؟“
”بکرا منڈی میں....!“

”اہ....!“ بوڑھے کے لمحے میں حرمت تھی۔ پھر اس نے سنبھل کر پوچھا۔ ”کیا کرتے ہو؟“
”مویشیوں کی آڑھت....!“

”اس سے کیسے دوستی ہوئی تھی۔!“
”ہوش میں آکر خود ہی بتائے گی۔!“ عمران نے غصیلے لمحے میں کہا۔

”اُوہ اشاند آپ نر امان گئے....؟“
”برامانے کی بات ہی ہے جناب....!“ عمران تھنھے پھلا کر بولا۔ ”اُگر میں بکروں کی آڑھت
کرتا ہوں تو آپ حرمت سے پوچھتے ہیں کہ اس سے کیسے دوستی ہوئی تھی۔ ارے کیا میں بکرے
اپنے گے میں لٹکائے پھرتا ہوں کہ دوستی نہ ہو سکتی۔!“

”واقعی آپ نر امان گئے....!“ بوڑھا ہنس کر بولا۔
”بکرا میرا جذباتی مسئلہ ہے۔!“

”لیکن زندہ دل معلوم ہوتے ہیں....؟“ بوڑھے نے کہا۔
”زندہ دل نہ ہوتا تو یہ اسی طرح گردن میں جھوول جاتی۔!“
”میں نہیں سمجھا....؟“

”وہی ہوش میں آکر سمجھائے گی۔!“

”بہت بہتر جناب میں چلا۔!“ بوڑھے نے ناخوش گوار لمحے میں کہا۔ ”مجھے کیا....؟“
اُس کے مل جانے پر عمران نے طویل سانس لی اور ڈاکٹر کی طرف دیکھنے لگا جو لڑکی کے بازو
میں کوئی دو انجکٹ کر رہا تھا۔

”کیا ہوا.... کیا ہوا....؟“ چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں اور لوگ اُن کے قریب
سے ہٹنے لگے۔

”ارے صاحب سنبھالئے.... ورنہ نیچے گر جائے گی۔!“ کسی نے عمران کو لکارا۔ اور ”وہ
جی احتجانہ انداز میں منہ پھاڑ کر اس غیر ملکی لڑکی کو دیکھنے لگا جو اُس کی گردن میں جھوول کر بے بوڑھے
ہو گئی تھی۔

”اوه.... خدا کی پناہ.... آپ شاکد بہت زیادہ نرود ہو گئے ہیں۔!“ کسی نے قریب ہی
کہا۔ ”کمر میں ہاتھ دے کر سنبھالئے.... ورنہ وہ آئی نیچے۔!“
اور عمران نے بڑی سعادت مندی سے اس مشورے پر عمل کیا۔ بات بھی پلے پڑنی تھی۔
یعنی وہ لوگ اُس اجنبی لڑکی کو اُسی کی ساتھی سمجھ رہے تھے۔

”اے ہاتھوں پر اٹھائیے جناب.... آپ تو بہت بھولے معلوم ہوتے ہیں۔!“ کسی نے اس
شانہ تھپک کر کہا۔

”اوه جی ہاں....!“ عمران بکھلا کر بولا اور پھر اس مشورے پر بھی عمل کرنا ہی پر اٹھا۔
”لیا یو نہی کھڑے رہیں گے۔!“ اُس نے پھر ہمدرد کی آواز سنی اور لڑکی کو ہاتھوں پر اٹھا
ہوئے اس کی طرف گھوم گیا۔

”میرا مطلب ہے کلینک کی طرف لے چلنے۔!“ اُس نے کہا۔ یہ ایک معمر اور بے حد فناست
پسند آدمی تھا۔

”مم.... میں نہیں جانتا۔.... کدھر ہے۔!“ عمران ہکلایا۔
”میرے ساتھ آئیے۔!“

اس دوران میں عمران بھانت بھانت کی بولیاں سنتا رہا تھا جیسے ہی وہ بوڑھے کے ساتھ ہے
کے لئے آگے بڑھا لوگ ادھر ادھر ہٹ گئے۔
ہوٹل ہی کی عمارت میں واقع کلینک تک پہنچنے کے لئے زیادہ نہیں چلتا پڑا تھا۔ ڈاکٹر مدد
تھا۔ عمران نے لڑکی کو معاشرے کی میز پر لٹا دیا۔ معمر آدمی اب بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔
کیا پہلے بھی ایسا کوئی دورہ پڑچکا ہے....؟“ ڈاکٹر نے عمران سے پوچھا۔

”پپ.... پتا نہیں....!“ عمران نے ہونقوں کی طرح جواب دیا۔
”تم واقعی بہت نرود معلوم ہوتے ہو۔!“ معمر آدمی نے اس کا شانہ تھپک کر کہا۔ ”ورنہ“

پھر وہ عمران کی طرف مڑ کر بولا۔ ”آپ بیٹھ جائے... کم از کم دس منٹ ضرور لگیں۔“
میری داشت میں یہ نرس نہیں کادورہ تھا!“

”پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا!“ عمران بولا۔ اب تو وہ گلے پڑھی گئی تھی۔ پھر وہ یہ بھی سوچنے
تھا کہ نامعلوم پارٹی بھی اُس میں دلچسپی لے سکتی ہے اور ہو سکتا ہے اُس نے بھی پینٹنگ کے فروز
گراف کے بارے میں سوچا ہو۔ لہذا اس واقعے کو نظر انداز کرنا چاہئے۔ دیکھنا چاہئے کہ ہوش میں
آنے کے بعد لڑکی کا روایہ کیا ہوتا ہے۔!

”آپ واقعی بکروں کی آذہت کرتے ہیں....؟“ ڈاکٹر نے تھوڑی دیر بعد عمران سے پوچھا۔
”ہرگز نہیں جتاب وہ تو میں اُن بڑے میاں سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ میرا فارورڈنگ!“
کلیرنگ کا کاروبار ہے۔!

”خوب.... خوب....!“ ڈاکٹر مسکرا کر رہا گیا۔
اوھر لوکی کے جسم میں حرکت ہوئی تھی۔ پھر وہ اچانک کراہ کراٹھ میٹھی اور بوکھلانے ہوا
انداز میں چاروں طرف نظر دوڑا۔ پھر میز سے اترتی ہوئی چینخنے لگی۔ ”میرا بیگ.. میرا بیگ!“
”اوہ.. ٹھہریے.. میٹھی رہنے!“ ڈاکٹر آگے بڑھ کر بولا۔ ”آپ کو آرام کی ضرورت ہے!“
”وہ میرا بیگ چھین لے گیا۔“

”کون....؟“ عمران نے آگے بڑھ کر پوچھا۔
”میں نہیں جانتی.... اُس نے میرا بازو کڑا تھا.... اور بیگ چھین لیا تھا۔ بازو پکڑتے ہی ہے
لگا تھا جیسے بازو میں سوئی چھگ گئی ہو۔ پھر مجھے کچھ یاد نہیں کہ کیا ہوا لیکن میرا بیگ؟“
”کس بازو کی بات کر رہی ہیں....؟“

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پھر بولی۔ ”چھن تو دونوں بازوؤں میں محسوس ہو رہی ہے۔!
”اس بازو میں تو میں نے انجکشن دیا ہے.... دوسرا بازو کھولنے!“

”میں کہتی ہوں میرا بیگ....؟“
”جس نے چھینا تھا وہ اب یہاں تونہ ہو گا!“ عمران نے کہا۔
اور وہ عمران کو غور سے دیکھتی ہوئی اپنادوسرا بازو کھولنے لگی۔
”ہاں.... یہاں کوئی چیز چھی تھی!“ ڈاکٹر بازو پر ایک جگہ انٹلی رکھ کر بولا۔
”میرا بیگ.... میری ساری رقم اُسی میں تھی!“
”اوہ تو چلو پولیس کو اطلاع دیں یہاں کیا کر رہے ہیں۔!“ عمران نے اپنے پرس نکالتے ہوئے کہ

ڈاکٹر کا بیل ادا کر کے وہ کلینک سے نکلے اور لڑکی نے پوچھا۔ ”تم کون ہو....؟“
”کوئی بھی نہیں.... یعنی کہ وہ.... یعنی کہ تم بے ہوش ہو کر میری گردن میں جھوٹ گئی
تھیں۔ وہ لوگ سمجھے شاہد تم میرے ساتھ ہو۔!“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔ اگر وہ ذا کو پکڑانے گیا تو مجھے خود کو مفلس سمجھنا چاہئے۔!
”کیا وہیں اُسی بھیڑ میں تھا!“ عمران نے پوچھا۔
”وہیں اُسی بھیڑ میں تھا۔ خدا اُسے غارت کرے!“
”میا کہیں باہر سے آئی ہو....؟“

”نیوزی لینڈ سے.... بغرض سیاحت.... ساری رقم اُسی بیگ میں تھی۔ کچھ نقد اور کچھ ٹریوائز
چیک کی شکل میں۔ پورے دس ہزار ڈالر تھے!“

”کہاں قیام ہے....؟“

”روئنک میں.... اب کیا ہو گا....؟“

”نیالاں رپورٹ کر دیئی چاہئے!“

”اُس سے کیا ہو گا۔ کیا میری رقم فوری طور پر مل جائے گی۔!“

”کچھ طیہ وغیرہ تباہ اُس آدمی کا....!“

”میں اُسے پوری طرح دکھھی ہی نہیں سکی تھی۔!“

”تب پھر پولیس بھی کچھ نہ کر سکے گی۔ لیکن رپورٹ تو کرہی دینی چاہئے۔!
عمران نے قریبی پولیس اشیش پراس واقعے کی رپورٹ درج کرائی تھی اور لڑکی سے کہا تھا کہ
وہ اُس کے ہوٹل تک چھوڑ آئے گا۔

”چلو.... لیکن اب میں کیا کروں گی.... بالکل مفلس ہو گئی ہوں۔!“

”تھا آئی ہو....؟“

”بالکل.... اور یہاں کسی کو جانتی بھی نہیں۔!“

”نیوزی لینڈ میں اپنے بیٹک سے رجوع کرو۔!“

”کسی کروڑ پتی کی بیٹی نہیں ہوں۔ ایک فرم میں ملازم ہوں۔ جو رقم پس انداز کی تھی ساری
کی ساری لکھوں کا اس سفر پر لکل کھڑی ہوئی تھی۔!
”نیالاں کچھ رقم مجھ سے لے لو....!“

”یہاں تم پہلے آدمی ہو جس سے مجبوراً اپنے بخی معاملات کے بارے میں گفتگو کر رہی ہوں۔“
”کوئی بات نہیں... آدمی کو آدمی کے کام آتا چاہئے۔!“ عمران نے کہا۔ ”فی الحال میر تمہیں پاخ سورو پے دے سکتا ہوں۔ جو پچاس ڈالر کے برابر ہوں گے۔!“
”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح تمہارا شکر یہ ادا کروں۔!“
”اس کی ضرورت نہیں... بلکہ تو وابسی ہی کا لیا ہو گا...؟“
”ہاں ٹور سنس کو لینا ہی پڑتا ہے۔!“

”کہو تو اسی وقت والیسی کے لئے سیٹ بھی بک کر اودوں....؟“
”نہیں.... میں رک کر کچھ انتظار کرنا چاہتی ہوں۔ شائد میری رقم واپس ہی مل جائے۔!
”امید نہیں ہے... دیے اگر تم ایثر کون ہی میں مقیم ہو تسلی تو ہو ٹل کے کار کوں؟“
تمہارے نقشان کا کچھ نہ کچھ از الہ تو کرنا ہی پڑتا۔!
”محکمہ تمہارا ملک بہت پسند آیا تھا... کچھ دن یہاں گزارنا چاہتی تھی۔ لیکن بزاد ہو کا کھلا۔
یہاں کی اخلاقی قدروں کے بارے میں پتا نہیں کیا کیا پڑھ رکھا تھا اور اس پر ایمان لے آئی تھی۔“
”تم نے بہت دیر کردی آنے میں.. مغرب کی کینگیاں تم سے پہلے ہی یہاں پہنچ گئی تھیں۔“
”ہاں تم ٹھیک کہتے ہو.... تمہارا اپنا باب کیا رہا ہے۔ صرف رنگت کا فرق ہے۔ ورنہ مادر دنیا میں لوگ ایک جیسے ہو گئے ہیں۔ سب مستقبل سے مایوس ہیں اور ایک دوسرے کا گلاکائن رہتے ہیں۔!“

”بات اب معاشری سیاست کی طرف جا رہی ہے۔ اسلئے میں معافی چاہتا ہوں۔ کوئی اور بات کردا۔“
”حیرت ہے میں نے تو یہاں ہر چہار سوت سیاست ہی کی باتیں سنی ہیں۔ تم کیوں انے بھاگ رہے ہو۔!“

”میں دوسری قسم کا آدمی ہوں.... الفاظ میرا پیٹ نہیں بھر سکتے۔!
”خیر ختم کرو.... اُوہ شائد ہم رو نیک پہنچ گے۔!“

”مگر ڈی رو نیک کی کپاٹنی میں داخل ہو رہی تھی۔ عمران اسے پار گلگ لاث کی طرف لیتا چلا گیا۔
”کچھ دیر ٹھہر دے گے میرے ساتھ۔....!“ لڑکی نے پوچھا۔
”کیا یہ ضروری ہے....؟“
لڑکی نے سر گھمایا اور اسے غور سے دیکھنے لگی۔ عمران انہن کو ریز دے کر سوچ آنے کے

بخارا تھا۔
”اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو....؟“ اُس نے سوچ آف کر کے پوچھا۔
”تم محجب آدمی ہو.... نہ تم نے ابھی تک اپنا نام بتایا اور نہ میر اپوچھا۔!“
”تمہارا نام اُسی وقت معلوم ہو گیا تھا جب تم پولیس اسٹیشن پر رپورٹ درج کر رہی تھیں۔
انہوں نے میر انام اور پتا بھی معلوم کیا تھا تم نے بھی سن لیا ہو گا۔!
”میں بہت پریشان تھی۔ مجھے تواب یہ بھی یاد نہیں کہ کس طرح رپورٹ لکھوائی تھی۔!
”میر انام علی عمران ہے۔!
”کیا کرتے ہو....؟“
”بکروں کی آڑھت...!“
”میں نہیں سمجھی....؟“
”مثمن کے لئے بکروں کی تجارت....!
”اوہ کیلیل فارمنگ...!“
”ہاں یہی سمجھ لو....!“
”تو آترو... چلو میرے کمرے میں....!
”میں تمہیں یہیں پاخ سورو پے دے کر بھاگ جانا چاہتا ہوں۔!
”کیوں.... یہ کیا بات ہوئی....؟“
”جتنی بھی اخلاقی قدریں یہاں باقی پیچی ہیں انہیں زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔!
وہ زور سے بُش پڑی اور پھر بولی۔ ”تم وہاں پہنچ کر بھی شرافت کا مظاہرہ کر سکتے ہو۔!
”تاکہ تم اپنے ملک میں جا کر کہہ سکو کہ اتنے بیہودہ لوگ ہیں کہ خوبصورتی سے بھی متاثر نہیں ہوتے۔!
”اوہ.... چلو بہت زیادہ چالاک بننے کی ضرورت نہیں....؟“ وہ بے تکلفی سے اُس کے شانے پر چاٹھ مار کر بولی۔
عمران سوچ رہا تھا کہ آخر وہ اُسی کی گردن میں کیوں جھوٹ گئی تھی۔ وہاں اور لوگ بھی تھے۔
بہر حال وہ اس حد تک غیر محتاط نہیں ہوا تھا کہ اُس کے ساتھ اس کے کمرے تک چلا جاتا۔
لیکن ”تو سر ہو رہی تھی۔ اُس نے اپنے پرس سے پاخ سو کے نوٹ نکالے اور اُس طرف بڑھا تا۔

ہوا بولا۔ ”لو یہ رکھو... اور ساتھ ہی میرا کارڈ بھی ہے۔ نیزی لینڈ پکنچ کر واپس کر دیا۔“
”مجھے نہیں چاہئے... میں بھکارن نہیں ہوں!“ وہ بگڑ کر بولی۔ ”اپنے سفارت خانے
رجوع کروں گی اور میری مالی مشکلات رفع ہو جائیں گی۔“

”پہلے تو تم نے میری اس پیش کش پر شکریہ ادا کیا تھا۔“

”اب تم میری توہین کر رہے ہو... میری پیش کش کو ٹھکرارہے ہو۔“

”میں مجبور ہوں... مریانا... میری مجی کو پتا چل گیا تو بہت ماریں گی۔“

”یہ کیا بکواس ہے...!“ وہ بگڑ کر بولی۔

”یقین کرو...!“ عمران گھنگھیلا۔ ”مجھے بچپن سے سبق پڑھایا گیا ہے کہ کسی عورت سے
تہائی میں نہ ملو۔ تم نے اس کے بارے میں پڑھا ہو گا کہ ہمارے یہاں مردوں اور عورتوں کے
در میان کم از کم ایک جوتے کا فاصلہ ضرور ہوتا ہے۔“

”تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔“

”اصل میں رات کو میری عقل خبط ہو جاتی ہے کل صبح کو میں تم سے ملنے ضرور آؤں گا۔ تم
رقم رکھ لو۔ سفارتخانہ فوری طور پر تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکے گا۔“

”ہاں یہ تو ٹھیک ہے... اچھی بات ہے کل ضرور آتا۔ میں دس بجے تمہارا انتظار کروں گی۔
کمرہ نمبر چوبیس ہے۔!“

”وہ گاڑی سے اتر کر ہوٹل کی عمارت میں داخل ہو گئی۔

”تو ہوڑی دیر بعد عمران ایک پیلک ٹیلی فون بو تھے سقدر کو مریانا سے متعلق ہدایات دے رہا تھا
”رو نیک کے کمرہ نمبر چوبیس میں مقیم ہے۔ اسی وقت سے نگرانی شروع کر دو۔“ تھبیں دیکھ
ہے کہ وہ تہائی ہے یا کوئی اور بھی ہے اس کے ساتھ۔ بہر حال ملنے جلنے والوں پر خصوصیت
نظر رکھنی ہے۔!“

”آخر بات کیا ہے...؟“ دوسرا طرف سے صدر کی آواز آئی۔ ”آپ مجھ سے صرف
ٹیکیوں کی نگرانی کر رہے ہیں۔!“

”میں بھی یہی سوچ رہا تھا... شام کم تمہارے ستارے ہی گردش میں آگئے ہیں۔!“

”نگرانی میں کرتا ہوں اور آخر میں وہ آپ کے ساتھ بیٹھی نظر آتی ہیں۔!“

”خدا کا شکر ادا کرو کہ نتائج کے ذمہ دار خود نہیں ہوتے۔!“

”بہت بہتر میں دیکھوں گا۔!“

عمران نے رابط منقطع کر دیا اور بو تھے سے باہر نکلا تھا کہ کسی نے سر کے پچھلے حصے پر زور دار
نہب لگائی۔ آنکھوں میں تارے ناتج گئے۔ اس کے باوجود بھی حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے
پلٹ پڑا لیکن دوسری ضرب شانے پر پڑی اور انہیں رات پر مزید انہیں اسلط ہو تا چلا گیا۔



دوبارہ ہوش میں آتے ہی اس نے آنکھیں نہیں کھول دی تھیں کیونکہ شور کی پہلی ہٹہ نہ
اس کے کانوں میں کچھ آوازیں پہنچائی تھیں۔ کوئی کسی سے کہہ رہا تھا۔ ”تم جھوٹ بول رہی ہو۔
شیراں کی یہودہ کارول تھبیں نے ادا کیا تھا۔!“
لہجہ غیر ملکی تھا اور یہ جملہ انگلش میں ادا کیا گیا تھا۔

”میں نہیں سمجھ سکتی کہ تم لوگ کس قسم کی بکواس کر رہے ہو۔!“

”یہ نوافی آواز تھی۔ عمران کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔ کیونکہ یہ تو اُسی لڑکی مریانا کی آواز
تھی جسے وہ رو نیک میں چھوڑ آیا تھا۔ وہ بدستور آنکھیں بند کئے پڑا رہا۔ آنکھیں کھولنے سے قبل ہی
کسی حد تک حالات کا اندازہ کر لینا چاہتا تھا۔

”تم لوگ غیر قانونی طور پر مجھے یہاں لائے ہو۔!“ مریانا کی آواز آئی۔ ”تمہیں اس کے لئے
حوالہ ہونا پڑے گا۔ پہلے میرا ہینڈ بیگ جھینا اور پھر ریو اور دکھا کر یہاں لے آئے آخر تم لوگ
کون ہو؟ اور کیا چاہتے ہو؟“

”درالسے ہوش آ لینے دو... پھر ہم تمہیں سب کچھ بتائیں گے۔!“ اسے جواب دیا گیا۔

”اس بچارے نے تو میری مدد کی تھی۔!“ مریانا بولی۔

”اب تم اس بچارے کی مدد کر دینا یاد رکھو اگر تم دونوں نے زبان نہ کھولی تو تمہیں مرنا پڑے گا۔!“

”خداوند امیری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آ رہا۔!“ مریانا بے نیکی سے بولی۔

”اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرو...!“ تیسرا آواز سنائی دی۔ اور اب عمران ہوش
میں آنے کے لئے تیار ہو گیا۔ دو تین بار ہی گال تھی تھائے گئے تھے کہ اس نے آنکھیں کھول
لیں۔ نگہ فرش پر چلت پڑا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر تک آنکھوں کو اس طرح سکوڑتا اور پھیلا تارہ جیسے
کچھ دکھائی ہی نہ دے رہا ہو۔ حالانکہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ مریانا ایک اسنول پر بیٹھی ہوئی تھی اور
تن سن گنبد فام آدمی مختلف جگہوں پر کھڑے ہوئے تھے۔ ایک کے ہاتھوں میں ریو اور بھی دکھائی

دیا جس کارخ آسی کی جانب تھا۔
پچھہ دیر بعد وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا اور ساتھ ہی رویا اور والے کو کہتے سن۔ ”بس جہاں ہو وہی
رہو۔ درستہ کھوپڑی میں سوراخ ہو جائے گا۔“

عمران اپنے دکھتے ہوئے سر پر ہاتھ پھیر کر رہا گیا۔ شانے میں بھی تکلیف محسوس کر رہا تھا
”یہ کیا قصہ ہے....؟“ ”فتاہ مریانا نے اس سے پوچھا۔

”میں کیا جانوں.... میں تو شائد.... شائد.... ارے تو کیا میں سورہا تھا۔“ عمران انتہا
انداز میں بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس نے صدر سے مریانا کی مگر انی کرنے کو کہا تھا۔ اگر اس کے
یہاں لائے جانے سے پہلے ہی رونیک پہنچ کیا ہوا تو شائد یہاں تک بھی ساتھ لا چلا آیا ہو۔
”تم جب یہاں آئی ہو تو میں کہاں تھا....؟“ عمران نے مریانا سے سوال کیا۔

”تم یہاں نہیں تھے۔ میرے بعد لائے گئے ہو۔“
عمران مختندی سانس لے کر رہا گیا۔ شائد صدر مناسب وقت پر نہ پہنچ کا ہو۔ اس نے ہبہ
اور سر کے دکھتے ہوئے حصے کو ٹوٹ لئے گا۔

”ہاں بس ختم کرو۔!“ رویا اور والے نے انہیں لکارا۔ ” بتاؤ وہ پینٹنگ کہاں ہے؟ باطل
دے سو ف....!“

”میا تمہیں نہیں معلوم کہ میک ہاور کی تیرہ بختی نے اس پر سیاہی پھیر دی۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔
”بکواس ہے... وہ تمہاری حرکت تھی۔ تم اسکی مگر انی کر رہے تھے۔ کیا تمہیں اس سے انکار ہے؟“
”قطعی نہیں....!“

”میا تم نے اس کی گاڑی کے ڈکے سے پینٹنگ ہٹا کر دوسرا فریم نہیں رکھ دیا تھا۔“
”دوسرا فریم رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا میک ہاور سے میرا کوئی مذاق کار شدہ تھا۔“
”تم لوگوں کو متغیر کر دینے کے عادی ہو۔!“

”صرف دوستوں کو دشمنوں کو نہیں۔ مگر تم لوگ کون ہو اور تمہیں اس پینٹنگ سے کیا رس دکا۔“
”میک ہاور تھا تو نہیں تھا۔!“

”اوہ.... تو تم اس کے ساتھی ہو....؟“
ان میں سے کوئی پچھہ نہ بولا۔ بھی وہ عمران کو دیکھتے تھے اور بھی مریانا کو.... آخر رویہ
والے نے کہا۔ ”کیا یہ ہی لڑکی نہیں ہے جس نے مز شیر مکاروں اکاروں اکیا تھا۔“

”ہر گز نہیں.... یہ بیچاری تو ایک مصیبت زدہ سیاح ہے جس سے چند گھنٹے پیشتر اندر کون میں
لاقات ہوئی تھی۔ کوئی اس کا ہینڈ بیگ چھین لے گیا۔ جس میں دس ہزار ڈالر تھے۔!“

”پھر وہ کون تھی....؟“

”وہ بھی ایک بیچاری ہی تھی۔ اس سے معقول معاوضے پر کام لیا گیا اور پھر چھٹی دے دی تھی۔!“

”وہاب کہاں ہے....؟“

”میں نہیں جانتا.... کہہ رہی تھی کہ جلد ہی سوئزر لینڈ چل جاؤں گی۔ وہاں اس کی خالہ نے
ہونچھے اگانے کا پلانٹ لگا رکھا ہے۔!“

”ہم تمہیں چھٹی کر کے رکھ دیں گے ورنہ وہ پینٹنگ ہمارے حوالے کر دو....!“

یک یہاں عمران خوف زدہ نظر آنے لگا۔ مریانا ہونقوں کی طرح ایک ایک کی ٹکل تک رہی
تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے چند پا گلوں کے درمیان پھنس گئی ہو۔

”یقین کرو.... ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔!“ رویا اور والا غریبا۔

”نہیک ہے تم مجھے گولی مار دو.... جس چیز کے لئے میں نے اتنی محنت کی ہے اسے مفت تو
نہیں دے سکتا۔!“

”اوہ.... تو سودا کرو گے....؟“

”بالکل.... وہ شیر اس کی ملکیت تھی۔ تمہاری نہیں کہ تم مجھ سے اس طرح وصول کراؤ گے۔!“

”لیا قیمت لو گے....؟“

”کم از کم تیس ہزار ڈالر....!“

”یہ بہت زیادہ ہے۔!“

”اس سے کم پر میں بات کرنے کرتا تیرا نہیں۔!“

”ہم دس ہزار ڈالر دے سکتے ہیں۔!“

”دس ہزار میں تو کتنا بھی دو دو ڈھپلانے پر نہ تیار ہو گی۔!“

”واثقی تمہاری موت آگئی ہے۔!“

”آنے دو....!“ عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنم دی۔

”آخر قصہ کیا ہے۔!“ مریانا بولی۔ ”یہ کیسی سودے بازی ہو رہی ہے اور میں کیوں بیچ میں
محبتگانی ہوں۔!“

”تم خاموش رہو۔!“ ایک غیر ملکی ہاتھ اٹھا کر بولا۔

”میں کیوں خاموش رہوں۔۔۔ مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے۔!“

”اس کے ساتھ دیکھ کر غلط فہمی ہو گئی تھی۔ تمہیں واپس بھجوادیا جائے گا۔!“

”تو کیا یہ کوئی بد معاشر آدمی ہے۔!“ عمران کی طرف انگلی اٹھا کر اس نے پوچھا۔

”اول درجے کا۔۔۔!“ جواب ملا۔

”اودھ تب تو وہ اسی کا کوئی گارہا ہو گا۔ جو میرا بیگ چھین لے گیا۔!“

”ہو سکتا ہے۔!“

عمران احمقانہ انداز میں کبھی مریانا کی شکل دیکھنے لگتا تھا اور کبھی اس کے مناطب کی۔

”کیا واقعی تم مرتا ہی چاہتے ہو۔۔۔؟“ ریو اور والے نے عمران سے کہا۔

”دشہزادے میں سواد کرنے سے تو مر جانا ہی بہتر ہو گا۔!“ عمران نے بڑے اٹھینا سے جواب دیا۔

پھر کچھ دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔ وہ تینوں ہی کسی سوچ میں تھے۔ آخر ان میں سے ابہ

بولا۔ ”اگر ہم تمہاری منہ مانگی قیمت پر تیاز ہی ہو جائیں تو کیا صورت ہو گی۔!“

”اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے۔!“ عمران نے خوش ہو کر کہا۔

”یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ پہلے ہم تمہیں آزاد کر دیں پھر کہیں کسی جگہ یہ سواد ہو جائے۔“

”ظاہر ہے۔۔۔!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”اس کی کیا خانت ہے کہ تم چوٹ نہیں دے جاؤ گے۔!“

”کوئی صفات نہیں ہے۔!“

”کیا مطلب۔۔۔؟“

”ضامن تیری پارٹی ہوتی ہے اور اتفاق سے کوئی تیری پارٹی موجود نہیں ہے۔ غیر قادر“

سودے آپس کے اعتناد پر طے پاتے ہیں۔!“

”ہمیں تم پر اعتناد نہیں ہے۔!“

”تب پھر سواد ہونے کی بھی کوئی صورت نہیں۔!“

”اوہ تم بھی کن باتوں میں پڑے ہو۔!“ تیرا آدمی غصیلے لبجے میں بولا۔ ”تشد کرو ابھی اُن

دے گا۔ پینٹنگ اس نے کہاں چھپائی ہے۔!“

”یہ بھی بے حد معقول تجویز ہے۔!“ عمران مسکرا کر بولا۔ ”یہ دونوں تو باکل گھاٹ مغلی“

”ہوئے ہیں۔ خواہ خواہ اتنا وقت برپا ہو کیا۔!“

”واہ بھی یہی فرش پر آتھی پا لمحی مارے بیٹھا تھا۔ دفعتاً تیرے آدمی نے جھپٹ کر اسکے چہرے پر

ٹھوکر سید کرنی چاہی تیکن عمران غالباً نہیں تھا۔ چھیڑ چھڑا سی لئے کی تھی کہ کچھ شروع ہو جائے۔

بانیں کروٹ گر کر اس نے اس کی اٹھی ہوئی ناگ تھا اور اپنی ناگوں پر رکھ کر ریو اور والے کی

طرف اچھال دیا۔ پہک جھکتے ہی تیسرا آدمی ریو اور والے سے مکریا۔ ریو اور چل گیا۔ فائز کی آواز کے

ساتھ ہی کمرے کی محدود فضائیں ایک جیخ بھی گوئی تھی۔ مریانا چھل کر ایک میز پر چڑھ گئی۔

اتھے میں عمران دوسرے آدمی پر ٹوٹ پڑا۔ ریو اور والہ فرش سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا

اسی بار عمران نے دوسرے آدمی کو بھی اسی پر دے مارا۔

ادھر یہ ہو رہا تھا اور ادھر مریانا کی نظریں دروازے پر لگی ہوئی تھیں۔ غالباً اسے خدشہ تھا

کہ کہیں کوئی چوٹھا آدمی بھی نہ نمودار ہو جائے۔

لیکن ایسا نہ ہوا۔ اتنی دیر میں عمران کی کمی ٹھوکریں اُن دونوں کے سر دل پر بھی پڑ چکی تھیں

اور وہ بے حس و حرکت ہو گئے تھے۔

”اب بھاگو یہاں سے۔!“ مریانا میز سے اترتی ہوئی بولی۔

”یادِ حقی تم مجھے بد معاشر سمجھتی ہو۔۔۔؟“

”بد معاشر سے بھی کچھ زیادہ۔۔۔ تم نے اتنے کم وقت میں جو کچھ بھی کیا ہے میں نے آج تک

مادر عذرا کی کسی فلم میں بھی نہیں دیکھا۔!“

”میں ایک ذمہ دار آدمی ہوں۔۔۔!“ عمران نے کہا اور جیب سے رومال نکال کر فرش پر پڑے

ہوئے ریو اور پرڈاں دیا۔ پھر اسے احتیاط سے اٹھا کر رومال ہی میں لپیٹا اور جیب میں رکھ لیا۔

”اچھا بد معاشر نہیں ہو۔۔۔ تب بھی یہاں سے نکلو۔!“

اُس کمرے سے نکل کر عمران نے دروازہ باہر سے بولٹ کر دیا۔ کمرے میں یہی ایک دروازہ

تمدد و کھڑکیاں بھی تھیں اور ان میں گرل لگی ہوئی تھی۔ لہذا ہوش آنے پر بھی وہ دونوں کمرے

سے نہیں نکل سکتے تھے۔ تیرے آدمی کے سینے میں گولی لگی تھی اور وہ مر پکھا تھا۔

”لل۔۔۔ لیکن وہ۔۔۔ ایک شائد مر پکھا ہے۔!“ مریانا نے کہا۔

”اپنے ساتھی ہی کی گولی سے مر ہے۔!“

”لیکن اب یہ تم کیا کرتے پھر ہے ہو۔!“

”پوری عمارت کو دیکھ رہا ہوں۔ بہر حال کوئی چو تھا آدمی موجود نہیں ہے۔“
”میرا خیال ہے کہ یہی صدر دروازہ ہے۔“ مرسیانا اہدراہی کے سرے پر راتی ہوئی بول
”ہاں.... اُسے بذریعہ نہیں دو.... اور اب آؤ میرے ساتھ۔“

”چنانہیں تم کیا کرتے پھر رہے ہو....!“
”نکلنہ کرو.... اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔“
”لیکن یہاں ہمارے ساتھ ایک لاش بھی ہے۔“
”اسی کا انتظام کرنے جا رہا ہوں!“ عمران نے کہا اور پھر وہ اُس کمرے میں آر کے جہاں فر رکھا تو اتحا۔

عمران نے اُس پر آئی ایس آئی کے کیپشن برلاس کے نمبر ڈائیل کئے اور گھڑی دیکھنے لگا۔ ران
کے گیارہ بجے تھے۔ تھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے رسیور انٹنی کی آواز آئی۔
”ہیلو....!“ نیند میں ڈوبی ہوئی آوازنائی دی۔ ”برلاس اسپیکلگ....!“
”علی عمران.... اگر سو گئے تھے تو اٹھ جاؤ۔ میک ہاور کے تین ساٹھی اور رہا تھے لگے ہیں اور
میں سے ایک مرچکا ہے۔!“

”آپ کہاں سے بول رہے ہیں....؟“ دوسری طرف سے آواز آئی۔
”یہ تو میں بھی نہیں جانتا لیکن اس فون کے نمبر تمہیں بتاتا ہوں اُسی سے جلد معلوم کرو۔
اور پہنچ جاؤ۔ دروازے پر دستک دینی پڑے گی۔!“
”نمبر بتائیے۔!“

عمران نے جھک کر نمبر دیکھے اور اُسے بتانے لگا۔
”میں پہنچ رہا ہوں۔!“ دوسری طرف سے کہا گیا اور رابطہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ عمران
رسیور کہ کہ مرسیانا کی طرف مڑا جو حیرت سے اُسے دیکھے جا رہی تھی۔

”تم کے کال کر رہے تھے....؟“ اُس نے پوچھا۔
”دوسرے ذمہ دار آدمی کو جو انہیں آگر سنبھالے گا۔!“
”کتنی دیر میں آئے گا.... یہاں میرا دم گھٹ رہا ہے۔“
”پچھہ دیر، سپر کم۔ میٹھے جاؤ۔ میں پکن میں جا کر دیکھتا ہوں۔ شام کچھ پینے پلانے کو مل جائے۔“
”میں بھی چلوں گی.... تھا نہیں رہنا چاہتی۔!“

”پلو بھی.... کیا ضروری تھا کہ یہ کم بخت تمہیں بھی پکڑ لاتے۔!“
”تمہیں کیوں پکڑ لائے تھے۔ کسی پینٹنگ کا قصہ تھا۔!“
اور عمران نہ جانے کس مسودہ میں تھا کہ اُسے تصویر کا قصہ سنانے لگا۔ دونوں چکن میں آئے۔
عمران نے فرخ کھولا۔ اُس میں بیڑ کی بو تلیں موجود تھیں۔!
مرسیانا کے لئے بیڑ اٹھ لی اور خود بیٹھا طرح طرح کے منہ بنا تارہ۔!
”یا تم نہیں پیٹو گے۔!“ اُس نے پوچھا۔
”میں صرف ٹھنڈا پانی پیتا ہوں اور فی الحال اُس کی بھی احتیاج نہیں ہے۔!“
”ہاں تو آخر وہ تصویر کیسی ہے۔ جس کے لئے یہ سارا ہنگامہ ہو گیا۔!“
”خدا جانے....!“ عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جبکش دی۔
”اور وہ تصویر تمہارے بھٹے میں ہے۔...؟“
”ہرگز نہیں! میں نہیں جانتا کہ اُسے کون لے گیا۔ وہ تو میں وقت گزاری کر رہا تھا کہ کسی
مرٹل پر حملہ کرنے کا موقع مل جائے۔!
”تم حیرت انگیز طور پر پھر تسلیے ہو۔!“
”کبھی کبھی سکن جاتا ہوں۔ ورنہ مجھ سے زیادہ ڈھیلاؤ ہلا آدمی آج تک پیدا ہی نہیں ہوا۔!“
”ظاہر تو ایسا ہی لگتا ہے۔ کتنی معصومیت پائی جاتی ہے تمہاری آنکھوں میں۔!“
”زیادہ تعریف مت کرو.... ورنہ شرما جاؤں گا۔!“ عمران نے کہا اندراز سے ایسا ہی لگتا تھا جیسے
قئچی شرم آرہی ہو۔
وہ اُسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتی اور بیڑ پیچتی رہی۔ پھر تھوڑی دیر بعد یوں۔ ”میری سمجھ میں
نہیں آتا کہ آخر وہ پینٹنگ کیسی ہے۔...؟“
”لگدی اپنے بچے کو دو دھپر پلارہی ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے اُس پینٹنگ میں۔!
کیا بہت بڑے آرٹسٹ کی ہو گی۔!“
”خدا جانے۔۔۔ آرٹسٹ نے لزارب دستخط کئے ہیں۔ لیکن میں نے آج تک یہ نام نہیں سن۔!“
”میں نے بھی نہیں سن۔!“ مرسیانا کچھ سوچتی ہوئی یوں۔ ”ہو سکتا ہے کوئی جرمن مصور ہو۔
”ترنیوال کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی۔!“
”میں معلوم کر چکا ہوں۔ اس نام کا کوئی قابل ذکر مصور جرمنی میں کبھی نہیں تھا۔!“

”یوس میری مٹی پلید کر رہا ہے نالائق...!“ وہ اسے گھونسہ دکھا کر بولے۔
”شلوار سوت میں بھی شاندار لگتے ہیں۔!“ عمران نے مسکرا کر کہا۔
”چلو جلدی کرو... کیا ہے...؟“

”میں نے تصویر کا سلائیڈ تیار کر لیا ہے۔ سلائیڈ پر جیکٹر پر دکھاؤں گا۔!“
”بوجو کچھ کرنا ہے جلدی کرو... آفس کے بعد مجھ میں بیٹھنے کی بھی سکت نہیں رہتی۔!“
عمران انہیں دوسرے کمرے میں لایا۔ یہاں ایک دیوار پر چھوٹا سا اسکرین لگا ہوا تھا اور اس کے سامنے ہی پر جیکٹر کھانا نظر آرہا تھا۔
عمران نے پردے کھینچ کر کمرے میں اندر ہیرا کر دیا اور پر جیکٹر کی روشنی اسکرین پر پڑنے لگی۔
اس نے سلائیڈ لگاتے ہوئے کہا۔ ”درشن بچجے گدھی اور اُس کے بچے کا۔!
”ہوں...!“ سر سلطان نہ تفکر لجھ میں بولے۔ ”مجھے تو اس میں کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔ بس سیدھی سادھی تصویر ہے۔!
”اب میں اسی پر دوسر اسلائیڈ لگانے جا رہوں تاکہ اصل چیز سامنے آجائے یعنی وہ سب کچھ جو شیز میں چھپا ہوا ہے۔“

”یہ کیا ہے...؟“ سر سلطان چوک کر بولے۔
”نقشہ... کہیں کا نقشہ... بتائیے تو کہاں کا ہے... بردا نقشہ گدھی سے برآمد ہوا ہے اور اور چھوٹا نقشہ بچے سے۔!
”میں نہیں سمجھ سکتا... کہاں کا نقشہ ہے۔!
”برازیل کا... تصویر پر جو لزارب لکھا ہوا ہے وہ مصور کے دستخط نہیں ہیں لزارب کو الٹ دیکھ کر برازیل ہو جائے گا۔!
”خدا کی پناہ... لیکن اس کا مطلب کیا ہے...؟“

”میں نے اصلیت آپ پر واضح کر دی۔ ابھی مطلب پر غور نہیں کیا۔ میرا خیال ہے کہ جو نقشہ پچھے سے تعلق رکھتا ہے مطلب اسی میں پوشیدہ ہو سکتا ہے۔!
”میں نہیں سمجھا...!
”بچے والے نقشے پر سر کھپاتا پڑے گا۔!
”میں پھر نہیں سمجھا...?
”کیپیش برلاس...!“ باہر سے آواز آئی اور عمران نے دروازہ کھول دیا۔

دفتہ کاں مل کی آواز سے پوری عمارت گونج اٹھی اور عمران المحتا ہوا بولا۔ ”شام وہ آرے
مریانا اس کے پیچھے چل پڑی تھی۔ صدر دروازے کے قریب پہنچ کر عمران نے اوپر آیا اور
پوچھا۔ ”کون ہے...؟“

”کیپیش برلاس...!“ باہر سے آواز آئی اور عمران نے دروازہ کھول دیا۔



سر سلطان اپنے بیٹگے کے برآمدے میں بیٹھے شام کا ایک اخبار دیکھ رہے تھے کہ ایک میاں سالہ کا چانک پر آکر کھڑا ہو گیا اور سفتری سے الجھپا کہ وہ اندر جائے گا۔ سفتری اسے دھکایا تھا کہ سر سلطان کی نظر پڑ گئی اور انہوں نے سفتری کو اشارہ کیا کہ اسے اندر آنے دے۔ لیکن تیرہ سال سے زیادہ کا نہ رہا ہو گا۔ وہ سر سلطان کی طرف بڑھتا چلا آیا اور قریب پہنچ کر ان کی بڑی ایک لفافہ بڑھاتا ہوا بولا۔ ”صاحب نے کہا تھا کہ پانچ روپے ملیں گے۔!
”کون صاحب نے...؟“

”میں نہیں جانتا...!“

سر سلطان نے لفافہ اس سے لے کر کسی ملازم کو آواز دی اور اس کے آنے پر لڑکے کو لے رہے دے دینے کو کہتے ہوئے اندر چلے آئے۔
اپنے کمرے میں پہنچ کر لفافہ چاک کیا۔ یہ خط عمران کی طرف سے تھا۔ اس نے لکھا تھا۔
”تو فون پر بھی آپ سے گفتگو نہیں کر ملتا کہ شیپ کیا جا رہا ہے۔ آئی ایس آئی والے میری اور آئی کی نگرانی کر رہے ہیں۔ اس وقت بھی ایک آدمی آپ کے بیٹکے کے قریب موجود ہے۔ ہر ماں میں نے تیاری مکمل کر لی ہے۔ آپ شلوار سوت پہن کر کپاٹ کے عقبی دروازے سے دہنے کا طرف نکل جائیے۔ کچھ دور پیدل چلنے کے بعد شاہجهان روڈ پر پہنچیں گے۔ وہاں سے ایک پکڑیے اور مندرجہ ذیل پتہ پر پہنچ جائیے۔ فیٹ کا دروازہ کھلا ہو اٹلے گا۔!
”سر سلطان نے خط پڑھ کر نہ اسمنہ بنایا اور پھر انہیں آئی ایس آئی والوں پر نصہ آئی۔ انہوں نے سوچا عمران جو کچھ بھی کر رہا ہے ٹھیک کر رہا ہے۔ بہر حال انہوں نے اس کی بذات عمل کیا تھا۔

قریباً نصف گھنٹے بعد الفردوں کے اٹھارویں فیٹ میں داخل ہوئے۔ وہاں عمران کے ملائی کوئی نہیں تھا۔

”اللہ اب تم اس پر سر کاری وقت اور سر کاری رقم ضائع نہیں کرو گے!“
 ”آپ کو بھی کہنا چاہئے!“
 ”لیکن تم اس کے برخلاف سوچ رہے ہو....!“ سر سلطان غراءۓ۔
 ”میں تو فی الحال کچھ بھی نہیں سوچ رہا!“
 ”میرا تو یہ وقت بھی ضائع ہوا....!“ سر سلطان اٹھتے ہوئے بولے۔
 ”میں نے تو آپ کے حکم کی تعمیل کی تھی۔ آپ وہ تصویر دیکھنا چاہتے تھے سوکھادی گئی آپ کو!“
 ”اب فتح کرو اس قسم کے کوارٹریہ سلائیڈ آئیں آئیں والوں کے حوالے کر دو!“
 ”صرف سلائیڈ..... سلائیڈ کو کار آمد بنانے والے ذرائع میری اپنی محنت کا نتیجہ ہیں اور میں
 نہیں قطعی یہ نہیں بتا سکتا کہ میں نے اس تصویر میں کیا دیکھا ہے!“
 ”وہ اس راستے پر پہلے ہی لگ کے تھے۔ ورنہ پینٹنگ مجرم فہیم کی ذاتی تجربہ گاہ تک کیے پہنچتی!“
 ”خیر ہو گا کچھ..... میں اس سلسلے میں انہیں کچھ بھی نہیں بتاؤں گا..... خود ہی سرماریں!“
 ”ٹھیک ہے..... میں اس پر زور نہیں دوں گا!“
 سر سلطان چلے گئے اور عمران فلیٹ ہی میں بیٹھا کسی سوچ میں گم رہا۔ پھر تھوڑی دیر بعد فون پر
 اپنے فلیٹ کے نمبر ڈائل کرنے۔ دوسرا طرف سے سلیمان کی آواز آئی تھی۔
 ”میری کوئی کال تو نہیں آئی!“ عمران نے پوچھا۔
 ”وراہی دیر پہلے کاچاک تھانے کے انچارج کی کال آئی تھی۔ اُس نے آپ کو تھانے میں بلا یا
 ہے۔ کسی کی کوئی چیز لئی ہے جو آپ کو موجودگی میں اُسے دی جائے گی!“
 ”اُوہ اچھا!.....!“ عمران نے رسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے طویل سانس لی۔ پہلی شام اُس نے
 مریانا کا بیک چھینے جانے کی روپورث کاچاک ہی کے تھانے میں درج کرائی تھی۔ اُس نے پرو جیئن
 سلائیڈس سمیت ایک سوٹ کیس میں رکھا اور فلیٹ کو مقفل کر کے سوٹ کیس اٹھاتے ہوئے
 گاڑی کے قریب آیا۔ سوٹ کیس کوڈ کے میں مقفل کر کے اوہر اور نظر دوڑائی اور پھر گاڑی میں
 پہنچ کر انہیں اشلاٹ کیا۔ تھانے تک پہنچنے میں دیر نہیں لگی تھی۔ مریانا یہاں موجود تھی۔ اُسے
 بھی طلب کر لیا گیا تھا۔
 ”زیو لا چیک محفوظ ہیں!“ اُس نے پر سرست لجھے میں عمران کو اطلاع دی۔ ”وہ بیگ کے
 خیرخانے میں رکھے ہوئے تھے۔ البتہ چار ہزار کیش عائب ہے!“

”یہ بھی بہر حال نقشہ ہی ہے۔ ظاہر ہے کہ برازیل ہی کے کسی حصے کا ہو گا!“
 ”ہو سکتا ہے....!“
 ”لیکن کس حصے کا.... تفصیلی مطالعہ کرتا پڑے گا!“
 ”اس کے باوجود بھی بات آگے نہیں بڑھ سکتی۔ آخر مقصد کیا ہے ان نقوش کا۔ انہیں
 تصویر میں کیوں چھپایا گیا ہے....؟“
 ”میں نے عرض کیا تاکہ تفصیلی مطالعے ہی سے بات بنے گی۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں!
 دوسری جگہ عظیم کے اختتام پر یہ بات سنی گئی تھی کہ برازیل میں بھی نازیوں کی ایک نئی
 مصروف عمل تھی۔ شائد وہاں سے ہٹلر شہابی امریکہ کے ممالک پر ضرب لگانا چاہتا تھا۔“
 ”اوہ.... اچھا... یاد آیا....!“
 ”ڈھکی چھپی تنظیم تھی۔ جسے ہٹلر و سعیت دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن اسے وقت زد
 سکا۔ اس سے پہلے ہی خود کشی کر لینی پڑی تھی۔ بہر حال شیر اس پینٹنگ کو ہٹلر کے ایک مفر
 جزل تک پہنچانا چاہتا تھا۔ اس کا یہی مطلب ہوا کہ ہٹلر نے اس تنظیم کے وجود کو بے حد غیرہ
 تھا۔ حتیٰ کہ اس کے جزلوں کو بھی اس کا علم نہیں تھا۔ تبھی تو یہ نقشہ اتنی رازداری سے اب
 جزل تک پہنچانا جانے والا تھا۔ ہٹلر چاہتا تھا کہ نازی تنظیم اس کے بعد بھی زندہ رہے۔“
 ”تم نے بڑا کام کیا....؟“ سر سلطان طویل سانس لے کر بولے۔ ”اب میں سوچوں گا۔
 ہمیں کیا کرنا چاہئے!“
 ”لیکن اصل تصویر ہمارے قبضے میں نہیں ہے۔!“ عمران بولا۔ ”جس کے پاس بھی تھا،
 وہ ہم سے پہلے ہی کچھ کر گزرے۔!“
 ”ضروری تو نہیں ہے کہ وہ بھی اس معنے کو حل کر لینے میں کامیاب ہو جائے۔!
 ”اس کے بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا....!“
 ”سوال یہ ہے کہ اگر ہم نے یہ معنے حل کر لیا تو اس سے ہمیں کیا فائدہ پہنچے گا۔!
 ”اب آپ نے بات کی ہے سر کاری نقطہ نظر سے۔!
 ”نہیں تم خود بتاؤ۔ آخر ہم اپنی از جی کیوں ضائع کریں۔ تصویر ہمارے قبضے میں آکر کلک کر
 جس کے بھی ہاتھ لگی ہو۔!
 ”در اصل اب یہ میری ذاتی دلچسپی کی چیز بن گئی ہے۔!“

”ہافی بچے...!“ وہ اس کی طرف پیالی بڑھاتی ہوئی بوی۔
 ”او...ہاں.... واقعی شائد سوہی گیا تھا!“
 ”اپ فو... شائد میں بھی سوہی رہی ہوں۔ یہ کھانے کا وقت تھا۔ میں نے کافی منگوای!“
 مریسانا نے کہا۔
 ”م بھی تو آٹھ ہی بجے ہیں۔ میں رات کو کھانا گیراہ بجے سے پہلے نہیں کھاتا۔ ابھی کافی ہی چلے گی!“
 دونوں کافی پیتے رہے۔ دفعتاً عمران چوک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ سر نبڑی طرح چکرانے لگا تھا۔ پھر
 ان نے دیکھا کہ مریسانا کے ہاتھ سے کافی کی پیالی چھوٹ کر فرش پر آرہی اور خود وہ کرسی کے
 باہمیں ہتھ پر جھول گئی ہے۔
 ”ارے.... ارے....!“ کہتا ہوا آگے بڑھا اور لڑکھڑا کر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ کچھ سوچنے
 کچھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ بس اچانک ذہن اندر ہیرے میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔
 پھر ہوش آیا تو مریسانا ہی اُسے جھنجور جھنجور کر آوازیں دے رہی تھی۔
 ”میں اب ہر گز ہوش میں نہیں آؤں گا!“ عمران آنکھیں کھولے بغیر دھاڑا۔ جب سے تم میں
 ہو سرمایا کامر یعنی ہو گیا ہوں!“
 ”خدا کے لئے اٹھو... آخر یہ سب کیا ہے....?“
 ”ہو گا کچھ جہنم میں جائے!“ اُس نے کہا اور نہاتھ پیر سکوڑ کر بائیں کروٹ پڑ رہا۔
 ”اپ فو... فوہ آنکھیں تو کھولو.... اس وقت ہم ایک ایسے کرے میں میں جس میں کوئی
 کھڑکی یاد و اذہ نہیں ہے!“
 ”بہت اچھی بات ہے بھاگ نہیں سکیں گے!“ عمران نے آنکھیں کھولے بغیر جواب
 دیا۔ ”تم بھی چپ چاپ سو جاؤ!“
 ”تم عجیب آدمی ہو۔ میں مذاق نہیں کر رہی۔ پتا نہیں کون ہمیں یہاں اٹھا لایا ہے۔!“
 ”ہو گا کوئی مخبوط الحواس.... فکر نہ کرو!“
 ”میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گی.... ورنہ کھولو آنکھیں!“
 پھر عمران اس طرح بوکھلا کر اٹھ میختا جیسے پچھے اس کی دھمکی پر یقین آگیا ہو۔!
 حمران حیران آنکھوں سے چاروں طرف دیکھتا ہوا تھوک ٹکل کر بولا۔ ”واقعی کوئی کھڑکی یا
 دروازہ نہیں ہے۔ پھر یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کہاں سے آرہی ہے!“

”مطلوب یہ کہ چھ ہزار مل گئے۔!“
 ”ہاں.... میں بہت خوش ہوں!“
 انچارج نے بتایا کہ بیگ انٹر کون ہی کے پائیں باغ ہی کے ایک حصے میں پڑا ہوا ملا تھا۔ عمران
 کی موجودگی میں بیگ مریسانا کے حوالے کر دیا گیا۔
 ”اب تم میرے ساتھ چلو....!“ مریسانا نے عمران سے کہا۔ ”کچھ دیر خوشی منائیں گے۔“
 ”میرے پاس خوشی منانے کی کوئی چیز نہیں ہے۔!“
 ”پھر بے تکی بتائیں شروع کر دیں۔ ہاں ان لوگوں کا کیا ہوا جن سے کل تمہارا لٹکراو ہوا تھا!“
 ”پتا نہیں! وہ لوگ جانیں جن کے سپرد انہیں کر آیا تھا۔!“
 ”تمہارا کیا عہدہ ہے۔!“
 ”میں کمیش ایجنت ہوں۔ میرا کوئی عہدہ نہیں۔ وہ لوگ مجھ سے کام لیتے میں اور معادڑا
 کر دیتے ہیں۔!“
 ”ضصول بات ہے...؟“ وہ نہ اسامنہ بنا کر بولی۔ ”نہیں بتانا چاہتے تو نہ بتاؤ.... مجھ کیا...؟“
 ”ہاں تو ہم یہ خوشی کہاں منائیں گے۔!“
 ”میرے ہوٹل چلو....!“
 اور عمران بالآخر اس پر تیار ہو گیا تھا۔ وہ دنیک پہنچے اور مریسانا نے روم سروس کو فون کر کر
 کرے ہی میں کافی طلب کی۔
 ”تم آخر شراب کیوں نہیں پیتے....؟“ مریسانا نے عمران سے پوچھا۔
 ”میرا میں چلے تو ساری دنیا میں کسی کو بھی نہ پینے دوں۔!“
 ”آخر کیوں....؟“
 ”خدا نے انگور اس لئے پیدا کئے ہیں کہ ہم انہیں کھا کر جان بنا کیں لیکن ہم ان سے بلہ پڑتے
 اور السر کشید کرنے لگتے ہیں۔ ہے ناول درجے کی بے وقوفی!“
 ”اپنی بتائیں تم ہی سمجھو.... میرے پلے تو نہیں پڑتیں!“
 استمن میں روم سروس دیر کافی لے آیا تھا۔ مریسانا کافی بنانے لگی اور عمران آرام کر کی پڑانے
 پچھا گئتا رہا۔ کئی راتوں سے نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔
 ”ارے کیا سو گئے....؟“ مریسانا نے اوپھی آواز میں اسے مخاطب کیا اور وہ چوک پڑا۔

”ایز کندی شر لگا ہوا ہے۔!“

”بہت سچھدار لوگ معلوم ہوتے ہیں۔!“

”کون لوگ....؟“

”ہوں گے کوئی....!“

”تمہیں فکر نہیں ہے....؟“

”فُرمدی عقل والوں کا وطیرہ ہے۔ میں تو ہوں ہی عقل سے پیدل۔ ویسے خدا غارت کر اس گدھی اور اس کے بچے کو۔ اسی سے متعلق کوئی نیا چکر ہو گا۔!“

”لیکن ہم تو ہوٹل کے کمرے میں بیٹھے ہوئے کافی پی رہے تھے کیا اس کافی میں بچھتا ہے۔“

”میرے خیال سے بہت کچھ تھا اور شاید ہم اب بھی ہوش میں نہیں ہیں۔ ہوش میں ہوتے کم از کم اس کمرے کا دروازہ تو ضرور دکھائی دیتا۔!“

”تمہارے ساتھ میں بھی مصیبت میں پڑتی ہوں۔!“

”اسی لئے میں خوش منانے کا قائل نہیں ہوں اور پھر کسی لڑکی کے کمرے میں۔!“ عمر ال کافوں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ”خدا کی پناہ....!“

”ان باتوں سے کیا فائدہ....!“

”بہت فائدہ ہے۔ اگر پولیس اٹیشن سے تم اپنی راہ لگتیں اور میں اپنی تو اس حال کو نہ بینپتا۔“

”خیر ہو گئی غلطی... اب کچھ سوچو۔!“

”کیا سوچوں.... سوچنے کے لئے نہ کوئی کھڑکی ہے اور نہ دروازہ۔ ویسے تم اس وقت بت جیسن لگ رہی ہو۔!“

”پھر فضول باشیں شروع کر دیں۔!“

”شاہد پہلی بار یہ فضول بات کی ہے۔!“

”دفعہ عجیب سی آواز کمرے میں گوئی اور بائیں جانب والی دیوار میں ایک دریچ سانن پا دنوں سنبھل کر بیٹھ گئے اور عمر ان آہستہ سے بولا۔ ”اٹھو۔۔۔ شاہد اب نشہ کچھ کم ہو رہا ہے۔“

”یہ کیا ہے....؟“

”شاہد دروازہ ہے جو نشے کی زیادتی کی وجہ سے پہلے نہیں دکھائی دیا تھا۔!“

”ہر گز نہیں.... یہ پہلے تھا ہی نہیں۔!“

”نہیں تھا تو اب کہاں سے ہو گیا ہے۔ میں کہتا ہوں انہوں اور نکل چلو۔!“

”وہ پہلکپٹ کے ساتھ اٹھ گئی لیکن مضطربانہ انداز میں عمر ان کا بازو دھام لیا تھا۔“

”دریچ سے گزر کر ایک بڑے سے ہاں میں پہنچ جمال بہت ہی عمدہ قسم کا فرنچس نظر آ رہا تھا۔“

”لیکن عمر ان کی نظر تو اپنے پرو جیکٹ پر جم کر رہ گئی تھی۔ جس پر اُس نے سر سلطان کو باوقال دے ہوں کی سلا نیز زد کھائی تھیں۔“

”پھر قدموں کی چاپ سنائی اور ایک دیوبھیکل تیگر و اُن سے تھوڑے ہی فاصلے پر آ رکا۔ چاروں“

”دیوبوں پر بھی ایک ایک سلیخ تیگر موجود تھا اور چاروں کی اٹھین گئیں انہی کی طرف انھی ہوئی تھیں۔“

”میرا نام ما نیکل ہے۔!“ قریب کھڑا ہوا نیگر و مسکرا کر بولا۔

”اور میرا عمر ان....!“ عمر ان خوشی ظاہر کرتا ہوا بولا۔ ”اور یہ مریانا ہیں۔!“

”تم اس سے کس نتیجے پر پہنچ ہو مسٹر عمر ان....!“ ما نیکل نے پرو جیکٹ کی طرف اشارہ کیا۔

”ابھی تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔!“

”اگر تم بچ کر رہے ہو تو ہمیں تمہارے حق میں بہتر ہے اور ہاں ہمیں اس کا نکیشو بھی چاہئے۔!“

”سلا نیز تیار کرتے وقت نگیشو ضائع ہو گیا تھا۔!“

”مسٹر عمر ان....!“

”چیزوں نہیں.... میں سن رہا ہوں۔!“

”نگیشو کے بغیر تمہاری گلو خلاصی نہیں ہو سکے گی۔ ہمیں بتاؤ کہ وہ کہاں ہے۔ ہم خود ہی حاصل کر لیں گے۔!“

”جل کر ہو ایں مل گیا۔۔۔ حاصل کرو۔۔۔!“

”ہم میک ہا در یا اُس کے ساتھی نہیں ہیں۔ تم کسی غلط فنی میں نہ رہنا۔!“

”میں بھی دیکھ رہا ہوں کہ تم ان سے مختلف ہو۔!“

”آخر تم اس مصیبت سے اپنا پیچھا کیوں نہیں چھڑاتے۔!“ مریانا آہستہ سے بولی۔ لیکن

”اُن اُس کی طرف توجہ دیئے بغیر تیگر و کو گھوڑا تارہ۔“

”بالکل دے سو ف کا انجمام دیکھو گے۔۔۔؟“ تیگر نے سوال کیا۔

”کیا انجمام۔۔۔؟“

”ابھی کہا تاہوں۔!“ اُس نے کہا اور قریب ہی رکھے ہوئے ایک ٹیلی ویژن سیٹ کا سوچ آن کر دیا۔

اسکرین روشن ہوا..... اور پھر ساحل سمندر کا دھنڈ لامانظر دکھائی دیا۔ کیمرہ ساحل پر گھویرہ ہوا ایسی جگہ رک گیا جہاں ایک بڑا سالا دروش تھا اور جس کے گرد پانچ بیس بیٹھے ہوئے تھے ان کی آوازیں بھی سنائی دیں۔ وہ کچھ گارہے تھے لیکن ان کی شکلیں واضح نہیں تھیں۔ پھر جنمایاں دکھائی دیا وہ کہیں سے آیا تھا اور اُس کی بغل میں ایک بڑا پارسل دبا ہوا تھا۔ اس نے اس پارسل کھولنا شروع کیا۔ آخر کار وہ پینٹنگ برآمد ہوئی۔ پینٹنگ کا لکوز اپ دکھایا گیا۔ بلاشبہ وہی پینٹنگ تھی۔ باول دے سوف اور پھر اُسے الاؤ میں ڈال دیا گیا۔ شعلے بلند ہوئے اور وہ دیکھتے ہی دیکھنے نظر آتش ہو گئی۔ نیگرو نے ہاتھ بڑھا کر ٹوٹی کا سونچ آف کر دیا۔

”کیا خیال ہے....؟“ وہ عمران کی طرف مڑ کر بولا۔

”خس کم جہاں پاک.... تم لوگوں نے بہت اچھا کیا۔ لیکن یہ کس پارٹی کے لوگ تھے۔“

”ہماری پارٹی کے....!“

”سفید فام اُس گدھی پر جان دیئے دیتے تھے اور تم سیاہ فاموں نے اُسے آگ میں جھوک دیا۔“

”ہم تمہیں بھی آگ میں جھوک دیں گے اگر نگیو ہمیں نہ ملا۔!“

”وہ پہلے ہی نذر آتش ہو چکا ہے یقین کرو....!“

”لڑکی تم ہی اسے سمجھاؤ۔!“ نیگرو نے مریانا سے کہا۔

”مجھے سمجھانے کے لئے یہ ابھی بہت کم عمر ہیں۔!“ عمران نے مریانا کی طرف دیکھتے ہوئے پر تشویش لجھے میں کہا۔

”اچھی بات ہے.... تو پھر نہیں کہا جا سکتا کہ تمہاری قید کی مدت کتنی طویل ہو گی۔!“

”اُن ساری باتوں کا مطلب یہ ہوا کہ تم لوگ اس پینٹنگ کی اہمیت سے واقف ہو۔!“ عمران نے کہا۔

”ہم واقف ہیں اسی لئے اُسے ضائع کر دیا گیا۔ اگر نگیو ہمیں نہ ملا تو یہاں خون کی نیلاد بہہ جائیں گی۔!“

”یہاں سے مراد یہ ہاں ہے یا تم میرے ملک کی بات کر رہے ہو....?“

”میں تمہارے ملک کی بات کر رہا ہوں مشر عمران....!“

”تب تو دوسرا نگیو پیدا کرنا پڑے گا۔!“

”بات نہ بڑھاؤ.... یقین کرو نگیو ملنے کے بعد ہم تمہیں رہا کر دیں گے۔!“

”کیا تم سوچنے کے لئے کچھ وقت نہیں دے سکتے۔!“ مریانا بول پڑی اور عمران پوچک کر

اُنے دیکھنے لگا۔

”ممکن ہے.... جتنا وقت چاہو لے لو....!“ نیگرو نے در پیچے کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔
”ہیں جاؤ اور بیٹھ کر سوچو۔....!“
عمران در پیچے کی طرف بڑھا اور پھر بڑی پھرتی سے ایک چھوٹی گول میز اٹھائی اور اس بڑے سے گوب پر کھنکھاری جوہاں کے وسط میں روشن تھا۔ زبرست دھماکے کے ساتھ ہاں میں اندھیرا چھا گیا۔
اس کے بعد وہ دیوار سے لگا ہوا قریبی دروازے کی طرف جھپٹا تھا۔

”خبردار... خبردار... جہاں ہو وہیں نہیں ہو۔!“ نیگرو بڑا۔ ”ورنه فائزگ شروع کر دی جائیں گے۔!“
دروازے کے قریب کھڑے ہوئے مسلح نیگرو کا سزر دیوار سے تکرایا تھا اور اُس کی اشین گن اچھل کر عمران کے سینے سے نکرانی تھی لیکن عمران نے اُسے فرش پر نہ گرنے دیا پھر دوسرے ہی لمحے میں دروازے سے نکل چکا تھا۔

مریانا کی نہیانی سی چینیں اندھیرے میں گو نجتی رہیں۔ اسی دوران میں اشین گنوں سے دو تین برٹ بھی مارے گئے تھے۔ لیکن شاند ان کی نالیں چھٹ کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

عمران تاریک راہداری میں دیوار سے لگا ہوا تیری سے آگے بڑھ رہا تھا کہ اچاک تیز قسم کی روشنی میں نہما گیا۔ آنکھیں اس طرح چند ہی میں کہ جہاں تھا وہیں رک گیا۔ بڑی قوت والی سرچ لائن کا سامنا ہوا تھا۔ پھر اُس کے ہاتھ سے اشین گن بھی چھین لی گئی۔ پتا نہیں کیسی زہر میں روشنی تھی کہ آنکھیں ہی نہیں کھل رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا ہیسے دو جلتی ہوئی سلاخیں آنکھوں میں اترتی چلی گئی ہوں۔ اس کی جگہ اور کوئی ہوتا تو جانوروں کی طرح چھیننے لگتا۔ اتنی ہی شدید تکلیف آنکھوں میں ہو رہی تھی۔ پھر وہ تکلیف پورے جسم میں پھیل گئی اور اتنی بڑھی کہ تکلیف کا احساس ہی ختم ہو گیا۔ ہر قسم کا احساس فتا ہو گیا تھا۔

لیکن نہنڈی ہوا کے جھوکے یا تو تھپک تھپک کر سلاتے ہیں یا اتنے تیر ہو جاتے ہیں کہ بہت کھربی نہیں بھی اچاک نٹ جاتی ہے۔!

اُس کے ساتھ یہی ہوا چہرے پر بیلغار کرنے والی تیر اور نہنڈی ہوانے اُسے جگا دیا۔ سامنے سمندر غامیں مار رہا تھا اور وہ اپنی ہی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر قابل اعتراض حالت میں پڑا ہوا تھا۔ قابل اعتراض یاں کہ اسکے برابری مریانا بھی پڑی ہوئی تھی۔ بوکھلا کر دروازہ کھولا اور گاڑی سے اتر آیا۔ گاڑی کے پیچے ساحل سمندر کی ریت میں دھنسے ہوئے تھے۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں

عمران سیریز نمبر 107

چٹانوں کا راز

(تیرا حصہ)

طرف دیکھنے لگا۔ لیکن اس دیران ساحل پر اپنے علاوہ اور کوئی نظر نہ آیا۔ پتا نہیں کہاں لاچھینا تھا کم بختوں نے۔ معلوم نہیں کون تھے؟ وہ پھر مر سیانا کی طرف متوجہ ہو گیا اور اب اس لفافے پر نظر پڑی جو مر سیانا کے قریب ہی سیٹ پر پڑا ہوا تھا۔ کچھ دیتک اس پر نظر جائے کھڑا رہا۔ پھر آگے بڑھ کر اٹھا لیا۔ لفافے سے برآمد ہونے والے پرچے پر تحریر تھا۔ ”غائبًا تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ہم کیسے لوگ ہیں۔ تمہیں جب یا جہاں سے چاہیں گے اٹھائیں گے۔ لہذا مناسب یہی ہے کہ اب اس گلگیوں کو ہر وقت جیب ہی میں رکھو۔“

عمران جیزے بھیجن کر تمیزی سے سرہلانے لگا۔ گلگیوں سے مر سیانا کی طرف بھی دیکھے جا رہا تھا۔ اچانک اس کی آنکھیں بھی کھل گئیں اور سب سے پہلے شاکد عمران ہی نظر آیا تھا۔ گرتی پرلی کاڑی سے اتر آئی اور عمران کا شانہ جھنجور کر پا گلوں کے سے انداز میں پوچھا۔ ”یہ سب کیا ہے؟“ ”خود میری سمجھ میں بھی آگیا تو ضرور بتاؤں گا۔“ عمران نے لاپرواہی سے کہا اور دوسرا طرف دیکھنے لگا۔

”ہم یاہ کیسے پہنچے...؟“ ”یہ بتاتا بھی دشوار ہے۔ لیکن تم آسانی سے بتاسکو گی کہ پھر کس طرح میرے سر پر ملا ہو گئیں۔ میں تو تمہیں وہیں چھوڑ جا کا تھا۔!“

”اندھیرا ہوتے ہی جب فارٹگ شروع ہوئی تھی تو کسی نے میرا لگا گھونٹ دیا تھا۔ اس کے بعد کیا ہوا۔ میں نہیں جانتی۔!“

”گاڑی کے پیسے دیکھ رہی ہو۔!“ عمران نے غصیلے لمحے میں پوچھا۔

”ہاں کیوں نہیں...؟“

”کوشش کرو کہ یہ ریت سے نکل جائیں۔!“

”م۔۔۔ میں کیسے کوشش کروں...؟....؟“

”تو پھر صبر کرو۔۔۔ اس گاڑی کو کوئی کرین ہی ریت سے نکال سکے گا۔!“

مر سیانا ریت پر بیٹھ کر اس طرح ہانپہنچ لی جیسے اب تک دوڑتی رہی ہو۔!

”تمہیں بھی کریں ہی اٹھائے گا۔!“ عمران نے کہا اور آگے پانی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

پیشہ

کے سامنے کیا حیثیت رکھتی ہیں۔ کہنے لگے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ میں نے کہا تو پھر یہ بتائیے کہ یہ دونوں فمیں آپ کی زندگی پر کس حد تک اثر انداز ہوئی ہیں۔ بغلیں جھانکنے لگے۔ میں نے کہا تحریریں اور تقریریں صرف ”واہ واہ“ کے لئے ہوتی ہیں.... ہو سکتا ہے پہلے بھی انہوں نے کردار سازی کا حق ادا کیا ہو لیکن اس دور ”جالبیت“ میں صرف ذہنی عیاشی کے کام آرہی ہیں۔ یا پھر انہیں تیر و تفنگ کا منصب سونپ دیا جاتا ہے یعنی آپس کے جھگڑوں میں کام آتی ہیں۔

اُف فوہ کہاں کی باتیں لے بیٹھا یہ بیچارہ ناول نویس۔ وہ بھی اس بناء پر کہ کاغذ کے دام چڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ یعنی وہی بات ہوئی نا کہ کسی ذاتی دشواری میں پڑ کر بات قرآن و حدیث تک پہنچادی۔ اللہ مجھے عقل سلیم عطا فرمائے۔ آمین۔

ابنِ صفحہ

سب سے پہلے تو یہ عرض کردوں کہ اس کتاب کا نام ”چنانوں کے راز“ نہیں بلکہ ”چنانوں کا راز“ ہے۔ اشتہار میں غلطی سے ”چنانوں کے راز“ چل گیا تھا اور میں نے توجہ نہیں دی تھی۔

بہت چاہا کہ قیمت نہ بڑھاؤں لیکن ممکن نہ ہوا۔ کاغذ کے جہاز بھی آگئے ہیں۔ روز بھی اطلاع ملتی ہے کہ کاغذ اتر رہا ہے جہاز سے لیکن قیمت اتنے کا نام نہیں لیتی۔ لہذا میں بھی اسلامی نظام کے نفاذ سے پہلے کروڑ پتی بن جانا چاہتا ہوں۔ تاکہ بقیہ زندگی یادِ الٰہی میں گزار سکوں۔ اٹھائیے فاتحہ کے لئے ہاتھ۔

کل ایک صاحبزادے تشریف لائے کہنے لگے کہ آپ صرف کہانیوں کے لئے کہانیاں نہیں لکھتے بلکہ ان میں اصلاحی پہلو بھی ہوتے ہیں۔ تو پھر کتنی زندگیاں سدھریں آپ کی تحریریوں سے۔ میں نے پوچھا میاں میری تحریریں قرآن شریف اور احادیث مکرم

عمران خاموشی سے گاڑی کے عقب میں آیا اور ڈکے کا قفل کھولنے لگا؛ کہ میں وہ سوت کیس موجود تھا جس میں عمران نے سلاںیڈز اور پرو جیکٹر رکھے تھے اور سوت کیس کھولنے پر معلوم ہوا کہ پرو جیکٹر تو موجود ہے لیکن سلاںیڈز غائب ہو گئے ہیں۔

ٹھیک اُتی وقت اُسکی نظر کلائی کی گھڑی پر بھی پڑی اور تاریخ والے خانے پر ہمی کی جمی رہ گئی۔ دفتاراں نے مریانا سے پوچھا۔ ”آج کون سی تاریخ ہے....؟“
”گیارہ اکتوبر....!“ اُس نے جواب دیا۔

”یعنی کل اکتوبر کی دسویں تاریخ تھی جب میں تمہارے کمرے میں کافی پی رہا تھا۔“
”یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔!“ وہ جملہ کر بولی۔ ”آج گیارہ ہے تو کل لازمی طور پر دس رہی ہو گی۔“

”لیکن میری گھڑی تو آج سولہ تاریخ بتا رہی ہے۔!“
”تمہاری طرح تمہاری گھڑی بھی اوت پنالگ معلوم ہوتی ہے۔!“ وہ نہ اسامنہ بنا کر بولی اور عمران شانے سکوڈ کر رہ گیا۔

آخر ہوڑی دیر بعد مریانا اُس کے قریب پہنچی اور جھک کر گھڑی دیکھنے لگی۔

”یہ الیکٹریک واچ ہے۔!“ عمران نے کہا۔ ”بیٹری اگر ہاست ہو جانے پر سست ہو سکتی ہے نہ بہ نہیں دوڑ سکتی۔ یقین کرو کہ ہم چھ دن سے غائب ہیں۔!“

”تو کیا ہم واقعی بدارواح کے چکر میں پڑ گئے ہیں۔!“

”ضرور پڑ گئے ہوتے لیکن یہ بیسویں صدی ہے۔!“

”میں بدارواح میں یقین رکھتی ہوں۔!“

”تمہاری شکل ہی سے ظاہر ہے۔!“

”اہ فتحم کرو... اب کیا ہو گا۔!“

”اکی جگہ کھڑے کھڑے تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔!“

”جاںیں بھی تو کھڑ...؟“

”بل جدھر بھی منہ اٹھ جائے۔ کہیں نہ کہیں تو کوئی تیرسا بھی دکھائی دے گا۔!“

”وہ خاموش کھڑی رہی اور عمران اُسے ٹوٹنے والی نظروں سے دیکھتا ہا۔ دفتاراں نے سراخا کر سکوئے کہ نیجوں تمہارے پاس نہیں ہیں۔!“

ساحل کی طرف بڑھ جانا اضطراری فعل تھا۔ اس لئے وہ پھر گاڑی کی جانب پلٹ آیا۔ سوچنا تھا کہ گاڑی اسٹارٹ کر کے دیکھے شاکدہ اُسے آگے بڑھانے میں کامیاب ہی ہو جائے لیکن یہی اُس نے انجن کو گیئر میں ڈالا پہنچے ریت میں گوم کر رہ گئے اور گاڑی آگے نہ بڑھ سکی۔ مریانا دوڑ کھڑی دیکھتی رہی۔ اُس کی بڑی بڑی نیلی آنکھوں میں تشویش کے ساتے لمبارہ تھے۔ عمران نے پھر کوشش کی۔ لیکن نتیجہ وہی صفر آخر اس نے انجن بند کیا اور گاڑی سے اتر آیا۔

”مریانا قریب آ کر آہستہ سے بولی۔ ”اب کیا ہو گا۔!“
”گاڑی یہیں چھوڑ دینی پڑے گی۔ لیکن!“ عمران نے چاروں طرف دیکھ کر کہا۔

”لیکن کیا....؟“

”یہ ساحل میرے شہر کا تو نہیں معلوم ہوتا۔!“

”یہ دوسرا ہوئی۔!“ وہ بھنا کر بولی۔

”یقین کرو... ہم پتہ نہیں کہاں ہیں۔!“

”تم کوئی بدر وح ہو...!“ وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

”میں کوئی بھی ہوں لیکن اپنی پریشانیوں کی ذمہ دار تم خود ہو۔ زبردستی مجھے اپنے کمرے میں لے گئی تھیں۔ پہلے بھی ایک تیخ تجربہ ہو جانے کے بعد تمہیں مجھ سے دور ہی رہنا پڑتا تھا۔“ وہ پچھہ نہ بولی۔ عمران کے چہرے سے نظر ہٹا کر غالباً سمندر کی لہیں گئے لگی تھی۔ آخر ہوڑا دیر بعد اس نے عمران کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ ”میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔!“

”اس سے بھی حالات میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔!“ ”عمران بولا۔“

”ہاں ٹھیک ہے... لہذا اب ہمیں سمندر میں چھالاگ لگادیں چاہئے۔!“ وہ طنزیہ لہجے میں بول۔

”بس تو پھر گھر پہنچا محال ہے۔!“ عمران مایوسانہ انداز میں بولا۔
 ”صورت ہی سے نہیں لگتے بلکہ حق بھی یوں قوف ہو۔!“
 ”کیا بات ہوئی۔!“ عمران نے آنکھیں نکالیں۔
 ”تم انہیں پکڑ دے سکتے تھے۔!“

”لیا مطلب....؟“ عمران کے چہرے پر چھائی ہوئی حمافت پکھ اور گھری ہو گئی۔
 ”تمہیں پہلے ہی یہ نہ کہنا چاہئے تھا کہ غمیٹو ضائع ہو گیا ہے۔!
 ”انہیں میری بات پر یقین کب آیا ہے۔!
 ”پھر بھی تمہیں اتنا عالمدند تو ہوتا ہی چاہئے کہ ایسے موقع پر کبھی بات ظاہر کردینے کا مطل
 موت ہوتا ہے۔ پھر بات ظاہر ہو جانے کے بعد تم ان کے لئے بے مصرف ہو گئے۔ پھر وہ تمہیں
 گھروں پہنچوانے کا تکلف کیوں کرنے لگے۔!
 ”لیکن انہوں نے کسی حد تک تکلف ضرور کیا ہے۔ وہیں رکھتے جہاں ہم تھے یہاں کیز
 پچھلوادیا ہے۔!
 ”کیا کہنا چاہتے ہو....؟“

”یہی کہ انہیں میری بات پر یقین نہیں آیا۔... ان کا خیال ہے کہ تکمیل میرے پاس نہ ہو
 اور کچھ پریشان ہونے کے بعد میں اسے ان کے حوالے کر دوں گا۔!
 ”وہ اُسے غور سے دیکھتی رہی پھر سر ہلا کر بولی۔ ”تمہارے متعلق یقین سے کچھ بھی نہیں
 جا سکتا اور میں تو خواہ خواہ ایک مصیبت میں پڑی ہوئی ہوں۔ کہاں نیوزی لینڈ اور کہاں یہ افتادا۔
 ”افقاد نہیں بلکہ گدھی اور اُس کا پچھے....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔
 ”لیکن یہ کالے اُن سفید فاموں سے زیادہ خطرناک معلوم ہوتے ہیں۔ جنہوں نے تمہیں
 پکڑا تھا۔ اُو وہ کرہ یاد ہے جس میں کوئی دروازہ نہیں تھا۔!
 ”کہیں ہم الائیں کے ونڈر لینڈ میں تو نہیں پہنچ گئے ہیں۔!“ عمران نے احتجانہ انداز میں
 ”پھر یوں قوقی کی باتیں شروع کر دیں۔!
 ”اور نہیں تو پھر کیا خواب دیکھ رہے ہیں۔!
 ”یہی تو میں سوچ رہی ہوں کہ کہیں خواب ہی نہ ہو۔ بھلا کیا بات ہوئی۔ اتنی دشواری پر
 تمہیں قابو میں کیا اور پھر اس طرح آزاد بھی کر دیا۔“

”تم ہوش میں ہو یا نہیں۔!“ عمران اُسے گھورتا ہو بولا۔

”میا مطلب....؟“
 ”یہ آزادی ہے....؟“ اُس نے چھاڑ کھانے والے بجھ میں سوال کیا۔
 ”چیزیں کیا ہے؟ میری تو کچھ بھی بجھ میں نہیں آتا۔...!“
 ”لہذا غاموش رہو۔!
 ”اس سے کیا ہو گا۔...!
 ”خواہ خواہ زبان تو نہ تھکے گی۔!
 ”اور ہم اسی طرح یہاں کھڑے رہیں گے۔!
 ”آزاد تو ہیں۔!“ عمران نے شانے سکوڑ کر کہا۔
 ”کوئی ڈھنگ کی بات سوچو۔!
 ”کہہ تو رہا ہوں کہ بس کسی طرف چل پڑنا چاہئے۔!
 ”یہ تو ایک طرح سے جوا ہو گا۔ اچھی بات ہے تو پھر جوئے ہی کے سے انداز میں قسمت کیوں
 نہ آئیں جائے۔?
 ”وہ کس طرح...!
 ”مغرب کی طرف سمندر ہے۔! وہ کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ ”لہذا تمیں ستون کیلئے قرعدہ اندازی
 کر لی جائے۔!
 ”کرو۔!“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔
 مریانا اپنی تمیں انگلیاں اُس کی طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔ ”میں نے اپنے ذہن میں تھیں کر لیا
 ہے کہ کون ہی انگلی کس سمت سے تعلق رکھتی ہے تم اپنی انگلی ان میں سے کسی ایک پر رکھ دو۔!
 ”ایک بے وقوفی شاید ہی پہلے کبھی سرزد ہوئی ہو۔!“ عمران نے اُس کی بیچ کی انگلی چھوٹے
 ہوئے کہا۔
 ”جنوب۔...!“ مریانا بولی۔
 ”پھر عمران نے گاڑی لاک کی تھی اور وہ جنوب کی طرف چل پڑے تھے۔ دور دور تک کوئی
 اُونی نہیں دکھائی دیتا تھا۔!
 ”ایک بات کچھ میں نہیں آتی۔!“ عمران چلتے چلتے رک کر بولا۔
 ”کون کی بات۔...?
 ”کیا کسری گاڑی یہاں آسمان سے پیکی تھی۔...?
 ”

دوسرے اچھے سے دوچار ہوتا پڑا۔ کسی ہبھتال کا ایک داکٹر دو ایسے افراد کے ساتھ آئی دروازے پر آ رک جنوں نے ایک اسٹرپپر بھی اخبار کھا تھا۔ داکٹر نے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ کھلا اور ہمیں اسٹرپپر سمیت اندر چلے گئے۔ کچھ وقت اور گزر لے۔ اب کے دروازہ مٹا تو، داکٹر کے ذہنوس ساتھی کسی کو اسٹرپپر اٹھائے ہوئے برآمد ہوئے۔ بوڑھا آدمی تھا۔ چہرے پر ٹھنڈی ڈاڑھی تھی اور اس کی آنکھیں بند تھیں۔ سر پر اس طرح پیاس باندھی گئی تھیں جیسے سر زخمی ہو۔ مریانا اور سیاہ فام غیر ملکی بھی باہر آگئے تھے۔ داکٹر اسٹرپپر کے ساتھ آگے بڑھ کیا اور مریانا دروازہ مغل کرنے لگی۔ لیکن عمران کہاں تھا؟ اگر وہ اُسی کمرے میں تھا تو دروازہ کیوں مغل کیا جا رہا تھا۔ اود تو کیا.... وہ بوڑھا مریض؟ نعمانی کے جسم میں سفینی دوڑ گئی۔

دروازہ مغل کر دینے کے بعد وہ دونوں بھی مریض کے اسٹرپپر کی طرف پہنچا تھے۔ نہماں پہنچا بہت کے ساتھ آگے بڑھا اور سڑک پر پہنچ کر اُس نے دیکھا کہ مریض کے اسٹرپپر کو ایک ایبو لینس گاڑی پر چڑھا لیا جا رہا ہے۔ وہ اپنی موثر سائیکل کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اب اس کا وقت نہیں تھا کہ وہ جو لینا فخر و اُن کو فون پر اس وقوع کی اطلاع دیتا۔ بُس ایبو لینس گاڑی کے تعاقب کی خان می۔ گاڑی کھنی عجیب وضع کی تھی۔ اس سے قبل اس قسم کی بادلت والی گاڑی اُس کی نظر سے نہیں گزرا تھی۔

اگر اس پر سرخ صلیب کا نشان بھی موجود نہ ہوتا تو اُسے ایبو لینس گاڑی ہی تسلیم کرنے کو دل نہ چاہتا۔

بہر حال اُس نے اُس گاڑی کا تعاقب شروع کر دیا تھا لیکن تھوڑی ہی دیر بعد سوپنا پر آئکہ شبری آبادی سے باہر کون سا ہبھتال ہو سکتا ہے۔ کیونکہ گاڑی شبر کے باہر جا رہی تھی۔ نعمانی سوچ رہا تھا کہ اس سے زبردست غلطی ہوئی۔ اگر موثر سائیکل کی بجائے وہ سائیکلو میشن کی کوئی کار لے آیا تو اس وقت اس دشواری میں نہ پڑتا۔ سائیکلو میشن کی ساری گاڑیوں پر زرانہ میزرات گئے ہوئے تھے۔ وہ آسانی اپت سائیکلوں سے رابط قائم کر سکتا۔

ایبو لینس گاڑی شبر سے کمی میل دور نکل آئی تھی۔ سیکھ نہیں بلکہ اب اس کی رفتار بھی بہت یہ گئی تھی۔ نعمانی سوچ رہا تھا کہ اب اگر کہیں وہ کسی کچھ راستے پر مڑ گئی تو ان لوگوں کو تعاقب کا میں بھی جائے گا۔

پچھو یہ بعد سیکھ ہوا بھی.... گاڑی مغرب کی جانب ایک کچھ راستے پر مڑ گئی تھیں تعاقب جاری رہا۔ لبست نعمانی بہت زیادہ محتاط ہو گیا تھا۔ موثر سائیکل کا وہ نہ صرف ایک پھر تھا بلکہ آئی

"کیا مطلب....؟"

"دور دور تک ناگروں کے نشات نہیں دکھائی دیتے۔ آخر یہ یہاں تک پہنچی کس طرزے"

"اوہ.... واقعی حیرت انگیز....!" وہ آنکھیں پھاڑ چاہز کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ "یہاں ہوا بھی زمین سے لگ کر نہیں چل رہی کہ ریت اڑا کر نشات پر بیٹھ کر ہو۔ ایک نہیں اڑ رہی ہے ریت۔!"

"اس وقت تو نہیں اڑ رہی ہے۔!"

"اور پھر دوسری بات.... یہاں دور دور تک اسی طرح ریت پچھی ہوئی ہے۔ اسی گلکر

پھنسی ریت میں کہیں اور کیوں نہیں پھنسی....؟"

"اب ان سب باتوں سے کیا فائدہ... ہوا ہو گا کچھ....؟"

"نہیں.... یہ سوچنے کی بات ہے۔!"

"چھا تو تم سوچو....!" وہ چڑ کر بولی۔ "میں آگے جا رہی ہوں۔!"

"ٹھہر و... ٹھہر و... کہیں تم بھی ریت میں نہ دھنس جانا!" عمران ہاتھ بہاتھ ہوا اسکے پچھے پڑا۔



عمران کے ماتحت باری باری سے مریانا کی گرفتاری کرتے رہے تھے اور اس شام کو جب نہ اس کے ساتھ ہوٹل روینک والے کمرے میں داخل ہوا تھا تو یہ واقع سار جنت نعمانی کے علمہ آگیا تھا کیونکہ اُس دن وہ صبح ہی سے مریانا کی گرفتاری کرتا رہا تھا۔ لہذا جب وہ کاچاک کے تھا میں طلب کی گئی تو وہ اُس کا تعاقب کرتا ہوا وہاں تک پہنچا تھا اور پھر جب وہ عمران کے ہاتھ تھا نے سے برآمد ہوئی تو نعمانی تعاقب کے سلسلے میں اور زیادہ محتاط ہو گیا۔ لیکن اب اُس کی کوئی اسی کے لئے تھی کہ کم از کم عمران کی نظر اُس پر نہ پڑنے پائے اور اسے یقین تھا کہ وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا ہے۔

بہر حال کمرے کے بند دروازے پر اُس کی نظر جبی ہوئی تھی۔ دو گھنٹے گزر گئے لیکن کوئی نہ ہوا۔ پھر اُسے ایک سیاہ فام غیر ملکی دکھائی دیا جس نے دروازے پر دستک دی تھی۔ نہماں تھی تھی اور انداز میں پلکیں جچکائیں۔ جب سے مریانا کی گرفتاری شروع ہوئی تھی یہ پہلا آدمی تھا۔ اُس کے کمرے کے دروازے پر دستک دی تھی اور اُس کے لئے دروازہ کھول بھی دیا یا نہ اُس کے داخل ہو جانے پر دروازہ پھر بند کر دیا گیا۔ اسی طرح مزید ایک گھنٹے گزر گیا اور

طرح کی رائینڈنگ کے کرتب بھی دکھا سکتا تھا۔ فوجی زندگی کے دوران میں اس نے تن اور اس طرح بھی حاصل کئی تھے۔ اس سلسلے میں اس وقت وہی مہارت اُس کے کام آرہی تھی۔ ورنہ یہ رابر ایسا نہیں تھا جس پر موڑ سائکل تیز رفتاری سے چلائی جاسکتی۔ البتہ اُس ایسی لینس کا دندر نو عیت پر جیرت تھی۔ کیونکہ وہ اس نامہوار راستے پر بھی اسی طرح چل رہی تھی جیسے کہ پہلے عمر سمندر کی سطح پر تیر رہی ہو۔ دراصل اُس کے پیچے زمین سے لگتی نہیں رہتے تھے۔ زمین کی گواہ سے قریباً ایک یا ڈیڑھ فٹ کی بلندی پر گویا پرواز کر رہی تھی۔

نعمانی کو یقین تھا کہ اب انہیں علم ہو گیا ہو گا کہ ان کا تناقض کیا جا رہا ہے۔ اُس کی انتہی شاند ان لوگوں نے یہی معلوم کرنے کے لئے گاڑی کچھ راستے پر موڑنی تھی کہ تناقض کو ٹکل کیا جا رہا۔ بہر حال وہ ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھا۔

اچانک ریتلی زمین شروع ہو گئی اور اُسے کچھ اور محتاط ہو جانا پڑا۔ لیکن ایبو لینس کا دریں بیہل بھی زمین کی سطح سے کسی قدر بلندی پر تیر رہی تھی اور پھر ایک جگہ موڑ سائکل نے آکے ہٹھ سے انکار ہی کر دیا۔ اگلا پہبہ ریت میں دھنس گیا تھا۔
نعمانی نے بے لبی سے دونوں پیجریت پر ٹکادیے۔ ایبو لینس گاڑی برآئے تھے۔ اُسی پر تھی۔ موڑ سائکل کے بیہل لیپ پکی روشنی اس کے پہنچنے سے پر پڑ رہی تھی۔ نعمانی سیٹ پر پہنچ و حرکت بیمار ہا۔

سمندر بیہاں سے دور نہیں تھا اور پھر وہ اچھل پڑا۔ ایبو لینس گاڑی ہمند رکی پا شو، لہلہ میں گھستی چل گئی تھی اور..... اور نعمانی نے اسے پانی میں غرق ہوتے دیکھا۔ بہر حال ایسے یہ پہنچ روشنی تیز کر دی۔ ایبو لینس گاڑی کا کہیں پتہ نہ تھا۔ موڑ سائکل سے اتر کر وہ نہا۔ نہا۔ نہا۔ دوزتا چلا گیا۔ موڑ سائکل ریت پر گر گئی اور اس کا انجن چلتا رہا۔
ایبو لینس گاڑی بچ مجھ غرق ہو گئی تھی۔ یہ فریب نظر نہیں تھا۔ نعمانی کے ہم سے کھنڈا پسینہ چھوٹا رہا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اب اُس جگہ سے جبکش ہیں نہیں۔ اس کا پتہ نہیں کتنی دیر تک اسی طرف کھڑا رہا۔

پھر چونک کر موڑ سائکل کی طرف کھڑا گئی۔ اس کا انجن بد ستور اشارت تھا۔ پھر اسے بدقت ریت سے نکلا اور واپسی کے لئے مڑ گیا۔ آندھی اور طوفان کی طرف شہر کی طرف تھا۔ ہوئی تھی۔ پھر اسے ہوش نہیں کہ کتنی دیر میں شہر پہنچا تھا اور کب جولیانافر وار کو اس تو نہ اطلاع دی تھی۔ ان دونوں پھر جو لیاں کے اور ایکس نو کے درمیان رابطے گاڑ ریج بن جوں تھے۔

بی پھر ایکس نو کی پوری نیم حرکت میں آگئی۔ بلکہ زیر و تک رانا پلیس سے بکل لہذا اہوا تھا۔ اس وقت ایک مخصوص وضع کی گاڑی اُس کے استعمال میں تھی جس کے لا علی موصالتی نظام کے تحت وہ ایکس نو کے ماتخوں سے رابطہ رکھ سکتا تھا۔ سب سے پہلے اس نے ایکس نو کی آواز میں جو لیا سے رابطہ قائم کیا۔

”لیں سر.....!“ رانس میٹر کے ریسیور سے جو لیا کی اکپلیاتی ہوئی تھی آواز آئی۔

”نعمانی اُس جگہ کی صحیح نشاندہی کر سکا ہے یا نہیں جہاں وہ ایبو لینس گاڑی غرق ہوئی تھی۔“ ”محض علم نہیں جتاب.... میں تو عمران کی وہ گاڑی ملاش کر رہی ہوں ہے اُس نے رو نہیں ہوٹل کے پار کنگ لاث پر کھڑی کی تھی!“

”اوہ تو کیا وہ بھی غائب ہے!“

”جی ہاں.....!“

”رو نیک کا وہ کمرہ دیکھا گیا نہیں جس میں سریانا مقیم تھی۔“

”دیکھ لیا گیا جتاب.... وہاں سے الگیوں کے نشانات انھائے جا رہے ہیں۔ سریانا ہوٹل کا حباب بے باق کر کے گئی ہے!“

”نعمانی کہاں ہے....؟“

”ساحل کی طرف جانے والی پارٹی کے ساتھ ہے۔!“ جو لیا کی آواز آئی۔

”یا نعمانی ان چاروں کو شناخت کر سکے گا....؟“

”جی ہاں..... اسے ان کی شکلیں بیاد ہیں!“

”ٹھیک ہے.... عمران کی گاڑی کا سراغ ملنے پر مجھے اطلاع دینا۔!“

”بہت بہتر جواب....!“

”اورو..... ایڈا آل.....!“ کہہ کر بلکہ زیر و نے سوچنے آف کر دیا۔

عمران کے ماتحت اُسے رانا پلیس کے منتظم کی دیشیت سے جانتے تھے۔ اور وہ ”ظاہر سا بب“ کہلاتا تھا۔ لہذا وہ اس بھاگ دوڑ میں اُن کا شریک تونہ ہو سکتا۔ لیکن اُسے بہر حال تشویش تھی۔

یونکہ وہ عمران کی اصل دیشیت سے واقف تھا۔ پچھہ دیر بعد اُس نے سر سلطان کو بھی اس تو نہیں کی اطلاع دی۔ پھر سر سلطان ہی کے توسط سے یہ خبر آئی ایک آئی کے ڈائریکٹر جنل تک پہنچ۔

”بڑی عجیب بات ہے....!“ فون پر دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”بڑی عجیب بات ہے۔“

جس غلطائے کی تم بات کر رہے ہو وہاں نیوی کی ایک نیم پہلے ہی سے سرگرم ہمل ہے۔!

جو لیانے فون پر ایکس ٹو (بلیک زیرو) کو روپورت دی۔ اس کی عدم موجودگی میں اس نے سائیکو مینشن کے آپریٹر کو اپنے اس فون کے نمبر لکھوا دیتے تھے جس پر جو لیا کو روپورت دیتی تھی۔ ”کوئی سراغ نہیں مل سکا جناب!“ وہ کلپاتی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی۔ ”کنی میل تک سمندر کی تہ چھانی گئی ہے۔ نیوی کی ایک ٹائم وہاں پہلے ہی سے سرگرم عمل تھی۔“

”نعمانی کہاں ہے...؟“

”آئندہ نئی کاست ایکو پہنسٹ کے انچارج کو ان چاروں کے حلے بتا رہا ہے۔!“

”اگر وہ غرق ہو چکے ہیں تو پھر کیا فائدہ...؟“

”وہ اس ایبیو لینس گاڑی کا تعاقب کر چکا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ وہ غرق نہیں ہو سکتی۔“
جو لیانے کہا۔

”تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔!“

”اس کا بیان ہے کہ پختہ سڑک چھوڑ دینے کے بعد وہ سطح زمین سے قریباً ایک فٹ، نجی پلٹی رہی تھی۔!“

”یہ اس کا وہ بھی ہو سکتا ہے۔!“

”پچھے بھی ہو.... عمران نہیں مر سکتا۔ ہرگز نہیں۔!“ وہ روہاںی ہو کر بولی۔ نہ جانے کیوں وہ ایک کاہاتھ پکڑ کر اسے یقین دلانا چاہتی تھی کہ عمران نہیں مر سکتا۔

”دوسری طرف سے سریز پچھے کے بغیر رابطہ منقطع کر دیا گیا۔

”وہ چند لمحے ریسیور کو ہاتھ میں لے گھورتی رہی پھر کریڈل پر رکھ کر اپنے کمرے کی طرف چل پڑی۔ عجیب ساطوفان سینے سے اٹھا اٹھ کر حلق میں گھٹ رہا تھا۔

”گھٹ کر رہ جانے والا طوفان اب بچکوں اور سکیوں کی شکل میں امندہ چڑا تھا۔
پھر اسے ہوش نہیں وہ کتنی دیر تک میر پر سر نکائے روتی رہی تھی۔

”دوسری طرف سے آئندہ نئی کاست کے ماہرین ان چاروں کی تصاویر مکمل کرنے کی کوشش کر رہے تھے جن کے حلے نعمانی نے بتائے تھے۔ بہر حال سائیکو مینشن اس وقت ایک ایسی بہت

”یہی میں معلوم ہو رہی تھی جس کا ہر پر زدہ اپنی اپنی جگہ سرگرم عمل تھا۔

”کیوں...؟“ سر سلطان نے پوچھا۔

”نیوی کے آلات نے کسی نامعلوم سب میرین کی نقل و حرکت ریکارڈ کی بے اور نقل حركت کا ملاعقہ وہی ہے جس کا تم نے ابھی ذکر کیا ہے۔!“

”واقعی بڑی بجیب بات ہے۔!“

”اگر وہاں کوئی ایبیو لینس غرق ہوئی ہوتی تو اس تگ وہ کے دوران میں نہیں پار لی۔ اس کا سراغ ضرور پالیا ہوتا۔!“

”لیکن ایک بات قابل غور ہے۔!“ سر سلطان نے کہا۔ ”ایبیو لینس گاڑی نیوی کی پارٹی کے حرکت میں آنے سے قبل غرق ہوئی یا بعد میں۔!“

”میں نہیں سمجھا۔!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”میرے جس آدمی نے گاڑی کو سمندر میں غرق ہوتے دیکھا ہے اس کے بیان کے مطابق اس وقت وہاں دور دور تک سنا تھا۔ دور دور تک کوئی ایسی پارٹی موجود نہیں تھی جس کا ذرا بھی تم نے کیا ہے۔!“

”میا تمہارا آدمی گاڑی کے غرق ہونے کے وقت کا تعین کر سکے گا۔!“

”قطعاً.... اس وقت دس بجے کر دس منٹ ہوئے تھے۔!“

”الگ گاڑی....!“ دوسری طرف سے حیرت زده سی آواز میں کہا گیا۔ ”ٹھیک یہی وقت نہیں

وalon نے بھی ریکارڈ کیا ہے۔!“

”تو پھر وہ سڑک پر دوڑنے والی چیز حقیقتاً سب میرین ہی رہی ہوگی۔!“ سر سلطان نے لٹک لجھے میں کہا۔

”یوں قوفی کی باتیں مت کرو... میں نے یہ تو نہیں کہا۔!“ دوسری طرف سے جنیل د غراہست سنائی دی۔

سر سلطان نے بس کر کہا۔ ”آپے سے باہر ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہو سکتا ہے اس وقت ایسی فورس والے رینی یو مرئی کی نشریات ریکارڈ کر رہے ہوں۔!“

”دوسری طرف سے رابطہ منقطع کر دیا گیا۔

”بہر حال صبح تک اس ایبیو لینس گاڑی کی تلاش جاری رہی لیکن اس کا سراغ تک نہیں پہنچا۔ پھر ایکس ٹو کے ماتحت سائیکو مینشن کی طرف پلٹ آئے۔ نیند سے اُن نے آنکھیں بچھوڑ دیں۔“

”ہو رہی تھیں۔“

کپوں نے ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے ابھی ابھی کسی کشتی نے ساحل چھوڑا۔ اپنے اس تاثر کی
تھدین کرنے کے لئے وہ پھر بیچھے اترنے لگا۔ اس حصے سے اُسے مریانا نہیں کھانی تو تھی۔
بیت کا کوئی قطعہ پار کئے بغیر وہ ساحل تک پہنچ گیا۔ اور پھر اُسے اس کا شوت بھی مل کیا کہ
اس سے کو استعمال کیا جاتا ہے۔ بیت کے تین خالی ذبے اور سگر ٹیوں کے جلے ہوتے تکھے دہاں
آدمی کی موجودگی کا اعلان کر رہے تھے۔

وہ پھر چڑھائی کی طرف مرا اور ٹھنک کر رہ گیا۔ جہاں سے بیچھے اترنا تھا۔ ٹھیک اُسی بندک کوئی کھدا
دکھائی دیا۔ عمران نے تیزی سے قدم بڑھائے تھے۔ لیکن آپسے دور چلنے کے بعد بخت مایوس ہوئی۔
کپوکہ یہاں سے اُسے اپھی طرح دیکھ سکتا تھا۔ وہ مریانا تھی جواب ہاتھ بھی باہری تھی۔
”بالآخر تمہیں آنا ہی پڑا...!“ عمران اس کے قریب پہنچ کر بولا۔

”تم یہ سب کیا کرتے پھر رہے ہو۔!“

”سمندر سے تلی ہوئی چھپلیاں حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔!“

”تم مجھے چھوڑ جانے کے چکر میں ہو۔ میں خوب سمجھتی ہوں۔!“

”تم سے تو خدا ہی سمجھے گا۔ کیا نیوزی لینڈ میں مجھے جیسے نہیں پائے جاتے۔!“

”بکثرت پائے جاتے ہیں۔ لیکن وہ تمہاری طرح دلاویز نہیں ہوتے۔!“

”دلاویز کی شرط ہے یو وونی کے لئے۔!“ عمران نے حرمت سے پوچھا۔

”میں کہتی ہوں۔۔۔ کھانے کے لئے کچھ تلاش کرو۔!“

”چلو۔۔۔!“ عمران نے پگڈنڈی کی طرف اشارہ کیا۔

”اگر کسی اور مصیبت میں پھنس گئے تو۔۔۔؟“ اس نے عمران کو گھوڑتے ہوئے سوال کیا۔

”ابھی تک تم سے بڑی کوئی مصیبت مجھ پر نہیں پڑی۔!“

”میں مصیبت ہوں۔!“

”تم آخر میری ہی گردن میں کیوں جھوول گئی تھیں وہاں اور لوگ بھی تو تھے۔!“

”جس معاملے کا مجھے ہوش نہیں تھا۔ اُس کے بارے میں پچھنا کہو۔!“

”بہت بہتر۔۔۔ آگے بڑھو۔۔۔!“ اس نے اُسے پگڈنڈی کی طرف دھکیتے ہوئے کہا۔

مریانا کے انداز سے ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے طواع و کرباچل پڑی ہو۔

”بما نہیں اب کہاں جا پہنسیں۔۔۔!“ وہ کچھ دیر بعد بولی۔

”میرا خیال ہے کہ اب زیادہ عقائد بننے کی ضرورت نہیں۔!“

وہ ساحل سے قریباً ایک میل تک آگے بڑھ آئے تھے۔ لیکن کہیں کوئی تیر، آئینہ، نہیں
دیا۔ ریتلی زمین کا سلسہ ختم ہو گیا تھا اور یہاں سے چڑھائی شروع ہوئی تھی اور یہ چڑھائی نہیں
سر بزر تھی۔ اور پرپام کے درختوں کی ایک قطار بھی دکھائی دے رہی تھی۔

”کیا ہم پاگل ہو گئے ہیں۔!“ دفاتر میانار کر کر بولی۔

”نہیں صرف۔۔۔ اس حد تک گھوڑے ہیں کہ اظہار کیلئے مناسب الفاظ نہیں۔۔۔“

”کیا مطلب۔۔۔!“ مریانا اسے گھورتی ہوئی بولی۔

”پاگل نہیں ہو گئے ہیں۔۔۔ بلکہ بھوکے ہیں۔!“ عمران کراہا۔

”مجھ میں تواب چلنے کی سکت نہیں رہی۔!“

”تو پھر تم یہیں بیٹھو۔۔۔ میں اوپر جا رہا ہوں۔!“ عمران چڑھائی کی طرف اشارہ نہیں ہوتے ہوئے۔

”ہرگز نہیں تم مجھے تھا نہیں چھوڑ سکتے۔!“

”تمہیں کاندھے پر بھاکر بھی نہیں چل سکتے۔!“

پھر وہ احتجاج ہی کرتی رہ گئی اور عمران چھلا غلکیں مارتا ہوا اوپر چڑھنے لگا تھا۔

ناریل کے درختوں کے جھنڈے کے قریب رک رک مرزا مریانا یہاں سے صاف، دکھائی دے رہی تھی۔ عمران نے دونوں ہاتھ بڑھا کر اُسے اپنی تقليد کا اشارہ کیا لیکن وہ جہاں تھی وہیں کھڑی رہی۔

عمران پھر دسری طرف مرزا گیا۔ یہاں ہر طرف بزرگ ہی سبزہ نظر آ رہا تھا۔ لیکن روئیدی نہیں
نہیں تھی۔ پھر بھی آگے بڑھنے کے لئے اُسے کسی پگڈنڈی کی تلاش تھی لہذا، باہمیں جانب اُ

اور ناریل کے درختوں کے درمیان کنارے ہی کنارے چلنے لگا اور پھر جلد ہی اُسے ایک پگڈنڈی
بھی مل گئی جس کا مطلب یہ تھا کہ اُس پاس کوئی آبادی ضرور موجود ہے۔ لیکن مردانہ اُ

پگڈنڈی پر چل پڑنے کی بجائے اُسی راستے پر آگے بڑھتا رہا تھوڑی ہی دیر بعد، میں ہی،

پگڈنڈی دکھائی دی۔ اُس پگڈنڈی کی سیدھیہ میں وہ ساحل کی طرف مرزا۔ پگڈنڈی نشیب میں اُنہوں
چل گئی اور ساحل یہاں سے اتنا دوسری نہیں تھا جتنا اس جگہ سے تھا جہاں سے وہ چڑھائی پر آیا تھا۔

پگڈنڈی کی سیدھیہ والا ساحل حصہ اسے ویران اور بے کار نہیں لگ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے
اُسے استعمال کیا جاتا ہو۔ ہر چند کہ اس وقت وہاں کوئی کشتی بھی موجود نہیں تھی لیکن نہ ہا۔

ہمیں ناہیں کے درختوں ہی کی طرح زمین سے اگ آئے ہوں۔
مریانا اور سری جیخ کے ساتھ ہی عمران سے لپٹ گئی تھی۔
”مجھے تو یہ ماقبل تاریخ کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ بالکل گوریلوں کی طرح نہیں تھا کہ
کھڑے ہیں۔“ عمران آہستہ سے بولا۔

”بھاگو...!“ مریانا نے اسے چھنجھوڑ کر کہا۔ ”وہ اسی طرف آ رہے ہیں۔!“
آنے والے... میں انہیں قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر آدم خور بھی ہوئے تو تمہاری
اچھی قیمت ادا کریں گے۔!“

”غدے کے لئے بھاگو...!“ وہ گھلھلھائی۔

لیکن عمران پر اس کا بھی کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر وہ اسے دھکا دے کر خود اُسی جانب بھاگ کھڑی
ہوئی جدھر سے آئی تھی۔

پہلائی مریانا اس کے لئے تیار نہیں تھا۔ لڑکھڑا کر دامیں جانب جا گرا اور پھر اُس نے، یہ کھا کر
وہ دونوں اُس کی طرف توجہ دینے کی بجائے مریانا کے پیچھے دوڑے جا رہے ہیں۔ مریانا اٹھ کر
ان کے پیچھے دوڑنے لگا۔ پھر اُس نے محسوس کیا کہ وہ دونوں زیادہ تیز نہیں دوڑ سکتے تھے، ویسے بھی
”خاٹھے بھاری بھر کم تھے۔“ عمران ذرا ہی دیر میں ان کے قریب پہنچ گیا۔ مریانا ان سے بہت
وہ دوڑی بجارتی تھی۔

مریانا نے پیچھے والے کی ناگونوں میں اپنی نالگ الجھائی ہی تھی کہ وہ دھڑام سے اوندوں ہے منہ
نچھ جا پڑا۔ اس نے اُس کے اوپر سے جست لگا کر دوسرے کو بھی جالیا جو اپنے ساتھی کے دش
سے بچنے کے لئے پیچھے دوڑا جا رہا تھا۔ عمران نے اُس کے ساتھ بھی وہی حرکت کی اور وہ بھی
اپنے ساتھی ہی کے حوال کو پہنچ گیا۔ وہ اسے بھی پھلانگتا ہوا مریانا کے پیچھے دوڑنے لگا اور جلد ہی
اُسکے پہنچ گیا کیونکہ وہ بھر حال اُس سے زیادہ تیز تو نہیں دوڑ سکتی تھی۔

”ٹھہر وہ ٹھہر وہ۔ یہ کیا بد ہوا ہے۔“ اس نے کہا اور مریانا کر کر اُس کی طرف مڑی۔
”میں طرح بانپ رہی تھی۔“

”لگک... کیا ہوا...!“

”خاٹھے پیچھے رہ گئے ہیں۔“

”لگک... کیسے...؟“ وہ بانپتی ہوئی بولی۔

”مجھے نظر انداز کر کے دونوں تمہارے پیچھے دوڑ پڑے تھے۔ نالگیں سارما رکرا نہیں گرا آیا ہوں۔“

”ہاں میں بھی سبکی سوچ رہی ہوں۔ مجھے یہ دن بیشیدار ہیں گے۔!“
”یعنی ابھی تمہیں امید ہے کہ تم نیوزی لینڈ واپس پہنچ جاؤ گی۔!“
”خدا جانے۔!“

”بس ہوشیداری سے چلتی رہو۔!“

”اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم بھی پر امید ہو۔!“

”مشینیں پر امید ہونا نہیں جانتیں۔ وہ یا تو چلتی ہیں یا چاپ چاپ کھڑی رہتی ہیں۔!“

”تمہارے پاس الفاظ کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔!“

”مشینیں بے آواز نہیں چلتیں۔!“

”تم واقعی پاگل معلوم ہوتے ہو۔!“

”علوم ہونا اور بات ہے اور ہونا اور بات۔ میں صرف اول درجے کا یہ تو فہم ہوں۔!“

”میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ خود کو یہ تو فہم کہنے والے بے حد خطرناک ہوتے ہیں۔“

”اُن بزرگوں کے زمانے میں ہوتے ہوں گے۔ آج کل کے یہ تو فہم خاص یہ تو فہم ہوتے ہیں۔“

”پگنڈندی کی دونوں جانب ایک یا ڈیڑھ فٹ اونچی روئندی کے سلسلے بکھرے ہوئے تھے
کے درمیان نالیں کے درختوں کے علاوہ اور کوئی درخت ابھی تک نہیں، لہائی، یا تھا۔“

”ہے۔ پگنڈندی اتنی کشادہ نہیں تھی کہ برابر سے پل سکتے مریانا آگے تھی۔“

”آخر کب تک اور کہاں تک چلیں گے۔“ وہ رک کر مریانا کی طرف مرتی ہوئی بولی اور عمران
اُس سے ایک فٹ کے فاصلے پر رک گیا۔ اُس کی آنکھوں میں فکر منڈی کے آثار پائے جاتے تھے۔
”ممن... میں...!“ وہ ہکلا کر رہ گیا۔

”لیکا کہنا چاہتے ہو۔!“

”یہ خواب نہیں معلوم ہوتا۔“ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”لیکا مطلب...؟“

”شدید ہی سے سوچتا ہا ہوں کہ کسی مرٹل پر بوکھلا کر آنکھ کھل جائے گی... مل۔“

”لیکن اب یہ خواب نہیں معلوم ہوتا۔!“

”وہ کچھ کہنے ہی ولی تھی کہ اچاک عمران پر مسرت لجھے میں بولا۔“ وہ لکھو... اور جہ۔!

اور پھر مریانا اور هر مڑی ہی تھی کہ بے اختیار پیچ پڑی۔ باسیں جانب تھوڑے بن فائٹے۔

عجیب الحلق ت آدمی ہاتھوں میں وزنی موگریاں لئے کھڑے تھے۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہونا تھا۔

ساحل ہی کی طرف نکل چلو۔ پتا نہیں اور کتنے ہوں۔ ”مریانا گھٹھیا۔“
 اچانک عقب سے الی آوازیں آنے لگیں جیسے کچھ لوگ دھاڑیں مار مار کر رہتے ہوں
 دنوں چونک کر آوازوں کی سوت متوجہ ہو گئے۔ یہ آوازیں ادھر ہی ت آڑن تھیں جو
 سے وہ دوڑتے ہوئے آئے تھے۔ اور یہ آوازیں مردانہ تھیں اور اتنی بھاری تھیں جیسے ہوں
 بھینیوں نے آدمیوں کی طرح روشن شروع کر دیا ہو۔ مریانا حیرت سے آنکھیں بیمارے مریان
 دیکھے جا رہی تھی۔

”مجھے تو وہی دنوں معلوم ہوتے ہیں چلو دیکھیں۔!“
 ”دماغ تو نہیں چل گیا... اب میں ادھر واپس جاؤں گی۔!“
 ”وہ زیادہ تیز نہیں دوڑ سکتے۔ بالکل گوریلوں کی طرح ٹانگیں خیدہ کر کے چلتے ہیں۔!
 ”وہ دوہی تو نہ ہوں گے....؟“
 ”تو پھر تم تھا کہاں جاؤ گی۔!“
 ”اس کا مطلب ہوا کہ تم میرا کہنا نہیں مانو گے۔!“ وہ آنکھیں نکال کر بول۔
 ”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہر نئی چیز کے لئے میری بے تابی بڑھ جاتی ہے۔ ما قبل تاریخ
 ان آدمیوں کو قریب سے ضرور دیکھوں گا۔!“
 ”اگر آدم خور ہوئے تو....؟“
 ”تب تو یہ بھی دیکھ سکوں گا کہ وہ آدمی کا گوشت کس طرح کھاتے ہیں۔!
 ”خدا کے لئے نیچے چلو... میں تمہیں ایک خاص بات بتاؤں گی۔ مم... میں تمہارے
 نہیں کر سکتی تھی۔!“
 ”کیا مطلب... کون سی خاص بات....؟“ عمران نے تھیر انداز میں پلٹیں تھپکائیں۔
 ”نیچے چلو...!“ وہ اس کا تھج کپڑ کر نشیب کی طرف کھینچتی ہوئی بولی۔
 ”بھوک کے مارے میرا دم نکل رہا ہے۔!
 ”میری بھوک مر گئی ہے۔ پسلے میری بات سن لو...!“
 ”چلو...!“ عمران مردہ ہی آواز میں بونا اور اس کے ساتھ گویا گھستنے لگا۔ اس طرح: سـ
 سـک آگئے اور مریانا ایک جگہ بیٹھ گئی۔ عمران کھڑا اسے مقفرانہ نظر دیں تے، کیتا رہا۔
 ”میں نیوزی لینڈ کی باشندہ نہیں ہوں۔!“ وہ کچھ دیر بعد اس سے نظر ملاتے بیٹھ یا۔
 ”یہ بات تم مجھے اور ہی بتا سکتی تھیں بھلا مجھے اس سے کیا سروکار کر تم نیوزی لینڈ کی؟“

”اوہ لیکن اس نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ وہ بھی ہمی لوگوں سے متعلق ہے۔ اجنبی چہرہ دیکھ کر
بھی نہ کہا جائے میں بتانا نہیں ہوتا چاہئے!“
”خیر تو پھر کیا ہوا.....!“

”پھر جو کچھ بھی ہوا اس سے تم واقعی ہو۔ بس اتنا ہے کہ میں تم سے پہلے ہوش میں آئی
فی اور پھر تمہیں بھی جگانے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ بہر حال میں قطعی نہیں جاتی کہ یہ سیاہ
نہ لوگ کون ہیں!“

”ہوں گلا کے تھارے ایسے سا تھی ہوں جنہیں تم نے پہلے بھی نہ دیکھا ہو!“
”ناممکن! اگر میرے سا تھی ہوتے تو مجھے کیوں بے ہوش کرتے!“
”اگر تم سچ بول رہی ہو تو ایسا ہی ہو گا!“

”لیکن ٹھہر و.....!“ وہ کچھ سوچتی ہوئی ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”تم نے اُنی پر وہ فلم دیکھی تھی
جس میں چند پیوں نے باڈل دے سوف والی پینٹنگ آگ میں جھوک دی تھی!“
”ہاں مجھے یاد ہے!“ عمران سر بلکر بولا۔
”میں بھی ان پیوں میں شامل تھی!“

”تم....!“ عمران کے لبجھ میں حرمت تھی اور وہ اسے غور سے دیکھنے لگا تھا۔

”ہاں اور وہ پینٹنگ میری موجودگی ہی میں جل کر بھرم ہو گئی تھی لیکن میں قطعی نہیں جانتی
کہ اس اوقت کی تصویر کشی کب ہوئی اور کس نے کی!“

”بڑی عجیب کہانی سنائی ہے تم نے لیکن ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ تم لوگ خود کیا بala ہو؟“

”دیکھو میں شروع سے بتائی ہوں!“ وہ کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ ”پیوں کے ایک نو لے سمیت
تمہارے پڑوی ملک میں آئی تھی۔ وہاں پولیس نے ہمارا تعاقب شروع کر دیا اور ہم نیز قانونی طور پر
کہاں سے ملک میں داخل ہو کر تھے تھے ہو گئے۔ میں تمہارے گئی تھی۔ تمہارے ملک میں ایک آڑ کے
لئے برف نامی سے ملاقات ہوئی اور وہ میری کفالت کرنے لگا۔ یہ بھی ہی بے اور پیوں کا ایک
کروڑ اس کے گرد جمع رہتا ہے۔ ان میں عورتیں بھی ہیں اور وہنیں بروف انسپکٹر اس بات کی تربیت
نہیں تھیں یہ کس طرح سرکاری افسروں سے مراسم بڑھا کر ان سے سرکاری راز حاصل کریں۔

”آچھا!“ عمران خوش ہو کر بولا۔ ”تب تو میں بڑا خوش نصیب ہوں!“

”کوئی بات سنو.....!“ وہ جھنجھلا کر بولی۔

”آچھا تو پھر...!“

”اسی لئے تمہاری گردن میں جھوول گئی تھی!“

”تو وہ سب کچھ محض ڈرامہ تھا!“

”یہی سمجھ لو...!“

”اب کچھ سمجھنے یا نہ سمجھنے سے کیا فائدہ...!“

”پھر بھی میں تمہیں سب کچھ بتا دینا چاہتی ہوں!“

”جتنی جلد ممکن ہو بتا دو...!“

”شام کے تیقینہ نہ کرو...!“

”تم اس کی پرواہ مت کرو...!“

”میں نہیں جانتی کہ یہ سیاہ فام لوگ کون ہیں جنہوں نے ہمیں پکڑا تھا۔“

”بات وہاں سے شروع ہونی چاہئے جہاں ہم کافی پلی کر بے ہوش ہوئے تھے۔“ ”مردانہ پہاڑ
چلو یو نہیں سکی۔... کافی میں بے ہوشی کی دوامیں نے ڈال تھی اور پوز کیا تھا کہ مجھ پر نہیں
ہوش طاری ہو رہی ہے۔!“

”ہاں.... میں نے دیکھا تھا پہلے تم ہی بے ہوش ہوئی تھیں اور میں تمہاری خوبی نہیں۔“

”اٹھاہی تھا کہ خود بھی گرپا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔!“

”بہر حال میں بے ہوش نہیں ہوئی تھی۔ بے ہوشی پوز کی تھی۔ ساتھیوں کو پہلے ہی میں
تھا کہ ایسا ہوتا ہے۔ تمہارے بے ہوش ہو جانے کے بعد میں نے انہیں فون پر اطلاع دی۔“

”تو ہوڑی دیر بعد ایک سیاہ فام آدمی آیا ہے میں نے پہلے بھی نہیں دیکھا تھا۔ بے ہوشی ہی کیا عاد
میں اس نے تم پر ایک بوڑھے آدمی کا میک اپ کیا۔ پھر ایک ڈاکٹر دو آدمیوں سمیت اپال کہا
تم اسٹرپیچر پر ڈالے گئے اور ہم سب کمرے سے نکل کر ایک ایجو لینس گاڑی تک آئے۔“

”اسٹرپیچر اس پر رکھ دیا گیا مجھ سے بھی اسی گاڑی میں بیٹھنے کو کہا گیا تھا۔ گاڑی روائے ہوئی اور کچھ
چلے کے بعد دو آدمیوں نے کچھ بے دست و پا کر دیا اور تیسرا کوئی سیال میرے بازو میں آئی۔“

”کرنے لگا۔ میں بوکھلا گئی اور بے ہوش ہونے سے قبل مجھے احساس ہو گیا کہ میرے ساتھیوں
بجائے کسی اور نے اس موقعے سے فاکہہ اٹھایا ہے۔!“

”تمہیں تو اسی وقت ہوشیار ہو جانا چاہئے تھا جب ایک سیاہ فام آدمی تمہارے کمرے
داخل ہوا تھا!“ عمران نے کہا۔

”تمہارے گروہ میں کتنے افراد شامل ہیں۔!“

”غائب نہیں یا بائیکس....!“

”سوال یہ ہے کہ تم نے مجھے یہ کہانی سنائی ہی کیوں....؟“

”میں بہت خوف زدہ ہوں۔ صحیح معنوں میں تمہاری ہمدردیاں حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ تصور“

”میں نہیں کر سکتی تھی کہ خود مجھے ایسے حالات سے گزرنا پڑے گا۔!“

”تم نے اب تک کتنے سر کاری افسروں سے رابطہ قائم کیا ہے۔!“

”کسی سے بھی نہیں.... وان بروف خود ہی کسی کے پیچھے لگاتا ہے۔!“

”تو تم ابھی امازی ہو۔!“

”خدا جانے میں کیا ہوں اور کیا نہیں ہوں....؟“

”غیر.... تو اب تیار ہو جاؤ۔ ہم پھر اوپر چل رہے ہیں۔!“

”پھر وہی.... میں کہتی ہوں آخر تم سمجھتے کیوں نہیں۔ پتا نہیں یہ لوگ کون ہیں۔!“

”وہی لوگ ہمیں یہاں لائے ہیں اور کسی مقصد کے تحت لائے ہیں لہذا ہمیں خود ہی دیکھنا

چاہئے کہ مقصد کیا ہے۔ تاکہ ہم بے خبری میں سچ نجی نہ مارے جائیں۔!“

”کیا تم سمجھتے ہو کہ ان خطرناک وحشیوں کی تعداد صرف وہی ہو گی....؟“

”یہاں بیٹھے بیٹھے تو کچھ بھی نہیں ہو سکے گا۔!“

”ہم صرف اس لئے نجی گئے کہ وہ تیز نہیں دوڑ سکتے۔!“

”در اصل مجھے ان پر ترس آرہا ہے۔ اپنی ناکامی پر کس نبڑی طرح رور ہے تھے بچا۔!“

”ہو سکتا ہے ہماری ہی طرح وہ بھی بھوکے ہوں۔!“ مر سینا جل کر بولی۔

”ای لئے تو کہتا ہوں کہ کسی کی بھی تو بھوک مٹے۔... چلو انھوں۔!“

”میں تو ہرگز نہیں جاؤں گی۔ بھوکی مر جاؤں گی لیکن آدم خوروں کا نوالہ نہیں ہوں گی۔!“

”ہو سکتا ہے وہ بزری خور ہوں.... اور انہیں محض کمپنی کی علاش ہو۔!“

”تم حکمران جاکر میں نہیں جاؤں گی۔!“

”اور اگر یہاں آسمان سے کوئی نازل ہو گیا تو....؟“

”میں اب کچھ نہیں بواں گی۔!“

”فتنا عمران نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور کسی آواز کی طرف کان اگا، یہے۔“

”کوئی سورج بوٹ معلوم ہوتی ہے۔!“ وہ آہستہ سے بولا۔

”سک سناؤ....!“ عمران ہکلا کر رہا گیا۔

”خواہ خواہ بننے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہارے متعلق سب کچھ جانتی ہوں اور تمہارے تصویر ہمارے پاس اس لئے موجود رہتی ہے کہ ہم تمہیں پیچاں کر تم سے دور رہتے ہیں۔!“

”افوس صد افسوس.... دور رہنے کے لئے تصویر کہ پھوڑی ہے میری۔!“

”ہمیں بتایا گیا تھا کہ تم بے حد خطرناک آدمی ہو۔ بہر حال وان بروف نے باہل۔“

والی پینٹنگ میک ہاور کے پاس سے اڑائی تھی۔... اور اسے آگ میں جھوک کیا تھا۔ پھر یہ اطلاع دی تھی کہ تمہارے پاس اس پینٹنگ کے فونو گراف اور ٹکنیو بھی ہیں انہیں بھی کسی طرز

حاصل کر کے ضائع کر دینا چاہئے۔ میں نے فونو گراف اور ٹکنیو حاصل کرنے کا یہ انتہی مقصد تھا۔ ساتھیوں سے الگ ہو گئی تھی۔ یہ ہے میری کہانی اور اس میں ذرہ برابر بھی جھوٹ نہیں ہے۔!

”تم لوگوں نے وہ پینٹنگ ضائع کیوں کر دی۔!“

”میں نہیں جانتی اس کا علم شاہزاد وان بروف کو ہو گا۔!“

”تو تم یہ بھی نہیں جانتیں کہ اس پینٹنگ کو اتنی اہمیت کیوں دی گئی تھی۔!“

”یقیناً.... میں یہ نہیں جانتی۔!“

”بے حد عجیب کہانی سنائی ہے تم نے.... لیکن تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت بتا۔ یہ یادا۔“

”لوگ تمہارے ہی اگر سے تعلق نہیں رکھتے۔!“

”سامنے کی بات ہے۔ اگر میرے گروہ سے متعلق ہوتے تو میں اس حال کو کیوں پہنچائیں۔“

”بہت نادان ہو.... ایسے گروہوں کے افراد محض آل کار ہوتے ہیں۔ اگر تم سر نہیں ہادی۔“

کے کاز کو یا نقصان پہنچے گا۔!“

”کچھ بھی نہیں۔!“ وہ چونک کر بولی اور خوف زدہ آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

”لہذا یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بھی تمہارے گروہ سے متعلق نہیں ہیں۔ نہ۔“

تم مجھے وان بروف کے بارے میں بتاؤ۔!“

”وہ ساجد پیر سن اثر پرائز کا جزل نیجر ہے۔!“

”آرٹش ہے۔!“

”ہاں.... اس نے مجھے بھی بتایا تھا۔!“

”وہ خود کس ملک کے لئے کام کر رہا ہے۔!“

”یہ بھی شاہزاد ہم میں سے کوئی نہیں جانتا۔!“

اوپنچالی پر پہنچ گئے تو اس نے انہیں بھی دیکھ لیا۔ انہوں نے اپنے کامن ہوں پر وزنی تھیں اور کہے
خیز۔ وزن کا حساب ان کی چال سے ہوتا تھا۔ دونوں سیاہ فام تھے لیکن وہ تنگ گر زبرداروں کی
لڑائی میں ہارنے کے آدمی نہیں معلوم ہوتے تھے۔ کیونکہ ان کے جسموں پر جدید ترین
بلسات تھے۔

دفعہ عمران کو نی سو بھی۔ ہاتھ بڑھا کر مریانا کا شانہ دبوچ لیا۔ وہ سکاری لے کر پلٹی لیکن
کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھلے کے کھلے رہ گئے اور آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں۔ عمران نے شانے کی
”خصوص رگ دبائی تھی جس پر دباؤ پڑنے سے حواس متعطل ہو جاتے ہیں۔ پھر اس نے اسے
بیالت بے ہوشی اٹھا کر کامنے پر ڈالا اور انہیں دونوں کے پیچے پیچے چڑھائی پر چلنے لگا۔ وہ ایسی
پوزیشن میں نہیں تھے کہ مژکر اس کی طرف دیکھ سکتے۔ لیکن اس کے پیروں کی چاپ سن کر کسی
لدر لٹکے ضرور تھے۔ ادھر عمران کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ بھی انہی کا ساتھی ہو۔

اور پہنچ کر دونوں اس کی جاتب مڑے اور پھر حیرت سے ایک دوسرا کو دیکھنے لگا۔ عمران بھی
اعقول کی طرح ان کی شکلیں متکاہد لیکن وہ اس سے کچھ کہے بغیر اسی پگڈنڈی پر مزگ گئے جس پر سے
عمران کچھ دیر قبل گزر اتھا کچھ دور چلنے کے بعد وہی دونوں گرز بردار و حشی پھر دکھائی دیئے۔ ہم سفر
سیاہ فاموں نے بھی انہیں دیکھا لیکن بدستور چلتے رہے۔ عمران انکھیوں سے انہیں دیکھتے جاتا تھا۔
اس بارہ دونوں ان کی طرف بڑھنے نہیں تھے۔ جہاں کھڑے تھے وہیں کھڑے رہے۔

دونوں سیاہ فام خاموشی سے چل رہے تھے اور عمران نے بھی ابھی تک انہیں اپنی طرف
متوجہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ڈھلان شروع ہو گئی۔ یہ ایک نجیب آئی پیالا
نموداری تھی۔ اوپنچے درختوں میں صرف ناریل کے درخت چاروں طرف بکھرے نظر آ رہے
تھے۔ دوسرا روئیدگی دوڑھائی فٹ سے زیادہ اوپنچی نہیں تھی۔ وہ شیب میں اترتے رہے۔ پھر
اپنکے عمران نے محروس کیا کہ مریانا ہوش میں آ رہی ہے۔

”ارے.... ارے.... یہ کیا!“ اس نے اسے بڑاتے سن۔ لیکن خود خاموشی سے پلتا رہا۔
”ارے.... ارے.... اتارو بھجھے!“ وہ مغلے لگی۔

”دونوں منہ کے بل گریں گے اور لڑکتے چلے جائیں گے!“ عمران نے کہا۔
”میں کہتی ہوں اتارو...!“

”اس کے لئے کتنا پڑے گا۔ رکے اور گرے۔ پتا نہیں کس طرح سنبھال رکھا ہے تمہیں!“
”تھے... تم نے... میر اشانہ دبایا تھا!“

”کہاں...?“ وہ چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ ”میں نے تو آواز نہیں سنی۔“
”ا بھی دور ہے...!“ عمران نے کہا اور چاروں طرف نظر دوڑانے لگا۔ پھر اس کا باہر پڑا
کھینچتا ہوا بولا۔ ”یہاں تو ہم دیکھ لئے جائیں گے!“

”میں اور نہیں جاؤں گی!“

”دیکھو پچھتا گی۔ اگر خود انہی لوگوں نے ہمیں کھیڑک گھار کر آدم خوروں کے دوستی پر
تو ہم کہیں چھپ بھی سکیں گے۔ یہاں اس چیل میدان میں دور سے بھی دیکھتے باہتے ہیں۔“
”وہ طوعاً و کہا اس کے ساتھ گھسنے لگی۔“

عمران مژکر کردیکھے بھی جاتا تھا لیکن موڑ بوث ابھی تک نہیں دکھائی، میں تھی۔ البتہ باہر
کے پر سکون ہونے کی وجہ سے اب مریانا نے بھی اس کی آواز سن لی تھی۔ وہ چڑھائی نہیں ہے
گئے اور اپر چڑھنا شروع کر دیا۔

”اوہ.... ٹھہر و.... اوھر چلو....!“ عمران باہمیں جانب مژتا ہوا بولنا۔
یہاں کسی غار کا چھوٹا سا دہانہ نظر آیا تھا۔ دوسری طرف ایک چھوٹی سی پیلان سر اخھاٹے لونز
تھی۔ جس کی اوٹ میں آجائے کے بعد وہ ساحل سے نہیں دیکھے جاسکتے تھے۔
غار میں اترنا محدود شکھی ہو سکتا تھا لیکن اس پیلان کی اوٹ لے کر بینے میں ایت بات
چڑھائی پر آنے والوں کی نظریں بھی نہ پڑ سکتیں۔

”چلو.... اوھر لیٹ جاؤ!“ عمران نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔
”لک.... کیا مصیبت ہے۔ اگر اپر سے وہ دونوں آگے تو...!“ وہ منناکی۔
”یہ سب دیکھنا میر اکام ہے.... تم فکر نہ کرو!“

اب موڑ بوث کے انجن کا شور واضح طور پر سنائی دے رہا تھا۔ لیکن وہ ایسی پوزیشن میں تھے کہ
ساحل کی طرف نہیں دیکھ سکتے تھے۔ پھر انجن کا شور تھم گیا۔ گویا بوث لٹکر انداز بونے پہنچ گئی۔

”اسی طرح چپ چاپ پڑی رہو۔!“ عمران آہستہ سے بولا۔ ”سر بھی نہ اخھانا۔“
وہ بھی اس کے قریب ہی زمین پر اونڈھا پڑا ہوا تھا۔

”اوپر کا بھی دھیان رکھنا...!“ وہ خوف زدہ آواز میں بولی۔
”میں ہو شیار ہوں۔!“

پھر وہ دم سادھے پڑے رہے تھے اور کچھ دیر بعد انہوں نے چڑھائی پر قدم دیں تھے کہ
عمران کے انداز سے کے مطابق وہ دو افراد کے پیروں کی چاپ تھی اور پھر بہبہ ”اسی نہ
تھی۔“

”بے ہوش کرنے کے لئے تاکہ تمہاری نقل و حمل میں دشواری پیش نہ آئے۔“
”تو تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو....؟“
”آدم خروں کے درمیان۔!“

دفعتاہوں نری طرح چیختے گلی۔ ”چھوڑو مجھے چھوڑو مجھے۔!
ساتھ ہی مچل بھی رہی تھی۔ آگے چلنے والے دونوں سیاہ فام رک گئے۔ یہاں کسی قدر نہ
زمیں تھی اور وہ قدم جما سکتے تھے۔ عمران بھی رک گیا اور مریانا کو کاندھے تی پر سنجائے رکھ
کی کوشش کرنے لگا۔

”یہ کیا ہے.... مسٹر....!“ ان میں سے ایک نے عمران سے سوال کیا۔

”تمہارے شانوں پر کیا ہے....؟“ عمران نے بھی سوال ہی جزدیا۔

”یہ کھانے پینے کی چیزیں ہیں۔!“

”یہ بھی میرے کھانے پینے کی چیز ہے۔!“ عمران بولا۔

”تم اسے زبردستی کہیں سے اٹھا لائے ہو۔!“ دوسرے سیاہ فام نے پوچھا۔

”سید گھی طرح کون آتی ہے۔!“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

”تم نے غلطی کی ہے۔ ہم یہاں کسی عورت کا وجود برداشت نہیں کر سکتے۔!
”کیا تم لوگ آسمان سے نکلے ہو....؟“

”کیا مطلب....؟“

”مطلب صاف ہے۔!“

”نہیں ہم مطلب ضرور پوچھیں گے۔!“ ایک نے کہا اور اپنے شانے کا بوجہ نہایت نیچے
دلیا۔ دوسرے نے بھی اس کی تقلید کی۔
”لیکن میں اپنا بوجہ نہیں اٹھا سکتا۔!“ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

”کیوں....؟“

”بھاگ جائے گی۔!“

”اے مسٹر.... تم وہی کرو گے جو ہم کہیں گے۔!“ ایک سیاہ فام نتھنے چھاکر بولا۔

”کہہ کر دیکھو....!“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

”اے اتنا رو....!“

مریانا نے بھی اب سادھ لیا تھا۔

”ہمیں تمہیں اٹھا دوں....؟“ عمران نے مریانا کی پشت پر زور سے ہاتھ مار کر پوچھا۔
”ن..... نہیں....!“ وہ بوکھلا کر بولی۔ اتنے کے لئے وہ اُسی وقت تک ہاتھ پر مارنے کی رہی
تھی جب تک ان دونوں کی آوازیں نہیں سن تھیں۔

”مریان ان دونوں کو گھوڑا ہا بولا۔“ سن لیا تم نے۔!

”ہم خود پوچھیں گے۔!“ ایک نے آگے بڑھ کر کہا۔

”لیکن نتیجے کے خود ذمہ دار ہو گے۔!
”ہمیا مطلب....؟“ وہ رک گیا۔

”منہ نوچ لیتی ہے۔!
”تم کیوں محفوظ ہو....؟“

”آج تک کسی سوار نے گھوڑے کامنہ نوچا ہو تو بتاؤ۔!
”میں نہیں سمجھا....!
”میں اس کا گھوڑا ہوں....!“ کبھی پیدل نہیں چلتی۔!

”اوہ.... میں سمجھا تھا شاکر زبردستی کہیں سے اٹھا لائے ہو۔!
”اور پھر ہمیں کیا پڑی ہے کہ دوسروں کے معاملات میں داخل اندازی کرتے پھر ہیں۔!
”دوسرے بولا۔“ چلو اٹھاؤ پا تھیں۔!

”وزا نہیز و....!“ عمران ہاتھ انھا کر بولا۔ ”گھوڑا اور سوار دونوں بہت بھوے ہیں۔ تم نے کہا
تھا کہ ان تھیلوں میں کھانے پینے کی چیزیں ہیں۔!
”تم نے بھی تو کہا تھا کہ تمہارے کھانے کی چیزیں تمہارے کاندھے پر لدی ہوئی ہے۔!
”لیکن اتفاق سے اس چیز کو بھی بھوک لگتی ہے۔!
”پھر بھی ہمیں افسوس ہے کہ ہم تمہیں اس میں نے کچھ بھی نہیں دے سکیں۔ ویسے اکر
آج ہو تو ہمارے ساتھ چل سکتے ہو۔ جس کی یہ چیزیں میں اُسی سے مانگ لیں۔!
”چلو میں تیار ہوں....!“ عمران طویل سانس لے کر بولا۔

”نہیں.... نہیں.... میں ان کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔!“ مریانا نے کہا۔

”تو پھر گھوڑا گھاس کھائے گا اور تم صر کرنا۔!
”خداوند اکس جنگال میں پڑ گئی ہوں۔!“ وہ منہما۔

”دونوں سیاہ فام اپنے اپنے تھیے کاندھے پر ڈال کر آگے بڑھ گئے تھے۔

”پچھے بھی کرو... میں بیدل ہرگز نہیں چلوں گی!“
 ”یہ بات ہے!“ عمران نے آنکھیں نکالیں اور اسے ایک طرف ہٹا کر خود بھی کا لوں ہی کی
 طرح ”بچاؤ بچاؤ“ کی ہاںک بھی لگاتا ہوا بھاگ نکلا۔
 مریانا ”ارے ارے“ کہتی ہوئی اس کے پیچھے دوڑی۔
 ”ٹھہر وہ... ٹھہر وہ... سنو میں خوف زدہ ہوں... خدا کے لئے... میں مذاقِ کر رہی تھی۔
 ”ٹھہر جاؤ!“ وہ گرتی پڑتی اس کے پیچھے دوڑتی رہی۔
 عمران بالآخر کر گیا اور اس کے قریب پہنچ کر ہانپتی ہوئی بولی۔ ”تم درندے ہو!“
 ”عورتیں آج تک میری سمجھ میں نہیں آئیں۔ اگر میں تمہیں اپنے کا نہ ہے سے اتنا روں تو
 تم مجھے درندہ کہو گی!“
 ”میامی نے تم سے کہا تھا مجھے اپنے کا نہ ہے پر لا دلو!“
 ”پلوں نے معاف کیا۔ اب شرافت سے بیدل چلتی رہو!“
 ”جب تک اور کہاں تک....؟“

”ظاہر ہے کہ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں!“
 ”یہ کا لے آدمی تو بالکل ہی سمجھ میں نہیں آئے!“ مریانا نے کہا اور عمران پتھر کے بغیر پھر
 چلے گا۔ دونوں کا لے آدمی نظروں سے او جھل ہو چکے تھے۔
 پونڈھی سید ہمیشہ تھی بلکہ تشبیہ میں کسی قدر پر بیچ ہو گئی تھی۔ دونوں سیاہ فام، بھی کسی موز
 کم ہو جاتے اور کبھی دکھائی دینے لگتے۔ ویسے وہ اب دوڑنیں رہے تھے لیکن رفتار خاصی تیز تھی۔
 ”پیالہ نما دادی کی تہہ سے قریب ہوتے رہے اور انہیں بزرے کے درمیان کہیں کہیں
 جھوپڑے بھی دکھائی دے جاتے تھے۔
 ”کہیں یہ جگہ ہمارے لئے قید خانہ ہی نہ ثابت ہو!“ مریانا تھوڑی دیر بعد بولی۔
 ”کچھ بھی ہو... اب تو پھنس ہی گئے ہیں!“ عمران نے طویل سانس لے کر کہا اور اپنی رفتار
 کی قدر تیز کر دی۔ اسی کی مناسبت سے مریانا نے بھی قدم بڑھائے تھے وہ اپنے اور اس کے
 درمیان زیادہ فاصلہ نہیں رکھنا پا ہتی تھی۔

”ادی میں پہنچ کر عمران رک گیا۔ اُن دونوں سیاہ فاموں کا کہیں پتا نہیں تھا۔
 ”وہ کہاں غائب ہو گئے!“ مریانا نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے خوف زدہ لمحے میں پوچھا۔
 ”اوہ... ہاں خیر دیکھا جائے گا۔ تم وہ جھوپڑا دکھ رہی ہو!“

”نہیں ان کے پیچھے نہ چلو!“ مریانا نے پھر ہاتھ پر مارے۔
 ”اچھا تو پھر اتروہ میرے کا نہ ہے سے!“ عمران نے غصیلے لمحے میں کہا۔
 ”یہ بھی ناممکن ہے کیونکہ بڑی تھکن محسوس کر رہی ہوں!“
 ”ارے تو کیا واقعی میں تمہارا گھوڑا ہوں!“
 ”تم جانو... میں نے تو نہیں کہا تھا!“
 ”سنوا گر تم تھوڑی سی مدد کرو تو ان سے تھیلے چھینے لیتے ہیں!“
 ”لک... کیا مطلب...!“
 ”انہیں آواز دے کر روکو اور باتوں میں لگالو!“
 ”اسی طرح آوازوں...!“
 ”نہیں ٹھہر وہ... میں تمہیں اتنا رے دیتا ہوں۔ تم بچاؤ بچاؤ چلتی ہوئی ان کی طرف دوڑا کو۔“
 ”اچھی بات ہے!“ وہ کسی قدر پچکچاہٹ کے ساتھ بولی۔ ”لیکن اگر وہ دونوں آدم خور انی
 طرف سے نمودار ہو گئے تو...!“
 ”تم اس کی فکر نہ کرو... میں تمہارے پیچے رہوں گا!“ عمران نے کہتے ہوئے اسے
 کا نہ ہے سے اتنا دیا اور وہ ”بچاؤ بچاؤ“ چلاتی ہوئی دونوں کا لوں کے پیچے دوڑی۔ لیکن انہوں نے
 رک کر اس کی طرف مڑنے کی بجائے خود بھی دوڑنا شروع کر دیا اور وہ بھی اس کی
 طرح ”بچاؤ بچاؤ“ کی ہاںک لگا رہے تھے۔ وہ جھلا کر رک گئی اور مزک عمران کو اسی طرح گھوڑے نکلی
 جیسے کچاہی چبا جائے گی۔
 عمران ہکا ہکا کھڑا تھا۔ ایسا ہی لگتا تھا جیسے کوئی سر بازار چپت رسید کر کے بھاگ لیا ہو۔
 ”اب بتاؤ!“ وہ دانت پیس کر بولی۔
 ”مجھے سے بھی زیادہ اسحق معلوم ہوتے ہیں!“ عمران بے بس سے بولا۔
 دونوں کا لے اب بھی اسی طرح پیختے ہوئے دوڑے جارہے تھے۔ عمران نے مریانا کو آٹے
 بڑھنے کا شارة کیا۔
 ”ہرگز نہیں!“ وہ سر جھٹک کر بولی۔ ”بیدل نہیں چلوں گی!“
 ”کیا...؟“ عمران جیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کسی قدم پیچھے بہت کیا۔
 ”گھوڑے کی عادی ہو گئی ہوں!“
 ”نہہنا شروع کر دوں گا!“

”دیکھ رہی ہوں۔ ویران معلوم ہوتا ہے۔!
”بُن تو اسی سے ابتداء کرتے ہیں۔!“ عمران بولا۔
”کیا کرو گے....؟“
”گھس چلیں....؟“

”اور مارے جائیں....!“ وہ نہ اسامنہ بنا کر بولی۔
”جھوکوں مر نے سے بہتر ہو گا۔!“
”اگر ان جھوپڑوں میں وہی آدم خور ہوئے تو....؟“
”آدم خور اتنے نفس جھوپڑے نہیں بنا سکتے۔ ذرا دیکھو کتنی غوب صورتی تے نادیں۔
توں کو جوڑ جوڑ کر دیواریں بنائی گئی ہیں۔!“

”میرا دل نہیں چاہتا کہ اس جھوپڑے میں قدم رکھوں۔!
ٹھیک اسی وقت دونوں کالے اس جھوپڑے سے برآمد ہو کر ان کے سامنے آئے۔
”کیا خبر ہے....؟“ عمران نے ان سے سوال کیا۔
”کیسی خبر....؟“ الٹا سوال کیا گیا۔

”مطلوب یہ کہ اس جھوپڑے میں کون ہے....؟“
”کوئی بھی نہیں....!“ ایک نے جواب دیا۔

”وہ سماں کہاں ہے جو تم اٹھائے ہوئے تھے....؟“
”جھوپڑے میں....!“

”کس کے لئے ہے....؟“
”هم نہیں جانتے.... جب بھی آتے ہیں سامان بھیں چھوڑ جاتے ہیں۔!
”کہاں سے آتے ہو....؟“

”گھر سے۔!
”گھر کہاں ہے....؟“

”اس کے گھر کے قریب....!“ اس نے دوسرے کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔
”اس کا گھر کہاں ہے....؟“
”میرے گھر کے قریب....!“
”تم دونوں کے گھر کہاں ہیں....؟“

215
”آس پاش....!“
”چھپی بات ہے۔!“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔ ”اب جلدی سے اپنے اپنے گھوں کو واپس جاؤ۔!“
”بہت اچھا....!“ کہہ کر اس نے چڑھائی کی طرف دوڑ گئی اور دوسرا بھی اس کے پیچھے پیچھے
”وزنے لگ۔
”لیا یہ دونوں پا گل ہی ہیں۔!“
”پہلے ان کے بیان کی تصدیق کرلو۔۔۔ پھر کوئی رائے قائم کرنا۔!“ عمران نے جھوپڑے کی
طرف بڑھتے ہوئے کہا۔
”کیا کر رہے ہو۔۔۔ ٹھہر و۔۔۔!“ مریانا نے اس کا بازو پکڑ کر روکنے کی دشمنی لیکن وہ
ہاتھ جھک کر آگے بڑھ گیا۔
مریانا سے جھوپڑے میں داخل ہوتے دیکھتی رہی لیکن خود اپنی جگہ سے ہل نہیں نہیں تھی۔
دوسرے ہی لمحے میں عمران پھر باہر آیا اور ہاتھ ہلا کر بولا۔ ”آجائو۔۔۔ وہ نفلط نہیں کہہ رہتے
تھے۔ یہاں کوئی بھی نہیں ہے۔!
وہ پچھاپاٹ کے ساتھ آگے بڑھی اور جھوپڑے میں داخل ہو گئی۔ پہلے ہی جس چیز پر نظر
پڑی وہ ایک بڑی میز تھی اور اس پر وہ سارے سماں بکھرا پڑا تھا جو ان کے ہم سفر سیاہ فام لائے تھے۔
خوارک کے سر بندوں بول۔۔۔ شراب کی بو تکوں اور روزمرہ کے استعمال کی دوسری اشیا پر مشتمل
یہ سماں جن تھیلیوں میں لایا گیا تھا وہ بھی فرش پر پڑے نظر آئے۔
”ایرے کوئی اور بھی ہے یہاں۔۔۔!“ عمران نے اوپھی آواز میں پوچھا لیکن کسی طرف سے
کوئی جواب نہ آیا۔ جھوپڑا کئی کردوں پر مشتمل معلوم ہوتا تھا۔
پھر عمران نے جھپٹ کر وہ لفافہ اٹھایا جو اسی کے میز کے ایک گوشے پر رکھا ہوا تھا۔ مریانا
بھی آگے بڑھ آئی اور لفافے پر جھکتی ہوئی بولی۔ ”اوہو۔۔۔ اس پر تو تمہارا ہمی نام تحریر ہے۔!
”ہے تو۔۔۔!“ عمران نے پر تشویش لجھ میں کہتے ہوئے لفافہ چاک کیا۔ اس سے برآمد
ہونے والے پرچے پر تحریر تھا۔
”تم دونوں اس خوف ناک جزیرے میں بظاہر تھا ہو لیکن اس پر خوش ہونے کی ضرورت
نہیں کیونکہ ہم بھی نہیں جانتے کہ یہ آدم خور کہاں سے آتے ہیں اور کہاں غائب ہو جاتے ہیں۔
الماں کی وجہ سے ہم نے جزیرہ خالی کر دیا ہے۔ سارے جھوپڑے ویران ہیں۔!
مریانا نے بھی یہ تحریر دیکھی اور جھپٹ کر جھوپڑے کا دروازہ بند کر دیا۔

عمران شرارت آئیز مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ "عقلمند لوگ معلوم ہوتے ہیں۔"

"کیا مطلب....؟"

"انہوں نے سوچا ہو گا کہ آدم خوروں کا نوالہ بننے سے پہلے کہیں ہم دبئے نہ ہو جائیں۔ لئے کھانے پینے کا سامان بھی بھجوادیا ہے۔ لہذا اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ نہ رہے۔ آدم خوروں کے۔"

"کہاں کی بات نکال بیٹھے ہو۔!" وہ خوف زدہ لبجھ میں بولی۔ "نگیشو ان کے حوالے کر کے پہنچ چھڑاؤ۔!"

"میرا خیال ہے کہ تم اب بھی انہی کی نوکری میں ہو۔!"

"نہیں یہ وان بروف کے آدمی نہیں معلوم ہوتے۔ ہرگز نہیں۔ میک ہادر بھی تو ہم میں نہیں تھا۔!"

"سب جائیں جہنم میں۔!" عمران سر جھٹک کر بولا۔ "یہاں کچن بھی ضرور ہو گا۔ آدم کیسیں۔"

"بھجو پڑا تین کروں۔۔۔۔۔ ایک کچن اور ایک باٹھ رومن پر مشتمل تھا۔ کچن میں کیرہ دیسیں کے چوہے تھے جن میں ایندھن بھی موجود تھا۔"

"میں بیمز اور بیف کے ڈبے اخنائے لاتا ہوں۔!" عمران نے کہا اور مر سینا کو پتنہ ہی میں چھوڑ کر بڑے کرے میں واپس آگیا۔



ایکس ٹوکی پوری نیم حرکت میں آگئی تھی اور میک زیر نے فائدہ درکرز کو بدایت کردی تھی۔ کہ وہ فی الحال سائیکلو میشن سے دور رہیں۔۔۔ اور اپنی قیام گاہوں تک محدود رہ کر اس کے احکامات کے منتظر رہیں۔ جوزف کوراتا پیلس طلب کر کے اس سیاہ فام آدمی کی تصویر دکھائیں؟ نعمانی کے بتائے ہوئے حلے کے مطابق سائیکلو میشن کے آئینہ نئی کاست یونٹ نے تیار کی تھی۔ "میں اسے تلاش کروں گا۔!" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "لیکن میں کسی طرح بھی یقین نہیں کر سکتا کہ میرا بس کسی بے بس چوہے کی طرح سمندر میں غرق ہو گیا ہو گا۔!"

"یقین تو مجھے بھی نہیں ہے۔!" میک زیر نے کہا۔

"یقیناً ان لوگوں کو کوئی غلط فہمی ہوئی تھی جو اس ایبو لینس گاڑی کا تعاقب کر رہے تھے۔"

"خداجانے۔۔۔!"

"بس تو پھر اس آدمی کی کتابش تمہارے ذمے۔!"

"لیا یا بھی اسی ایبو لینس گاڑی میں تھا۔!"

"ہاں۔۔۔۔۔ میں اطلاع ہے اگر وہ گاڑی غرق بھی ہو گئی ہے۔!"

"بس مشر طاہر۔۔۔۔۔!" جوزف ہاتھ انھا کر بولا۔ "بار بار غر قابی کی بات نہ کرو۔!"

"چھپی بات ہے۔!" بلیک زیر و طویل سانس لے کر بولا۔

پھر جوزف ہاں سے سیدھا اس علاقے میں پہنچا جہاں زیادہ تر غیر ملکی سیاہ فام لوگ آباد تھے۔

ان میں سے متعدد افراد سے اس کی شناسائی بھی تھی۔ اُسے علم تھا کہ کہاں سے صحیح معلومات

حاصل ہو سکتیں گی۔

سلو اسٹریک بار کی مالکہ کاؤنٹر ہی پر موجود تھی۔ جوزف کر دیکھ کر مسکراہی۔

"آوبلانوش۔۔۔۔۔ تم اتنے دنوں کہاں رہے۔!"

جوزف نے دانت نکال دیئے اور وہ بولی۔ "کسی قدر تندرست بھی نظر آرہتے ہو۔ کیا یورپ

گھوم کر آئے ہو۔!"

"اس سال تو ابھی تک نہیں جا بکا۔!" جوزف کاؤنٹر کے قریب والے ایک انسول پر بیٹھتا ہوا

بولا۔ اس وقت یہاں مددوںے چند گاہک دکھائی دے رہے تھے کاؤنٹر کے قریب کے سارے

انسول خالی تھے۔!

"لیا پہنچ گے۔۔۔۔۔!"

"لارچ و ہمکی۔۔۔۔۔!"

"یک وقت کنی گلاس تیار کر دوں۔!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

"اتی فرصت ہوتی تو سرہنڈ یو تی طلب کر لیتا۔!"

"واہ کے لئے گلاس بنانے لگی اور جوزف نے ان تین سیاہ فاموں کا جائزہ لیا جو ایک ہی میز

کے گرد بیٹھے یہرپی رہے تھے۔

"اور سنا کا۔!" جوزف نے طویل سانس لے کر کہا۔ "میا آج کل برس نہ صحتاً ہی جارہا ہے۔!"

"نہیں تو۔۔۔ جب سے شراب پر پابندی عائد کی گئی ہے برس پہلے سے بھی زیادہ چک اٹھا ہے۔!"

"وہ کس طرح۔۔۔!" جوزف نے جرأت سے پوچھا۔

"حوالوگ اسے گھٹایا بار سمجھ کر اس میں جھانکنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے اب جو ق در جو حق

اعلیٰ کارخ کرتے ہیں۔ شرافت اللہ اب شرافت سکھ ہو گئے ہیں اور اسی نام سے جعلی شناختی

کارڈ بھی بخواہی ہے۔!

"شراب ایسی ہی لعنت ہے۔!" جوزف ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"ہمیں... تم بھی لعنت ہی کہہ رہے ہو۔!"

"اس کے باوجود بھی اس سے پچھا نہیں چھڑا سکتا۔!" جوزف نے کہا اور آؤس سے زیادہ گلاس ایک ہی سانس میں خالی کر دیا۔

"لیا قصہ ہے... بہت زیادہ شریف ہو رہے ہو۔!"

"قصہ نہیں ٹریجڈی ہے۔ میں ایک ایسی آدمی کا ملازم ہوں کہ اگر چاہے تو روزانہ شراب سے غسل کر سکتا ہے لیکن وہ اس کو ہاتھ لگانا بھی پسند نہیں کرتا۔!"

"کچھ لوگ ڈرپوک ہوتے ہیں۔ اسی خیال سے ہاتھ نہیں لگاتے کہ کہیں وہ شراب سے ہارے نہ جائیں۔!"

"وہ بھی مجھ سے اچھے ہوتے ہیں۔!" جوزف نے کہا اور گلاس خالی کر دیا۔

"اور بتاؤں....!" عورت نے پوچھا۔

"نہیں.... اس وقت جلدی میں تمہاری مدد کر سکوں۔!"

"نام بتاؤ شاہد میں تمہاری مدد کر سکوں۔!"

"نام ہی تو نہیں معلوم.... دراصل وہ میرے باس کے ساتھ فراہ کر کے روپوں ہو کیا ہے۔ میرے باس نے ایک آرٹسٹ کو اس کا حلی بتا کر انی نگرانی میں وہ تصویر تیار کرائی ہے۔"

"مجھے دکھاؤ.... تصویر... شاید میں پہچان سکوں۔!"

جوزف نے جیب سے تصویر نکال کر اسے سامنے رکھ دی اور بغور اسے دیکھنے لگا۔ سب سے پہلے اس نے اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار دیکھئے۔ پھر آہستہ آہستہ چہرہ بالکل سپاٹ ہوا۔ جوزف سے نظر ملتے ہی اس نے اپنے سر کو منقی جنمیش دی۔

"میرے لئے بالکل نیا چہرہ ہے۔!"

"اے جہنم میں جھوکو...!" جوزف غریا۔ "لیکن تم خوف زدہ کیوں نظر آئے لیں ہو۔"

"خوف زدہ نہیں تو...!" وہ زبردستی میں پڑی۔

"نہ بتاؤ...!" جوزف لاپرواہی سے شانوں کو جنمیش دے کر بولا۔ "اگر تم جانتی ہو تو دسرے بھی جانتے ہوں گے۔"

"جو زف مگونڈا... میں تمہیں یہ اطلاع ضرور دوں گی کہ یہاں لوگوں کے بارے میں ہے۔"

چھپ کرنے پھر تاکہ بھی کبھی خطرناک بھی ثابت ہوتا ہے۔!"
"میں نہیں سمجھا...!"

"یہ اسکلروں اور نشیات فرشوں کی بستی ہے۔!"

"تم اس کی پرواہ نہ کرو... اگر جانتی ہو تو بتا دو...!"

"میں نہیں جانتی... اور اب اس تصویر کو جیب میں رکھ لو۔ اپنے باس سے کہہ دینا کہ اگر کسی نے اس سے فراہ کیا ہے تو وہ باقاعدہ طور پر پولیس کی مدد حاصل کرے۔ بیچارے بھی ملازم کی کردن کیوں کووار ہاہے۔!"

"نہیں... میں تم سے پوچھ رہا ہوں اور اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس کا تیج کیا ہو سکتا ہے۔!"

"میں نے کہہ دینا کہ میں نہیں جانتی۔!"

"اچھی بات ہے۔!" جوزف تصویر اٹھاتا ہوا بولا۔ "دوسرے گلاس تیار کرو۔!"

وہ شرابوں کے ریک کی طرف مڑ گئی۔ جوزف اُسے پر تشویش نظر وں سے دیکھا رہا گلاس تیار کر کے جوڑ کے جوزف کے سامنے رکھتی ہوئی بولی۔ "میں تمہاری دوست ہوں۔ دشمن نہیں۔!"

"بات ختم ہو گئی فیضی۔!" جوزف نے لاپرواہی سے شانوں کو جنمیش دی۔

"اگر تمہارا باس پولیس سے مدد نہیں لیتا چاہتا تو پھر وہ بھی کسی غیر قانونی کام میں ملوث ہو گا۔!"

"وہ میرا باس ہے۔ اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں جانا چاہتا۔!"

"تب پھر دسری بات ہے۔ میں کیوں کوئی الزام اپنے سر لوں۔!" فیضی نے کہا اور دوسرا طرف مڑ گئی۔ ریک سے بو تلیں اتار اتار کر انہیں جھاڑان سے صاف کرنے لگی۔

جوزف نے اس بار گلاس دوہی سانسوں میں خالی نہیں کر دیا تھا۔ بلکہ فیضی کو پر تفکر نظر وں سے دیکھا ہوا چھوٹی چھوٹی چسکیاں لیتا رہا تھا۔

خوبی دیر بعد وہ پھر مڑی اور آہستہ سے بولی۔ "پتا نہیں کیا معاملہ ہے بہر حال کوئی ایسی ہی بات معلوم ہوتی ہے کہ تم جان ہتھیلی پر لئے پھر رہے ہو۔!"

"ایسی بزار جانیں بھی اپنے باس پر قربان کر سکتا ہوں۔!"

"میں تو بھی زندہ رہنا چاہتی ہوں۔!"

"آج بچھے کیا سمجھتی ہو؟ کیا میں کسی مرحلے پر بھی تمہارا نام لے سکتا ہوں۔!"

"اچھا تو سنو... فش ہادر بر کے قریب سی فوٹ پر یور زنام کا ایک ادارہ ہے۔ وہیں پلے جاؤ کسی سے بھی امکانا کو پوچھ لیں۔ لیکن پھر تاکید کرتی ہوں کہ میرا نام نہ آنے پائے۔!"

"جوزف مگونڈا... میں تمہیں یہ اطلاع ضرور دوں گی کہ یہاں لوگوں کے بارے میں ہے۔"

طرف پہنچا لیکن ہٹ کے عقب میں کوئی بھی نہ کھائی دیا۔ اس نے سوچا بہت زیادہ بے وقوف بنتے کیا فائدہ..... اب اپنے ہی ہٹ کی طرف واپس چلتا چاہئے۔ وہ اُسے کسی نہ کسی طرح ذہن زدہ کر کے تینیوں حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اسی کے لئے اتنا کھڑاگ کیا تھا۔ لیکن کیا وہ اُسے رُوب کر لینے میں کامیاب ہوئے تھے۔ فی الحال خود عمران کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔

”بُنْزِی“ سے اس ہٹ کی طرف چل پڑا جس میں مریانا کو سوتی چھوڑ آیا تھا۔

دروازے کے قفل میں کنجی لگا ہی رہا تھا کہ اُسے یہاں بھی قدموں کی چاپ سنائی دی اور پھر ایسی آزار آئی جیسے کوئی ہٹ ورنی چیز زمین پر گری ہو۔

اس نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور دروازہ کھول کر ہٹ میں داخل ہو گیا۔ اور پھر دروازے کو اندر سے مغلل کر ہی رہا تھا کہ دوسرا سے کمرے سے مریانا کی ہٹکا ہٹ سنائی دی۔ ”گُگ کون ہے۔؟“

شاند اسکی عدم موجودگی ہی میں وہ جاگ پڑی تھی اور یقینہ وقت خوف زدگی کے عالم میں لُزرا تھا۔ ”میں ہوں....؟“ عمران نے اوپنی آواز میں کہا۔

”تم کہاں چلے گئے تھے۔؟“ وہ کمرے سے نکل آئی۔

چیزوں زردا تھا اور سانس پھول رہی تھی۔

”یکابات ہے۔!“ عمران اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ ”میا کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا۔؟“ ”میں یہاں مر جاؤں گی۔ تم دیکھ لینا۔!“ وہ ہانپتی ہوئی ہوئی۔

”یا واقعی کسی بھوت کا سامنا ہو گیا تھا۔!“ عمران نے مضمکہ اڑانے والے انداز میں پوچھا اور وہ بتا اختیار روپڑی۔

”اُرے.... ارے.... اوہ.... پلیز.... خاموش رہو۔!“

”تم درمنے ہو۔!“

”مران نہ سامنہ ہتا کر رہ گیا اور وہ روتی رہی۔ وفتا کسی نے ہٹ کا دروازہ پیٹنا شروع کر دیا۔“ ”وُن ہے....؟“ عمران نے اوپنی آواز میں پوچھا۔ لیکن جواب ملنے کی بجائے سرف دروازہ پیٹنا تھا۔

”گُون تھے۔!“ عمران پھر دھڑا اور باہر سے آواز آئی۔ ”خدا کیلئے جلدی کرو۔ ورنہ میں بھی۔!“ ”تم کوں ہو۔....؟“ عمران نے دروازے کے قریب پہنچ کر پوچھا۔

”یا اُن جلدی بھول گئے۔ ابھی کچھ ہی دیر پہلے ہم تمہارے لئے کھانے پینے کا سامان اانتے تھا۔“

”بے فکر ہو.... گُونڈا کا بیٹا جوزف سب کچھ ہو سکتا ہے۔ وعدہ خلاف نہیں ہو سکتا۔!“ پھر آن دونوں نے خاموشی اختیار کر لی تھی اور جوزف آہستہ گلاس خالی کر رہا تھا۔ آنکھیں سامنے والی ریک پر جمی ہوئی تھیں۔



عمران آدم خودوں کے خوف سے اُسی جھوپڑے تک تو محمد دخنیں رہ سکتا تھا۔ پیٹ بھر بیٹے کے بعد تھوڑی دیر تک آنکھیں بند کئے کیتواس کی فولڈنگ آرام کر سی پر پڑا رہا تھا۔ پھر انھوں تھے ہٹ کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا تھا۔

مریانا کھانے کے بعد اس کمرے میں چل گئی جسے خواب گاہ کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا۔ بہادر اُس کی حقیقت ظاہر ہو جانے کے بعد سے عمران کو اُس کی اتنی زیادہ پرواہ بھی نہیں رہی تھی۔

وہ کچھ دیر تک اُسی جگہ کھڑا چاروں طرف نظر دروازہ تارہ۔ پھر دروازہ بند کر کے اُتے باہر سے مغلل کر دیا۔ اُس دروازے کی کنجی بھی اُسی میز ہی پر پڑی تھی۔ جسے اُس نے بہت اختیارات کوٹ کی اندر ولی جیب میں رکھ لیا تھا۔

کھانے پینے کے سامان کے ساتھ جو خط ملا تھا وہ بھی جیب میں محفوظ تھا اور راصل وہ اُسی کی صداقت کو آزمائنے کے لئے ہٹ سے نکلا تھا۔ کیوں نہ پہلے خالی ہٹ ہی دیکھ لئے جائیں۔ اُن نے سوچا اور قریب ترین ہٹ کی طرف چل پڑا۔ سامنے پہنچ کر دروازے کو دھکا دیا تھا لیکن دروازہ کھول لینے میں کامیابی نہ ہوئی ہٹ مغلل تھا۔

پھر وہ چلتا رہا اور جتنے بھی ہٹ دکھائی دیئے اُن کے دروازے کھولنے کی بھی کوشش کی۔ اسی دوران میں قریباً بیڑھ گز لمبا ہے کا ایک وزنی پاپک بھی ہاتھ آگیا اور وہ ہیں بیٹھ کر اس کا زاغ چھڑانے لگا۔ داشت آمد بکار۔ وقت ضرورت اپنے تحفظ کے لئے بھی تو کچھ نہ پچھے ہوا۔

چاہئے۔ اچانک اسے قریب کی جھاڑیوں میں سرسر اہٹ سنائی دی اور وہ اچل کر کھڑا ہو گیا۔ لوٹ کا پاپ ہاتھ میں تھا اور اُس کی نگاہ اُن ہی جھاڑیوں پر جمی ہوئی تھی جن میں ذرا دیے پہلے جرک ہوئی تھی لیکن اب سامنہ تھا۔ البتہ جھاڑیاں ہوا سے ہل رہی تھیں۔

پھر اُس نے قدموں کی چاپ سنی لیکن فوری طور پر سمت کا تعین نہ کر سکا۔ نظر اب بھی ان ہی جھاڑیوں پر جمی ہوئی تھی۔ قدموں کی چاپ پھر سنائی دی اور اس بار اُس نے اندازہ لگایا کہ اُن ہٹ کی دوسری طرف چل رہا ہے۔ جھاڑیوں کی طرف سکھیوں سے دیکھتا ہوا وہ جھپٹ کر آواز دیکھا۔

اور ان سے خاصی پیداوار بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔ تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ اگر یہ بذرگاہ کے
ہنسپاں ہی کا کوئی جزیرہ ہے تو اسے نہ صرف سربراہ بنانے کی کوشش کی گئی ہے بلکہ ناریل کے
برفت لگا کر یہ تصور بھی دیا گیا ہے کہ یہ جنوبی سمندر کا کوئی جزیرہ ہے۔

اس نے شناختی کارڈ اور پرس اس کے جیب میں دوبارہ رکھ دیئے اور دوسرا یہ کمرتی پر بیٹھ کر
ان کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنے لگا۔

”ایک بات سن لو.....!“ مریانا کی منمنتی ہوئی ہی آواز آئی..... اور وہ دوسرے کرے کے
دروانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”خدا کے لئے....!“ وہ گھنٹھائی اور عمران اٹھ کر اس کی طرف بڑھا۔

اور اس نے پیچھے ہٹتے ہوئے خوف زدہ لپجھ میں پوچھا۔ ”لیکا کہہ رہا تھا!“

”پکھ بھھ ہی میں نہیں آسکا۔ بات پوری طرح واضح کرنے سے پہلے ہی بے ہوش ہو گیا۔ تم
میں سے بیٹھو کیوں مری جا رہی ہو!“

”وہ کس کے بارے میں کہہ رہا تھا مارڈالا گیا....!“

”غالباً اپنے ساتھی کے بارے میں....!“

”کس نے مارڈالا....!“

”اوہ.... ختم بھی کرو.... وہ وضاحت نہیں کر سکتا تھا۔ بے ہوش میں آنے والے سب کچھ معلوم
ہجائے گا!“

”مم.... میں کیا کروں....!“

”مجھے سے پوچھو کوئی نہیں کہاں محفوظ ہیں اور انہیں اطلاع دے دو!“

”یقین کرو۔ یہ وہ بروف کے آدمی نہیں ہیں۔ ورنہ کم از کم میرے ساتھ اُنکا یہ برداشت ہوتا!“

”یہ کس کا آدمی ہے....؟“ عمران نے بے ہوش آدمی کی طرف ہاتھ اٹھا کر پوچھا۔

”آن کا ہی ہو سکتا ہے۔!“

”اوہ تم اس کا حشر دیکھ رہی ہو!“

”وہ غالباً خالی انکھوں سے اُسے دیکھتی رہی پھر بولی۔“ تم کیا کہنا پا جاتے ہو!“

”یہاں کہ اس بے چارے کو علم نہیں تھا کہ مجھے عبرت پکڑوانے کے لئے وہ اوگ اُتے کس
سلسلے میں خاصا شہرت یافتہ تھا۔“

”کوئی جزیرہ ہو سکتا ہے۔“ پھر اس کا ذہن ناریل کے درختوں کی طرف منتقل ہو یا تھا۔

”کم.... میں اب بھی نہیں سمجھی!“

”اب کیا لائے ہو!“

”اوہ... کھولو جلدی... میرا ساتھی مرچ کا ہے اور میں بھی... وہ میرا تعاقب کر رہے تھے۔“

”کون تعاقب کر رہے ہیں....؟“

”عجیب سے وحشی لوگ ہیں۔ پھر کے وزنی گرز ان کے ہاتھوں میں نہیں۔ اور بہتر

کرو... شاید وہ تیز نہیں دوڑ سکتے لیکن یہاں پہنچ ہی جائیں گے!“

عمران نے دروازہ کھولا ہی تھا کہ وہ بدحواسی کے عالم میں اندر آگر اور زور سے نیز تر

کر دو.... دروازہ بند کر دو....!“

عمران دروازہ بند کر کے اُس کی طرف مڑا یہ انہی دنوں سیاہ فاموں میں سے ایک تھا۔ اُس کے کپڑے کئی جگہ سے پھٹ گئے تھے اور چہرے پر بھی خراشیں تھیں۔

مریانا خاموش کھڑی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے اُس کا جسم روح سے خالی ہو پنا ہو۔ بلکہ نہیں جھپکا رہی تھی۔ عمران نے سیاہ فام آدمی کا بازو پکڑ کر فرش سے اٹھایا اور آرام آرام کر کی پر تھا جیسے اُس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہوتی جا رہی تھیں اور پھر وہ بالکل ہی بے سو و حرارت ہو گیا۔

”مک.... کیا....؟“ مریانا ایک قدم آگے بڑھ کر ہٹکا۔

”اُس کرے میں جاؤ۔!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔

”مک.... کیوں....؟“

”بحث مت کرو....!“

اس کے لپجھ میں پچھا ایسی ہی بات تھی کہ وہ چپ چاپ دوسرے کمرے میں چل گئی اور نماز جھک کر بے ہوش سیاہ فام کو دیکھنے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بیووی کی مدت لمیں بوجا ہوا۔

وہ اُس کی جھیں ٹوٹنے لگا.... اور کوٹ کی اندر ولنی جیب سے ایک پرس برآمد بیانہ میں نہیں روپیوں کے نوٹوں کے علاوہ ایک شناختی کارڈ بھی تھا۔ کارڈ پر اس کی تصویر ہو جو تھی۔ ہے۔

باز تحریر تھا۔ گوامتانی ہی تھا لیکن انگلش خاصی بول لیتا تھا اور لپجھ بھی ایسا ہی اختیار تھا۔

غیر ملکی ہو۔ شناختی کارڈ پر اس ادارے کی مہر بھی تھی جس سے وہ متعلق تھا۔ یعنی ہی فوراً پہنچنے

لیے ہیں فرش ہار براؤہ تو گویا اس کا تعلق خود اُسی کے شہر سے تھا اور یہ ادارہ بھی ہی فوراً پہنچنے

سلسلے میں خاصا شہرت یافتہ تھا۔ تو پھر کیا وہ اپنی بذرگاہ سے زیادہ دور نہیں تھے۔ اُن آنجلیں نہیں

کوئی جزیرہ ہو سکتا ہے۔ پھر اس کا ذہن ناریل کے درختوں کی طرف منتقل ہو یا تھا۔

کی پیداوار نہیں تھی لیکن عمران اس سے واقف تھا کہ ادھر ناریل کے درخت اکاے باخانے

بے ہوش آدمی نے آنکھیں کھول دی تھیں اور آرم کر کی پر پڑا کراہ رہا تھا۔
”کیا تم پتے بھی ہو؟“ عمران نے بوتل اُس کے چہرے کے قریب کرتے ہوئے پوچھا۔
”وگونٹ... صرف وگونٹ میں مر رہا ہوں!“
”بیٹے لوگے!“

سیاہ فام نے اثبات میں سر بلادیا۔
عمران نے بوتل اُس کے منہ سے لگادی اور وہ قلن لبے لمبے گھونٹ لے کر باپنے اگا۔
”اور...!“ عمران نے بڑے پیدا سے پوچھا۔
اس نے ہاتھ اٹھا کر سر کو منقی جبش دی اور عمران اس کا شانہ تھپک کر بولا۔ ”تم یہاں قطعی نہ ہو!“

اس نے آنکھیں بند کر لیں اور بدستور ہانپتاہا۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے پوچھا۔ ”کیا تمہارا ساتھی بچھ مر گیا؟“
”میں نہیں جانتا... وہ گرا تھا اور پھر نہیں اٹھ سکا تھا آج ان خبیثوں کو نہ جانے کیا ہو گیا تھا!“
”کن کی بات کر رہے ہو؟“

”کیا تم نے انہیں نہیں دیکھا تھا!“ سیاہ فام نے آنکھیں کھول کر پوچھا۔
”اوہو... وہ دونوں جنگلی... جن کے ہاتھوں میں پھر کے زمانے کے گرز شئے!“
”ہاں وہی...؟“
”وہ کون لوگ ہیں!“

”ایک ایسی نسل جس سکے ارتقا کے قدم نہیں پہنچے!“
”یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ قدیم بند رہنمائی نسل سے تعلق رکھتے ہیں!“
”بھیں بھیں تبایا گیا تھا اور اطمینان دلایا گیا تھا کہ اگر ان سے چیزیں چھاڑنے کی جائے تو وہ کسی سے نہیں لختے!“

”امچھا تو پھر کیا ہوا...!“
”جب ہم آرہے تھے تب بھی وہ دکھائی دیئے تھے۔ تم نے بھی دیکھا ہو گا اور شاید تم انہیں بچوں کو خوف زدہ ہو گئے تھے!“
”قدرتی بات ہے!“
”مگر انہوں نے ہم پر حملہ نہیں کیا تھا!“

”اگر اے یا اسکے ساتھی کو علم ہو تو کہ یہاں آدم خور بھی ہیں تو کبھی اوس کا رن بھی نہ کر سکتے۔“
”خدا یا...!“ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر فرش پر آٹزوں بیٹھ گئی۔
”اس طرح مت بیٹھو زکام ہو جائے گا!“

”م... میرا مذاق مت اڑاؤ!“
”میں کافی کی طلب محسوس کر رہا ہوں اور تم بھی ایک بوتل کھول کر غم غلط نہ رو!“
”ہاں... شاید مجھے اس کی ضرورت ہے!“
عمران نے میز پر سے ایک بوتل اٹھا کر اُس کے حوالے کر دی اور وہ لڑکا اُنہوں نے طرف پھی گئی۔
”تھوڑی دیر تک وہیں کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر دروازے کو اندر سے مقفل کر کے خود بھی پہنچ
طرف بڑھ گیا۔

مریتانے اُس کے لئے کافی کاپانی آئیں اسٹوپ پر رکھ دیا تھا اور خود بوتل کھولے بیٹھ گئی۔
”اگر یہ سب وان بروف ہی کے آدمی ہیں تو ان پر لعنت ہے!“ وہ کسی قدر کڑاے لے گئی
بولی۔ وہسکی نے اپنا اثر دکھانے میں دریں نہیں لگائی تھی۔

”اپنے بارے میں کیا نیاں ہے تمہارا...!“
”میں بھی کیتا ہی بچی ہوں...!“
”بہر حال انہیں تم سے توقع ہو گی کہ تم خوف زدہ ہو کر مجوز کردگی کر میں نہیں انہیں
حوالے کر دوں!“

”کیا ایسے حالات میں اسکے خلاف بھی کچھ کر سکتی ہوں!“ اس نے عمران پر آنکھیں ٹکانہ
”اور میں اتنا گدھا ہوں کہ تمہیں نگیشوں کے بارے میں بتا دوں گا!“
”تمہارا اپنا انداز فکر ہے!“ اس نے لاپرواہی سے شانوں کو جبش دی اور خالی ہو جائے۔
گلاس میں اور انڈیلے لگی۔

”اتھی بھی نہ پی لینا کہ خود ہی آدم خور ہو جاؤ!“ عمران نے کہا اور اٹھ کر اسٹوپ کی طرف:
”گیا کیوں نہ پانی ابلنے رکھا تھا۔ کافی کا کپ تیار کر کے پھر میز کی طرف پلٹ آیا۔
اتھے میں دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”ارے تم لوگ کہاں ہو...!“ میں مر رہا ہوں۔
”تھوڑا سا پانی!“
عمران نے کافی کا کپ میز پر رکھ دیا اور وہسکی کی بوتل اٹھا کر کچن سے نکل آیا۔

”وہیں... جہاں تمہارا ساتھی گرا تھا!“
 ”لیکن وہ اپنا شکار دیں ہیں چھوڑ گئے ہوں گے۔ مجھے وہ ہمیشہ آدم خور معلوم ہوئے ہیں۔!“
 ”پھر بھی دیکھنا تو چاہئے!“
 ”تم خود جا کر دیکھ لو۔۔۔ میں نہیں جاؤں گا!“
 ”اُس موڑ بوٹ پر اور کون ہے...؟“
 ”کوئی بھی نہیں۔۔۔ ہم دونوں تھے۔!“
 ”تو وہاب بھی ساحل پر لنگر انداز ہو گی!“
 ”یقیناً...!“ وہ سر ہلا کر بولا۔
 ”نش بار بیہاں سے کتنی دور ہے۔!“
 ”یا مطلب....!“ وہ چونک کر سیدھا ہو بیٹھا۔
 ”تم یہ فورڈ پر یزرورز لمینڈ کے ملازم ہو۔!“
 یک یہک وہ اٹھ کر پیچھے ہٹنے لگا۔
 ”بیٹھ جاؤ۔۔۔!“ عمران غریا۔
 لیکن وہ بدستور تناکھڑا رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اب عمران پر ٹوٹ ہی پڑے گا۔ آنکھوں
 سے وحشت جھاکنے لگی تھی۔
 ”یہ کام وہاں کے کس آدمی کے لئے کرتے ہو۔!“ عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا غریا۔
 مریانا بھی دروازے میں آکھڑی ہوئی تھی اور انہیں حیرت سے دیکھے جا رہی تھی۔
 ”میں تمہارے لکڑے اڑادوں گا ورنہ میرے سوالات کے جواب دو۔!“ عمران اُس گھوڑا تا
 ہوا بولا۔
 سیاہ فام نہ پڑا اور بولا۔ ”میں غیر مسلح ضرور ہوں لیکن تمہارے لئے کافی ہوں۔ میری
 طرف ایک قدم بڑھا کر دیکھو۔!
 ”نہیں جھگڑا نہیں ہو گا۔!“ مریانا دونوں ہاتھ انھا کر ان کے درمیان آتی ہوئی بونی۔ پھر سیاہ
 فام کی طرف مڑ کر کہا۔ ”تم پہلے ہی سے کسی پر بیٹھانی میں بتتا ہو۔!“
 ”پکھنہ بولا۔ صرف منہ چلا کر رہ گیا۔
 ”امس سب ایک ہی سے حالات کے شکار ہیں لہذا ہمیں آپس میں جھگڑا نہیں کرنا چاہتے۔!“ وہ
 بولے۔

”میرا خیال ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ہلے بھی نہیں تھے۔!“ عمران نے کہا۔
 ”لیکن واپسی پر انہوں نے ہم دونوں پر حملہ کر دیا۔ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ ہم فربنداہ، مہار
 سے بیہاں کے مہماں کے لئے سپلائی کرتے رہے ہیں۔!“
 ”کیا وہ دوہی ہیں۔۔۔؟“
 ”میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ تعداد میں کتنے ہیں۔!“
 ”اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم دونے سے زیادہ بھی دیکھ پکھے ہو۔!
 ”میں دونے سے زیادہ بھی دیکھ پکھا ہوں۔!
 ”تب پھر تم یہ بھی جانتے ہو گے کہ وہ رہتے کہاں ہیں۔!
 ”نہیں۔۔۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں سے آتے ہیں۔!
 ”لیکن یہ تو تباہی سکو گے کہ ہم کس کے مہماں ہیں۔!
 ”اس کے بارے میں ہمیں زبان بند رکھنے کو کہا گیا ہے۔!
 ”زبان بندی کس نے کی ہے۔ بھی تباہو۔۔۔!
 ”مجھے افسوس ہے کہ میں یہ بھی نہ بتا سکوں گا۔!
 ”دیکھو دوست.... تم ہوش کی باتیں نہیں کر رہے۔ ابھی تم نے مجھے یاد لایا تھا کہ وہ دونوں
 وحشی بیہاں آتے وقت راستے میں ہمیں دکھائی دیئے تھے لیکن جب تم دروازہ پیٹ کر لانا کا
 ذکر کر رہے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے تم نے پہلی بار انہیں دیکھا ہو۔!
 ”مجھے یاد نہیں کہ میں نے بدحواسی میں کیا کہا تھا۔!
 ”مجھے تو یاد ہے۔۔۔ تمہارے بیان سے ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے تم نے انہیں پہلی بار دیکھا ہو۔!
 ”ہو سکتا ہے میں ہوش ہی میں کب تھا۔!
 ”اتھے ہوش میں تو تھے کہ تمہیں بیہاں پناہ لینے کی سو بھی تھی۔ تم جانتے تھے کہ اس بہت
 علاوہ اور سارے ہٹ غیر آباد اور مقفل ہیں۔!
 ”میں کیوں نہ جانتا جبکہ بیہاں آتا ہی رہتا ہوں۔!
 ”کس قسم کے مہماں بیہاں رکھے جاتے ہیں۔!
 ”یہ میں نہیں جانتا۔!
 ”چلو۔۔۔ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔!
 ”بیہاں۔۔۔؟“ اس نے بوکھلا کر پوچھا۔

”گویا صحیح طریقے سے صرف تم ہی اُسے پینڈل کر سکتے ہو۔!“

”بھی بات ہے۔!“

”تو پھر تم ہی ہمیں موبارکے لے چلو گے۔!“

”ناممکن.... مار بھی ڈالو تو یہ نہیں ہو سکے گا۔!“

”میں کوئی نہ تمہیں یہاں سے نکال باہر کروں۔!“

”یہ صورت بھی ہم دونوں میں سے کسی ایک کی موت کا باعث بن سکتی ہے۔“

”تم آدمی ہو یا گلاب جامن....!“

”مک... کیا.... مطلب....!“

”اب میں ہی تمہیں کھا جاؤں گا۔!“

”خدا کے لئے کچھ دیر خاموش رہو۔!“ مر سیانا تھوڑا اٹھا کر بولی۔

”تو میں کب جھگڑا کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اس سے اُس فرد کا نام پوچھا تھا جس کے لئے یہ اس قسم کی خدمات انجام دیتا ہے۔!“

”یہ میں نہیں بتاؤں گا۔!“ سیاہ فام آدمی نے پر زور لیجھ میں کہا۔

”حالانکہ تم اب بڑی مصیبت میں پڑ گئے ہو۔!“

”میں کسی بھی مصیبت میں نہیں پڑا۔ تمہارا ہم ہے۔!“ سیاہ فام آدمی نے کہا۔ ”اسی وجہ سے ان دشیوں کے دماغِ الٹ گئے ہیں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔!“

”غیر... غیر... بیٹھ جاؤ۔ میں سکون سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔!“

”میں پھر کہہ دوں کہ اگر تم نے مجھ پر دھوکے سے حملہ کیا تو یہ یہاں ہر ناہی پڑے گا۔!“

”دھوکے سے حملہ..... تم پر...!“ عمران مصکنہ اڑانے والے اندراز میں بنس پڑا۔

”کیا تم مجھے کوئی کمزور آدمی سمجھتے ہو۔!“ سیاہ فام آنکھیں نکال کر بولا۔ ”ہاتھی سے گلراستہ ہوں۔!“

اور ٹھیک اسی وقت کوئی بہت وزنی چیز دروازے سے ٹکرائی اور وہ چوک پڑے۔ سیاہ فام تو اٹھ کر دوسرا دروازے کی طرف بھاگا تھا۔ اُس نے مر سیانا کو دھکادے کر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

مر سیانا عمران سے آٹکرائی تھی۔ باہر سے دروازے پر دوسرا ضرب بڑی اور عمران نے بھپٹ کر لو ہے کا دوپاپ اٹھا لیا جو ایک ہٹ کے باہر پڑا۔

”وسری ضرب سے دروازہ مل کر رہ گیا۔ تیسرا ضرب شائد اسے چوکھت ہی سے نکال دیتی۔“

مران نے مر سیانا کو سامنے سے ہٹ جانے کا اشارہ کیا۔ اُس کی حالت بہت ابتدی نظر آری تھی۔

”سی لیا تم نے بلاول باز۔!“ عمران نے سیاہ فام کو مخاطب کیا۔

”اوہ.... تو تم میرا نام بھی جانتے ہو۔!“

”ہر چند کہ تم یہی جانے کی کوشش کرتے رہے ہو کہ تمہارا میرے ملک سے کوئی تعلیم نہیں لیکن میں تمہاری حقیقت سے آگاہ ہو گیا ہوں۔!“

”اوہ.... شناختی کا رہ...!“ وہ اپنے کوٹ کی اندر ورنی جیب میں ہاتھ ڈالتا ہوا بڑا لیا۔

”وہ تمہاری جیب ہی میں محفوظ ہے۔ اب اپنی بات اگل دو۔ میں یہاں ان حالات میں بھجو چکڑ سے نہیں ڈرتا۔!“

”ہاں میرا نام بلاول باز ہے.... لیکن میں تمہیں یہ ہرگز نہیں بتاؤں گا کہ اُس سے لئے ہم کرتا ہوں۔!“

”چلو یہی بتاؤ دو کہ یہ کون سی جگہ کھلاتی ہے۔!“

”جمانی کے جزیروں میں سے ایک ہے۔!“

”فُش ہار بر پچیس میل اور موبارے چھ میل دور۔!“

”ٹھیک ہے.... تم سمجھ گئے۔!“ وہ سر ہلا کر بولا۔ ”لیکن یہاں سے فرار تمہارے لئے ناممکن ہو گا تم اُس موثر بوث کو ساحل سے بہنانے کی کوشش کرو گے تو وہ ایک زبردست دھماکے کے ساتھ تباہ ہو جائے گی اور ہو سکتا ہے تم بھی فنا ہو جاؤ۔!“

”میں اسے جھوٹ نہیں سمجھتا۔!“

”خدا کا شکر ہے کہ بات جلد ہی تمہاری سمجھ میں آگئی۔!“

”لیکن تم خود کیسے وابس جاؤ گے۔!“

”وہ دوسری بات ہے.... لیکن اگر میں یہاں مر گیا تو تمہیں بھی بھوک سے ایڑیاں رکھ لے گی۔“

”مر جانا پڑے گا۔ ہم دونوں کے علاوہ اور کسی کو یہاں نہیں بھیجا جا سکتا۔....؟ کیونکہ باس ہمارے علاوہ اور کسی پر اتنا اعتاد نہیں کر سکتا۔!“

”تمہارا ساتھی تو مر گیا۔!“

”خدا جانے کیا قصہ ہے۔!“

”جننم میں جاؤ.... وہ مجھے یہاں قید نہیں رکھ سکتے۔!“

”پھر آگاہ کر دوں کہ موثر بوث کے بارے میں تمہیں بالکل صحیح اطلاع دے چکا ہوں۔ اُن حرکت میں لانے کی کوشش اُسے جاہ کر دے گی۔!“

کمرے کے ایک گوشے سے لگ کر کاپنے لگی۔ عمران دروازے کی بائیں جانب ہو کر لوہے کا پاپر
ہاتھوں میں تول رہا تھا۔

تیری ضرب کے ساتھ ہی دروازہ آکھڑ کر کمرے میں آ رہا اور پھر جیسے ہی وہ خوفناک پیچہ
دروازے کے خلا سے اندر آیا عمران نے پوری قوت سے لوہے کا پاپر اُس پر رسید کر دیا۔ ہر ہی
بھیاںک جیخ سنائے میں گونجی تھی اور پھر اُس وزنی جسم کے گرنے کی آواز آئی تھی۔
”لک... کیا ہوا...؟“ مریانا نے کلپاٹی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”چپ چاپ دہیں کھڑی رہو!“ عمران غریا۔

ٹھوڑی دیر تک سنائا رہا۔۔۔ پھر وزنی قدموں کی چاپ سنائی دی کوئی اور بھی ہٹ کی طرف
بڑھ رہا تھا۔ عمران نے پھر لوہے کے پاپر کو مضبوطی سے گرفت میں لے لیا۔
دو چار قدم چلے کے بعد ہی شائد وہ رک گیا تھا۔ عمران جس پوزیشن میں تھا اسی میں رہد
دوسر اشاندر کر کر اپنے ساتھی کا حشر دیکھنے لگا تھا۔ وہ تین منٹ اسی طرح گزر گئے۔
دفعہ عمران چونک پڑا۔ ایک نئے خیال نے ذہن میں سراہجرا تھا۔ کہیں واقعی ان کی تعداد زیاد
نہ ہو اور وہ ہٹ کو ٹھیرنے کی کوشش نہ کر رہے ہوں لہذا اس حد تک بے خبری کے عالم میں رہنا
مناسب نہیں۔

مریانا کی طرف مڑ کر ایک بار پھر اُس نے اسے دہیں ٹھہرے رہنے کا اشارہ کیا اور خود
یک لخت دروازے کے سامنے آکھڑا ہوا۔ پھر اگر بڑی پھرتی سے میٹھے نہ گیا ہوتا تو اس وزنی ٹھی
گرز نے اس کا قلع قلع ہی کر دیا ہو تا جو باہر سے اس پر پھینکا گیا تھا۔

چھپلی دیوار چیخنی اور گرز نے فرش پر گر کر زور دار دھماکا پیدا کیا۔
پھر دوسرا حشی اپنے گرے ہوئے ساتھی کا گرز بھی اٹھانے کے لئے جھکا ہی تھا کہ عمران
جھپٹ کر باہر نکلا اور اس نے سنجھنے سے پہلے ہی اُس کی گردان پر پاپر سے وار کر دیا۔ بھیاںک قم
کی کراہ کے ساتھ وہ اونڈھے منہ ڈھیر ہو گیا تھا۔ پھر عمران اسے دوبارہ سراہجرا نی مہلت کیا۔
دینے والا تھا۔ پے در پے کئی وار اُس کے سر پر کئے اور وہ چیختے چیختے اچانک خاموش ہو گیا۔ اُس کا
ساتھی پہلے ہی بے حس و حرکت پڑا تھا۔

عمران نے دوڑتے ہوئے ہٹ کے گرد ایک چکر لگایا جس کا مقصد یہ دیکھنا تھا کہ کوئی تیر اگیں
تو اُس پاس موجود نہیں ہے۔ وہ پھر انہی کی طرف واپس آگیا۔ دونوں بے حس و حرکت پڑے
تھے۔ عمران نے مریانا کو آواز دی۔ وہ فوراً ہی سامنے نہیں آئی تھی۔

”اس کلوٹے کو بھی نکال لاؤ!“ عمران نے دوبارہ اوپنی آواز میں کہا۔

”کیا ہوا...؟“ مریانا نے پوچھا۔ ڈرتے ڈرتے دروازے کے قریب آکھڑی ہوئی تھی۔
”آءی... میں تمہیں دکھاؤں کہ یہ کتنی قدیم نسل ہے!“ عمران نے مضمکہ اڑانے کے سے
انداز میں کہا۔

”لک... کیا مر گئے؟“

”نہیں... ابھی تو سانس لے رہے ہیں۔ اُس کلوٹے کو بھی بلاو!“

اور وہ کلوٹا بڑی مشکل سے باہر نکلا تھا۔ ان دونوں کو اس حال میں دیکھ کر بااکل کسی بندر کے
سے انداز میں اچھلنے کو دنے لگا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اُس کی سمجھ میں ہی نہ آ رہا ہو کہ اس موقع پر اسے
کیا کرنا چاہئے۔

”ختم کرو...؟“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”ادھر آؤ...!“

”لیکن تم نے انہیں مارا کیسے؟“ وہ دور ہی سے بولا۔

”میں اسی طرح مارتا ہوں کہ پنچے والوں کو بھی پتا نہیں چلتا!“

مریانا قریب آگئی تھی۔ عمران جھک کر ایک رخنی کا چہرہ ٹوٹنے لگا۔ پھر گردن کے پیچے ہاتھ
ڈال کر کوئی چیز پکڑی تھی اور زور سے جھکا دیا تھا۔ بے ہوش جنگلی کے چہرے سے ایک ناف سا اترتا
چلا آیا اور اس غلاف کے پیچے سے اچھی بھلی شکل بکل آئی لیکن یہ کسی سفید فام آدمی کا چہرہ تھا۔

”کیا خیال ہے!“ عمران نے مریانا سے پوچھا۔

”خدا کی پناہ... ماسک... تت... تو یہ سب ڈھونگ تھا!“

”ہر شخص ما قبل تاریخ کا آدمی ہے۔ کیونکہ ہر شخص اپنے مقصد کے حصول کے لئے درندہ بن
سکتا ہے۔ آؤ تم بھی دیکھ لو...!“ عمران نے بلاول باز کی طرف ہاتھ ہلا کر کہا۔

لیکن وہ اس کی طرف آنے کی بجائے دوسرے آدمی کے چہرے سے ماسک اتارنے لگا تھا۔
بھر اس نے کسی نامعلوم آدمی کو گندی گندی گالیاں دی تھیں۔ بہر حال دونوں ہی بھر و پیٹی ثابت
ہوئے تھے۔

”چاندیں میرے ساتھی کا کیا بنا...!“ بلاول نے ہانپتے ہوئے کہا۔

”ابھی دیکھئے لیتے ہیں۔!“

”کہنیں یہ اٹھ کر بھاگ نہ جائیں!“ مریانا بولی۔

”مشکل ہی ہے۔ ایک کا جبراٹھ گیا ہے اور دوسرے کی گردن کی بڑی پر ضرب شدید آئی۔“

ہاں وہی ہے..... اُس پر جزا بار لعنت لیکن کیا اس کی لاش بے گور و کفن پڑی رہے گی!۔!

”فِي الْحَالِ أَسَّى يَوْنَبِي رَبِّنَدَه!“

”نہیں.... میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا!۔!

”خیر.... خیر.... ابھی تو واپس چلو!۔!

وہ پھر بہت کی طرف چل پڑے اور قریب پہنچ کر اُس زخمی کو جان کنی میں بتلا دیکھا جس کی گردان کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ اُس کا جسم رہ رہ کر جھٹکے لے رہا تھا۔ پھر تھوڑی ہی دیر بعد وہ ٹھٹھا پڑ گیا۔ دوسرا سے کے منہ سے خون بہہ رہا تھا اور قرآن سے نہیں معلوم ہوتا تھا کہ جلد ہی ہوش میں آئے گا۔

”اور تمہارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے!۔“ مریانا عمران کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

”زیادہ اچھا خیال نہیں ہے!۔“ عمران لاپرواہی سے بولا۔

”اے بھی ختم کئے دیتا ہوں!۔“ بلاول دوسرا سے زخمی کی طرف بڑھا۔

”نہیں!....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔

”انہوں نے میرے ساتھی کو کتنی بے دردی سے مارا تھا!۔“

”مجھے مر عوب کرنے کے لئے انہیں اس قسم کی ہدایت ملی ہو گی جس طرح تم باس کا حکم ملتے ہو۔ اُسی طرح یہ بھی مانتے تھے!۔“

بلاول کراہت سے میں پر تھوک کر بولا۔ ”لعنت ہے ایسے باس پر!....!“

”ہم دو وقت کی روئیوں کے لئے اسی طرح خوار ہوتے رہتے ہیں۔ آدمیت کی سطح سے گرتے رہتے ہیں!۔“

بلاول کچھ نہ بولا۔

”واپسی کی سوچو!.... ورنہ کہیں اور کوئی مصیبت نہ نازل ہو جائے!۔“ مریانا بولی۔

”میں اب اس شخص سے کچھ بھی نہیں کہوں گا!۔“ عمران نے بلاول کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”بے فکر ہو!.... اب میں تمہیں واپس لے چلوں گا۔ لیکن اپنے ساتھی کی لاش یہاں نہیں چھوڑوں گا۔ سب کچھ سمجھ چکا ہوں!۔“

”لیا کچھ چکے ہو!۔“

”یہاں ایسے لوگ رکھے جاتے ہیں جن سے کسی قسم کا اعتراف کرنا ہوتا ہے۔ اب تک کئی افراد کو ہم دیکھے چکے ہیں۔ وہ یہاں آتے تھے اور آدم خوروں کے خوف سے سب کچھ اگلے دیتے بولا۔“ سب سے بڑا درندہ وہ ہے جس کے لئے کام کر رہے ہو!۔“

ہے۔ ہوش میں آئے بھی تو اپنی جگہ سے مل بھی نہیں سکیں گے!۔“

”اب میں سمجھا!.... خدا تمہیں غارت کرے!۔“ بلاول بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”تم تمہر کہہ رہے تھے!۔“

”کیا ٹھیک کہہ رہا تھا!۔“

”یہیں کہ میرے پاس کو جمارے مرنے جیسے کی پرواد نہیں ہو سکتی۔ چلو خدا کے لئے بیڑ ساتھ چلو!.... میں دیکھوں کہ اُس بیچارے پر کیا گزری!۔“

”اگر راستے میں کچھ اور بھی مل گے....؟“

”میں نے ان دونوں کے علاوہ کبھی اور کسی کو غمیں دیکھا!۔“

”سچ بولنا کیوں شروع کر دیا ہے!۔“

”اگر یہ دونوں واقعی جنگلی ہی ہوتے تو ہر گز سچ نہ بولتا۔ اب پوری بات میری سمجھ میں آگئی ہے!۔“

”اچھا چلو دیکھیں تمہارے ساتھی کو بھی!۔“ عمران بولا اور مریانا کی طرف مز کر کہا۔ ”میں ٹھہر و تو بہتر ہے!۔“

”ہر گز نہیں!.... میں ساتھ چلوں گی!۔“

”بڑی مشکل ہے!۔“ عمران ٹھٹھی سانس لے کر بولا۔ ”خیر چلو!۔“

چڑھائی پر ایک جگہ رک کر بلاول چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ ”میں ان سے لمبیا ہوں تھی اور یہیں وہ گرا تھا!۔“

”وہ ادھر دیکھو!.... خون کی لکیر!۔“ عمران نے بائیں جانب اشارہ کیا۔ بلاول بھک کر، لیکھنے لگا۔

”شاید اسے یہاں سے گھیٹ کر لے جایا گیا ہے۔ وہ دیکھو!.... وہ ادھر خون کا دھبہ... ہم دوسری لکیر۔ یہ لکیر ذرا بھی ہے۔ بن اسی نشان کے ساتھ چلتے رہو!۔“

”خداوند!....!“ اچانک بلاول رک گیا۔

وہ آنکھیں چھڑائے اپنے ساتھی کی لاش کو دیکھے جا رہا تھا۔ جو سامنے والے گڑھے میں اونٹ پڑی تھی۔ عمران نے گڑھے میں اُنکر سیدھا کیا اور بغل شوٹ لے لگا۔ پھر بلاول کی طرف دیکھ کر کہا۔

کو ماں یو سانہ انداز میں جنمیں دی۔

بلاول زور زور سے روٹا اور گالیاں بکتا رہا۔

”صبر کرو!.... اب اس سے کیا فائدہ!۔“ عمران اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر نرم ہجھتے

بولا۔ ”سب سے بڑا درندہ وہ ہے جس کے لئے کام کر رہے ہو!۔“

تھے اور پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مجھ پر یا میرے ساتھی پر حملہ ہوا ہو!“
”وہ جانتا ہے کہ میں بہت سخت جان ہوں... لہذا میرے خوف میں اضافہ کرنے کے سر
یہ ڈرامہ بھی کرنا پڑا!“

”تم اسے ڈرامہ کہتے ہو!“ بلاول آنکھیں چھاڑ کر بولا۔ ”ارے میرا ایک ساتھی مارڈالا یا۔“
”تمہارے سگ دل باس کے لئے یہ حادثہ ایک ڈرامے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ عالم یا
بھی کوئی سفید فام ہی ہو گا!“

”ہاں... دہ سفید فام ہی ہے۔ وان بروف سور کا پچھہ!“
”وان بروف....!“ مریانا چھل پڑی۔

”ہاں وان بروف.... کیا تم اسے جانتی ہو!“
”ساجد پٹریں کا جزل شجر....!“
”ہاں وہی....!“

مریانا دونوں ہاتھوں سے سر قائم کرہت کی دیوار سے جاگی اور بلاول نے سوالیہ نظر وہ س
عمران کی طرف دیکھا۔

”اس کا مالاگتا ہے!“ عمران نے اردو میں کہا۔ ”نہر حال تم میں سے ایک ہی کو ما جانا تھا کہ
تم بھاگ کر مجھ تک پہنچو اور میں بوکھلا کر تمہیں وہ بات بتاؤں جسے معلوم کرنے کے لئے مجھے
یہاں بھیجا گیا تھا!“

”میرا بھی تبی خیال ہے!“
”اُف فوہ.... کیوں دیر کر رہے ہو... نکل چلو یہاں سے!“ مریانا بولی۔
”اگر یہ وان بروف کی کوئی رشتہ دار ہے تو میں پہلے اسی کو کیوں نہ ختم کر دوں!“ بلاول نے
اردو میں کہا۔

”ہر گز نہیں.... کیونکہ یہ میرے ساتھ ہے.... اور ہم دونوں پر یکساں عذاب نازل ہا
ہے۔ اگر وہ اس کا دوست ہو تو یہ یہاں میرے ساتھ کیسے نظر آتی!“
”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں!“

”اگر میرا ساتھ دیتے تو وہی پر مارڈا لے جاؤ گے!“
”میرا بھی تبی خیال ہے لیکن تمہارا ساتھ دینے سے کیا فائدہ تم تو خود بھی بے اس ہو رہے ہو۔“
”یہاں سے نکل کر ہی بتا سکوں گا کہ میں کیا کر سکتا ہوں!“

”تم آپر کچھ کر سکتے ہو تے تو یہاں کیوں نظر آتے!“ بلاول نے تلخ لمحے میں کہا۔

”آخر تم چاہتے کیا ہو...!“ عمران اسے گھوڑا ہوا بولا۔

”میری سمجھ میں نہیں آ رہا!“ وہ دونوں ہاتھوں سے سر قائم کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں اس زخمی
کے بیم میں جنس ہوئی جس کا جبڑا اٹوٹ گیا تھا۔ پھر وہ چنگھاڑا تاہو والٹھ بیٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔
”چلو اندر چلو...!“ عمران نے مریانا کا بازو پکڑ کر کہا۔ اور وہ بڑی تیزی سے دروازے کی
طرف گھوم لگی پھر اندر پہنچ کر بولی۔ ”آخر تمہیں ہوا کیا ہے۔ یہاں سے نکل جانے میں جلدی
کرنے کی بجائے ادھر ادھر کی باتوں میں الجھ کر رہے گے ہو۔!“

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ زخمی کی جیخیں تیز ہو گئیں اور ساتھ ہی دھماکہ ہم کی آوازیں بھی
آن لگیں۔

”یہ.... یہ کیا ہونے لگا!“ مریانا دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ لیکن عمران نے اس
کا بازو پکڑ لیا اور آہستہ سے بولا۔ ”اپنے کام سے کام روکو!“

”مگر.... کیا مطلب....؟“

”ہاں تو تم کیا کہہ رہی تھیں۔!“ عمران نے پوچھا اور پھر اپاٹک سننا چھا گیا۔ نہ زخمی کی جیخیں
تلخائی دے رہی تھیں اور نہ دھماکہ ہم کی آوازیں۔

”یعنی کہ.... یعنی کہ....!“ مریانا عمران کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

”سب ٹھیک ہے۔!“ عمران نے کہا اور دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

بلاول ہاتھا ہوا اندر آیا اور آرام کر سی پر گر پڑا۔ مریانا نے خوف زدہ نظروں سے عمران کی
ٹلنگ دیکھا اور پھر بلاول کی طرف متوجہ ہو گئی۔

”اُس کے لئے ایک گلاس بناؤ...!“ عمران نے مریانا سے کہا۔
”مگر.... کیا اس نے دوسرا کو بھی ختم کر دیا!“

”اور نہیں تو کیا اس کی مرہم پڑی کرتا!“ بلاول چھاڑ کھانے والے لمحے میں بولا۔

”میں کچھ گئی۔!“ اس نے عمران کا شانہ جھبھوڑ کر کہا۔ ”تم اسی لئے اندر آگئے تھے کہ وہ اسے
خون کر دے!“

”اُس کا پہاڑا تی معاملہ تھا.... مجھے کیا....؟“

”تم بھی درندے ہو...!“

”چونکہ وہ حققتاً قبل تاریخ کی کسی نسل کا کوئی فرد نہیں تھا بلکہ تمہاری اپنی نسل سے تعلق

”اور میرے ساتھی کی لاش کا کیا بنے گا!“
”میرا مشورہ ہے کہ اُسے بیسیں دفن کر دیا جائے... ورنہ ہو سکتا ہے کہ تم لاش سمیت خود کو ان کی نظروں سے پوشیدہ نہ رکھ سکو!“

”ہاں میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔!“

”اور دونوں لاشوں کو بیسیں جھوپڑے میں چھوڑ جائیں گے۔!
وہ کچھ نہ بولا۔



بوزف نے فون پر بلیک زیرو کو اطلاع دی۔ ”میں نے اُسے تلاش کر لیا ہے مسٹر طاہر۔!“

”کہاں ہے....؟“

”فون پر یوروز لمیڈن کے لئے کام کرتا ہے۔ نگانا اس کا نام ہے۔ اب تک اس کی بھیاں بھی توڑ پکوئی نہیں پھر سوچا کہ پہلے تمہیں آگاہ کر دوں۔!“

”تم نے بہت اچھا کیا۔! بلیک زیرو طویل سانس لے کر بولا۔ ”تم کہاں سے بول رہے ہو۔!
”موبارکے جزیرے سے... وہ کمپنی کے ایک فنگ ٹرالر پر کام کرتا ہے.... اور یہ ٹرالر موبارکے سامن پر لنگر انداز ہے۔!“

”میرے آدمی تم سے کس جگہ ملیں۔!“

”سامن پر مونا کو بارہے۔ وہیں سے میں ٹرالر پر نظر رکھے ہوئے ہوں۔!
لبس گرانی ہی کرتے رہو۔ چھینچ چھاڑ مت کرنا۔!“

”میرا خون کھول رہا ہے۔ مسٹر طاہر۔!“

”خود کو قابو میں رکھو۔... ورنہ کھلیل گزار جائے گا۔!“

”آڑ کر دے گے کیا۔!“

”اُسے چپ چاپ اٹھایتا ہے۔!“

”میں کچھ گیا۔!“

بلیک زیرو نے رابطہ منقطع کر کے ایکس ٹوکے ماتخوں کو چوکس کرنا شروع کیا۔ اس کی ایکس کے مطابق صدر کو بوزف سے رابطہ قائم کر کے اپنے تین ساھیوں سمیت نگانا کی گرانی کرنی تھی اور موقع ملئے ہی اٹھا کر سائیکلو میشن پہنچا دینا تھا۔

رکھتا تھا اس لئے تم مجھے درندہ کہہ رہی ہو۔ آدمیت کا معیار بھی رنگ و نسل کی نذر ہو گیا اب خدا کی پناہ۔!

”میں یہ نہیں کہہ رہی۔!“

”پھر کیا کہنا چاہتی ہو۔!“

”کچھ نہیں.... میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آرہا۔ اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔!“ کہتی ہوئی بیٹھ کی طرف چلی گئی۔ عمران تھوڑی دیر خاموش رہ کر بلاول سے بولا۔ ”تم کچھ پر سکون ہو یا نہیں۔“

”اب سکون کا کیا سوال....!“ اس نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”واجہی پر شاندیں میں بھی نہ نہ رہوں.... وان بروف مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔!“

”وان بروف تمہاری گرد کو بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ بس کسی طرح جزیرہ موبارکی طرف اُپر چلو۔ وہاں سے چارچ میرے ہاتھ میں ہو گا اور پھر تم وان بروف کا حشر دیکھ او گے۔!“

بلاول کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بلاول کے لئے شراب کا گلاس لے آئی۔ عمران نے کام اُس کے ہاتھ سے لے کر بلاول سے کہا۔ ”یہ لو طبیعت سنجل جائے گی۔!“ ساتھ ہی اُس نے مریانا کو دوسرے کمرے میں چلے جانے کا اشتارہ کیا تھا۔ اس نے بے چوں وچار تعلیم کی۔

بلاول نے جنم جنم کے پیاسے کی طرح گلاس خالی کر دیا اور عمران کا شکریہ ادا کر کے بولا۔ ”کہتا ہے کہ وہ اسرار قتوں کا مالک ہے۔ لیکن میں نے سب کچھ دیکھ لیا۔!“

”کون کہتا ہے۔!“

”وان بروف... کہتا تھا کہ وہ آدم خور اسکے تنجیر کر دہ ہیں۔ جب چاہے وہ کچوؤں کی طرز بے ضرر ہو جائیں اور جب چاہے انہیں بے حد خوفناک بنا دے۔ لیکن بالآخر پول کھل گئی۔!
عمران کچھ نہ بولا اور کہتا ہے۔ ”آدم خوروں کا راز تم نے افشا کر دیا اور یہ دیکھو۔...!“ وہ بیسے ہاتھ ڈال کر کچھ نکالتا ہوا بولا۔ ”یہ گھاس کی اُس جھال کے نیچ سے برآمد ہوا تھا جو اُسے اپنی کمر کے گرد لپیٹ رکھی تھی۔!“

عمران اُسے ہاتھ میں لے کر دیکھنے لگا۔ یہ ایک پاکٹ سائز ٹرائنس میٹر تھا۔

”اُسی کے ذریعے وہ احکامات حاصل کر کے عمل کرتے تھے۔!“ بلاول نے کہا۔

”لیکن اب تم دیر کیوں کر رہے ہو۔ ہمیں موبارکی طرف نکل چلا چاہئے۔!“ عمران نے کہا۔

”تو تم میرے تحفظ کی ذمے داری لیتے ہو....?“

”حتی الامکان تمہیں پچانے کی کوشش کروں گا۔!“

مونا کو بار پہنچ کر جوزف سے ملاقات ہوئی۔ وہ بہت زیادہ پر جوش نظر آ رہا تھا۔

”وہ اس وقت بھی ٹرالر میں موجود ہے۔“ اس نے صدر کو اطلاع دی۔ صدر کے ملاوہ اور

کہیں بھی لگنگو نہیں کرتا تھا۔

”اس پر تو کوئی بھی سیاہ فام نہیں دکھائی دیتا۔!“ خاور بولا۔

”بہت دری سے اندر ہے۔!“

”ایام نے قریب سے دیکھا تھا۔!“

”یہارہ نج کر بچا س منٹ پر وہ سیمیں اسی بار میں بیٹھا پا رہا تھا۔ میں نے اسے بہت قریب سے

دیکھا تھا۔!“

”لہذا جب تک وہ دوبارہ یہاں نہیں آتا ہم اسے قریب سے نہیں دیکھ سکیں گے۔!“ خاور

مکار بولا۔

”جوزف نے اس کے لبجے میں پائے جانے والے طنز کو بڑی شدت سے محسوس کیا اور خون کے گونت پر کرہ گیا۔ لیکن اس نے صدر کی طرف شکایت آمیز نظروں سے ضرور دیکھا تھا۔

”جلدی کیا ہے.... دیکھی ہی لیں گے۔!“ صدر بولا۔

”لیکن ہم یہاں بینہ کر کیا کریں۔ ہم میں سے کوئی پیتا بھی نہیں۔!“ خاور نے کہا۔

”ووہ بھی مل جائے گا۔!“ جوزف نے چھتے ہوئے لبجے میں کہا۔

”سب خاور کی طرف دیکھ کر ہنس پڑے۔

”میں نے تم سے جواب نہیں مانگا تھا۔!“ خاور نے جوزف کو گھورتے ہوئے کہا۔

”ایام مجھے انہمار خیال کی آزادی سے محروم کر دیا جا ہے ہو مشر...؟“

”اپنے کام سے کام رکھو.... کو اس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔!“

”ہاں تو مشر صدر...!“ جوزف دوسری طرف مڑتا ہوا بولا۔ ”کیا تمہارا بھی یہی خیال ہے

کہ میں نے شاخت کرنے میں غلطی کی ہوگی۔!“

”تمہارے ساتھ وہ آدمی بھی موجود ہے جس نے اسے دیکھا تھا۔!“ صدر نے نعمانی کی طرف

نیک رکھا۔

”وہ بہت اچھی بات ہے۔!“ جوزف اٹھتا ہوا بولا۔ ”میں جا کر اُسے ذیک پر لانے کی کوشش

کرتا ہوں۔!

”میں بیٹھو...!“ صدر اُس کا ہاتھ پکڑ کر بیٹھا تھا ہوا بولا۔ ”اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم

صدر چوہاں، خاور اور نعمانی موبار کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کی لائچی مخصوص و نعمانی تھی۔ یعنی ضرورت پر اُسے جنگی کشتی کی حیثیت بھی دی جا سکتی تھی۔ طویل فاصلے کے رابطہوں، ٹرائس میز بھی اس پر نصب تھا۔

موبار پہنچ کر انہوں نے اپنی لائچی مونا کو بار سے قریباً دوڑھائی فرلانگ کے فاصلے پر اندازہ کی اور مونا کو بار کی طرف پل پڑے۔

”جوزف سے غلطی بھی ہو سکتی ہے۔!“ کیپٹن خاور نے کہا۔

”ای اُسی کو اسی خصوصیت سے نعمانی کو اس ٹیم میں شامل کیا ہے۔!“ صدر بولا۔

”تمدید کر سکیں گے۔!“

”کیوں بھی کیا تمہیں یقین ہے کہ تم تصدیق کر سکو گے۔!“ خاور نے نعمانی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

”اگر میں اپنی یادداشت کے سہارے اُس کی تصویر بنا سکتا ہوں تو شاخت بھی کر سکوں گا۔“

”انداز اکتنی دیرہ تمہاری نظروں میں رہا تھا۔!“ خاور نے پوچھا۔

”مجھے یاد نہیں۔!“

”کتنے فاصلے سے دیکھا تھا۔!“

”یہ بھی یاد نہیں۔!“ نعمانی نے ناخوش گوار لبجے میں کہا۔ ”لیکن تم کیا کہنا چاہتے ہو۔!“

”میں کہنا چاہتا ہوں بسا واقعات خواب بھی حقیقت معلوم ہوتے ہیں۔!“

”یعنی تمہارا مطلب ہے کہ میں نے کوئی خواب دیکھا تھا۔!“

”شاید... کیونکہ تمہارے بیان کے مطابق وہ ای بو لینس گاڑی سمندر میں غرق ہو گئی تھی۔“ وہ سیاہ قام آدمی اُس وقت اسی میں موجود تھا۔ پھر وہ جوزف کو جیتا جا کتام جاتا ہے۔!

”غائبًا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میرے ساتھ ہی ایسکی ٹو بھی پاگل ہو گیا ہے۔!“

”یارو... اس بحث سے کیا فائدہ...!“ صدر بول پڑا۔ ”جو کام ہمیں سونپا گیا ہے۔“

”صرف اُسی سے غرض ہونی چاہئے۔!“

”سرک کے کنارے کھڑے ہو کر راگبریوں پر بھوکنے اور جھپٹنے کو بھی کہا جا سکتا ہے۔!“

”ناخوش گوار لبجے میں بولا۔

”یار تم میں تو یہ کی جھلکیاں کیوں نظر آنے لگی ہیں۔!“ صدر ہنس کر بولا۔

”خاور کچھ کہنے کی وجہ سے نہ اسامنہ بناؤ کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔“

انتقام کر لیں گے۔ تمہاری کوشش اسے ہوشیار کر سکتی ہے۔!

"پارشا نکم تم سب بہک گئے ہو۔!" خاور ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"وہ دیکھو.... وہ رہا۔!" فتحنا جوزف بولا۔

وہ سب ٹرالر کی طرف متوجہ ہو گئے اور نعمانی نے کہا۔ "تم اسے قریب سے دیکھ پائے۔

لیکن اس فاصلے سے میں شاخت نہیں کر سکوں گا۔!"

"ٹھنتے ہوئے قریب پڑے جاؤ....!" صدر بولا۔

نعمانی انھوں نے ٹرالر کی طرف سے توجہ ہٹالی تھی۔ صدر نے دیکھ کر باکر از

جوس طلب کیا اور جوزف سے پوچھا کہ وہ کیا پائے گا۔

"میرے لئے ملک فیک لاو۔!" جوزف نے دیکھ رہا۔

"تم تکلف نہ کرو.... اپنے لئے وہی مٹکوا جو بینا چاہتے ہو۔!" صدر نے کہا۔

"شرفاء کے درمیان آنے میں وہاپن توہین محسوس کرے گی مسٹر۔ اسلئے ملک فیک ہی پڑھے۔"

خاور نے پھر اسے خونخوار نظروں سے دیکھا تھا لیکن کچھ بولا نہیں تھا۔!

وہ مشروبات سے شغل کرتے رہے۔ اتنے میں نعمانی واپس آگیا۔

"خدا کی قسم وہی ہے۔!" اس نے پر جوش لجھے میں کہا۔

وہ خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے اور نعمانی ہاتھ ہلاکر بولا۔

"لیکن شام کرال رسائل چھوڑ رہا ہے۔ لنگر اٹھایا جا رہا تھا۔!"

"تو پھر ہم یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہیں۔!" صدر اٹھتا ہوا بولا۔

وہ باہر نکلے اور اپنی لانچ کی طرف چل پڑے تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ ٹرالر نے ساحل چھوڑ دیا۔

"اس کے ڈائرکشن پر نظر رکھو....!" صدر نے کہا۔

بہت تیزی سے وہ اپنی لانچ کی طرف بڑھ رہے تھے اور خاور اس طرح بنتا جا رہا تھا جبکہ اپنے

ساتھیوں کو اول درجے کے احمد سعید رہا ہو۔

لانچ میں پہنچ کر اس نے کہا۔ "دیکھ لینا شرمندگی کے علاوہ اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔"

کوئی کچھ نہ بولا۔ ان کی لانچ بھی اب اُدھر ہی جا رہی تھی۔ بعدہ ٹرالر گیا تھا۔



عمران اور بلاول باز نے کھانے پینے کی اشیاء کے تھیلے اپنے کانڈھوں پر اٹھائے تھے اور سائل

ڈرنج چل پڑے تھے۔ مریانا نہری طرح خائف تھی۔ ہر چند کہ ما قبل تاریخ کے وحشیوں کا
راہنماء ہو چکا تھا لیکن پھر بھی اس کا دھڑکا تو گاہی ہوا تھا کہ کہیں ویسے ہی دوچار اور بھی موجود نہ
بول اور بے خبری میں حملہ نہ کر پڑھیں۔

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔!" بلاول چلتے چلتے بولا اور عمران نہر اسامنہ بنا کر رہ گیا۔
ساحل کی جانب والی ڈھلان سے آرتے وقت اس نے کہا۔ "تم وان بروف کی پر اسرار
نہیں کا ذکر کر رہے تھے۔!"

"ہاں... وہ کہتا ہے کہ اس کیلئے کام کرنے والوں کی کوئی حرکت اُس سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔!"

"ایسا کوئی شہادت تمہاری نظروں سے گزری ہے۔!"

"کیوں نہیں.... بارہا ایسا ہوا ہے کہ اس نے اپنے آدمیوں کو سزا میں دی ہیں۔ ایسا باتوں پر
کہ جن کا علم ان کے علاوہ اور کسی کو نہیں تھا۔!"

"کس قسم کی سزا میں۔!"

"ایسا سزا میں کہ وہ پھر کبھی نظر نہیں آئے۔!"

"کیا مطلب....!"

"انہیں متحرک چٹانوں پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔!"

"متحرک چٹانیں۔!" عمران کے لبھ میں حیرت تھی۔

"ہاں.... اُن چٹانوں کی صحیح پوزیشن کا اندازہ لگانا مشکل ہے کبھی نظر آتی ہیں اور کبھی غائب
چالی ہیں اور سب سے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جگہ بدلتی رہتی ہیں۔!"

"یا تمہارا ذہن قابو میں نہیں ہے....؟" عمران نے پوچھا۔

"کیوں....؟ نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔!"

"پھر یہ چٹانیں کہاں سے نکل پڑیں۔!"

"اُف وہ.... کیا تم میری باتوں میں بے ربطی محسوس کر رہے ہو۔!"

"بہت زیادہ کیونکہ تم نے یہی نہیں بتایا کہ یہ چٹانیں کہاں آگئی ہیں.... زمین پر یہیں یا فضا میں
بڑا کرتبی رہتی ہیں۔!"

"اُرے بھائی سمندر میں ہیں۔!"

"کس طرف....!"

"کس طرف....!"
کس طرف سے میں میل کے فاصلے پر میں نے انہیں ایک بار دیکھا تھا۔ پھر دوسری بار یہاں

اسی جزیرے کے قریب دھماکی دی تھیں!“

”اور سزا میں لوگ ان چناؤں پر پھکوادیے جاتے ہیں!“

”ہاں ایسا ہی ہوتا رہا ہے!“

وہ ساحل پر پہنچ کر موڑ بوث میں بیٹھ گئے اور بلاول نے ان دونوں سے کہا۔ ”تم دونوں بیٹھ سے باہر مت نکلا اور میں دن کے اجائے میں موبار کے ساحل پر نہیں جا سکوں گا!“

”تو اتنا وقت کہاں گزرے گا!“ عمران نے پوچھا۔

”تم اس کی فکر نہ کرو!“

”بہت اچھا...!“ عمران نے سعادت مندانہ انداز میں سر کو جبکش دے کر کہا اور مریمہ لے کر کیمین کے اندر چلا آیا۔

”موڑ بوث کے انہیں کا شور فضائیں گو نجتے لگا تھا۔ پھر وہ حرکت میں آگئی پچھہ دیر بعد انہیں شور کی قدر کم ہوا تو مریما نا آہتہ سے بوی۔ ”تم نے اس پر اس حد تک اعتماد کیے کر لیا۔“

”تو پھر کیا کرتا!“

”میرا مطلب تھا کہ تم بھی کیمین میں کیوں آبیٹھے۔ پڑتے نہیں کس طرف لے جائے!“

”میا تمہیں اس کی باتوں پر یقین نہیں آیا!“ عمران نے پوچھا۔

”ہرگز نہیں.... میں تو سمجھتی ہوں کہ اس نے وان بروف کا نام بھی یونہی لے لیا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ لوگ وان بروف کو جانتے ہوں اور یہ بھی جانتے ہوں کہ میں وان بروف کے لئے کام کرتی ہوں!“

”پچھے بھی ہو.... وہ اپنے بات سے برگشتہ ہو چکا ہے!“

”یہ کس بناء پر کہہ رہے ہو!“

”اگر ایسا نہ ہو تو دوسراے زخمی کو اس بے دردی سے نہ مارڈالنا!“

”اس کا اڑاکنہ وہ تھہارے سر رکھ کر اپنے بات سے سر خود بھی ہو سکتا ہے۔ اسے دوسرا کہہ سکتا ہے کہ اس طرح تمہیں اس نے قابو میں رکھا اور فرار نہیں ہونے دیا!“

”اوہ.... اس وقت تو بے حد عقلمندی کی باتیں کر رہی ہو!“ عمران نے جرأت سے کہہ توڑی دیر تک پچھے سوچتا رہا پھر بولا۔ ”یقیناً ایسا بھی ہو سکتا ہے!“

”تمہاری گفتگو سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ جزیرے کا نام سختے ہی تم سمجھے گئے تھے کہ اپنے شہر سے کتنی دور ہو!“

”ہاں میں سمجھ گیا تھا...!“

”تو پھر کیوں نہ موڑ بوث پر تم خود قبضہ کرلو۔ کپاس کی مدد سے تم اپنے شہر کے ساحل تک پہنچ سکو گے!“

”ہاں یہ بھی ممکن ہے لیکن میں تو اس کے بات تک پہنچنا چاہتا ہوں۔ اپنے شہر کے ساحل کی پہنچ کر کیا کروں گا!“

”تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا!“

”اپنے شہر سے میں اکتا گیا ہوں!“

”آخر ہوتا تم بھی درندے ہی!“

”درندوں سے بچاؤ کی صرف یہی صورت ہے کہ آدمی خود بھی درندہ ہو جائے۔!“ عمران نے لہا اور کیمین سے اس حصے میں جھاکنے لگا جہاں بلاول بیٹھا موڑ بوث چلا رہا تھا۔

”تم پچھتا گے اگر میری بات نہیں سنو گے!“ مریما نا عقب سے بوی۔

”نجھے سوچنے دو.....!“ عمران نے بھجنجلہ کر کہا۔

ٹھیک اُسی وقت عمران نے اچانک بلاول کو موڑ بوث کا رخ بدلتے دیکھا۔ گویا جدھر سے چلتے چھڑاڑھری والیں ہو رہی تھیں۔ رخ اُتنی تیزی سے بدلا گیا تھا کہ مریما نا کھڑا کر عمران پر آگئی۔

”یہ کیا ہو رہا ہے.....!“ وہ خود کو سنبھالتی ہوئی بوی۔

”اُس نے تیزی سے کورس بدلا ہے اور شاندھم پھر اسی جزیرے کی طرف واپس ہو رہے ہیں!“

”تم نے دیکھا...!“

”مریماں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ بلاول کی آوار آئی۔“ میری کمپنی کا ایک فنگ نرال را ہر آرہا ہے۔!

”تو پھر کیا صورت ہو گی!“ عمران نے پوچھا۔

”میری کچھ میں کچھ نہیں آرہا!“

”تب پھر چارچوں مجھے دو اور تم کیمین میں آرام کرو!“

”نہیں مجھے مریمی جانا چاہئے.... کسی طرح بھی نہیں بیچ سکوں گا!“

”یہ قوٹی کی باتیں مت کرو میں باہر آ رہا ہوں تم کیمین میں آؤ!“

”لیکن تمہاری وجہ سے اور زیادہ جلدی مادرے جائیں گے۔ اگر انہوں نے تمہیں دیکھ لیا!“

”کیا پوری کمپنی وان بروف کے لئے کام کرتی ہے!“

”نہیں.... ہر روز اپنے اس کا ایک خاص آدمی ضرور ہوتا ہے۔!“

"اوہ... دیکھو شاہندہ ہوش میں آ رہا ہے! " مریانا بولی۔

تپال میں جنہش ہورہی تھی۔ اچانک بلاول نے ہاتھ مار کر تپال کا گوشہ اپنے چہرے سے ہٹا پا اور اس طرح آنکھیں پھاڑنے لگا جیسے وہ بینائی سے محروم ہو گیا ہو۔

"اس کے ہاتھ پیر باندھ دو.... ورنہ دشواری میں ڈالے گا! " مریانا نے کہا اور عمران سر کو جبکہ دے کر رہ گیا۔

اب موڑ بوث اُس جزیرے سے کسی قدر آگے نکل آئی تھی۔ دفتہ بلاول اٹھ بینھا اور خاموشی ہے عمران کو دیکھتا رہا۔ اُدھر عمران کا یہ عالم تھا جیسے اُس کی موجودگی کا احساس ہی نہ ہو۔

"ہم کدھر جا رہے ہیں! " کچھ دیر بعد بلاول نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"مرار کے آگے لیکن اُدھر سے ابھی تک کوئی ایسی حرکت نہیں ہوئی جس کی بناء پر یہ سمجھا جائے کہ ہم نظرے میں ہیں! "

ٹھیک اُسی وقت فائروں کی آوازیں سنائی دیں اور بلاول بوکھلا کر بولا۔ "دیکھا تم نے دیکھا! "

"آوازیں دوڑ کی ہیں۔ اچھی بات ہے اب تم پھر میری جگہ بیٹھو میں دیکھتا ہوں! "

"جہنم میں جائے! " بلاول نے کہا اور لیٹ کر تپال اپنے اوپر کھینچ لی۔

عمران نے بُرا سامنہ بن کر مریانا کی طرف دیکھا اور وہ شانے سکوڑ کر رہ گئی۔

"تم دیکھو وہ ٹرالر اب بھی نظر آ رہا ہے یا نہیں! " اُس نے مریانا سے کہا۔

"اگر گولی لگ گئی تو....! "

"اچھا تو تم میری جگہ بیٹھو... اتنا تو کر سکو گی! "

"میں موڑ بوث کو بینڈل کر سکتی ہوں! "

"تم نے اچھی خبر سنائی.... اب میں دیکھ لوں گا اور بلاول باز تم یونہی چکے پڑے رہو گے! "

"مجھے پریشان مت کرو....! " تپال کے نیچے سے آواز آئی۔ "مجھے نیند آ رہی ہے! "

"یہ اور بھی اچھا ہے! " عمران کہتا ہوا اٹھ گیا۔ مریانا نے اُس کی جگہ سنجھاں لی اور وہ بوث کے عینی حصے میں آیا۔

ٹرالر اور لانچ نظر نہیں آ رہے تھے لیکن فائروں کی آوازیں اب بھی سنائی دے رہی تھیں۔

عمران تھوڑی دیر تک کھڑا کچھ سوتا رہا پھر اگلے حصے کی طرف پلٹ آیا۔ لانچ یا ٹرالر کے نظر نہ آئے کا مطلب یہ تھا کہ وہ انہیں بہت پیچھے چھوڑ آیا ہے۔ لہذا وہ اپنی کشتی کو دوبارہ مختلف سمت میں اس طرح موڑ سکتا تھا کہ کسی سے بھی ٹکڑا کا خندش باقی نہ رہتا۔

عمران دوسرے ہی لمحے میں کیبن سے نکل کر سینے کے بل ریگتا ہوا بلاول کی طرف بیٹھا۔ قریب پہنچ کر اُس نے اُس کی گردان دیوچ لی۔ وہ نبڑی طرح مچلا لیکن پھر ذہیلا پڑ گیا۔ کیونکہ دباو گردان سے زیادہ بائیں شانے کی ایک رگ پر تھا۔

عمران نے اُسے ایک طرف ڈال کر اسٹیر گرگ خود سنجھاں لیا۔ پھر مریانا کو آواز دی۔

"آ جاؤ... کسی خاص احتیاط کی ضرورت نہیں ہے۔ اسکا مانع خراب ہو گیا تھا۔ ذر کے مارے! " وہ باہر نکل آئی اور بلاول کو ایک طرف پڑا دیکھ کر بولی۔ "بالآخر تمہیں وہی کرتا پڑا جو میں پہنچ کرہی تھی! "

"خواہ خواہ... ڈر رہا تھا۔ یہ ایک عام سی موڑ بوث ہے اور اس پر کوئی شناختی نشان یا کسی اوار۔ کانام بھی نہیں ہے۔ لیکن ٹھہر کیبن میں ایک تپال پڑا ہوا ہے۔ اٹھا لاؤ اور اس پر ڈال دو....! "

"وہ تو میں ڈال دوں گی لیکن تم ابھی تک اُسی بدے ہونے کو رس پر چل رہے ہو۔! "

"ہاں میں چاہتا ہوں کہ پیچھے والا ٹرالر آگے نکل جائے۔ پھر دوبارہ اسے راستے پر لگاؤں گا۔ پیچھے جا کر اندازہ لگاؤ کہ ہمارے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔! "

مریانا دوسری طرف چلی گئی اور عمران نے موڑ بوث کی رفتار برقرار رکھی۔ بھی بھی وہ بلاول کی طرف بھی دیکھ لیتا جس پر تپال پڑی ہوئی تھی۔ وہ پہلے ہی کی طرح بے حس، حرکت تھا۔

مریانا نے واپس آ کر اطلاع دی کہ محض ٹرالر ہی نہیں ہے بلکہ اُس سے کسی قدر فاصلے ایک لانچ بھی ادھر ہی آ رہی ہے۔

"کیا اتنا فاصلہ نہیں ہے کہ ہم ان سے مکارے بغیر اپنی کشتی پھر دوسری سمت موڑ لیں۔! "

"نہیں اتنا فاصلہ نہیں ہے۔ خواہ تم کتنا ہی بڑا دکڑہ کیوں نہ بناو مڑنے کے لئے کسی ایک سے ضرور مکاراوے گے۔! "

"تو پھر یہی مناسب ہو گا کہ آگے ہی بڑھتے رہیں۔! "

" حتیٰ کہ ایندھن ختم ہو جائے! " مریانا نظریہ لجھے میں بولی۔

"ایندھن کی فکر نہ کرو.... میں نے دیکھا ہے کیبن میں خاصاً تو ایندھن موجود ہے۔! " وہ کچھ نہ بولی۔ عمران نے موڑ بوث کی رفتار کچھ اور بڑھادی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اسی جزیرے کا ساحل نظر آئے لگا۔ جس سے وہ فرار ہوئے تھے۔

"کیا پھر بیٹیں رکو گے....؟ " مریانا نے پوچھا۔

"فی الحال آگے ہی بڑھتے رہنے کا رادہ ہے۔! "

”نکل چلو... تیزی سے نکل چلو...!“
 ”کیا اس موڑ بوث پر اسلخ موجود نہیں ہے۔!“
 ”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!“
 ”گویا تم دونوں کے تحفظ کا سرے سے کوئی انظام ہی نہیں تھا۔!“
 ”اس جزیرے کے قیدی نہتے کر کے یہاں بیٹھے جاتے ہیں۔ لہذا ہمارے لئے ان کی طرف کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔!“
 عمران نے بوٹ کو کچھ آگے بڑھا کر پھر جزیرے کی طرف موڑا اور ایسے کنارے کی طرف لے جانے لگا جہاں سے صرف لانچ نظر آ رہی تھی۔ مرا رہیں دکھائی دیتا تھا۔
 فائر گک کی آوازیں یہاں بھی پہنچ رہی تھیں۔ عمران نے انجمن بند کر کے لنگر کنارے پھینک دیا۔
 ”یہ کہاں روک رہے ہو۔!“ بلاول نے بوکھلا کر ترپال چہرے سے ہٹادی۔ مریانا بھی کیمین سے نکل آئی۔
 ”اوہ.... دیوانے یہ تم کیا کر رہے ہو....!“ وہ دانت میں کربوی۔
 ”ہمیں تم زندہ ہو....!“ عمران نے حیرت سے کہا اور دور میں انھا کر لانچ کا جائزہ لیتے گا۔ پنے ایک ایک ماٹھ کو پہچانا۔ وہ پوزیشن لئے فائر گک کر رہے تھے۔ پھر شاند جوزف کی نظر موڑ بوث پر پڑ گئی اور را نقل سنجھا لے اُس کی طرف پلٹ پڑا۔ لیکن قبل اس کے کہ فائر کرتا عمران نے زبان کے نیچے دو انگلیاں دے کر مخصوص انداز میں تیز سیٹی بجائی اور پھر اُس نے دیکھا کہ جوزف نے را نقل پھینک کر سمندر میں چھلانگ لگادی ہے ساتھ ہی اُس نے ہاتھ انھا کر اپنے ساتھیوں سے کچھ کہا بھی تھا۔
 ”وو یکھو....!“ مریانا مضر بانہ انداز میں بولی۔ ”وہ کالا آدمی تیر تا ہوا دھر ہی آ رہا ہے۔!
 ”لگ۔ کون کالا آدمی۔!“ بلاول بوکھلا ہٹ میں اٹھ کھڑا ہوا۔ جوزف پانی پر لمبے لمبے ہاتھ ”تباہی تیزی سے بڑھا آ رہا تھا۔
 ”آف.... فوہ....!“ بلاول بڑا لیا۔ ”اب مارے گئے۔ لیکن اگر وہ اس لانچ سے کودا ہے تو اُسے زرا کہاں ہے۔!
 ”چپ چاپ بیٹھ جاؤ...!“ عمران غریبا۔
 ”اُس۔!... جوزف کسی قدر قریب پہنچ کر چینا۔
 ”ہاں پھینک ہے چلے آؤ۔!“ عمران نے ہاتھ ہلا کر کہا۔

”اب ہٹ جاؤ۔!“ عمران نے مریانا سے کہا اور اُس کے ہٹتے ہی خود اسٹریٹ گ سنجھاں لیا۔ لمبا چکر لے کر اس نے کشی موزی تھی۔ مریانا کی نظر بلاول پر جسی ہوئی تھی اُس نے عمران کے کان میں کہا۔ ”عجیب آدمی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے کچھ سورہ رہا۔!“
 عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور بدستور سامنے ہی نظر جما۔ رہا۔
 فائر گک کی آوازیں لختہ پر لختہ قریب ہوئی جا رہی تھیں۔
 ”یہ کہدھر جا رہے ہو....؟“ دفعتاً مریانا اُس کا شانہ جھنجھوڑ کر بولی۔
 ”موت کے منہ میں تمہیں کوئی اعتراض ہے۔!“ عمران نے کہا۔
 ”ہاں مجھے اعتراض ہے۔!“
 ”تو سمندر میں چھلانگ لگادو۔... مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔!“
 ”تم کیسی باتیں کر رہے ہو....؟“
 ”مجھے تو دھر ہی جانا ہے۔ ہر حال میں جاؤں گا۔ تم کیمین میں جا کر پیٹ کے بل لیت جاؤ۔“
 اس نے ایسا ہی منہ بتایا تھا جیسے کہہ رہی ہو۔ ”جنہم میں جاؤ۔!“ اور کیمین میں چلی گئی تھی۔
 ”بھائی یہ فائر گک کی آوازیں کیسی ہیں۔!“ بلاول نے ترپال سے منہ نکالے بغیر پوچھا۔
 ”بھائی تم بھی چپ چاپ پڑے رہو۔ ورنہ انھا کر پانی میں پھینک دوں گا۔!“
 ”مجھے لا علم نہ رکھو۔... درستہ مارے جاؤ گے۔!“ بلاول نے کہا۔
 ”ترپال کے نیچے پہنچتے پہنچتے خریں باسی ہو جائیں گی۔ اس لئے کوئی فائدہ نہیں۔!
 جزیرے کا ساحل نظر آنے لگا تھا۔ عمران نے کشی کچھ اور کاشی تاکہ ساحل کے سامنے سے گزرتے وقت فاصلہ زیادہ رہ رہے۔
 اور پھر اُس نے دیکھا کہ لانچ اور مرا ر کے درمیان فائر گک ہو رہی تھی۔ دونوں ہی کسی قدر فاصلے سے ساحل پر لنگر انداز تھے۔ عمران نے اسٹریٹ گ کے نیچے رکھی ہوئی دور میں انھائیں۔ ساحل کی طرف دیکھنے لگا۔ پہلے مرا ر کو فوس میں لیا تھا۔ پھر لانچ کی طرف دور میں گھماتے ہی اچھل پڑا کیونکہ لانچ اُسی کے مچکے کی تھی۔
 ”کیوں بھائی کیا تھا ہے۔!“ دفعتاً بلاول نے پھر سوال کیا۔
 ”تمہارے فشنگ مرا ر اور ایک لانچ کے درمیان فائر گک ہو رہی ہے۔!
 ”میا کشمکش کی لانچ ہے۔!
 ”پتا نہیں....!“

"ست.... تو تم.... اُسے جانتے ہو! "مریانا بولی۔

"میرا باڑی گارڈ ہے اور اس لائچ پر میرے ہی آدمی ہیں! "

"تم نے پہلے کوں نہیں بتایا تھا! "بلاول ہنس پر الکن عجیب خوف زدہ سی نہیں تھی۔

جوزف بوٹ پر چڑھ آیا اور عمران کے سامنے دوز انو بیٹھ کر اُس کے دونوں ہاتھ پکڑے۔

انہیں چونے لگا۔ آنکھوں سے لگانے لگا۔ پھر بولا۔ "وہ سادے جھیٹ سیکی کہہ رہے تھے باس کرنا۔

ایبولینس گاڑی سمیت غرق ہو گئے لیکن مجھے یقین نہیں تھا۔ پھر میں نے اُس کا لے کو تلاش کیا۔

ایبولینس گاڑی میں تمہارے ساتھ تھا! "

جوزف نے جلدی جلدی پوری کہانی دہرائی تھی.... اور بلاول پر تشویش انداز میں سر بلاؤ بولا۔ "بے شک نگانا ہی ہو گا۔ وان بروف کے بے حد خاص آدمیوں میں سے اور ہم سبے زیادہ جانتا ہے! "

دفتار لائچ سے مائیک پر کہا گیا۔ "بہتر یہی ہے کہ تم نہیں ہو کر ساحل پر اتر جاؤ۔ ورنہ ہمارے پار ہلکی توپ بھی ہے۔ ٹرالر کے پر چھے اڑ جائیں گے۔ دس تک گئے کے بعد ہم توپ سے فائز کریں گے۔ ایک.... دو.... تین.... چار.... پانچ.... چھ.... سات.... آٹھ.... نو.... دس! "

اور پھر سننا چھا گیا۔

"کیا ہو رہا ہے.... یہ کیا ہو رہا ہے! "مریانا کلپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"بے فکر ہو جاؤ.... میرے ساتھیوں نے انہیں قابو میں کر لیا ہے! "عمران نے کہا۔

جوزف سے بولا۔ "دیکھو کیا پوزیشن ہے! "

"تم اس پر خوش ہو رہے ہو کہ تمہارے ساتھیوں نے ان پر قابو پالیا ہے! "بلاول نے مظظر بانہ انداز میں کہا۔

"لیا مجھے خوش نہ ہونا چاہئے! "

"انہوں نے ٹرالر سے خطرے کا گنگل دے دیا ہو گا اور اسے نوٹ کرو کہ تم لوگ کسی بڑی دشواری میں پڑنے والے ہو! "

"ہو سکتا ہے! "عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

"ارے تم تو تکل چلو.... تمہارے ساتھی بعد میں آتے رہیں گے! "مریانا بولی۔

عمران نے لنگر اٹھایا اور آؤٹ بورڈ پر اسٹار ٹرکا بن دیا تھا ہوا مریانا سے بولا۔ "اب رات ان جزیرے پر برس ہو گی۔" موڑ بوٹ کو اپنے مکمل کی لائچ کی طرف بڑھا لے گیا۔

دوسری طرف فنگ ٹرالر کے لوگ نہیں ہو کر ساحل پر اتر گئے تھے اور عمران کے ساتھیوں نے انہیں باندھ لیا تھا۔ وہ تعداد میں آٹھ تھے۔ جن میں نگانا بھی شامل تھا۔... اور وہ سب مسلسل پہنچ جا رہے تھے کہ آخر ان کا قصور کیا ہے اور وہ کون ہیں اور کس استحقاق کی بنا پر انہوں نے ان کے ساتھ ایسا برنا تو کیا ہے۔

نیک اُسی وقت عمران کی بوٹ وہاں پہنچ گئی اور اس پر نظر پڑتے ہی نگانا کے چہرے پر ہوا یہاں اونے گئی۔

مریانا نے اس کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ہاں یہی تھا! "

"یا مطلب.... میں نہیں سمجھا تم کیا کہہ رہی ہو۔ میں نہیں جانتا تم کون ہو! "نگانا نے دیر بخ کی کوشش کی۔

"میں تمہیں نہیں بھول سکتی۔ تم ہی نے اس پر ایک بوڑھے مریض کا میک اپ کیا تھا! "مریانا نے عمران کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"تمہاری یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آئی! "نگانا نے حرمت ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

نعمانی بھی مریانا کو دیکھتا تھا اور کبھی نگانا کو۔

نیک اُسی وقت انہیں بھول سکتی۔ کی آواز آئی اور وہ چونک کر مڑے بلاول باز نے موڑ بوٹ کا لنگر اٹھا دیا تھا اور جتنی دیر میں عمران اس تک پہنچتا ہو تیر کی طرح کھلے سمندر میں نکلی چل گئ۔ غلطی عمران ہی سے سرزد ہوئی تھی کہ اُس نے بلاول کو موڑ بوٹ میں تھا جھوڑ دیا تھا۔

"لیاں لائچ میں اُس کا تعاقب کروں باس....! "جوزف نے عمران سے پوچھا۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ وہ آزادی سے مرنا چاہتا ہے۔ لیکن اب ہمیں یہاں نہیں ٹھہرنا چاہئے۔ صرف نگانا کو ساتھ لے چلو.... بقیے لوگوں کو یہیں باندھ کر ڈال دو! "

"اور تمہاری گاڑی کا کیا ہو گا۔ وہ بھی تو یہیں ہے غالباً اُس طرف....! "مریانا نے مشرق کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"آسے بھی یہیں چھوڑو.... پھر دیکھا جائے گا! "

کچھ دیر بعد لائچ وہاں سے روانہ ہو گئی۔ اسی دوران میں نعمانی عمران کو اس کے اغوا کی اسلامان سناتا رہا تھا۔

"جمیں یقین ہے کہ وہ ایبولینس گاڑی غرق ہو گئی تھی....؟" عمران نے سوال کیا۔

"اُسی طرح جیسے اس پر یقین ہے کہ اس وقت تم سے گفتگو کر رہا ہوں! "

عمران نے مریانا کی طرف دیکھا۔

”میں کیا بتاؤں... مجھے بھی انہوں نے راستے ہی میں بے ہوش کر دیا تھا۔ تمہیں بتاچکل بول۔“

”اب تم اپنی زبان کھولو....!“ عمران نگاتا کی طرف مز کر بولا۔

اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور وہ فرش پر دوز انو بیٹھا ہوا تھا۔

”میں کیا بولوں میری سمجھی میں نہیں آرہیں تمہاری بتائیں!“

”تم کس کے لئے کام کرتے ہو....!“

”سی فورڈ پر یزرورز لمبیٹڈ کا ملازم ہوں۔!“

”وہ تو دکھاوے کا پیشہ ہے اصل میں کس کے لئے کام کرتے ہو۔!“

”اس کے علاوہ اور کسی کے لئے کام نہیں کرتا۔!“

”تمہارے خلاف دشادہ موجود ہیں۔!“

”میں سمجھا....!“ وہ سر ہلا کر بولا۔ ”مجھے کسی مقدمے میں پہنچنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

میں ان دونوں میں سے کسی کو بھی نہیں جانتا۔!“

”یہ جھوٹا ہے.... پہلے یہی آیا تھا.... میرے کمرے میں۔!“ مریانا پر ٹھیک کر بولی۔

”آخر تم لوگ ہو کون....!“ نگاتا آنکھیں نکال کر بولا۔

”اوہو.... تو واقعی تم مجھے نہیں پہچانتے۔!“ عمران مسکرا کر بولا۔

”میں اب تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ پتا نہیں تم لوگ کون ہو اور مجھے نے یا

چاہتے ہو۔!“

”اُس کا نکل جانا پھا نہیں ہوا بس....!“ جوزف آہستہ سے بولا۔ ”بے حد افسوس ہوا۔“

”فکر مت کرو۔“

کیپٹن خاور عمران کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ”بے حد افسوس ہوا۔“

”مجھے زندہ دیکھ کر....؟“ عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

”لڑکی دلاؤ زین ہے۔!“ چوہاں نے کہا۔

”شکریہ....!“ عمران نے اُس کی طرف مز کر با میں آنکھ دبائی۔

”لیکن اس بھوت کا کیا کریں....!“ صدر نے نگاتا کی طرف دیکھ کر کہا۔

”تمہارا مہمان رہے گا۔!“ عمران نے کہا اور پھر مریانا سے بولا۔ ”تم تو اپنے بیان پر قائم رہو۔!“

”وان بروف کے بارے میں ہتنا جانتی ہوں تھیں بتاچکل ہوں اور یقین کرو کہ اسے کہا

بیہ مرطے پر انحراف نہیں کروں گی۔!“

ہذا نے تھر آلو نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ ہونٹ سختی سے بھینچ ہوئے تھے۔ ایسا معلوم

ہوا چیز اگرہا تھے کھلے ہوتے تو بے اختیار اُس پر جھپٹ پڑتا۔

”ماری گئی بیچاری....!“ خاور محدثی سانس لے کر اردو میں بولا۔

”تفن تمہارے ذمے....!“ عمران نے کہا۔

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم میں یہ عورتیں کیا دیکھتیں ہیں۔!“ خاور نے نہایت سنجیدگی

بے ہال کیا۔

”کلی پہنچنے.... لیکن تم اس پر یثانی میں کیوں بنتا ہو گئے ہو۔!“

”اس لئے کہ ہمیں خواہ خواہ دوڑھوپ کرنی پڑی ہے۔!“

دفعہ لاول والی موڑ بوث پھر نظر آئی۔ جدھر گئی تھی ادھر سے پھر اُسی سمت پلٹ آئی جس

ٹف لائچ جا رہی تھی۔ وہ باتھ ہلا ہلا کر کچھ کہہ بھی رہا تھا۔

فلٹا گاہ نے قہقهہ لگایا لیکن عمران اُس کی طرف توجہ دیئے بغیر مائیک کی طرف جھپٹا اور جلدی

بلدی کئے گا۔ ”ٹھہر و.... ٹھہر جاؤ.... بلاول اسی میں تمہاری بھلانی ہے تم نے دیکھا کہ

میں تمہارے پیچھے نہیں آئے تھے... ٹھہر و.... بلاول لائچ پر آ جاؤ.... موڑ بوث چھوڑ و....!“

لیکن بلاول نے ایک نہ سنی۔ نگاتا قہقہے لگا تارہا۔ عمران نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر مائیک

روک دیا۔

”ٹائم کم پر بہت زیادہ بد حواسی طاری ہے۔!“ خاور نے ہنس کر کہا۔

”یہ ٹھنڈھ مفت میں مارا جائے گا۔!“ عمران بولا۔

موڑ بوث لائچ سے آگے نکل کر نظروں سے او جھل ہو چکی تھی۔



بلاول پر بد حواسی طاری تھی۔ اُس نے کشی اُسی سمت موزلی تھی جدھر لائچ جا رہی تھی اور ہاتھ

بلاول کر کہا تھا۔ ”بھاگو.... اپنی جانیں بچا جا۔!“ وہ کشی کو لائچ سے آگے نکال لے گیا تھا۔ لیکن

ٹھوپ بھور دیکی تھیں اس نے سلیمندر پر بھر کر اپنی راہ میں حائل ہوتے دیکھا تھا۔ بہر حال اُس کا

ٹسٹوؤں نے اپنی کشی تیزی سے گھٹائی تھی اور بھر اُسی سمت بھاگ نکلا تھا جہاں سے کشی لے کر

”شش... شکریہ... بس...!“ بلاول ایک کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔ لیکن اُس کا پورا جسم بڑی طرح کا پر رہا تھا۔

”مجھے سب کچھ معلوم ہے!“ وان بروف نے کہا اس کے لمحے کی نرمی اب بھی برقرار تھی۔

”مم... میں کیا کرتا بس...!“

”ہاں تم مجبور تھے۔ تمہیں ان آدم خوروں کی اصلاحیت نہیں بتائی گئی تھی۔!“

”بھی بات تھی بس...!“

”تمہاری گفتگو کا ایک ایک لفظ مجھ تک پہنچتا رہا تھا۔ جزیرے میں بھی اور کشتی میں بھی۔!“

”میں بہت خوفزدہ تھا بس...!“

”قدرتی بات ہے۔!“

”تو مجھے معاف کر دیا گیا۔!“

”اب بھی نہیں...!“

”پپ... پھر...!“

”تم نے اُسے متحرک چنانوں کے بارے میں بھی بتایا تھا۔!“

”مجھے کچھ ہوش نہیں بس...!“

بلاول ہونقوں کی طرح مند اٹھائے اُسے دیکھتا رہا کچھ بولا نہیں۔

”تم اب بھی میرے لئے کام کر رہے ہو۔!“ وان بروف نے کہا۔

”شش شکریہ بس...!“

”لیکن تم چچپ چچپ کر اُس سے ملتے رہو گے۔!“

”مم... میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں رہتا ہے۔!“

”تمہیں اس سے آگاہ کر دیا جائے گا۔!“

”میں آپ کے لئے اپنی جان کی بازی لگادوں گا اور بس ان لوگوں نے ٹرالا کے سارے آدمی پڑھ لئے ہیں۔!“

”صرف نٹھنا کو لے گئے ہیں۔!“ وان بروف نے پر سکون لمحے میں کہا۔

”تو پھر... تو پھر...!“ وہا تھے ملتا ہوا بولا۔

”تو پھر کچھ بھی نہیں... تم صرف اپنے کام سے کام رکھو۔!“

”پہت بہتر بس...!“

فرار ہوا تھا۔ پھر لمحے پر نظر پڑی تھی اور اس نے فاصلہ برقرار رکھ کر کشتی کو لمحے کے متوازنی کرنے تھا۔ مائیک پر عمران کی وارنگ بھی سنی تھی لیکن سب لا حاصل... اس پر تو اضطراری کینسٹ طاری تھی۔ کشتی کی رفتار بڑھاتا رہا۔ پھر لمحے اتنی بیچھے رہ گئی کہ اس کا نظر آنندہ ہو گیا۔

اچانک بائیں جانب نگاہ اٹھی اور اُس کے ملک سے بے ساختہ قسم کی چیز نکل آئی۔ بہت ایک سیاہ دھبہ حرکت کرتا نظر آرہا تھا۔ گویا وہ چنانیں اس کے متوازنی ہی حرکت کر رہی تھیں۔ لیکن اس بارہہ کشتی کا رخ نہ بدل سکا۔ کیونکہ وہ اس متحرک دھبے پر نظر رکھتا چاہتا تھا۔ رخ بدلنا زہبے عقب میں چلا جاتا اور دونوں کے درمیان کشتی کا کیمیں حائل ہو جاتا۔

خداحدا کر کے موبار کا ساحل دکھائی دی۔ اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ وہ کشتی کو ساحل کے اُس حصے طرف لیتا چلا گیا جو زیادہ تر دیرینہ ہی رہتا تھا۔

بدھوائی کے عالم میں لنگر خشکی پر بچھی کا اور کشتی سے چھلانگ لگادی۔

اب وہ اندر ہند دوڑ رہا تھا۔ جاتا تھا کہ موبار میں کہاں پناہ لے سکے گا۔ چنانوں کا خوف اب دل سے نکل گیا تھا۔ وہ دوڑتا رہا۔ لیکن آبادی میں پہنچ کر اُسے اپنی رفتارست کرنی پڑی تھی اور روشن حصے میں آتے ہی معمول کے مطابق چلنے لگا۔ اپنی منزل سے زیادہ دور نہیں تھا۔ ذرا ہی زد دیر میں اپنے ایک رشتے دار کے مکان تک پہنچ جاتا لیکن جیسے ہی ایک دیران گلی میں داخل ہوا کوئی ٹھنڈی سی چیز کپٹی سے آگی۔ جہاں تھا وہیں رک گیا۔ بالکل ایسا ہی لگا جیسے شریانوں میں فون مجدد ہو گیا ہو۔ سارے جسم میں ٹھنڈی ٹھنڈی لہرسی دوڑنے لگیں۔

”بائیں طرف مڑ جاؤ۔!“ کسی نے سر گوشی کی اور کپٹی پر ٹھنڈے لوہے کا دباڑ بڑھ گیا۔

اب وہ چلنے نہیں گھست رہا تھا۔ سارے احساسات دھواں ہو کر رہ گئے تھے۔ اُسے ہوش نہیں تھا کہ کتنی دور چل کر ایک عمارت میں داخل ہوا تھا اور پھر روشنی میں پہنچتے ہی ایسا لگا جیسے ذہن میں دھماکا سا ہوا ہو۔ لیکن یہ دھماکا اس پستول سے نہیں ہوا تھا جس کی نال اس کی کپٹی پر رکھی ہوئی تھی۔ اسے ایک طرح سے بصارت ہی کا دھماکا کہا جا سکتا تھا کیونکہ اُس کی نگاہ بھاری جروں۔ وہ خونخوار آنکھوں والے وان بروف پر پڑی تھی۔ وہ اسے چند لمحے گھورتا رہا۔ پھر غیر متوقع طور پر بے حد نرم لمحے میں بولا۔ ”بیٹھ جاؤ۔!“

اس کمرے میں وہ تھا تھا اور سامنے کئی کریساں پڑی ہوئی تھیں۔ خود آتشدان کے قریب نہ تھا۔ پھر اُس نے اس آدمی کو چلے جانے کا اشارہ کیا جو بلاول کو یہاں تک لایا تھا۔

”میں نے کہا تھا کہ بیٹھ جاؤ۔!“ اس نے پھر بلاول سے کہا۔

”کرے گا کیسے نہیں...!“

عمران وہاں سے نکل بھاگنے کے لئے پلاٹی تھا کہ کسی نے باہر سے اطلاعی گھنٹی کا ہٹن دیا۔

”کھو...!“ عمران نے جوزف کی طرف مڑ کر کہا۔

و دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ واپس آیا تو عجیب سی شکل ہو رہی تھی۔

”مک... کیوں... کیا بات ہے...!“ عمران اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

”ایک عورت ہے باس...!“

”تو اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے...!“

”یہ لوگ میری شادی کی بات کرنے لگیں گے...!“

”تیر اداغ تو نہیں چل گیا...!“

”وہ عورت میری ہی نسل سے تعلق رکھتی ہے...!“

”اوو... ہو کوئی سیاہ فام عورت...!“

”ہاں باس...!“ جوزف دردناک لبجھ میں بولا۔

”اُسے ڈر انگر روم میں بھاؤ میں آرہا ہوں...!“

”اُن دونوں کو ادھرنہ آنے دینا باس...!“ کہتا ہوا جوزف چلا گیا۔

”یہ روئے کیوں دے رہا تھا...!“ سلیمان نے پوچھا۔

”اُس کا بھی جوڑا آگیا ہے شائد...!“ گلرخ نے کہا۔ میڑک پاس تھی۔ تھوڑی بہت انگلش

و تکھنی تھی۔

لب تم دونوں خاموش ہو جاؤ!“ عمران نہیں گھونسہ دکھا کر بولا۔ ”ورسہ قیمه کر کے رکھ دو زگا!“

”تائش کا دن ہے کباب ہی ہو جائیں گے...!“ گلرخ سلیمان کی طرف دیکھ کر بولی اور عمران

ڈر انگر روم کی طرف بڑھ گیا۔ چچع ایک سیاہ فام عورت ڈر انگر روم میں بیٹھی نظر آئی لیکن

جوزف کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ شائد باہر چلا گیا تھا۔ عورت اسے دیکھ کر اٹھ گئی اور عمران اُسے غور

سے دیکھنے لگا۔ چھرہ پچھے جانا پہچانا سالگ رہا تھا۔

”فتنہ وہ عورت بھاری آواز میں بولی۔“ میں بلادل باز ہوں...!“

”ماں... تو کیا ذر کے مارے عورت ہو گئے ہو...!“ عمران نے حیرت سے کہا۔

اور بلاول گلوگیر آواز میں بولا۔ ”میرا مذاق مت ازاو... میں اپنی زندگی سے بیزار ہو گیا ہوں...!“

”پاس انگر تو بڑے سلیقے سے لگائی ہے...!“

”بس تو پھر سکون سے اپنے گھر جاؤ... تمہیں بدایات ملتی رہیں گی لیکن اُس پر تمہیں نہیں۔“

ظاہر کرنا پڑے گا کہ مجھ سے چھپتے پھر رہے ہو۔!

”ایسا ہی ہو گا بس...!“

وان بروف نے ہاتھ ہلا کر ملاقات ختم کر دی۔



بھری فوج حرکت میں آگئی تھی ناریل کے درختوں والے جزیرے پر اب اس کا قبضہ تھا۔

عمران کی کاروبار سے انہوا کر ایک ٹرالر پر بار کرائی گئی تھی اور اُسے عمران تک پہنچا دیا گیا تھا۔

مریانا عمران ہی کے ساتھ تھی لیکن وان بروف کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔ مریانا کے ساتھی

کئی بھی گرفتار کر لئے گئے تھے اور ان کے ذریعے بہت کچھ اکٹھاف ہوا تھا۔ لیکن عمران کو تو وال

بروف کی تلاش تھی۔ مریانا کو وہ اپنے ساتھ فلیٹ ہی میں لے آیا تھا اور جو لیانا فلٹر دائز برداں

اُس کے سر پر مسلط رہنے کی کوشش کرتی تھی۔

اوھر گلرخ اور سلیمان کے درمیان بھن گئی تھی۔ گلرخ کو مریانا کا وجہ بھل رہا تھا اور سلیمان

کا قول تھا کہ جو لیا اُسے ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ صاحب کے لئے مریانا ہی مناسب رہے گی اور

”صاحب“ کا یہ حال تھا کہ دونوں ہاتھوں سے سر پیٹ پھیٹ کر انہیں یہ باور کرانے کی کوشش کرنا

کہ وہ اُن دونوں میں سے کسی کے بھی قابل نہیں ہے۔

”یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔!“ سلیمان بولا۔

”اچھا ہے۔!“ عمران نے آنکھیں نکالیں۔ ”کیوں نہیں ہو سکتا۔!“

”میری مرضی....!“ سلیمان سر جھلک کر بولا۔

”کیا.... کیا.... کیا.... تیری مرضی۔!“

”آپ نے میری ایک شادی کرائی تھی۔ میں بطور احسانمندی آپکی کئی شادیاں کر رہاں ہا۔“

”ایک آدھ میری قبر میں ٹھوں دیجیو۔!“

”اے کئنے دیجئے صاحب مجھے مس جو لیا بہت اچھی لگتی ہیں۔!“ گلرخ بولی۔

”تم ڈونپاگل ہے۔!“ جوزف غرایا۔

”تو چپکا رہے۔!“ سلیمان نے اُسے جھڑک دیا۔

”باس شادی نہیں کرے گا۔!“

”اوه.... مشر... مجھ پر رحم کرو....!“ وہ بدستور کانپتا ہوا بولا۔ ”میں نے وہ متحرک پہنچ اپنی راہ میں حائل ہوتی دیکھی تھیں اور پھر اسی طرف پلٹ آیا تھا۔ پھر پتا نہیں کس طرح پوارک بچنا تھا۔“

”میں نے تمہیں روکنے کی کوشش کی تھی۔!“

”اور میں نے تم سے کہا تھا کہ بھاگو... موت پیچھا کر رہی ہے۔!“

”لیکن ہمیں تو وہ متحرک چنانیں نہیں دکھائی دی تھیں۔!“ عمران نے کہا۔

”بہت فاصلے پر تھیں۔ مشرق کی جانب۔.... ایک متحرک سیاہ سیہ کی شکل میں۔!“

”جب تک ان کو خود نہ دیکھ لوں.... ایسی چنانوں کے وجود پر یقین نہیں کر سکتا۔!“

”مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے مشر۔!“

”اور میں بھی اسے حق کیوں سمجھ لوں۔!“

”تمہاری مریضی.... میں تو صرف زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ ٹرالروں کو تم نے پکڑ لایا تھا۔ ان میں نگاتا بھی تھا جو ان بروف کے بہت ہی خاص آدمیوں میں سے ہے۔ تم چنانوں کے بادے میں اس سے تصدیق کر سکتے ہو۔!“

”وہاب اس دنیا میں کہاں کہ اس سے تصدیق کرلوں گا۔!“

”کیوں کیا تم نے اسے مارڈا۔!“

”نہیں اس نے خود کشی کر لی۔.... کسی قسم کا ذہر تھا اس کے پاس۔!“

”خدا کی پناہ۔!“

”وان بروف کو تم نے آخری بار کہاں دیکھا تھا۔!“

”کی بریزوں اس اعلیٰ تفریح گاہ میں۔ اسے بھی تین چار ماہ ہو گئے۔ ہدایات فون پر ملتی ہیں۔!“

”تم نے یہ شہری چھوڑ دینے کی کوشش کیوں نہیں کی۔!“

”میں کہیں نہ نج سکوں گا.... اور شائد تمہارے علاوہ اور کوئی مجھے بچا بھی نہ سکے۔!“

”اس نیشن اور اعتماد کی وجہ۔!“

”بغیر کسی وجہ اور دلیل کے یہ خیال میرے ذہن میں جم گیا ہے۔!“

”مجھ سے آنکھ ملا کر بات کر دیاں گے۔!“ عمران سانپ کی طرح پھر کارا۔

”م... م... کیا مطلب۔!“

”تمہارے چہرے پر جھوٹ لکھا ہوا ہے۔!“

”مسٹر مجھ پر رحم کرو۔!“

”لیکن تمہیں میرا پتہ کیے معلوم ہوا۔!“

”بس کسی طرح ڈھونڈ نکالا۔!“

”وزیرعہ معلوم کئے بغیر میں بات آگے نہیں بڑھنے دوں گا۔!“

”تمہارے سیاہ فام باڑی کارڈ کی تصویر میں نے ایک عورت کے پاس دیکھی تھی۔!“

”جو زف کی۔!“

”ہاں... اُسی کی اور میں اُس عورت کا پتہ بھی بتا سکتا ہوں۔ تم مسٹر جو زف سے تصدیق کر لیں۔“

”ضرور بتاؤ پتا۔.... میں ضرور تصدیق کروں گا۔!“

”سلو راسٹریک بار کی مالکہ فینی۔!“

”کیا وہ بھی سیاہ فام ہے۔!“

”ہاں اور مسٹر جو زف کی گھری دوستوں میں سے ہے۔!“

”جو زف۔!“ عمران نے آواز دی۔

”لیکن جواب نہ ملا۔ شاید آس پاس موجود ہی نہیں تھا۔“

”کیا تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں ہے۔!“

”تمہیں بھی نہیں ہے۔!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”ورنہ اس طرح میرا ساتھ نہ چھوڑ جھانگے۔“

”میں بہت خائف تھا مسٹر۔!“

”چائے پیو گے یا کافی۔!“

”پچھے بھی نہیں... بس تم مجھے ایسی جگہ چھپا دو... جہاں وان بروف کے ہاتھ نہ پہنچ سکتیں۔“

”وان بروف۔.... وہ تو خود بھاگ پھر رہا ہے۔ ابھی تک ہاتھ نہیں لگ سکا۔ ساجد پیٹر سن اس کتھے ہیں کہ یورپ کے درے پر نکل گیا ہے۔!“

”اس کے اصل ٹھکانے سے کوئی بھی واقف نہیں ہے۔!“

”تم کتنے ٹھکانوں سے واقف ہو۔!“

”مم۔.... میں.... کسی سے بھی نہیں۔!“

”لیکن تم فرار ہونے کے بعد پھر ہماری ہی طرف کیوں پلٹ آئے تھے۔!“

”اوہ... میرے خدا۔....!“ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ سارا جسم کا پنچاہنچا

”ذریحیات سے کہیں.... لپ اسٹک پھیل نہ جائے۔!“ عمران نے کہا۔

”پلو۔!“ جوزف نے کھیانے انداز میں کھا اسکا بیال گال پھر کنے لگا تھا اور پھر کے ہتھ جا رہا تھا۔
مریانا اس کی شکل دیکھ کر ہنس پڑی۔ اور جوزف جیسے ہی اُسے ساتھ لے کر دوسرے
کرے میں پہنچا۔ گلرخ اور سلیمان کے تھبقوں سے چھٹا رہ گئی۔
اور پھر انہوں نے دیکھا کہ بلاول بھائیوں ہوا صدر دروازے کی طرف جا رہا ہے۔ جوزف اُس
کے پیچے ”ارے ارے“ کرتا بڑھ رہا تھا۔
”جانے دے۔!“ عمران نے اُسے لکار اور جوزف جہاں تھا وہیں رک گیا۔ بلاول دروازہ کھول
کر باہر نکل گیا تھا۔
”ابے یہ کون تھی۔....؟“ سلیمان جوزف کی کمر پر ہاتھ مار کر بولا۔
”چپ راؤ۔....!“ جوزف پلٹ کر دیا اور سلیمان بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا۔
”اس عورت کی آواز کتنی بھاری تھی۔!“ مریانا نے کہا۔
”عورت۔....!“ عمران چوک کر بولا۔ ”کس عورت کی بات کر رہی ہو۔!
”وہ جو بیان بیٹھی ہوئی تھی۔!“ مریانا نے جھلا کر کہا۔
”اوہ۔....!“ عمران نے جوزف کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”اوہ آ۔“ وہ مردہ سی چال چلتا ہوا
تریب پہنچا۔
”کیا وہ عورت تھی۔!“
”میں کیا جانوں باس تم کہتے ہو تو عورت ہی ہو گی۔!“ جوزف بیزاری سے بوا۔ ”میں نہیں
کھسکا کہ تم مجھ سے اس قسم کا نہ اتنے کیوں کرنا چاہتے تھے۔!
”دیکھا تم نے۔....!“ عمران مریانا سے بولا۔ ”وہ عورت نہیں تھی۔!
”لیکن کہ کوئی مرد تھا۔....؟“ مریانا نے حیرت سے کہا۔
”اوہ۔.... میرے خدا۔....!“ دفعتاً جوزف چوک کر بولا۔ ”اب مجھے یاد آیا باس کیا، ہی تو نہیں
تھا جو موڑ بوث لے بھاگا تھا۔!
”وہی تھا بلاول۔....!
”صورت تو مجھے بھی کچھ جانی پہچانی سی لگی تھی۔!“ مریانا خفیف ہو کر بولی۔ ”لیکن وہ اس
ٹرک کیوں آیا تھا۔....!
”وان بروف کے گروہ سے چھپتا پھر رہا ہے۔ بیال پناہ لینے آیا تھا لیکن تم سبھوں کے تھبقوں
کے سورہو کر بھاگ گیا۔!
”بلو۔.... لے جاؤ۔.... اُسے اپنے ساتھ۔....!
”م۔.... میں اس کا کیا کروں گا باس۔....!
”میں نے کہا ہے کہ اس کا قیام تمہارے ساتھ ہو گا۔.... اور بس جاؤ۔....!

”میں نہیں سمجھا۔....!
”اس نے تجھے کسی شرط پر زندگی کی بھیک دی ہے۔!
”لک۔.... کیا بات ہوئی۔!
”چی بات۔.... بلاول۔....!
”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں کس طرح نیقین دلاؤں تم ہر معاملے میں نہیں جھوٹا کھج
گے۔ نکانا بھی مر گیا۔ ورنہ وہ میرے ہر بیان کی تصدیق کر دیتا۔!
”لیکن میں اس سلسلے میں مطمئن ہوں۔!
”کس سلسلے میں۔!
”اسی سلسلے میں کہ تمہیں زندہ دیکھ رہا ہوں۔!
”کیا تم چاہتے ہو کہ میں مر جاؤ۔!“ وہ گلوگیر آواز میں بولا۔
ٹھیک اُسی وقت مریانا کمرے میں داخل ہوئی۔ پھر کچھ فاصلے ہی پر ٹھیک کر رہی۔
”آؤ۔.... آؤ۔....!
”عمران سر ہلا کر بولا۔
وہ بلاول کو غور سے دیکھتی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ اتنے میں جوزف کے قدِ دون لی چاپ
سن کر عمران نے اُسے بھی آواز دی۔ وہ آیا اور ایک طرف کھڑا ہو گیا۔
”کیا تم سلو اسٹریک بار کی مالکہ کو جانتے ہو۔!
”جانتا ہوں بس۔....!
”کیا اُس کے پاس تمہاری کوئی تصویر بھی ہے۔!
”ہو سکتی ہے بس۔... کیونکہ وہ میری ہم وطن ہے اور میں اُسے بہت دنوں سے جانتا ہوں۔!
”اور وہ تمہارا پتا بھی جانتی ہے۔!
”میرے سارے جانے والوں کو علم ہے کہ تم میرے بس ہو۔!
”یہ تمہارے ساتھ تمہارے کمرے میں رہے گا۔!“ عمران نے بلاول کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔
”لک۔.... کیوں بس۔....!
”لل۔.... لیکن بس۔....!
”بلو۔.... لے جاؤ۔.... اُسے اپنے ساتھ۔....!
”م۔.... میں اس کا کیا کروں گا باس۔....!
”میں نے کہا ہے کہ اس کا قیام تمہارے ساتھ ہو گا۔.... اور بس جاؤ۔....!

”اور تم یہی چاہتے تھے بس....!“ جوزف مکرا کر بولا۔

”تیر اخیال درست ہے؟“ عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”اب تجھے سلورانٹ بیک بارکیں مل سے مل کر معلوم کرنا ہے کہ کیا اسی نے میر اپنا بتایا تھا۔!“

”ا بھی دیکھتا ہوں بس....!“ جوزف مستعدی سے بولا۔

”ہوشیاری سے کیونکہ تم بھی ان کی نظر وہ میں آچکے ہو۔!“

”بے فکر ہو بس....! شکاری کے جانتے ہیں کہ انہیں کیا کرنا ہے۔!“

جوزف کے چلنے کے بعد عمران نے فون پر بیک زیرو کے نمبر ڈائل کئے اور دوسری طرف سے جواب ملنے پر بولا۔ ”میا خبر ہے۔!“

”صفدر نے اطلاع دی ہے کہ وہ آپ کے فلیٹ سے برآمد ہونے والی ایک سیاہ فام گورنٹ تھا تھا۔!“ بیک زیرو نے جواب دیا۔

”اوکے! میں نہیں معلوم کرنا تھا۔!“

”اس سے رپورٹ ملنے پر مطلع کروں گا....!“

عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

مریانا طویل سانس لے کر بولی۔ ”سارا جھگڑا اُس میکٹو کا ہے۔ کیاچھ جو وہ ضائع ہوئیا تھا۔“

”تمہیں اس سے کیا سوکا۔!“

”یہ خوب رہی! اے میں بھی تو اسی کے لئے خوار ہوئی ہوں۔!“

”اور اب بھی اسی تاک میں ہو کہ اگر وہ ہاتھ لگ جائے تو نو دیگیارہ ہو جاؤ۔!“

”تم صرف ایک بے گھر آدمی ہو۔ تازک احساسات کو پرکھنے کا سلیقہ تم میں نہیں ہے۔!“

”اس جملے کا مطلب؟“

”باکل ہی پھر ہو....!“

”کٹ!“ عمران ہاتھ اٹھا کر چینا۔ ”اب دوسرے شاٹ کی ریبرسل ہوئی۔!“

مریانا نہ اسامنے بنا کر اٹھی اور وہاں سے چلی گئی۔ قریباً ڈینہ گھٹتھ بعد جوزف نی کال آئی۔

”نہیں بس! فینی کہتی ہے کہ اُس کے پاس میری کوئی تصویر نہیں ہے، اور نہ اس سے کوئی نہیں میرے یا تمہارے بارے میں کسی قسم کی پوچھ گئی کی تھی۔ اب کیا کہتے ہو۔!“

”واپس آ جاؤ....!“ عمران نے ماڈھ پیس میں کہا اور ریسیور کریڈل پر رکھ کر اسکی نہیں میں ڈوب گیا۔

پانچ بجے شام کو پھر فون کی گئی تھی۔ اس بار بیک زیرو تھا۔ عمران کے استفسار پر بولا۔ ”موبارہ میں اس عورت کا تعاقب کیا گیا۔ وہ لا توش والائیں داخل ہوتی ہے اور اس وقت تک وہ بارہ برا آمد نہیں ہوئی۔!“

”یا صدر اب تک وہیں ہے۔!“ عمران نے سوال کیا۔

”جی ہاں اور معلوم کرنا چاہتا ہے کہ اب اسے کیا کرنا ہے۔!“

”لا توش والائیں گمراہی جاری رکھے۔ تو وہ قتکہ کوئی دوسرا اس سے چارچ نہ لے۔ اُتے ریلینز کرنے کے لئے صدیقی کو بھیجو۔!“

”بہت بہتر جناب....!“

”اور اس دوران میں تمہیں یہ بھی معلوم کرنا ہے کہ لا توش والائیں کل اس کی ملکیت ہے اور کس کے قبضے میں ہے۔!“

”بہت بہتر جناب....!“

سورج غروب ہوتے ہی وہ جوزف کو ساتھ لے کر ساحل کی طرف روکھ ہو گیا۔ اب بیک زیر دے اس کار ابٹھڑائیں میٹھ پر تھا۔

”باس وہ عورت ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔!“ جوزف نے کہا۔

”کس عورت کی بات کر رہے ہو۔!“

”مریانا تکi....!“

”میری سمجھ میں بھی نہیں آئی۔!“

”اگر اس بنا پر اعتماد کر رہے ہو کہ اس نے تمہیں وہ بروف کے بارے میں بتا دیا تھا تو۔“
”محضے اس پر اعتقاد نہیں ہے۔ خوف کے تحت بلاول نے بھی مجھے سب کچھ بتا دیا تھا۔ ایکن وہ اب بھی انہی لوگوں کے لئے کام کر رہا ہے۔!“

”کیا نہیں یقین ہے کہ تم بلاول کے کہنے میں آجائے گے۔!“

”اگر یقین نہیں ہے تب بھی میں انہیں یقین دلادینا چاہتا ہوں کہ بلاول نی بازوں میں آگیا ہوں۔!“

”اس کا کیا فائدہ ہو گا۔!“

”ایک بار پھر ان سے دو بدو ہونے کا موقع مل جائے گا۔ ہو سکتا ہے اس طرح اس بار وہ ان

”بڑ کامانہ بھی ہو جائے۔!“

”گویا دیدہ دانتے خطرہ مولے رہے ہو۔!“

”اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں۔ دو دن سے وان بروف کی تلاش جاری ہے۔ بھیل چر اور آئی ایس آئی والوں کو بھی۔ آئی ایس آئی والے لامدد ہیں اس کے باوجود، بھی وہ بھی نہ وان بروف پر ہاتھ نہیں ڈال سکے۔!“

”ٹھیک ہے میں پوری طرح چوکس رہوں گا۔ لیکن کیا ہم پر صرف تمہیں رکھوں گا۔!“

”میں یہی چاہتا ہوں بس۔ دوسرا لوگ تو کام کے وقت بھی بحث کرنے لگتے ہیں۔ تمہارے خیال سے خاموش رہنا پڑتا ہے۔ درنہ کیپن خاور میرے ہاتھ سے ضرور پٹ جاتا۔!“

”خود کو قابو میں رکھنا.... ہو سکتا ہے کسی مرحلے پر وہ سب بھی ہم سے آمدیں۔!“

”میں خیال رکھوں گا بس....!“

کی بیز اور ان ایئر ریستوران کے قریب عمران نے گاڑی روکی ہی تھی کہ بھی ٹرانس میٹر اشارة موصول ہوا بلکہ زیر داؤ سے کال کر رہا تھا۔ خر موبائل کے لا توش ولا سے متعلق تھی۔ جس کے مطابق ٹھیک سات نج کر دس منٹ پر لا توش ولا سے دو سفید فام مرد اُسی یا ہام عورت ساتھ برا آمد ہوئے تھے۔ جس کا تعاقب کرتا ہوا صدر موباریک پہنچا تھا۔ وہ تینوں سالیں پر آئے تھے اور ایک بڑی موڑ بوث پر بیٹھ کر مشرق کی جانب کھلے سمندر میں نکل گئے تھے۔ ٹھیک اسی وقت ٹرانس میٹر سے تیری آؤ آئی۔ ”ہیلو.... عمران.... صدقیت کمس ان.... موبارے“ میل کے فاصلے پر وہ موڑ بوث خواہ خواہ پکر لگا رہی ہے.... اور....!

”اور تم کیا کر رہے ہو.... اور....!“

”میں بھی تھوڑے ہی فاصلے پر اپنی کشتی شہلار ہا ہوں.... اور....!“

”موبار.... واپس جاؤ.... اور دیکھو کہ وہ کشتی تمہارے پیچے تو نہیں آری۔ اس کے بعد براہ راست مجھ سے رابطہ رکھنا اور ایڈ آل....!“

اس کے بعد اس نے بلیک زیر داؤ کا کال کر کے کچھ ہدایات دی تھیں اور سونچ آف کر کے گاڑ سے اتر آیا تھا۔

”کیا خبر ہے بس....!“ بوزف نے پوچھا۔

”مجھے گھیرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔!“

”میں نہیں سمجھا....!“

”وہ میری مصروفیات سے پوری طرح باخبر ہیں۔!“

”تو پھر اب کیا کرو گے۔!“

”مجھے جلد از جلد وان بروف پر ہاتھ ڈالتا ہے۔ اس کے لئے جو کچھ بھی کرنا پڑا آنکھیں بن رکے کر گزروں گا۔!“

”ٹھیک ہے بس.... لیکن تمہاری باتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تم نے وان بروف کو بیکھا بھی نہ ہو۔!“

”میں نے اس کی تصویر دیکھی ہے۔ اس کے آفس میں.... مریانا کے بیان مطابق وہ بھی بھی وگ اور نفلتی ڈاڑھی لگا کر ہپی بھی بن جاتا ہے۔!“

”یہ بھی میری سمجھ میں نہیں آتا....!“

”کیوں....؟ کیا سمجھ میں نہیں آتا....!“

عمران نے اپنی گاڑی لا کر کر دی تھی اور اب وہ ساحل کی طرف بڑھ رہے تھے۔ بوزف کسی ہوچ میں پڑ گیا تھا۔ ٹھوڑی دیر بعد بولا۔ ”میا پس بن جانے کے بعد بھی وہ وان بروف تھی رہتا ہے۔!“

”بعض لوگوں کے لئے نہیں رہتا۔!“

”اور یہ مریانا اس کی دنوں حیثیتوں سے واقف ہے۔!“

”اس کا تو بھی بیان ہے۔!“

”تو پھر وہ کسی خاص حیثیت کی مالک ہو گی۔!“

”میں کہہ پکا ہوں کہ اس کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔!“

”بھروسے فلیٹ میں کیوں رکھا ہے۔!“

”اُس پر بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے اُس پر اعتماد ہے۔!“

”اُس سے فائدہ بارے۔!“

”آج تو بہت باتیں کر رہا ہے۔!“

”پہنچیں کیوں بس، مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے تم کوئی بہت بڑی غلطی کرنے والے ہو۔!“

”ہو سکتا ہے.... جو کچھ بھی ہونا ہے ہو کر رہے گا۔!“

”رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شاہین کو سانپ نے اپنے ملوں میں جکڑ رکھا ہے۔!“

”ساتھ میں بیک گراؤند میوزک بھی تھا یا نہیں۔!“ عمران نے خوش ہو کر پوچھا۔

”باں.... خدا کے لئے جو کچھ بھی سوچ سنجیدگی سے سوچو....!“

"مجھ سے جو پچھہ وہ حاصل کرنا چاہیے ہیں اُسے حاصل کئے بغیر مجھے قتل نہیں کریں گے۔" پہ میں اپنی اس حیثیت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کیوں نہ کروں۔ اگر تجھے خوف محسوس ہو رہا ہے تو یہیں سے واپس ہو جا۔!"

"لیں بس....!" جوزف چلتے چلتے رک کر بولا۔ "اگر ایسی باتیں کرو گے تو میں یہیں اپنے پیش میں چھڑا گوںپ لوں گا۔"

"بُن تو پھر خاموشی سے چلتا رہ۔!"

"مجھے اب واقعی مر جانا چاہئے۔!" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "تم میری زیست پر شر کرنے لگے ہو بس....!"

عمران کچھ نہ بولا۔ ساحل پر پہنچ کر وہ اُس حصے کی طرف بڑھا جہاں سر کاری کشتیاں اتنا اندر رہتی تھیں لیکن ان پر کسی قسم کے نشانات نہیں ہوتے تھے اور انہیں عام طور پر نہیں ملایت تھی جاتا تھا۔ ان میں عمران کی اپنی ایک مخصوص کشتی بھی تھی۔

"فی الحال موبار کی طرف....!" عمران نے کشتی پر قدم رکھتے ہوئے کہا۔ جوزف اُس کے پیچھے تھا۔ خاموشی سے وہ بھی کشتی پر چڑھ گیا۔

خوڑی دیر بعد کشتی کھلے سمندر کی طرف حرکت کر رہی تھی۔

"یہاں غوطہ خوری کے کئی سوٹ موجود ہیں۔!" عمران نے جوزف سے کہا۔

"اپنے سائز کا تلاش کرو۔....!"

"بہت اچھا بس....!"

"اس کے بعد تم آؤٹ بورڈ پر آؤ گے اور میں تیار ہو جاؤں گا۔!"

اس طرح پہلے جوزف نے تیار ہو کر کشتی کا کنٹرول سنبلہ لٹھا اور عمران غوطہ خوری کا البار پہنچنے لگا تھا۔... کشتی تیز رفتاری سے موبار کی طرف جا رہی تھی۔ عمران نے مزکر کیا اس کی اُن سے کچھ فاصلے پر تین کشتیوں کی ہیڈلائمش نظر آئیں۔ یہ تینوں کشتیاں نصف دائرے کی ٹکل میں اس کی کشتی کا تعاقب کر رہی تھیں۔

"ایک ایشیون گن تیرے پیروں کے پاس رکھی ہوئی ہے۔!" عمران نے جوزف کو اطلاع دی۔

"مجھے معلوم ہے بس....!"

"ہمارا تعاقب شروع ہو گیا ہے۔!"

"فکر نہ کرو بس....!" جوزف نے جواب دیا۔

"لائف پلیٹ بھی ساتھ رکھنا....!"

"اوکے.... بس....!"

خوڑی دیر بعد عمران نے محسوس کیا کہ دائیں اور بائیں جانب والی کشتیاں آہستہ آہستہ دباؤ ہیں کراس کی کشتی کا کورس بدلوانے کی کوشش کر رہی ہیں۔

عمران بڑی پھرتی سے جوزف کے قریب پہنچ کر بولا۔ "دونوں کشتیاں ہم سے اپنا فاصلہ بذریعہ کم کرتی جا رہی ہیں۔!"

"میں دیکھ رہا ہوں بس اور اس کا مطلب بھی سمجھ رہا ہوں۔ وہ بائیں بائیں جانب موزنا چاہتے ہیں۔!"

"نہیں سمجھے.... بس تم کشتی پر نظر کھو میں انہیں دیکھوں گا۔!"

"میرا خیال ہے کہ میں آہستہ آہستہ دائیں جانب کشتی کو دباوں۔!" جوزف نے کہا۔ "زیادہ زیادہ دائیں جانب والی سے نکراوہ ہی تو ہو گا۔ کشتی الٹ گئی تو ہم تیر اکی کے لئے پہلے ہی سے نہ ہیں۔ پتا نہیں وہ بائیں بائیں جانب کیوں لے جانا چاہتے ہیں۔!"

"نہیں ہے کوشش کرو....! لیکن دھیان رہے کہ کشتی الٹتے وقت ایشیون گن تمہارے قبضے میں ہوں چاہئے۔!"

"اوکے بس....!" جوزف نے کہا اور کشتی کو آہستہ آہستہ دائیں جانب دبنا شروع کیا۔ پھر ایسے مرحلے پر ایسا معلوم ہوا جیسے دائیں جانب والی کشتی سے نکراوہ ہو جائے گا۔ لیکن وہ بڑی تیزی سے دوسری طرف مزدی اور عمران کی کشتی آگے نکلی چل گئی۔

"بہت اچھے۔!" عمران نے جوزف کی مہارت کی داد دی۔ لیکن وہ پھنسی پھنسی ہی آواز میں بدل۔ "میری بھجھیں نہیں آرہا کہ یہ کیا ہو رہا ہے بس....!"

"لیا ہو رہا ہے۔!"

"کشتی میرے کنٹرول میں نہیں ہے۔ میں اب اسے کسی طرف بھی نہیں سوڑ سکتا۔!"

"نہیں.... میں دیکھوں....!"

"جوزف دوسری طرف کھک کیا اور عمران جھک کر اسٹریمگ کا جائزہ لینے لگا جو نہیں آسانی سے دونوں جانب گھوم رہا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی کشتی کا رخ نہیں بد رہا تھا۔ اس نے سٹریمگ کے میکنزیم کا جائزہ لیا لیکن اس میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوئی تھی۔

فوجا جوزف چینا۔ "باس.... یہ پانی پر نہیں چل رہی۔" وہ کشتی کی گلر پر جھکا ہوا یعنی دیکھ رہا تھا۔ عمران دوسری جانب جھک پڑا کشتی پانی کی سطح سے قریباً دو ذھانی فٹ کی بلندی پر حرکت

کر رہی تھی۔

پھر اس نے مڑ کر دیکھا۔ اُسے گھیرنے والی تینوں کشتمان بہت پیچھے رہ گئی تھیں۔

”یہ کیا چکر ہے باس....!“ جوزف اُس کی طرف جھک کر بولا۔

”ایسا لگتا ہے مجھے کسی آہنی پنجے نے کشتی کو اپنی گرفت میں لیکر پانی کی سطح پر آ جائے گی۔“

”کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تمہاری لا علمی میں کشتی کا اصل انجن نکال کر کسی دوسری قسم کا انفرفت کر دیا گیا ہو۔“

”اسے بھی دیکھے لیتے ہیں.... انجن بند کر دو....!“

”سوچ لو.... باس....!“

”اگر تمہارا خیال صحیح ہوا تو انجن بند ہوتے ہی کشتی دوبارہ پانی کی سطح پر آ جائے گی۔“

”ہاں.... یہ تو ہے....!“ کہہ کر جوزف نے انجن بند کر دیا۔ لیکن اس کے باوجود بھی کشتی پوزیشن میں کوئی فرق نہ آیا۔ وہ بدستور پانی کی سطح پر ڈھائی فٹ کی بلندی پر پرواز کرتی رہی۔

”تم نے دیکھا...!“ عمران نے جوزف سے کہا۔ ”بالآخر ہم ابو بن ہی گئے۔“ وہ کشتمان بھی اسی لئے بائیں جانب دبارہ تھیں کہ ہمارا رد عمل اس کے خلاف ہو۔ یعنی دائیں جانب گھوم کر جم خود بخود اس جاں میں جا پہنسیں۔ اگر بائیں ہی جانب ہم بھی دباؤ رکھتے تو شاید اتنی جلدی ان کے جاں نہ پہنچتے۔“

”میا خیال ہے چلاگ لگائیں۔!“ جوزف نے اٹھنے گئی انھاتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں پہلے مجھے دیکھنے دو کہ چکر کیا ہے.... اوہ.... یہ دیکھو میں نے کہا تھا کہ کوئی آئند پیغمبر....“ وہ کشتی کی گلر پر ہاتھ پھیرتے پھیرتے رک گیا اور جھک کر دیکھنے لگا۔ پھر اسی کی سیدہ میں دوسری طرف چھپتا۔ اور ہم ویسا ہی بڑا سالو ہے کا حلقو موجود تھا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے کشتی کسی بہت بڑے آہنی زیبور کی گرفت میں ہو۔ اس نے جبی زرانس میٹر پر اپنے ماتحتوں سے رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن ہوا کے شور کے علاوہ اور کچھ نہ سن سکا۔ گواہ انہیں میٹر بھی ناکارہ ہو کر رہ گیا تھا۔

”اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم چلاگ لگادیں۔!“ جوزف نے کہا۔

”ایسی حالت میں اس سے بڑی حماقت اور کوئی نہ ہو گی۔!“ عمران نے کہا اور زینب میں ہاتھ زد کر چیو گم کا پیکٹ تلاش کرنے لگا۔ جوزف پر تشویش نظروں سے چاروں طرف دیکھنے جا رہا تھا۔

”یہ لو....!“ عمران نے چیو گم کا ایک بیس اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”یا ہے باس....?“

”چیو گم....!“

”ہاں....!“ جوزف کے لمحے میں حرمت تھی۔

”رکھ لے منہ میں اور اوپر دیکھ چاند کتنا حسین لگ رہا ہے۔!“

”تمہارا یہی انداز تو مجھے تمہارا غلام بنائے ہوئے ہے۔!“ جوزف ہنس کر بولا اور اس سے پوچم کا جیسیں لے کر منہ میں ڈال لیا۔

”اپنی جوانی کا کوئی کارنامہ نہیں...!“ عمران چاند پر نظر جماعتے ہوئے بولا۔

”جوانی....!“ وہ کھیانی سی نہیں کے ساتھ بولا۔ ”جوانی سے اب تک شراب کی بو تکوں کے علاوہ اور کیا رہا ہے میری زندگی میں۔ یہی سب سے بڑا کارنامہ ہے کہ زندہ ہوں۔ اب تک اور رنے سے بھی نہیں ڈرا رہا۔!“

دفعتا کشتی بائیں جانب جھکنے لگی اور انہوں نے جھپٹ کر دا کیں جانب والی گلر پر باداڑا الناشر و ع لایکن لاحاظہ انتہائی زور صرف کرنے کے باوجود کشتی ترچھی ہی ہوتی جا رہی تھی۔ حتیٰ کہ ”نوں پانی میں جا پڑے اور جوزف نے پھرتی سے عمران کا بازو پکڑ لیا اور دوسرا باتھ سے لائف بیٹ کی دوڑی کھینچی تھی اُس میں گیس بھرنے لگی۔ عمران نے بھی بڑی پھرتی سے لائف بیٹ کو کاہمہ بالا تھا۔ دونوں سطح پر تیرنے لگے۔ جوزف اُس کا بازو گھینٹا ہوا بولا۔ نکل چلو بس کہیں نہ کہا کوئی فنگل زرالمل ہی جائے گا۔!“

ٹھیک اسی وقت ان کے پیور کسی ٹھوس چیز سے ٹکرائے اور وہ ایک بار پھر پانی کی سطح سے اوپر لخت چلے گئے۔

”قچ.... قچ.... چٹانیں باس....!“ جوزف ہکلایا۔

”ہاں.... ہم واقعی پھنس گئے ہیں۔!“

”تم سے بلاول نے انہی چٹانوں کا ذکر کیا تھا....؟“

”اور میں جھوٹ سمجھا تھا....!“

”اور یہ چٹانیں اب کسی بھری جہاز کی طرح سمندر میں تیرتی چلی جا رہی تھیں۔ وہ ایسی جگہ فرستے تھے جہاں مضبوطی سے قدم جما سکتے تھے۔

”تو اس کا یہ مطلب کہ بلاول ہی نے ہمیں الجھا کر ان چٹانوں تک پہنچایا ہے۔!“

ایسا ایک طرف بلکل سی روشنی دکھائی دی۔ جوزف نے عمران کی توجہ اس طرف منعطف کرائی۔

اپنے انہوں نے محسوس کیا جیسے وہ حصہ نیچے دھن رہا ہو۔
کہ کہیں مجھے... نن... نشہ ت تو نہیں ہو گیا ہے بس...! ”جو زفروں سے
بُنی آنکھیں ملتا ہوا بولا۔
”جب تو آلو اور انگور میں کوئی فرق نہیں ہو سکتا!“
”لک... کیا مطلب...!“
”میں نے صرف آلو کے کباب کھائے ہیں اور مجھ سے پوچھنا چاہتا تھا کہ کہیں مجھے بھی تو نشہ
نہیں ہو گیا ہے!“

”وہ بستور نیچے جا رہے تھے۔ ان کے اطراف میں اتنی گہری تاریکی تھی کہ وہ ایک دوسرے کو
نہیں دیکھ سکتے تھے۔

اچانک وہ آپس میں ٹکر کر گرے اور اندر ہرے میں لڑکتے چلے گئے۔ دونوں ہی نے سننچلنے کی
لاکھ کوشش کی تھی لیکن اس میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے ان کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ پھر
ننچا کی جگہ رک گئے لیکن اپنے پیروں پر کھڑے نہیں تھے بلکہ اونڈھے پڑے ہوئے تھے۔
آہستہ آہستہ عمران اٹھا اور آنکھیں کھول دیں لیکن پھر فوراً ہی بند کر لینی پڑیں۔ کیونکہ بہت
غلام کی روشنی سے سالقہ پڑا تھا۔ لیکن جب تھوڑی دیر بعد آنکھوں کو روشنی کی سہارہ ہوئی تو وہ
تمگرہ کیونکہ یہ تو وہی بڑا ساہاں تھا جہاں سے فرار ہونے کے لئے اس نے پنڈ سیاہ فاموں سے
بچ کی تھی لیکن بالآخر سر پر ضرب لگنے سے بے ہوش ہو گیا تھا اور دوبارہ ہوش آنے پر خود کو
ایسا سیست اُس جزیرے میں پالیا تھا جہاں بلاول باز سے ملا قابض ہوئی تھی۔

جو زف تو حیرت کے مارے ایسا نظر آنے لگا تھا جیسے اُسے سکتے ہو گیا ہو۔

”بُنی... بُنی کیا ہم غبیث روحوں کے چنگل میں پڑ گئے ہیں!“ وہ بالآخر خوف زدہ سی آواز
بُنی بولا۔

”نہیں... ایسی کوئی بات نہیں!“ عمران نے ہنس کر کہا۔

”تو پھر میر اسر پچکار ہاگا۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے یہ عمارت چل رہی ہو۔!“
”سو فی صد چل رہی ہے!“ عمران سر ہلا کر بولا۔
”میں نہیں سمجھا...!“

”یہ کوئی بہت بڑی آبدوز کشتی ہے جس کا بالائی حصہ چنانوں کی شکل میں بنایا گیا ہے۔!
”تم نیک سمجھجے ہو مسٹر عمران....!“ وہی آواز پھر سنائی دی جو انہوں نے چنانوں کے

”فی الحال یہیں نہ ہو۔!“ عمران آہستہ سے بولا۔ ”وہ مردود نگانا زبان کھوٹے تے پیٹے تو
مر گیا تھا۔ ورنہ میں بہت محتاط ہو کر کوئی قدم اٹھاتا۔ بلاول کی طرف سے میں مطمئن نہیں تھا!“
”اٹھنے گئیں بھی ہمارے ہاتھوں سے نکل گئیں!“ جو زف نے کہا پھر تم ان کے ہاتھ میں
آہستہ سے بولا۔ ”تم فکر نہ کرو بس... میرے دونوں ریو الوروں میں بارہ گولیاں ہیں!“
”مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔ ایک چیو گم اور لو...!“
اب وہ ایسی جگہ تھے جہاں بڑی لمبی چنانوں کے نچلے حصے سے ٹکرائی تھیں۔ بعض جلد تو
ٹکراؤ اتنا زبردست ہوتا کہ پانی کی پھواریں ان کے جسموں سے ٹکراتیں۔
”فتاکی کسی جانب سے آواز آئی۔ ”تم دونوں بہت تھک گئے ہو۔ روشنی کی طرف پڑ آئی۔
ادھر تمہارے لئے بہت کچھ ہے۔!“
آواز ایسی ہی تھی جیسے اُسے اُن تک پہنچانے کے لئے مائیکروفون استعمال کیا ہے۔
”میا خیال ہے بُنی...!“ جو زف نے آہستہ سے پوچھا۔

”غیمت ہے کسی آدمی کی آواز تو سنائی دی۔!“ عمران نے کہا اور روشنی کی طرف پل پڑا۔
انہیں چلنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آرہی تھی۔ بلاخروہ اس جگہ پہنچ ہی گئے جہاں روشنی ہو رہی
تھی اور یہ روشنی ایک بڑی سی مشعل کی تھی۔ جسے ایک ٹنگ یہ دراز میں نصب کر دیا گیا تھا۔
اس کے قریب ہی ایک میز پر شراب کی چند بوکلوں سمیت کھانے کی پکھی چینیں رکھی ہوئی
تھیں۔ جو زف حیرت سے آنکھیں پھاڑے یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔

”تیری تو لقتیر کھل گئی۔!“ عمران اُس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔ ”کافی کیوں
معلوم ہوتی ہیں!“

”وہی ہیں بُنی...!“ جو زف کی باخچیں کھل گئیں۔

”پھر منہ کیا دیکھ رہا ہے۔.... جھپٹ پڑا۔“

”پانہیں کیا چکر ہے بُنی...!“ جو زف نے پر تشویش لجھے میں کہا تھا۔

”دیکھا جائے گا۔!“

”بے فکر ہو.... یہ چیزیں زہر آلوں نہیں ہیں۔!“ آواز پھر آئی۔

عمران نے خاموشی سے ایک پوٹھوچاپ اٹھایا اور کھانے لگا۔ جو زف نے پیکاپت کے ساتھ
ایک بوتل اٹھایا۔ یہاں چنانوں کی بناؤٹ کچھ ایسی تھی کہ پانی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایک چھوٹا سا کوڑا
قد آدم سے بھی اوپری چنانوں سے گمراہا تھا۔ وہ نہایت طمیان سے کھاتے ہیے۔

در میان سنی تھی۔

وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر رہ گئے۔ آواز پھر آئی۔

”اس ایسی آبدوز کا جواب بڑی طاقتون کے پاس بھی نہیں ہے۔ اتنی تیز رفتار آبدوز بنائے میر بڑی طاقتون کو کم از کم پچاس سال لگیں گے۔ اس وقت یہ بہت معمولی رفتار سے چل رہی ہے لطف تو اس وقت آتا ہے جب یہ تمہاری بحری فوج کے اذوں کے قریب پہنچ جاتی ہے اور تمہاری نبی و اے آپنے آلات پر اس کے اثرات دیکھ کر چوکے ہوتے میں اور جتنی دیر میں کچھ کر لگزد کی صورت نکالتے ہیں یہ اطلاع فراہم کرنے والے آلات کے حلقة اثر سے نکل جاتی ہے اور تمہاری جنگی کشیاں ناک نوئے مارتی رہ جاتی ہیں۔ اس وقت بے حد ستر فواری سے چل رہی ہے۔“

”کیا تم لوگ یہ سب کچھ مغض اس لئے کر رہے ہو کہ مجھ سے باوں دے سو ف کے نیمی حاصل کر سکو...!“ عمران نے پوچھا۔

”سو فیصد بھی بات ہے مسٹر عمران...!“

”تمہارا تعلق کس ملک سے ہے؟“ عمران نے سوال کیا۔

”ہمارا تعلق ہر ملک سے ہے ہم ساری دنیا کے شہری ہیں۔!“

”میں نہیں سمجھا...!

”حالانکہ یہاں ہمیں تم سے زیادہ اور کوئی نہیں سمجھتا۔“

”تم لوگ کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو۔!

”سہ تا ممکن ہے مسٹر عمران ہم شاذ و نادر ہی کسی غلط فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں۔“

”میں اک بار کہہ چکا کہ سلائیڈ بناتے وقت نگیوپڑاٹ ہو گئے تھے۔!

”مجھے یقین نہیں ہے۔!

”نہ ہو۔“ عمران نے شانے اچکائے۔

”تم یوں باز نہیں آؤ گے۔ اے غصیلے لمحے میں کھا گیا۔ اب ہم تمہیں ایسی اذیتیں دیں گے۔“

زندگی سے بیزار ہو جاؤ گے۔!

پھر سناتا چھا گیا.... آواز دوبارہ نہیں سنائی دی تھی۔ وہ دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کے زندگی سے بیزار ہو جاؤ گے!“

دیکھتے رہے۔

(چوتھا حصہ)

عمران سیر یز نمبر 108

رہا ہوں؟ یہ کیا بات ہوئی؟ کیا آپ مجھے بوڑھا سمجھتے ہیں؟ کہ ”جوانی“ کی تصویر کا حوالہ دے رہے ہیں.... ویسے ایک بارہوی تصویر چھاپ دی تھی، جو شناختی کارڈ کے لئے کھنچوائی تھی۔ اس پر ایک صاحب نے لکھ بھیجا کہ یہ کسی مصنف کی تصویر ہے یا پنجاب کے خالص گھنی کا اشتہار۔ تو بھی تصویر کا مسئلہ نہ اٹھائی گئے، ورنہ پھر دشواری میں پڑھاؤں گا۔ البتہ آپ کی یہ تجویز ضرور قابل غور ہے کہ عمران کے اس دور کی کہانیاں پھر لکھی جائیں، جب وہ ایکسو نہیں تھا اور کیپٹن فیاض سے اُس کی نوک جھونک خاصی دلچسپی کا باعث ہوا کرتی تھی۔

ایک اور صاحب رقم طراز ہیں کہ انہوں نے اسلام آباد میں کوئی ”عمران کمیٹی“ بنائی ہے اور یہ عمران کمیٹی مجھ سے جواب طلب کر رہی ہے کہ آخر کتاب میں لیٹ کیوں ہو جاتی ہیں؟ عرض ہے کہ جب میں خود ہی لیٹ ہو جاؤں گا تو کتاب میں کیوں نہ لیٹ ہوں گی.... اور پھر کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دوسروں کی وجہ سے بھی کتاب کی تیاری میں دیر ہو جاتی ہے۔ میں نے تو اپنا کام کر لیا لیکن کاتب یہاں ہو سکتا ہے، پر لیں کی مشین خراب ہو سکتی ہے، بائیڈر کو بھی کوئی دشواری پیش آسکتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ!

ابن مصنفوں

۱۹۷۸ء دسمبر

پیشرس

”مختصر اسورج“ حاضر ہے۔ اس کہانی کا انداز، اس سلسلے کی پچھلی کہانیوں سے مختلف ہے۔ امید ہے کہ آپ کو پسند آئے گا اور آپ یہی کہیں گے کہ کہانی تواب مژروع ہوئی تھی۔ اتنی جلدی کیوں ختم کر دی گئی؟ جی ہاں پچھلی بار ایک غلطی ہو گئی تھی۔ اس سلسلے میں بھی درجنوں خطوط برائے جواب طلب آگئے۔ غلطی یہ ہوئی کہ پچھلے کتاب ”چنانوں کا راز“ کے پیشرس میں میرے دستخط نہیں تھے۔

اصرار ہے کہ آئندہ ایمانہ ہونے پائے.... بہت بہتر جناب! اور یہ بھی درست ہے کہ کبھی کبھی سروق کا ڈیزائن کہانی سے مطابقت نہیں رکھتا.... اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ لکھنے وقت کبھی کبھی مجھے یاد نہیں رہتا کہ نائیٹل ڈیزائن کس قسم کا ہے.... بہر حال یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے.... نائیٹل ڈیزائن تو خریدار کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ میں ”نئے چھنے“ والوں کی بات کر رہا ہوں۔ ورنہ آپ تو مجھے جانتے ہی ہیں۔ مجھے ہر حال میں ملنا چاہتے ہیں۔ خواہ آپ کو بور کروں، خواہ خوش کر دوں۔ اس لئے آپ کو اس کی قطعی پرواہ نہ ہونی چاہئے کہ نائیٹل ڈیزائن، کہانی سے مطابقت رکھتا ہے یا نہیں۔

ایک صاحب نے پھر اصرار کیا ہے کہ میں اپنی جدید ترین تصویر کتاب کی پشت پر چھاپوں۔ آخر ”جوانی“ کی تصویر کیوں چھاپ

بی دی کی او اکارہ تھی اور اسے علم تھا کہ رو جر فرینگلن شادی شدہ ہے۔ اس لئے وہ خود بھی محتاط تھی اور دونوں پلک مقامات پر آپس میں بے تکلف نہیں ہوتے تھے۔ رو جر فرینگلن نے یہ بیٹ اسی لئے خریدا تھا کہ اپنے ماحول سے الگ رہ کر کچھ وقت گرل فرینڈ کے ساتھ گزار سکے تو اس وقت جام پر جام لندھا رہا تھا اور اس کی گرل فرینڈ بھی سر مرستی کے عالم میں ناگفتہ مالات سے گذر رہی تھی کہ کسی نے عقب سے رو جر فرینگلن کی گردن پر ہاتھ مارا اور اس کی انگوں میں پہلے ہی سے چھائی ہوئی دھندا نہیں گھری تاریکی میں تبدیل ہو گئیں اور جب دوبارہ بوش آیا تو منظر بدل چکا تھا۔ نہ وہ اپار ٹمنٹ تھا اور نہ محبوبہ دلوواز کا قرب ... گو بستر آرام دہ تھا۔ میکن اسے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ اب وہ کسی کا قیدی ہے۔

ژول روئے کو اطلاع ملی تھی کہ اس کے ملک کے دارالحکومت میں آرٹشوں کی جو بھیز پائی جاتی ہے اس میں کچھ غیر ملکی جاوس گھس آئے ہیں اور انہوں نے وہاں کی سیاہ قام آبادی کو اپنی کارگانہ بنایا ہے۔ پہلے تو متحتوں سے اس سلسلے میں کام لیا تھا لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ آرٹشوں کی ان بھیز میں کئی خوبصورت لڑکیاں بھی پائی جاتی ہیں تو پھر یہی مناسب سمجھا کر خود ہی ان عطالات کو دیکھئے اس طرح یہ مسئلہ ”تاپ یکرٹ“ کے شعبے میں داخل ہو گیا۔

اُرٹ کے ولادہ ایک معزز آدمی کی حیثیت نے ان کے درمیان پہنچا کچھ تصویریں خریدیں اور پھر بعض آرٹسٹوں کے مذاہوں کے حلقوں میں شامل ہو گیا کہ یہ ساری آرٹسٹ لڑکیاں تھیں۔ انہیاں میں سے ایک نے ایک رات اُسے اتنی پلاوی کہ ذہن کے کینواس پر سیاہی پھر گئی۔ اس کے بعد اپالا ہوا تو وہ بھی کسی کا قدمی تھا۔

برٹش میں ایک عدیم المثال گھوڑے کے چکر میں مارا گیا۔ اس بنت، وہ اپنے ملک میں نہیں خالدہ افریقہ کے ایک ملک میں گھوڑوڑ دیکھنے کیا تھا۔ وہاں ایک گھوڑا سب سعد پسند آیا اور وہ اُسے ہر قیمت پر حاصل کر لینے کے چکر میں پڑ گیا۔ کچھ لوگ گھوڑے کے مالک سے معاملہ طے کرانے کے لئے کہیں لے گئے اور پھر اُسے اپنے ہوٹل والیں آنا نصیب نہ ہوا۔ وہ بھی کسی کا قیدی ببن گا تھا۔

بے چاروں الگ الگ قیدی بنائے گئے اور پھر انہیں یکجا کر دیا گیا۔ چاروں ہی کسی نہ کسی طرح
پس دوسرے سے واقف تھے۔ یکجا ہونے سے قبل ہر ایک یہی سوچتا رہا تھا کہ وہ مخالف یکپ کے
انشال کے تھے چڑھ گیا ہے۔ لیکن یکجا ہوتے ہی یہ متjur رہ گئے۔

ان کا تعلق چار بڑے ممالک سے تھا اور وہ خود کو قیدی بھیجنے پر مجبور تھے اور یہ جنگی نیز
بات تھی کہ حاروں ادا اپنی حکومت کے محلکے کار خاص سے تعلق رکھتے تھے۔

آئیوں کا لوف اپنی حکومت کے خارجی امور برائے افریقہ و مشرق و سطحی کے شعبہ نامزد ہے۔ تھا۔ رو جر فرنسنگل دوسرا بڑی طاقت کے اتحادیوں کی ”دکیھ بھال“ کے مختک کانپارن تھا۔ تیرس اٹول رو سے اس ملک سے تعلق رکھتا تھا جو دونوں کیمپوں کے حواریوں نے با تھوڑا ایجاد اپنی ایسا تلقی سے فروخت کر دینے کا ماہر سمجھا جاتا تھا اور بچھا سر نامس دیکی اس ملک کی بیانات سروس کا سر بر اہ تھا جو نہایت امن پسندی کے ساتھ تیرسی جنگ کا منتظر تھا۔ لیکن ساتھ تھا اس کے لئے بھی کوشش تھا کہ تیرسی جنگ یورپ کی بجائے ایشیا اور افریقہ میں لڑی بائیں یاد کیوں نہ ہو۔ ایسا جنگ عظیم کے بعد دنبا کے بشتم حصے سے اس کی جو دھڑکتی تھیں ختم ہو گئی تھی۔

بہر حال اب یہ چاروں قیدی تھے۔ مگر کس کے؟ ان کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا۔ آئین کارلوف اپنے ملک کے شامی برستان میں سفید ریجبوں کا شکار کھیل رہا تھا کہ اپنے اُس کی پارٹی کو برف کے طوفان نے آ لیا۔ پارٹی کے لئے یہ کوئی الیک انوکھی بات نہیں تھی۔ کے پاس ایسا سامان موجود تھا جس کی مدد سے وہ اس دشواری کا مقابلہ کر سکتے تھیں ہوا یہ کہ سامان کو اپنے بچاؤ کے لئے استعمال ہی نہ کر سکے۔ جتنی دیر میں کچھ کرنے کے قابل ہوئے تھے، تک برف میں دفن ہو گئے تھے۔

دوبارہ ہوش میں آنے پر آئیون کارلوف نے خود کو نیم گرم سی فضا میں محسوس کیا تھا۔
کے بعض افراد کو آوازیں دیں تھیں لیکن پھر بستر کی نری کا احساس ہوتے ہی انہوں نے
تھوڑی ہی دیر بعد اسے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ اُس کمرے سے باہر نہیں اٹک سکتا۔
روجج فینٹکلر، تہ دام آنے سے قبل انی ایک گرل فرینڈ کے ساتھ رنگ لیاں مانے۔

”میک ہے ذاتیات میں نہ الجھنا چاہئے۔“ژول رو مے بولا۔
 ”کارلوف عمر کے لحاظ سے بچاؤ سے اوپر ہی رہے ہوں گے لیکن جنت کے معاملے میں
 پاؤں پر بھی سبقت لے گئے تھے۔
 آئیون کارلوف خاموش تو ہو گیا تھا لیکن اُس کی آنکھوں میں ناگواری کا تاثر موجود تھا۔ رو جر
 فرینکلن کچھ سوچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد چونک کر بولا۔ ”میں سمجھا تم کیا بننا چاہتے ہو۔“
 تینوں اُس کی طرف متوجہ ہو گئے اور فرینکلن نے کارلوف کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ سارا است اپ ہم نے کیا ہے۔“
 ”لیا یہ ناممکن ہے ذیز مسٹر فرینکلن...!“
 ”سوال تو یہ ہے کہ ہم ایسا کیوں کریں گے۔“
 ”تمہارے اس سوال کا جواب دینے بینجا تو تمہیں ایک اشیائی کی ضرورت محسوس ہونے لگے گی۔“
 ”اتا طویل جواب ہو گا۔“ ژول رو مے نے ہنس کر پوچھا۔
 ”بہر حال اب تم آگاہ ہو گئے ہو۔“ فرینکلن نے سر جھٹک کر کہا۔ ”محظاً رہنا۔“
 کارلوف صرف سر ہلا کر رہ گیا۔ اُس کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ تھی۔
 تھوڑی دیر بعد انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے وہ بیل کر رہ گئے ہوں اور پھر وہی کیفیت طاری ہوئی
 میں کسی لفٹ کے اوپر جاتے وقت اعصاب پر طازی ہوتی ہے۔
 تو یہ بہاساند کرہ جس میں گھنٹن کا احساس قطعی نہیں ہو رہا تھا کسی قسم کے مکمل قائم تھا۔
 ”مفترانہ نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگا اور دفعتاً رو جر فرینکلن نے آئیون
 کارلوف سے کہا۔ ”کہیں یہ سارا است اپ تم ہی لوگوں سے تعلق نہ رکھتا ہو۔“
 ”ہاں یہ بھی ممکن ہے۔“ آئیون کارلوف نے پر سکون لجھے میں کہا۔ ”لیکن یہ بات میں دوثوق
 سے کہہ سکتا ہوں کہ میں اس سے لاعلم ہوں۔“
 ”تو پھر میری طرف سے بھی بیسی عذر قبول کرو۔“ فرینکلن نے کہا۔
 ”معقول بات ہے۔“ سر ناٹس سر ہلا کر بولا۔
 ”میری دانست میں بھی بہتر ہے کہ خاموشی سے حالات کا جائزہ لیا جائے۔“ ژول رو مے نے
 لائے دی۔
 کمرے کی عمودی حرکت رکتے ہی جھکا لگا اور وہ دروازے کی طرف دیکھنے لگے کہ شاکرڈ

سر ناٹس نے کہا۔ ”کیا ہم پاچھویں طاقت کے قیدی ہیں۔“
 ”پاچھویں طاقت صرف میرے سلسلے میں اس حد تک جا سکتی ہے۔ تمہارے لئے نہیں۔“
 آئیون کارلوف نے کہا۔
 ”اوہ.... ہو گا کچھ.... دیکھا جائے گا۔“ رو جر فرینکلن نے اپنی روائی لای پر وہی کا اظہار کیا
 لیکن ژول رو مے جو بہت زیادہ سنجیدہ نظر آرہا تھا سر کو منقی جبیش دے کر بولا۔ ”نہیں پانچھویں
 طاقت سر د جنگ میں شامل نہیں ہے۔“
 ”یہ بھی درست ہے۔“ کارلوف نے پر تکلر لجھے میں کہا اور پھر اعتماد آمیز نظروں سے رو جر
 فرینکلن کی طرف دیکھنے لگا۔ فرینکلن نے اسے گھوڑتے ہوئے پوچھا۔ ”یہ بھی درست ہے لیکن؟“
 ”میرے دوست جو کچھ میں سوچ رہا ہوں اُسے قبل از وقت زبان پر نہیں لانا چاہتا۔“
 کارلوف پھیل کی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔
 ”گویا ہمارے ہی بارے میں کچھ سوچ رہے ہو۔“
 ”کیا غلط سوچ رہا ہوں.... کیا تمہارا قدم درمیان ہو اور اسی ڈرامے کو خارج از امکان قرار
 دے دیا جائے۔“ کارلوف نے طنزیہ لجھے میں کہا۔
 ”تان سن.....!“
 ”ہماقتیں تان سن سی کہلاتی ہیں۔“
 ”کیا مطلب....!“
 ”اب مطلب کیا بتاؤں تم اوگ سانچندان تو اعلیٰ درجے کے پیدا کر رہے ہو گئے
 ڈپلومیٹ تیرسے درجے کے پیدا کر رہے ہو اور ہم ہر جگہ تمہاری تھرڈریٹ ڈپلومیٹ سے فائدہ
 اٹھاتے ہیں۔ یعنی اپنے احتمانے مخصوصوں پر ارزیجی اور کرنی تھم ضائع کرتے ہو اور میدان نہاد
 ہاتھ رہتا ہے۔“
 ”اس کا اس معاملے سے کیا تعلق....!“ رو جر فرینکلن نے کسی قدر تیز ہو کر کہا۔
 ”یہ بھی کسی قسم کا احتمانے مخصوصہ ہی ہو سکتا ہے۔“
 ”یعنی تم کھلم کھلا ہمیں الزمادے رہے ہو۔“ رو جر فرینکلن ممھیاں بھیجن کر دیجنا۔
 ”پلیز.... پلیز....!“ سر ناٹس دونوں ہاتھ انٹھا کر رو بیٹانہ انداز میں بولا۔
 ”فی الحال جو کچھ بھی ہے پر دے کے پیچھے ہے۔ قیاسات کو جھٹکے کا گھر بنا نے سے کیا فائدہ۔“

اُس کے کھلنے کی بھی باری آگئی ہو۔ لیکن ایسا نہ ہوا اور پھر اچانک دوسرا جھٹکا لگا اور حرکت کا اصرار ہونے لگا۔ اس بار حرکت اتفاق تھی۔

”خدا کی پناہ....!“ سر نامس نے طویل سانس لے کر تینوں کے چہروں کا جائزہ لیا اور آپس سے بولا۔ ”ہم شاندے کسی سب میریں میں سفر کر رہے ہیں۔“

کوئی کچھ نہ بولا۔ ہر ایک کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔ اسی طرح کئی منٹ گزر گئے آخر سر نامس تھوک نگل کر بولا۔ ”بڑی عجیب بات ہے کہ ابھی تک کسی ایسے فرد سے ملاقات نہیں ہوئی جوان حالات کی ذمہ داری اپنے سر لے سکتا۔ اس سے پہلے مجھے جہاں رکھا گیا تو وہاں بھی اپنے علاوہ اور کوئی نہیں دکھائی دیا۔ آخر بحالتِ اعلیٰ اس سب میریں تک پہنچا اور تینوں سے ملاقات ہوئی۔“

”غالباً ہر ایک کی بین کہانی ہے۔“ ٹول روے نے کہا اور بقیہ دونوں آدمیوں نے سر بلار اس کی تائید کی۔

”لئن عجیب بات ہے سر نامس....!“ فرنگل بن بولا۔

آئیون کارلوف خاموش تھا۔ آنکھوں میں گہرے تفکر کا تاثر پیاسا جاتا تھا۔ تھوڑی دری بعد بولا۔ ”اگر یہ سب میریں ہے تو غیر معمولی تیز رفتاری کا مظاہرہ کر رہی ہے۔“

”ہمیں دروازہ کھولنے کی کوشش کرنی چاہئے۔“ ٹول روے نے کہا۔

”میں اسکا مشورہ نہیں دوں گا۔“ کارلوف نے کہا۔ ”معاملے کی نویت کو سمجھنا پہلا قدم ہونا چاہئے۔“

”کارلوف کا مشورہ مناسب ہے۔“ سر نامس ڈگی بولا۔

”لیکن ایسی صورت میں جبکہ ہم ایک دوسرے پر شبہ کر رہے ہیں اصل معاملے کی نویت تک کیسے پہنچ سکیں گے۔“ روجر فرنگل نے کہا اور سگریٹ سلاگا نے لگا۔

”یہ بھی درست ہے....؟“ سر نامس نے ٹھنڈی سانس لی۔

”بہر حال بات کسی طرح بھی آگے نہیں بڑھ سکتی۔“ ٹول روے بولا۔

”میرا خیال ہے کہ اب ہم جہاں لے جائے جا رہے ہیں وہیں پہنچ کر کچھ معلوم کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔“ کارلوف نے کہا۔

”اوہ.... وہ دیکھو.... میر پر تاش کی گذی بھی موجود ہے۔“ دفعتاً روجر فرنگل پر سرت لجھے میں بولا۔ ”وقت گذاری کے لئے اس سے بہتر اور کیا چیز ہو سکتی ہے۔“

”اور ساینڈ بورڈ میں شراب کی بوتلیں بھی موجود ہیں۔“ ٹول روے نے اس سے بھی زیادہ سرت ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

سر نامس اور کارلوف سنجیدگی سے کچھ سوچے جا رہے تھے۔ فرنگل اور ٹول روے کے ہمراہ پر بھی ان دونوں میں سے کوئی اس قضیع اوقات پر تیار نہ ہوا۔ آخر صرف وہی دونوں رمی پہنچ گئے۔

سر نامس اور کارلوف دروازے کے قریب جائیٹھے تھے اور ان دونوں کو پر تشویش نظر و دیکھ رہے تھے۔

”یا خیال ہے سر نامس....!“ کارلوف نے آہستہ سے پوچھا۔

”اگر تم فرنگل کی بات کر رہے ہے تو میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اس وقت انی رحمات ماب قوم کی نمائندگی کر رہا ہے۔ اگر روئے خن ٹول روے کی جانب ہے تو وہ محض انی رواتی وضعیت کا اسیر ہے۔“

”میں یہ کہہ رہا تھا کہ دونوں لاپرواہ ہونے کی ادائیگی کر رہے ہیں۔“

”اسے میں ضرور تسلیم کرلوں گا۔“ سر نامس نے طویل سانس لے کر کہا اور اپنے پاپ میں تہا کو بھرنے لگا۔

”وہ دونوں رمی کھلنے میں محو ہو گئے تھے۔ اس حد تک کہ تھوڑی دیر بعد انہیں اپنے علاوہ اور کسی کا رہی ہوش نہ رہا۔ ٹول روے نے ساینڈ بورڈ سے ایک بوتل دو گلاس اور سوڑے کا سانفن ٹکال لئے تھے گھونٹ گھونٹ پیتے اور پہنچنے جا رہے تھے۔ کبھی کبھی اپنی کسی کامیابی پر کوئی نہیں بھی پڑتا تھا۔ اچانک دروازہ سر کرنے کی آواز آئی۔ سر نامس اور کارلوف چونک کراوز موجہ ہو گئے۔ سلاینڈنگ ڈور سر کر کر دیوار کے اندر چلا گیا تھا۔ پھر فرنگل اور ٹول روے بھی اٹھ گئے ہوئے۔

دروازے سے دوسرے کمرے کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا۔ وہ دونوں بھی آہستہ پہنچنے والے دروازے کے قریب آپنچھ۔

”دوسری طرف کا کمرہ اس کمرے سے بہت بڑا تھا۔ فرنگل نے آگے بڑھ کر دوسرے کمرے میں اٹھا ہوا چپا لیکن کارلوف اسے روکتا ہوا آہستہ سے بولا۔ ”ٹھہر د... بلد بازی مناسب نہیں۔“ اچانک دوسری طرف سے ایک سیاہ فام آدمی ان کے سامنے آکھڑا ہوا اور ان کے کچھ کہنے

سے بُلی ہی بولا۔ ”اُبھی تم اندر نہیں آ سکتے۔ میر اباس عبادت کر رہا ہے۔“

”تم کون ہو....؟“ کارلوف نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

”جو زف مُونڈا....!“

”تمہارا بابا کون ہے....؟“

”لیا تم نہیں جانتے۔“ سیاہ فام نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”جانتے ہوتے تو پوچھتے کیوں....؟“ سر نامس نے کہا۔

”تو پھر یو نبی خواہ مخواہ گرفتار کر لیا ہے۔“ سیاہ فام آدمی بھاگر بولا۔

”گرفتار.... کیا مطلب....!“

”پتا نہیں تم لوگ کون ہو.... اور کیا چاہتے ہو۔“ جوزف انہیں گھورتا ہوا بولا۔

”ہم صرف یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارا انگواء کنندہ کون ہے۔“

”انگواء کنندہ....!“ جوزف کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

”ہاں.... انگواء کنندہ.... اور اس حرکت کا مقصد کیا ہے....؟“

”اچھا.... اچھا....!“ جوزف سر ہلا کر بولا۔ ”میں سمجھ لیا تم شائد مجھے یہ باور کرنا چاہتے ہو کہ تم بھی قیدی ہو۔“

”محض باور ہی نہیں کرنا چاہتے بلکہ یہ حقیقت بھی ہے۔“

”تب تو ہر اچھی بات ہے.... دو سے چھ ہوئے۔“ جوزف خوش ہو کر بولا۔

”اوہ.... تو تم ہمیں یہ باور کرنا چاہتے ہو کہ تم بھی ہماری ہی طرح قیدی ہو۔“

”باور نہیں کرنا چاہتا مسٹر.... بلکہ یہ حقیقت ہے۔“

”کیا تمہارا بابا کوئی اہم آدمی ہے۔“

”پتا نہیں....!“

”میانا م ہے اور اس ملک سے تعلق رکھتا ہے۔“

”اگر وہ مناسب سمجھے گا تو خود ہی بتا دے گا۔“

”کتنی دیر میں عبادت کر چکے گا۔“

”اُس کے موز پر محصر ہے۔“

استئنے میں فرنیکلن نے اپنے کھڑے ہونے کا زاویہ بدلت کر کرے میں جھانکا اور تھیمنہ انداز

میں پلکیں جھپکا کر رہا گیا۔ پھر اُس نے دوسروں کو بھی اس جانب متوجہ کرانے کی کوشش کی تھی۔
انہوں نے ایک آدمی کو ایک گوشے میں سر کے بل کھڑے دیکھا۔

”اُس....!“ جوزف نے آہستہ سے تعارف کرتے ہوئے کہا۔ ”عبادت کر رہے ہیں۔“
”کس نسل اور نمہہ سے تعلق رکھتا ہے۔“ سر نامس نے پوچھا۔

”میں نے آج تک معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی۔“
”کس ملک سے تعلق ہے۔“

”میں تزریقی کا باشندہ ہوں اور بابا اپنے بارے میں خود ہی بتائے گا۔“
”تم نہیں جانتے....!“

”خدای جانے کے میں کیا کیا نہیں جانتا۔“ جوزف نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ پھر اچانک
تپر بدلت کر بولا۔ ”دیکھو مسٹر اگر ہم تم لوگوں کے قیدی ہیں تو ہمیں اپنا شکریہ ادا کریں کا موقع دو!“

”کس بات کا شکریہ....!“

”ہمیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ خصوصیت سے اس کا تو بہت بہت شکریہ کہ تم نے مجھے
ثراب کی تکلیف نہیں ہونے دی۔“

”کیوں کو اس کئے جا رہا ہے۔“ اسی گوشے سے آواز آئی۔ جہاں وہ آدمی سر کے بل کھڑا تھا۔
اغفارہ سید حاکھڑا ہو کر انہیں چند ہیلائی ہوئی آنکھوں سے دیکھنے لگا۔

”لیا ہم اندر آ سکتے ہیں....؟“ سر نامس نے اس سے پوچھا۔
”لیکن.... ضرور.... مجھے بے حد خوشی ہوگی۔“ جواب ملا۔

وہ چاروں اسے غور سے دیکھ رہے تھے۔ لیکن انہیں اُس کے چہرے پر حماقت مآبی کے علاوہ اور
کچھ بھی نہ دکھائی دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی لمحے بھی انہیں وہیں چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہو گا۔

”تم اس طرح قیدی بنائے گئے تھے....؟“ سر نامس نے اس سے پوچھا۔
”تم انگریز معلوم ہوتے ہو....!“ اجنبی نے کہا۔

”تمہارا ذیل درست ہے۔“

”لیکن تم اپنی قوی روایت سے ہٹ گئے ہو۔“

”لیا مطلب....!“

”تعارف کے بغیر ہی گفتگو شروع کر دی۔“

”خیر کسی طرح بھی ہوا ہو.... لیکن تم بہر حال قیدی ہو۔“ سر نامکرنے کہا۔
 لیکن قیدیوں سے اتنا چھاسلوک تو نہیں کیا جاتا ہمیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہے۔“ عمران نے کہا۔
 ”گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ قیدی نہیں بلکہ کسی کے مہمان ہو....؟“ فرینگلن نے پوچھا۔
 ”مہمان ہی سمجھنے کو دل چاہتا ہے۔ بہر حال میزبان جو کوئی بھی ہو اُس نے مجھے زندگی کی
 بھروسے نجات ضرور دلادی ہے۔ یہ کلوٹا میرا ملازم ہے۔ اس کے لئے روزانہ چھ بو تلیں
 اہر کرنی رہتی تھیں۔ لیکن اب اس فکر سے بھی نجات مل گئی۔“

”بھی میز بانوں کا بھی کوئی آدمی نظر آیا۔“ ترول روٹے نے پوچھا۔
 ”نہیں سب کچھ بُٹن دبانے سے فراہم ہو جاتا ہے۔ ناشتے کے لئے بُٹن دباو۔۔۔ ناشتے کی ٹرے
 پر کی ٹلی آرہی ہے۔ سب کچھ اسی طرح فراہم ہو جاتا ہے۔ سارے معاملات کے بُٹن الگ الگ ہیں۔“
 ”لیکن تمہیں ان بُٹنوں کا استعمال کیسے معلوم ہوا تھا۔“ سر نامس نے پوچھا۔
 ”اک نئی آواز نے بتایا تھا۔“

”کہاں ہیں..... وہ بیٹن.....!“
 ”اس طرف....!“ عمران ایک جانب ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”چلو دکھاؤ۔“
 دیوار پر ایک جگہ بڑے سے سوچ کبورڈ پر متعدد پیش سوچ نصب تھے۔
 ”یدیکھو.... اب میں ایک گلاس ٹھنڈا اپانی طلب کرنے جا رہا ہوں۔“ عمران نے کہہ کر ایک
 بیٹن سوچ کپڑا لگا کر دی۔ بلکی سی کھڑک گھراہست سنائی دی اور اسی دیوار کے ایک حصے سے ایک ٹرے
 پر آمد ہوئی جس پر بیانی کا گلاس رکھا ہوا تھا۔

”تم میں سے کسی کو ضرورت ہے خفتہ پانی کی یا میں ہی پی جاؤں۔“ عمران نے ایک آئندہ کا جھرہ دکھل کر سوال کہا۔

کوئی کچھ نہ بولا۔ آخر وہ خود ہی گلاس اٹھا کر چڑھا گیا۔
”کیا تمہارے کمرے میں ایسے بٹن نہیں ہیں۔“ جوزف نے سوال کیا۔
”نہیں...!“ سر نامگر بولا۔

”تب تو شاید تمہاری ضروریات بھی اسی کمرے سے پوری ہوں گی۔“
 ”لیکن نہیں آتا کہ تم ہمارے میزبان ہی کے آدمیوں میں سے نہیں ہو۔“ آئیون کا رلوف
 پلکا پار جو لار

اس جملے پر فرینگلن ہس پڑا تھا۔

سر نامس نے خفیف ہو کر کہا۔ ”میں نامس ڈگی ہوں۔“

”میں عمران....!“ اس نے مصافیہ کے لئے ہاتھ بڑھا کر بڑی گرجوشی سے مصافیہ کیا۔ ”اور یہ حضرات اگر مناسب صحیح گے تو خود ہی اپنا تعاون فراہم کروں گے۔“ سر نامہ نے کہا۔ ”تم کرنے کے لئے ایک ہی آدمی کافی ہے۔“ عمران حقانیہ انداز میں یوں لے۔

”تم مجھے جنوبی مشرقی ایشیاء کے کسی ملک کے باشندے معلوم ہوتے ہو۔“

”تمہارا خیال درست ہے۔“

”تمہاری گرفتاری کی وجہ...!

”غلط فہمی“

”کیا تم ہم سے بیٹھنے کو بھی نہ کہو گے۔“ دفتار فریضکلن بولا۔ ”میں ایسی قوم سے متعلق ہوں جو تعارف کے بغیر ہی سب کچھ کر دیتی ہے۔“

”شکل ہی سے ظاہر ہے۔“ عمران مسکرا کر بولا۔۔۔ اور کرسیوں کی طرف اشارہ کر کے بولا۔۔۔ ”جو جس جگہ چاہے میٹھے چائے مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔“

وہ حاروں بندھ گئے اور سر نامس نے کہا۔ ”تم کسی غلط فہمی کا ذکر کر رہے تھے۔“

”غلط فہمی... ہاں.... محض غلط فہمی کی بناء پر... وہ پہنچانیں نہیں تھیں جن کے قریب میں نے ایسی موڑ بوٹ روکنے کی کوشش کی تھی۔“

”تھیاڑی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔“ سر ثامس بولا۔

”کشی روک کر ہم ان چٹانوں پر اتر گئے۔ کچھ دیر بیٹھے اور پھر چلنے کو ہوئے تو ان چٹانوں نے تیرنا شروع کر دیا۔

”تیرنا شروع کر دیا۔“

”ہاں بہت تیزی سے.... اور پھر ہم دونوں ان چٹانوں سے لڑکتے ہوئے ایک بہت بڑا میل، میل، حاگرے۔ فیلا سے ہمسر، اس کمرے میں منتقل کر دیا گلا۔“

"سترنر" نشانی تهییر، تحریر "فرینکلین" نزدیک کنایه کرد.

بہت ریادہ کے میں ویں سے۔ رہنے سے۔ سرہد
”یہ رہا ہو گا..... میں تو نہیں تھا۔ پیتا ہی نہیں۔“ عمران نے جوزف کی طرف اشارہ کر کے
بڑی محضومیت سے کہا۔

ذول روے نے زور دار تھکہ لگایا۔ فرینکلن نے بھی جھپٹنی ہوئی سی بھنی کے ساتھ ہیلو کہا
”بچھے ہست گیا۔“

”اڑھ پلچو...!“ لڑکی نے دوسرے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔

”کیا یہ ضروری ہے۔“ فرینکلن گز برا کربولا۔

”پھر کیوں طلب کیا تھا...!“

”یونہی تجربے کے طور پر۔“

”تم میری توہین کر رہے ہو۔“ وہ آنکھیں نکال کر سخت لبجھ میں بولی۔

”اسی کوئی بات نہیں تم جاسکتی ہو۔“

”اب واپسی ناممکن ہے....!“

”کیا مطلب....?“

”جب نک میں زندہ ہوں تمہیں میرے ساتھ رہنا ہو گا۔“

”وہ دراصل....!“ سر نامس نے پچھہ کہنا چاہا تھا لیکن وہ ڈپٹ کر بولی۔ ”خاموش رہو۔“

سر نامس برا اسمانہ بنا کر رہ گیا اور وہ فرینکلن کا ہاتھ پکڑ کر دوسرے کمرے کی طرف کھینچ گئی۔

”یہ نامناسب ہے....!“ ذول روے تھوک بلکل کربولا۔

”تم بھی اپنے کام سے کام رکھو...!“ لڑکی اُس پر الٹ پڑی۔

”میں معافی چاہتا ہوں۔“ فرینکلن اس سے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔

”طاقت د کھاؤ گے....!“ وہ اس کے ہاتھ پر اپنی گرفت مزید مضبوط کرتی ہوئی بولی۔

”یہ کیا ہو رہا ہے۔“ ذول روے دونوں کے درمیان آنے کے لئے آگے بڑھا ہی تھا کہ

ذوزف جھپٹ کر راہ میں حائل ہو گیا۔

”کیا بات ہے....!“ ذول روے اُسے گھورتا ہوا بولا۔

”ایک عورت کے مقابلے میں دو مرد ایجھے نہیں لگیں گے مژہ...!“

”ہست جاؤ...!“

”وہ نمیک کہر رہا ہے۔ مو سیو ذول روے....!“ آئیون کار لوف بولا۔ ”تم دخل مت دو۔“

ذول روے کے جوزف کو قہر آؤ د نظروں سے دیکھتا ہوا بچھے ہست گیا۔

اُن دونوں کے درمیان کش کمش جاری تھی۔ وفتحا لڑکی نے فرینکلن کو کمر پر لاد کر ٹھی دیا۔

”سوال یہ ہے کہ تمہاری یہ رائے میرا کیا بگاڑ سکتی ہے۔“ عمران نے مسکرا کر کہا۔ ”جو تمہارا دل چاہے سمجھتے رہو۔ مجھ پر جو گذری تھی کہہ سنائی۔“

”اور تمہیں اس سے کوئی پریشانی نہیں ہے۔“

”پریشانی... اُس وقت ہوتی جب یہ لوگ مجھ سے مزدوری کرتے اور دو وقت کی روئیاں

تمہادیتے۔ یہاں تو عیش ہی عیش ہے۔ غوب یاد آیا۔ لیکن میں نصیحتوں کا بھی ہے۔“

”اچھا...!“ فرینکلن نے مضکع کانہ اظہار تحریر کے ساتھ کہا۔ ”ذرا د班ا تو.... وہ میں بھی۔“

عمران نے پھر ایک پش سوچ پر انگلی رکھ دی۔ بلکی ہی گھر گھڑا ہست کے بعد ایک بے حد بریلی

نسوانی آواز سنائی دی۔ ”صحیح...! گیارہ نج کر سات منٹ ہوئے ہیں۔ آج کی نصیحت سن...“

بس اوقات اپنے حواس بھی دھوکا دیتے ہیں۔ اس لئے اپنی صحیح پر کھ تم خود نہیں کر سکتے۔ بہتر یہیں

ہے کہ تم اسے آنے والی نسلوں پر چھوڑ دو۔ وہی اس کا فیصلہ کر سکیں گی کہ تم کھرے تھے با

کھوئے.... خدا حافظ۔“

”تم نے دیکھا...!“ عمران ان کی طرف مڑ کر بولا۔

”کیوں بھائی...!“ عورت کا بھی کوئی میں ہے یا نہیں۔ ”ذول روے نے نہیں کر پوچھا۔

”یعنی کہ گرل فرینڈ کا...!“

”پاں میں بھی پوچھ رہا ہوں کہ کوئی میں دبانے سے عورت بھی برآئی ہو سکتی ہے یا نہیں۔“

”بالکل ہے....!“ عمران سنجیدگی سے بولا۔ ”لیکن میں نے اسے دبانے کی بہت خود میں نہیں

پائی تھی۔“

”کیوں....؟“ فرینکلن نے شرارت آمیز مسکرا ہست کے ساتھ پوچھا۔

”پتا نہیں کس قسم کی بالکل پڑے۔“

”اچھا ب اس وقت میرے کہنے سے دباو۔“ فرینکلن نے کہا۔

”ہرگز نہیں.... تم چاہتے ہو تو خود ہی دباو.... یہ رہا...“ اس پر گرل فرینڈ لکھا ہوا ہے۔

فرینکلن دیکھنے کے لئے آگے بڑھا اور پھر اُسی پش سوچ پر انگلی رکھ دی جس کی طرف عمران

نے اشارہ کیا تھا۔ فوراً ہی بائیں جانب دیوار میں ایک خلا پیدا ہوا اور اُس سے ایک سیاہ فام عورت

برآمد ہوئی۔ جوان العر اور خاصی توانا تھی۔

فرینکلن پش سوچ سے انگلی بھی نہیں ہٹا لیا تھا کہ وہ اُسکے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ ”بیلو۔“

"یہ زیادتی ہے۔" سر نامس بول پڑا۔

"اس کے باوجود بھی کوئی آگے نہیں بڑھے گا۔" جوزف غرایا۔
عمران خاموش تھا لیکن اُسکی آنکھوں میں بالکل بچپن کی آنکھوں کی سی شوخی کی جھلکیاں تھیں
کارلوف تیزی سے عمران کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا۔ "تم کہہ رہتے تھے کہ تم ان میں
سے نہیں ہو۔ پھر تمہارا آدمی دخل اندازی کیوں کر رہا ہے۔"

"اس لئے کہ وہ لڑکی بھی اُسی کی طرح سیاہ قام ہے۔ تمہاری نسل والی ہوتی تو، غل نہ یہ۔"
"دفعات فرنگلن چینے لگا کیونکہ اب وہ لڑکی اُسے اپنے سفید پچھلے دانتوں سے تنجھوڑ رہی تھی
وہ ایک بار گراحتا تو پھر نہیں اٹھ سکتا تھا اور وہ اُسے دبوچے ہوئے کبھی شانے پر مدد مارتی تھی۔" کبھی بازو پر....!

"حد ہو گئی۔" ٹول روے پھر دخل اندازی کے لئے بڑھا۔
ٹھیک اُسی وقت کمرے میں ایک بھاری بھر کم آواز گوئی۔ "خہبر جاؤ....." نہ پچھتا۔

لڑکی تم چاروں پر تھا بھاری پڑے گی..... اور ہونکلتا ہے تم میں سے کسی نی موت نہیں ہاتھ
ہو جائے۔ لہذا صرف اُسی کو محظوظ ہونے دو جس نے اُسے طلب کیا تھا۔

"تم کون ہو سامنے آؤ....!" سر نامس نے غصیلے لمحے میں کہا۔

"میں صرف ایک آواز ہوں....!"

"یہ سب کیا ہے....؟ آخر ہمیں کیوں جس بے جا میں رکھا گیا ہے۔"

"سب کچھ معلوم ہو جائے گا.... وقت آنے پر....!"

اُدھر فرنگلن بالکل خاموش اور بے حس حرکت ہو گیا تھا۔ پانہمیں پیچ بیو شہادت
تھیا بے ہوش کی اداکاری کر رہا تھا۔ لڑکی اُسے چھوڑ کر ہٹ گئی۔

"کیا مر گیا....؟" جوزف نے اُس سے پوچھا۔

"تم خود ہی دیکھ لو..... مجھے زندہ مردہ کی تیز نہیں ہے۔" دلاپ وہی سے بولی اور بچہ "آج
اس پر جھک پڑے۔ اس بار عمران بھی ان میں شامل تھا۔

"سانس تو جل رہی ہے۔" جوزف نے کہا۔

"بازو اور شانے سے خون بہہ رہا ہے۔" ٹول روے غصیل آواز میں بواں لڑکی "قفلی" کھڑی رہی۔

"اب تو جاؤنا....!" جوزف نے اس سے کہا۔

"میا وہ نہ ہے۔" لڑکی نے اس سے کہا۔

"ہاں.... صرف بے ہوش ہو گیا ہے۔"

"جب پھر اس کی زندگی میں میری واپسی ناممکن ہے۔ یادہ مر جائے یا میں مر جاؤں۔!"

"آخر اس زیر دستی کی وجہ....!" عمران نے پہلی بار اس سے سوال کیا۔

"دھوکا دینے کیلئے اُس پیش سوچ پر گرل فرینڈ لکھ دیا گیا ہے۔ ورنہ حقیقتاً شادی کا بیٹن ہے۔"

"شادی کا بیٹن....!" عمران نے خوف زدہ لمحے میں دھر لایا۔

"ہاں جو بھی اُس بیٹن کو دبایے گا اس کی شادی کسی نہ کسی سے ہو بجائے گی۔"

"تو گویا تمہاری شادی مسر فرنگلن سے ہو گئی ہے۔"

"اُوہ تو اس کا نام فرنگلن ہے۔ براپیارا نام ہے۔"

"وہ سب فرنگلن کو چھوڑ کر مکالے سننے لگے تھے۔"

"میں نے پوچھا تھا کیا واقعی شادی ہو گئی ہے۔" عمران نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"ہاں.... واقعی شادی ہو گئی ہے۔"

"تو کیا شوہر کو اس طرح کامن اور بھینیوڑا ناضر، بی تھا۔"

"پھر اسے کس طرح معلوم ہوتا کہ میں اُس کی بیوی ہوں۔ ہر ایک کو تو نہیں کاٹتی
بھینیوڑتی۔ یہ تو صرف بے تکلفی کا اظہار تھا۔"

"بجا ر شاد فرمایا۔"

"تم بھی بیٹن دا کردیکھو....!" لڑکی نے عمران سے کہا۔

"ضرورا!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "لیکن میں ایسے حالات میں نصیحت کا بیٹن دبانا پسند کروں گا۔"

اس نے سچھو ہی بیٹن دبایا تھا اور بائیں جانب سے آواز آنے لگی تھی۔

"تم ایک ایسے ریگستان میں کھڑے ہو جہاں تمہارے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ کیا تم بغیر
بپے کچھ کسی طرف قدم بڑھا دے گے۔ ہرگز نہیں۔ ورنہ اپنی اسی کوتاہی کی بنا پر تم موت کے
نرم جائے ہو۔"

"شام نے....!" عمران نے ان کی جانب مڑ کر کہا۔

کوئی کچھ نہ بولا۔ سیاہ قام لڑکی بیو ش فرنگلن کے پاس بیٹھ گئی تھی اور تینوں ان کے گرے

”تے... تم لوگ کیسی باتیں کر رہے ہو۔“ بلاول گھنی گھنی سی آواز میں بولا۔

”چھپل رات تم نفلی ڈاڑھی لگا کر عمران کے فلیٹ کے آس پاس منڈلار ہے تھے۔“ صدر بولا۔

”ان فوہ... تو اس آدمی کی بات کر رہے ہو...!“ دفتہ بلاول نے پڑھایا۔

”ہاں... اُسی کی....!“ صدر اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”میں کیسے یقین کروں...!“

”کس بات پر....؟“

”کہ تم لوگ اُسی کے آدمی ہو...!“

”میں نے پوچھا تھا کہ تم چھپلی رات اُس کے فلیٹ کے آس پاس کیوں منڈلار ہے تھے۔“

”یہ میں صرف اُسی کو بتاؤں گا۔ اگر تم اُس کے آدمی ہو تو مجھے اُس کے پاس لے چلو۔“

”میاں تمہارے دماغ میں کوئی نئی کھڑکی کھول دوں۔“ چوبان آنکھیں نکال کر بولا۔ ”هم تم

”اُس کا پچھہ بوچھے آئے تھے اور تم کہہ رہے ہو کہ تمہیں اُس کے پاس لے چلیں۔“

”تو کیا واقعی وہ غائب ہو گیا ہے۔“

”وہ اسے صرف گھوڑتے رہے کچھ بولے نہیں۔“

”یقین کرو...!“ بلاول بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے۔“

”میں کہتا ہوں اسے گولی مار دو...!“ ہمارے پاس اور بھی ذرا لکھ ہیں۔“

”نہ ہو...! میری بات سنو...!“ بلاول دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”کیا تم لوگ اُس کے

”مدد معاشرات سے واقف ہو...?“

”ضروری نہیں ہے...!“ ہم اتنا ہی جانتے ہیں جتنا جانا ہمارے لئے ضروری ہوتا ہے۔“

”کیا اُس نے تمہیں متھرک چنانوں کے بارے میں بتایا تھا۔“

”اب اڑنے کی کوشش کر رہے ہو...!“ صدر نے آنکھیں نکالیں۔

”میری بات کا جواب دو...!“

”میں... متھرک چنانوں سے تمہاری کیا مراد ہے۔“

”سمندر میں کسی جگہ اچانک ابھرنے والی چنانیں جو حرکت بھی کرتی ہیں۔“

”اب یہ پاگل پن کاڑھوگ رچائے گا۔“ چوبان بولا۔

”نہیں مسرت میں بچ کرہا ہوں۔ میں نے انہیں دیکھا تھا اور مسٹر عمران ان کی تلاش میں تھے۔“

کھڑے پر تشویش نظروں سے دونوں کو دیکھے جا رہے تھے۔



عمران اور جوزف کے اچانک اس طرح غائب ہو جانے کے بعد انہوں نے بلاول کو گھیر لایا۔ اب بھی اُسی عمارت میں مقیم تھا۔ جس کی نگرانی صدر اور صدیقی کر رہے تھے۔

بلاول اب پھر مردانہ لباس میں آگیا تھا۔ لیکن اس کے آس پاس کوئی اور نظر نہیں آتا تھا۔ صدر، صدیقی اور چوبان اچانک اُس عمارت میں گھس پڑے جس میں بلاول مقیم تھا تینوں کے ہاتھوں میں ریو اور تھے۔ بلاول نے انہیں دیکھا اور بے حد خانگ نظر آنے لگا۔

”کگ... کون ہو...! تم لوگ...!“

”ہم صرف یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ وہ کہاں ہے جس کے پاس تم عورت بن کر گئے تھے۔“ صدر بولا۔

”خداجانے کیسی بات کر رہے ہو۔ میں عورت کیوں بننے لگا۔“

”چلو یہی بتا دو...!“ کہ پرسوں رات کو تمہاری کشتی کھلے سمندر میں پکڑ کیوں کاٹ دی تھی۔ ”صدیقی نے پوچھا۔

”اس میں کوئی خرابی واقع ہو گئی تھی۔“

”کتنی دیر تک واقع رہی تھی۔“ صدیقی نے سوال کیا۔ ”یہ تو یاد نہیں...!“ ہم تفریح کو گئے تھے کہ اچانک وہ واقعہ ہو گیا۔ اُس خرابی پر قابو پانے کے بعد ہم واپس آگئے تھے۔ لیکن اس میں کون سی ایسی غاص بات تھی جس کے لئے تم نے نہیں

”ریو اور تان رکھے ہیں۔“

”تمہاری اس حرکت کی اطلاع عمران کو دی گئی تھی اور وہ جوزف کے ساتھ چل پڑا تھا۔“ خیریت دریافت کرنے۔ ”چوبان نے کہا۔

”میں کیا جانوں کہ تم کس عمران کی بات کر رہے ہو۔“

”اُسی عمران کی جس نے تمہیں دھیوں سے بچایا تھا۔“

”کیسے وحشی کیسا عمران...! میں کچھ نہیں جانتا۔“

”وہ سے یہیں کیوں نہ ختم کر دیں۔ کہیں اور لے جانے کی کیا ضرورت ہے۔“ چوبان بولا۔ ”لاش یہیں پڑی رہ جائے گی۔ بدبو پھیلے گی چاروں طرف۔“ صدیقی نے کہا۔

”بکواس....!“
”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ مجھے وہ بالکل تنہا چھوڑ گئے ہیں۔ اب کوئی بھی نہیں دکھائی دیتا۔“

”کن کی بات کر رہے ہو....!“

”جنہوں نے مجھے آل کار بنایا تھا۔“

”آن میں سے کسی ایک کا نام بتاؤ تاکہ ہم تمہارے قیا جھوٹ کا اندازہ لگا سکیں۔“

”وان بروف کا نام سنائے۔“

”ہاں.... وہ کہاں ہے....؟“ چوہان جلدی سے بولا۔

”اب وہ کہیں بھی نہیں ہے۔ وہ اور اس کے دوسرا سے آدمی اب نہیں دکھائی دیتے۔“

”پہلے کہاں تھے۔“

”اسی عمارت میں.... وہ مجھے تنہا چھوڑ گئے ہیں۔“

”تو اسی نے تمہیں عورت کے روپ میں عمران کے پاس بھیجا تھا۔“

”ہاں اُسی نے بھیجا تھا۔ لیکن کل نہیں.... کل میں اپنے طور پر ان کی تلاش میں گیا تھا۔“

”اور پرسوں رات کو اپنی کشتی کھلے سمندر میں کیوں لے گئے تھے....؟“

”وان بروف ہی نے بھیجا تھا۔ لیکن وجہ نہیں بتائی تھی اور جب کشتی چکر کاٹنے لگی تھی تو میں

نے اُس کی وجہ پوچھی تھی لیکن ساتھیوں نے مشین خرابی کے علاوہ اور کوئی وجہ نہیں بتائی تھی۔“

”وان بروف نے تمہیں عمران کے پاس کیوں بھیجا تھا....!“

”اُس نے کہا تھا کہ مسٹر عمران کو ہر حال میں متحرک چنانوں تک پہنچنا ہے۔ تم جاؤ اور اس

سے ملتے رہو۔ اُس پر یہ ظاہر کرتا کہ تم نے میرے خوف سے عورت کا بھیں بدلا ہے۔“

”سمندر طویل سانس لے کر رہ گیا۔“

”کیا میری باتوں پر یقین نہیں آیا۔“ بلاول کچھ دیر بعد بولا۔

”کسی حد تک....!“ صدر سر ہلا کر بولا۔

”اس میں ذرہ برابر بھی جھوٹ نہیں ہے۔ لیکن یقین کرو کہ میں نے مسٹر عمران کو اپنے

ساتھ کہیں چلنے کی دعوت ہرگز نہیں دی تھی۔“

”اور یہ بھی نہیں کیا تھا کہ اُسے بچی بات بتادیتے۔“

”کیسے بتادیتا.... مجھے بھی اپنی جان بچانی تھی.... اور پورے دُوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر

ان بروف اور اس کے دوسرے ساتھی میری نظرؤں سے او جھل نہ ہو گئے ہوتے تو اس کے پارے میں اب بھی کچھ نہ کہتا۔ خواہ تم میری کھال ہی کیوں نہ اتار دیتے۔“ صدر نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور وہ سر ہلا کر رہ گئے۔

”تو اب تم یہاں کیا کر رہے ہو....؟“

”تو پھر کہاں جاؤں.... ایک طرف و ان بروف کا خوف ہے اور دوسری طرف تمہارا۔ میں تو کسی کے ساتھ بھی وفاداری نہ نجھاسکا۔“

”تمہیں ہمارے ساتھ چنانا ہے۔“ صدر نے کہا۔

”کہاں....؟“

”اگر واہ نہیں تمہیں سلاخوں کے پیچھے نہیں بر کھا جائیگا۔ جہاں بھی رہو گے آرام سے رہو گے۔“

”تم ذرا میری بات سنتا....!“ چوہان نے صدر کو الگ چلنے کا اشارہ کر کے کہا۔

اور وہ دونوں کمرے کے دوسرے سرے تک آئے۔

”لیکن ہم اسے کہاں لے جائیں گے۔“ چوہان نے اس سے سوال کیا۔

”عمران صاحب کے فلیٹ میں....!“

”ٹھیک ہے۔“ چوہان سر ہلا کر بولا۔ ”میں سمجھا تھا شاکد سائیکو مینشن....!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔“ صدر نے خنک لہجے میں کہا۔ ”ان لوگوں کا طریقہ کار میری سمجھے میں آگیا ہے۔“

”یعنی....!“ چوہان نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”بلاول کو محض چارے کے طور پر استعمال کیا گیا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ عمران صاحب کو اُس کی باتوں پر یقین نہیں آئے گا اور وہ اُس کی نگرانی خود کریں گے یادوں سے کرائیں گے۔ زیادہ امکان خود انہی کے دلچسپی لینے کا تھا اور یہی ہوا۔ بھی۔ جیسے ہی صدیقی نے انہیں بلاول کے بارے میں اطلاع دی کہ وہ کھلے سمندر کی طرف گیا ہے وہ خود نکل کھڑے ہوئے اور پھر خدا جانے ان پر کیا گذری۔“

”یعنی تمہارا خیال ہے کہ وہ لوگ ہماری نگرانی کر رہے ہیں اور اس کے لئے بلاول کو آلہ کار ٹھاکرایا گیا ہے۔“

”ن صرف میرا خیال بلکہ حقیقت بھی یہی ہے۔“ صدر نے پتھر لہجے میں کہا۔

”گویا نہیں، ہمارے ہیڈ کوارٹر کی تلاش ہے۔“

”یقیناً.... کیونکہ یہ نہ بھولنا چاہتے وہ عمران صاحب سے باہل دے سوف کے گھنیوں حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ گھنیوں، ہیڈ کوارٹر ہی میں محفوظ ہوں گے۔“

”تب تو ہم سبھی خطرے میں ہیں۔ وہ ہم میں سے کسی کو بھی پکڑ کر تھرڈ اگری استعمال کر سکتے ہیں۔“

”تمہارا خیال درست ہے... اسی لئے...!“ صدر پکھ کہتے کہتے رک گیا۔

”کیا بات ہے...!“ چوہاں اُسے گھورتا ہوا بولا۔

”ہم سے اس عمارت میں داخل ہونے کی غلطی سرزد ہو چکی ہے۔“

”کیا مطلب....؟“

”اگر صحیح سلامت یہاں سے نکل سکے تو بڑی بات ہو گی۔“

”پہلے ہی کیوں نہیں سوچا تھا...!“ چوہاں بھنا کر بولا۔

”خیر دیکھا جائے گا... آؤ...!“ وہ پھر بلاول کی طرف مڑتا ہوا بولا۔ صدیقی اب بھی اس پر روی اور تانے کھڑا تھا۔

”اچھا دوست....!“ صدر بلاول کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ”تو تم مسٹر عمران کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔“

بلاول نے خاموشی سے نفی میں سر ہلا دیا۔

”لہذا تمہیں ساتھ لے جانا بیکار ہے۔“

”نہیں.... خدا کے لئے مجھے یہاں سے لے چلو۔“ وہ خوف زدہ لبجھ میں بولا۔

”غیر ضروری ہے....!“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ میں تو انکے ہاتھوں اپنی موت کا منتظر تھا۔“

”بس تو پھر انتظار کرتے رہو....!“

”اچھی بات ہے۔“ بلاول تھوک نگل کر بولا۔ ”میں تمہیں ایک اور خطرے سے آگاہ کرتا ہوں۔“

”سن لینے میں کوئی حرج نہیں کہو... کیا کہتے ہو۔“

”مسٹر عمران کے ساتھ ایک سفید قام عورت بھی تھی۔ کیا وہ بھی غالب ہو گئی ہے۔“

”نہیں.... وہ فلیٹ میں موجود ہے۔“

”کیا مسٹر عمران نے تمہیں اُس کے بارے میں کچھ بتایا تھا۔“

”جب اتنا ہی کہ وہ بھی تھی لوگوں میں سے ہے۔!“

”لیکن میں نے اس سے پہلے اسے کبھی نہیں دیکھا۔ اس لئے یہ سوچنے پر مجبور ہوں کہ وہ ان برد کا کارخانہ بہت وسیع ہے۔ اس عورت کو یا تو تیل میں ڈال دو... یا مسٹر عمران کے فلیٹ سے کال باہر کرو۔ ورنہ وہ کوئی تباہی لائے گی۔!“

”اگر اسے تمہارے ہوالے کر دیا جائے تو کیسی رہے۔!“ صدیقی نے نہ کر پوچھا۔

”سوال یہ ہے کہ کل تمہیں مسٹر عمران کی تلاش کیوں تھی...؟“ صدر نے سوال کیا۔

”اس عورت کے سلسلے میں بات کرنا چاہتا تھا۔!“

”کیا بات کرنا چاہتے تھے۔!“

”بھی کہ وہ اسے اپنے فلیٹ میں نہ رکھیں۔!“

”کس بات کا خطرہ ہے اس سے۔!“

”خدا ہی جانے۔!“ اُس نے بڑے بھوٹے پن سے کہا۔

چوہاں دانت پیس کر رہ گیا۔ پتا نہیں کیوں شروع ہی سے اُس کا دل چاہتا رہا تھا کہ بلاول کے

ہاتھ میں توڑ کر کر دے۔

”تو چلو.... پھر دیر کیوں کر رہے ہو۔!“ اُس نے صدر سے کہا۔

”دیکھو....! مجھے یہاں تہرانہ چھوڑو....!“ بلاول گزگز لایا۔

”تمہاری ذمہ داری ہم پر تو نہیں ہے۔!“

”اگر وہ بروف نے مسٹر عمران پر قابو پالیا تو پھر اب وہ مجھے بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔!“

”اب تک کیوں چھوڑ رکھا تھا۔!“

”میں کچھ نہیں جانتا مسٹر....!“ وہ اپنے سر پر دھھر مار کر بولا۔ ”شاکر اب پاگل ہو جاؤں!“

صدر نے اپنے ساتھیوں کو روک گئی کا اشارہ کیا اور خود بھی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”تینوں عمارت سے نکلے چلے آئے تھے۔

”بڑی عجیب بات ہے۔!“ صدیقی نے کہا۔ ”ہمارے آس پاس کیا دور دور تک کوئی ایسا آدمی

ظرف نہیں آ رہا جس پر نگرانی کرنے والے کا شہر کیا جائے۔!“

”تم اس پکڑ میں نہ پڑو!“ صدر بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ اب ہم خلاء میں ہاتھ میں بڑھ مار رہے ہیں۔!“

”کیا مطلب....؟“

”انہوں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا۔ ہماری اس سلسلے میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔!“

”تو پھر ہم کس سلسلے میں جھک مارتے پھر رہے ہیں۔!“

”وان بروف کی تلاش بہر حال جاری رکھنی ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ کہیں وہ حضرت اُس پر تھے تو نہیں چڑھ گئے۔!“

”اور تم نے بلاول کے بیان پر بھی یقین کر لیا۔!“

”در اصل ایکس ٹوکی طرف سے ایسی کوئی ہدایت نہیں ملی کہ ہم بلاول کو گرفتار کر لیں۔!“
صدیقی پھر کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دور پیدل چل کر وہ برائش پواخت تک پہنچ تھے جہاں کے ایک بہت میں ان کا قیام تھا۔ صدر نے نیلی فون پر جو لیے رابطہ قائم کیا۔ دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا جو لیا جلے کئے انداز میں کہہ رہی تھی۔ ”مریانا عمران کے فلیٹ سے نکل کھڑی ہوئی ہے۔
نعمانی اسکی نگرانی کر رہا تھا۔ چار گھنٹے ہو گئے ہیں ابھی تک اُس کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی۔!“
”مریانا پر کوئی پابندی نہیں تھی۔!“

”سلیمان نے اطلاع دی ہے کہ پچھلی رات مریانا نے پورے فلیٹ کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا تھا۔!“

”اس نے اُسے روکا نہیں۔....!“

”دونوں سور ہے تھے۔ سلیمان کا خیال ہے کہ انہیں کسی نہ کسی طرح کوئی خواب آور چیز دی گئی تھی۔ در نہ کم از کم اس وقت تو ان کی آنکھ کھل جاتی جب وہ خود ان کے کمرے کی چیزوں کو الٹ پلٹ رہی تھی۔ اُوہ.....ٹھہر و.....ہولڈ کرو.....ٹرانس میٹر پر اشارہ موصول ہوا ہے۔!
صدر نے طویل سانس لی اور رسیور کاں سے لگائے کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر بعد پھر جو لیکی آواز آئی۔ ”نعمانی نے اطلاع دی ہے کہ مریانا موبار میں ہے۔!“

”کہاں۔.... میں بھی موبار میں سے بول رہا ہوں۔!“ صدر نے کہا۔

”وہ دونوں کے کہہ نہ برا کیں میں مقیم ہے۔ کوئی آدھ گھنٹہ قبل اُس نے وہ کہہ حاصل کیا ہے۔!
”نعمانی کہاں ہے۔!“

”موبار ہی میں ہے۔ لیکن یہ نہیں بتایا کہ کہاں ہے۔!“ جو لیا کی آواز آئی۔ ”میا خیال ہے تھا رہا۔ کیا اُس نے باول دے سو ف کے ٹکٹیو عمران کے فلیٹ سے برآمد کر لئے ہوں گے۔!
”میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ انہوں نے ٹکٹیو اپنے فلیٹ میں کہیں رکھے ہوں گے۔!
”آخر کس بناء پر تم ایسا کہہ رہے ہو۔!“

”سامنے کی بات ہے... انہیں تلاش کرنیوالے سب سے پہلے فلیٹ ہی کارخ کر سکتے ہیں۔!“
”ہاں یہ بات تو ہے۔!“
”البذا انہیں فلیٹ میں رکھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!“
”جب پھر.... وہ....!“

”بس فون پر بات نہ بڑھاؤ....!“

”اوہ.... مجھے کیا....؟“ جو لیا نے کہا اور پھر رابطہ منقطع ہونے کی آواز سن کر صدر نے بھی رسیور کر یہاں پر رکھ دیا۔



”لیا یہ یو نہیں پڑا رہے گا۔!“ تھوڑی دیر بعد ثول رہے بھرائی ہوئی آواز میں بولا اور وہ سب ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ لیکن سیاہ فام لڑکی کی تمام تر توجہ بے ہوش فرینکلن ہی پر مرکوز رہی۔
”اٹھا لے جاؤ.... اپنے کمرے میں۔!“ جو زف بولا۔

”اُس کمرے میں صرف ہم دونوں رہیں گے۔!“ لڑکی اُن کی طرف دیکھ کر غرائی۔

وہ ایک دوسرے کی شکل دیکھ کر رہ گئے اور سر نا مس آہستہ سے بولا۔ ”میں اسے مناسب نہیں سمجھتا کہ مسٹر فرینکلن کو اس کے ساتھ تھا چھوڑا جائے۔!“

”ہم کرہی کیا سکتے ہیں۔!“ کارلوف نے طویل سانس لی۔

دفعہ لڑکی نے یہوش فرینکلن کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا لیا اور وہ تینوں جیرت سے منہ کھو لے کھڑے رہ گئے۔

”خبردار.... کوئی میری راہ میں حاکل ہونے کی کوشش نہ کرے۔!“ وہ انہیں خون خوار نظر دی سے دیکھتی ہوئی یوں۔

”پکھ کرو مسٹر اگر تم بھی انہی میں سے نہیں ہو۔!“ ثول رہے نے عمران کی طرف دیکھ کر کہا۔
”فسخت کا بیٹن دباو۔....!“ عمران نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

”میں کہتا ہوں۔.... اس لڑکی کو روکو۔....!“

”در اصل مجھے لڑکیوں سے شرم آتی ہے۔!“ عمران نے جھک کر آہستہ سے اسکے کان میں کہا۔
لڑکی فرینکلن کو اٹھائے ہوئے دروازے کی طرف مڑ گئی۔
جو زف نے عمران کی طرف دیکھا تو چھٹت کو تک جارہا تھا۔ لڑکی دروازے سے گذرتی چل گئی۔

اُزھار سر نامس اور کارلوف نے بھی اُسے نٹوکے والی نظر وہ سے دیکھنا شروع کر دیا تھا۔
”یہ غلط ہے.... بالکل غلط.... میں تو تم لوگوں کے ساتھ۔!“ ٹول روے ان کی نگاہوں کی
ہبہ لَا کر ہکلایا۔

”ہم چاروں اس کمرے میں ایک دوسرے سے متعارف ہوئے تھے!“ کارلوف نے دوسرے
کمرے کی طرف ہاتھ انھا کر کہا۔
”اچھا تو پھر....!“

”ظاہر ہے کہ ہم پہلے بھی اسکے امکان پر بحث کرچکے ہیں کہ ہمیں سے کوئی کالی بھیڑ ہے!“
”یہ.... یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔!“

”میں بھی تم سے یہی پوچھوں گا کہ تمہیں عورت کی کیوں سو جھی تھی۔!“
”ارے بھی محض مذاق تھا۔ مشر فرنگلن سنجیدہ ہو گے۔!“

”بہر حال ہم میں سے کوئی ایک ضرور ان لوگوں سے تعلق رکھتا ہے!“ سر نامس ٹھنڈی
ہانس لے کر بولا۔ اُس کی نظر عمران کے چہرے پر جبی ہوئی تھی۔

”تم دونوں یہاں کب سے ہو!“ اُس نے اس سے سوال کیا۔
”شاید آج چوتھا دن ہے۔!“ عمران نے رست واقع پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔
”اگر تم ان میں سے نہیں ہو تو پھر تمہاری کیا اہمیت ہے۔!“

”اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم لوگ اپنی کسی اہمیت کی بنا پر دھرے گئے ہو۔!
”یہی سمجھو لو....!“

”میں ایک آوارہ گرد ہوں۔!“ عمران نے کہا۔ ”میری کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یا پھر یہ کہا جاسکتا ہے
کہ جب تک ہمارے میزبانوں کی اصلیت نہیں ظاہر ہوتی اپنی اہمیت خود پر کیسے ملکش ہو سکے گی۔!
”سوال تو یہ ہے کہ!“ کارلوف کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اپاک
اُسے کچھ یاد آگیا ہو۔ سر نامس کا ہاتھ کپڑا کر وہ دوسرے گوشے میں لے گیا.... اور آہستہ سے
بولا۔ ”یہ آبدوز نہ میرے ملک کی ہو سکتی ہے اور نہ فرنگلن کے ملک کی۔!“
”تو پھر....!“ سر نامس چونکہ کرأے بغور دیکھنے لگا۔

”ہر غیر معمولی آبدوز کا نقشہ ہمارے پاس موجود ہے۔ میرا مطلب ہے کہ ہم اس سے لاعلم
نہیں ہیں کہ اس وقت دنیا میں کتنے غیر معمولی آبدوز جہاز موجود ہیں۔ لیکن میں دعوے کے

اور پھر انہوں نے دروازے کو بھی بند ہونے کے لئے سرکتے دیکھا۔
”یہ بہت بُرا ہوا....!“ سر نامس اپنی ہتھیلی پر گھونسہ مار کر بولا۔
ٹول روے کھڑا عمران کو گھورے جا رہا تھا۔

”تم آخر ہو کیا چیز....!“ بالآخر وہ اپنا اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔
”آج تک خود میری سمجھ میں یہ نہیں آیا۔!
”تم ضرور انہی میں سے ہو۔!
”جو ڈول چاہے سمجھتے رہو مسٹر....!“ جوزف بول پڑا۔ ”ویسے اگر ہمیں تم لوگوں کے ساتھ
رہنا پڑا تو ہمارا سکون غارت ہو جائے گا۔!

”جو کچھ بھی ہو گا.... وہ ہماری مرضی سے نہیں ہو گا۔!“ کارلوف جوزف کو گھورتا ہوا بولا۔
سر نامس نے کہا۔ ”فضول با توں میں انجھنے سے کیا فائدہ۔ فرنگلن کے لئے کچھ سوچو۔!“ عمران کی طرف ہاتھ انھا کر بولا ”سب کچھ تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔!
”مکال ہے۔!“ عمران سر جھٹک کر بولا۔ ”کیا میں نے اُس کا ہاتھ کپڑا کر انگلی مٹن پر رکھو۔!
”تھی۔ میں نے تو صرف یہ بتایا تھا کہ گرل فرینڈ کا بھن بھی موجود ہے اور یہ اطلاع بھی کسی کے
پوچھنے پر دی تھی۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ مجھ سے عورت کے بھن کے بارے میں پوچھا گیا تھا۔!
”خود تم نے کیوں نہیں کوشش کی تھی۔!“ ٹول روے نے پوچھا۔

”میں عورتوں سے الرجک ہوں.... اور یہی حال جوزف کا بھی ہے۔!
”تم ہمیں کسی خطرے سے مطلع تو کر سکتے تھے۔!“ ٹول روے نے کہا۔

”مجھے یہاں پڑتا ہے کہ عورت کے بھن کے بارے میں تمہی نے سوال کیا تھا لیکن پھنس گیا وہ بتا رہا۔!
”اچھا تو پھر....!
”میرا خیال ہے کہ کالی بھیڑ تمہی ہو۔!
”کیا مطلب....؟“ ٹول روے نے آنکھیں نکالیں۔

”تم انہی لوگوں میں سے معلوم ہوتے ہو جنہوں نے ہمیں قیدی بنایا ہے۔!
”یہ بکواس ہے....?
”ثابت کرو....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

ٹول روے بغلیں جھاکنے لگا۔

ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ نیہ آبدوز ان میں سے نہیں ہے۔!
”تم کہنا کیا چاہتے ہو۔!
”فی الحال اتنا ہی کہ اس بیو تو قوف آدمی کو ناراض نہ کیا جائے۔!
”میباہت ہوئی۔!

”یہ یہاں ہم سے پہلے سے موجود ہے۔!

”مکل کر کہو کہ اس کی گرفتاری کی داستان جھوٹ کا پلندہ ہے۔!

”یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا۔ آخر ہم بھی تو حیرت انگیز طور پر یہاں پہنچے ہیں۔!

”پھر بھی نہ جانے کیوں...؟

”جن ممالک سے ان دونوں کا تعلق ہو سکتا ہے وہ لئے ترقیافت نہیں ہیں کہ ایسی آبدوزیں بنا سکیں۔

”سیاہ فام آدمی فرنگلکن کے ملک کا باشندہ بھی ہو سکتا ہے۔! سر نامس نے کہا۔

”ممکن ہے لیکن اس صورت میں فرنگلکن کا یہ شر نہ ہوتا۔!

”یہ بھی درست ہے لیکن ہمیں کیا کرنا چاہئے۔!

”اس بیو قوف آدمی کو کسی طرح راہ پر لانے کی کوشش کرو۔!“ کارلوف نے کہا۔

”میر اخیال ہے کہ وہ بیو قوف نہیں ہے۔ صرف شکل احمدوں جیسی ہے۔! سر نامس نے کہا

پھر یک بیک چوک کر عمران کو گھوننے لگا۔

”خدائی پناہ...!“ وہ آہتہ سے بڑا یا۔ ”یہی تو میں سوچ رہا تھا کہ آخر اسے پہلے کہاں اور

کب دیکھا تھا۔ عمران....!“ رام....!

”کیا مطلب.... کیا تم اسے پہچانتے ہو۔!

”شائد.... آؤ....!“ وہ عمران کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

عمران نے اسے اس انداز میں اپنی طرف آتے دیکھا تو کسی قدر بوکھلاہٹ کا مظاہرہ کرتا ہوا کئی

قدم پہنچھے ہٹ گیا۔

”اُوہ... گھبراو نہیں... ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں۔!“ سر نامس نے بیدر میلے لجھ میں کہا۔

”نن... نہیں.... ایسی کوئی بات نہیں۔!“ عمران نے سنبھالا لینے کی ایکنگ کی۔ ”میر اخیل

ہے کہ میں تمہیں پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔!“ سر نامس نے کہا۔

”ہو سکتے۔!

”میاہ غلط ہے کہ تم نے آکسفورڈ میں تعلیم حاصل کی تھی۔!

”فلقی غلط نہیں ہے...!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”اور شائد ہماری ملاقات و ملکیت کیس میں ہوئی تھی۔ ڈپر آف و ملکیت یاد ہے ناجھیں۔!

”اوہ... بالکل اچھی طرح....!

”میاہ ڈپر آف و ملکیت نے ہمارا تعارف نہیں کرایا تھا۔!

”غاباً کچھ کچھ یاد آ رہا ہے۔!“ عمران ہو نقوں کی صورت بنانے کر بولا۔

”تم میری والدہ لیڈی ڈیگی سے یوگا اور جس دم کی مشقوں کی باتیں کرتے رہتے تھے۔!

”اوہ... میرے خدا....!“ عمران اظہار مسرت کرتا ہوا بولا۔ ”تو تم سر نامس ڈیگی ہو۔ آف

وہ میری یاد داشت کو کیا ہو گیا ہے۔!

دونوں نے بے حد گرم جوشی کا اظہار کرتے ہوئے مصافحہ کیا۔ کارلوف اور ژول روے جیت

سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ سر نامس ان کی طرف مڑ کر بولا۔ ”خوشی کی بات ہے کہ ہم

پرانے شناسانکے۔!

دونوں صرف سر ہلا کر رہ گئے۔

”اور اب میں تم دونوں کو بتا سکوں گا کہ مسٹر عمران کی اس سلسلے میں کیا اہمیت ہو سکتی ہے۔!

”سر نامس.... پلیز.... میری کوئی اہمیت نہیں۔ میں ایک ایسے ملک کا باشندہ ہوں جو

اُردو کی امداد پر انحصار کرتا ہے۔ بھلا میری کیا اہمیت یا اہمیت ہو سکتی ہے۔!

”غیر... غیر...!“ سر نامس سر ہلا کر بولا۔ ”لیکن میں انہیں یہ ضرور بتاؤں گا کہ تم ان

اگوں میں سے نہیں ہو سکتے جبکہ نے ہمیں اس طرح بھروس کیا ہے۔!

”سوال تو یہ ہے کہ اُن کا پتہ لگانے کی کیا صورت ہو گی۔!“ ژول روے بولا۔

اُس کا جواب کسی کے پاس بھی نہیں تھا۔

کارلوف نے دوسرے کمرے کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”ہم شائد اُسے بھولے جا رہے ہیں۔!

”ہرگز نہیں.... یہ چویشن زندگی بھریا رہے گی۔!“ عمران نے کہا۔

”آخر فرنگلکن کے لئے ہم کیا کریں۔!“ ژول روے بولا۔

عمران نے شانے سکوڑے اور جوزف کی طرف متوجہ ہو گیا اور بلند آواز میں بولا۔ ”اب شائد

ڈپر آف و ملکیت کی کہانی ”لاشوں کا بازار“ میں ملاحظہ فرمائے۔

ایک بیچ کر گیا رہ منٹ اور ستائیں سینڈ ہوئے ہیں بسا اوقات ہم غلط سوچتے اور غلط فیصلے کرتے بن۔ لہذا کسی فیصلے پر عمل کرنے سے پہلے دوبارہ مختنڈے دل سے اُس مسئلے پر غور کرنا چاہئے!“ تم ہماری آواز بھی سنوگی یا اپنی ہی نئے جاؤ گے! ”ژول روے بہت زور سے چیخا۔“ ضرور... ضرور...! ” کوئی مردانہ آواز کمرے کی مدد و فضائیں گوئی۔ وہ سمجھی چونکہ پڑے۔ ژول روے نے اوپنی آواز میں کہا۔ ”ہمیں اس طرح یوں محبوس کیا گیا ہے!““ تم بہت تھک گئے تھے... اس نے تھوڑی سی تفریح مہیا کی گئی ہے تمہارے لئے... کیا یہ بدلی پسند نہیں آئی۔“

”آہ تم لوگ ہو کون...?“ کارلوف نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔“ ہم ایک کائناتی صداقت ہیں۔“ آواز آئی۔“ جواب غیر واضح ہے۔“ کارلوف نے کہا۔

”آہستہ آہستہ تم پر یہ جواب واضح ہو جائے گا۔ ویسے اگر تمہیں یہاں کوئی تکلیف ہو تو ضرور بتاؤ۔“ ژول روے نے چیخ چیخ کر فرینکلن کی کہانی شروع کر دی اور جب خاموش ہوا تو آواز آئی۔ اُنہوں نے جو خواہش کی تھی پوری کی۔ ہمارے یہاں عورت کھلونا نہیں سمجھی جاتی۔ اب وہ زندگی اسٹر فرینکلن کے ساتھ رہے گی۔

” یہ سراسر زیادتی ہے۔!“ ژول روے بولا۔“ تمہارے نکتہ نظر سے زیادتی ہی ہو گی لیکن یہاں ہمارا قانون چلے گا۔ اگر مسٹر فرینکلن پیچے بٹا کو شکریں گے تو وہ انہیں قتل بھی کر سکتی ہے۔““ یہ زیادتی ہو گی۔!““ قانون قانون ہے۔“ آواز آئی۔

” ہم فوری طور پر جانا چاہتے ہیں کہ ہمیں اس طرح بے بس کردینے کا کیا مقصد ہے۔““ اس کے نئے کہا۔

” ہم تمہیں اپنادوست بنا چاہتے ہیں۔“ آواز آئی۔ ” اس کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں ہے۔““ ہمیں اس کا بھی علم ہو گا کہ ہم مخالف کیپوں سے تعلق رکھتے ہیں۔““ مگر تمہارے اختلاف سے کوئی سروکار نہیں۔“ آواز آئی۔

” ہم اتنا ہی کہ ہمیں سمجھنے کی کوشش کرو۔“ آواز آئی۔

” آج بھی بیچ کر دے گے بس...!“ جوزف نے حیرت سے کہا۔“ کیوں... آج کون سی مصیبت آگئی ہے؟““ مسٹر فرینکلن کا حشر دیکھ کر میری بھوک مر گئی ہے۔““ میری تو زندہ ہے۔ چلو دباؤ بیچ کا بٹن...!““ تمہارے لئے دبائے دیتا ہوں۔ میں بیچ بھی نہیں کھاؤں گا۔““ ذرا ہو شیاری سے کہیں عورت والا نہ دب جائے؟“

” ژول روے، سر نامس اور کارلوف پھر سر جوزف کر بیٹھ گئے۔ عمران بیچ طلب کر کے ایک گوشے میں چلا گیا اور جوزف سوچ بورڈ کے قریب کھڑا اُن تینوں کو انشعابہ آمیز نظروں سے دیکھا رہا۔ ژول روے سر نامس سے عمران کے بارے میں پوچھ رہا تھا اور سر نامس اُسے بتا رہا تھا کہ طالب علمی کے زمانے میں اُس نے کس طرح اُس گروہ کو توڑا تھا جو عرف عام میں مکار نہیں کا گروہ کہلاتا تھا۔

” اور تم یہ کہہ رہے ہو کہ وہ اُن کا ساتھی نہیں ہو سکتا!“ کارلوف بولا۔“ ہمیں غلط کہہ رہا ہوں۔!“ سر نامس کے لہجے میں ناگواری تھی۔“ وہ ایک ایسے ملک سے تعلق رکھتا ہے جس نے فرینکلن کے ملک سے دفاعی معابر کر رکھے ہیں۔!“

” اس نے ہو سکتا ہے کہ یہ اُس کا ایجنت ہو۔!“ ژول روے بولا۔“ قیاسات کی بناء پر میں اُس شخص کے خلاف کچھ بھی سوچنے پر تیار نہیں ہوں۔!“ سر نامس نے کہا۔

” عمران بیچ کی ٹرے پر جھکا ہوا تھا اور جوزف نے کپ بورڈ سے ایک بوٹل نکال لی تھی۔ ژول روے پش بٹن سوچ بورڈ کے قریب آگیا اور مختلف بٹنوں کا جائزہ لینے لگا۔““ تم بھی کوئی حماقت نہ کر بیٹھنا...!“ عمران نے ہاتھ گائی۔“ بے فکر ہو... میں صرف نصیحت سننا چاہتا ہوں۔!““ کوئی مضائقہ نہیں ہے۔!“

ژول روے نے ایک پش بٹن پر انگلی رکھ دی۔ بلکل سی گھر گمراہت کے بعد نومنی آواز آئی۔

” ہمیں بیچ کرنا چاہئے۔!“

اسے اس جواب پر وہ محیر رہ گئے۔ فرینکلن کی آنکھوں سے بے پیالاں مسرت کا انہمار ہوا تھا۔

”لل.... لیکن تم تو...!“ سر نامس جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔

”میں بہت خوش ہوں! میڈیلینا بہت اچھی ہے۔ میں اس کے ساتھ ہمیشہ خوش رہوں گا۔“

فرینکلن نے سیاہ قام لڑکی کی کمر میں ہاتھ دال کر اسے خود سے قریب کرتے ہوئے کہا۔

”ژول روے اور کارلوف نے اس طرح ایک دوسرے سے نظروں کا تبادلہ کیا تھا جیسے

فرینکلن کا دماغ چل گیا ہو۔

”تم بھی تو کچھ بولو....!“ عمران نے لڑکی کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔

”ٹھاپ...!“ فرینکلن آپ سے باہر ہوتا ہوا بولا۔ ”بے تکلف ہونے کی کوشش کی تو

برتوڑوں گا۔“

”کیوں بکواس کر رہا ہے۔“ جوزف اٹھتا ہوا بولا۔ ”زبان کو لگام دے ورنہ قیمہ کر کے رکھ دو نگا۔“

”جوزف تم خاموش رہو۔“ عمران نے ہنس کر کہا۔ ”مسٹر فرینکلن ہنی موزر ہیں۔ اس لئے

ان کی کسی بھی بات کا برا نہیں مان سکتا۔“

”مسٹر فرینکلن کیا تم نے اسے قبول کر لیا ہے۔“ سر نامس نے حیرت سے پوچھا۔

”نہ قبول کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔“ فرینکلن نے ہنس کر سوال کیا۔

”اسی صورت میں جبکہ تمہاری ایک بیوی پہلے سے موجود ہے۔ تم اسے مسٹر فرینکلن کیسے

کہ سکتے ہو۔“

”وہ بیوی بہتال میں ہے زیادہ دنوں تک زندہ نہیں رہے گی۔“

عمران سر نامس کو آنکھ مار کر مسکرا لایا اور سر نامس نے فرینکلن سے سوال کیا۔ ”اور اسے اس

بکوئی اعتراض نہیں ہے...?“

”قطیعی نہیں یہ تو کہتی ہے کہ اگر پہلے سے میری ایک ہزار بیویاں بھی موجود ہوں تو اسے

پڑا ہونا ہو گی۔“

”تم نے دیکھا۔“ عمران جوزف کی طرف مڑ کر بولا۔ ”یہ ایک ناممکن قسم کی بیوی ہے۔ اتنی

ہمکن کہ قصہ کہانیوں میں بھی نہیں ملے گی۔“

”تم پھر بولے۔“ فرینکلن مکاتاب کر دھاڑا۔

”ماں... میں اس کا جزو اتوڑوں گا...!“ جوزف کہتا ہوا پھر آگے بڑھا۔

”تم سمجھنے بھی تو دو...!“ ژول روے چھنجلا کر بولا۔ ”کس طرح سمجھ سکتے ہیں جبکہ یہاں نہیں معلوم کہ تم ہو کون...!“

”میں سمجھ گیا...!“ دفتار عمران نے دو نوں ہاتھ اٹھا کر نفرہ لگایا۔

”میں سمجھ گئے...!“ آواز آئی۔

”تم لوگ زہرہ یا مرخ کے باشدے ہو۔“ عمران نے شدت سے انہمار مسرت کرتے ہوئے کہا

وہ تینوں عجیب نظروں سے عمران کو دیکھے جا رہے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے اور بھی

سوالات کئے تھے لیکن عمران کے آخری ریمارک کے بعد پھر وہ آواز نہیں آئی تھی۔

”یہ تم نے کیا کیا...؟“ کارلوف نے قہر آکر لجھ میں عمران سے پوچھا۔

”میں نے کیا کیا ہے...؟“ عمران نے حیرت سے کہا۔

”تم نے اسے خاموش کر دیا...!“

”اچھا... اچھا...!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”میں اسی طرح اس کی بکواس بند کر دیتا ہوں۔“

”کیا مطلب...!“

”پتا نہیں کیوں مرخ یا زہرہ کے حوالے پر اس کی کھکھی بندھ جاتی ہے۔“

”اگر یہ بات تھی تو تم نے بہت برا کیا...!“ سر نامس نے کہا۔

”بور کرنے والی باتیں کرتا ہے۔!“ عمران نہ اسامنہ بنا کر بولا۔

”بات میں نے شروع کی تھی۔ تم نے نہیں۔“ ژول روے نے غصیلے لجھے میں کہا۔

”س تو میں بھی رہا تھا۔“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

”پتا نہیں کس قسم کا آدمی ہے۔“ ژول روے نے سر نامس کو منا طلب کیا۔

”تم لوگ جاؤ اپنے کمرے میں۔“ جوزف ہاتھ ہلا کر بولا۔ ”وہیں جو دل چاہے کرتا۔“

ژول روے کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ کیونکہ سر نامس نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

اچاک انہیں اپنے عقب سے سر سراہٹ سنائی دی اور وہ چونک کر مڑے۔ دوسرے کمرے،

دروازہ کھل گیا تھا اور فرینکلن سیاہ قام لڑکی کے ساتھ اُسی کمرے میں داخل ہوا تھا۔

”تم ٹھیک ہونا...!“ ژول روے نے تیری سے آگے بڑھ کر پوچھا۔

”ہاں میں بالکل ٹھیک ہوں... مسٹر فرینکلن سے ملو۔“

”ہیا سے ناجربہ کاری کہیں گے کہ خود تم نے اس بن کو استعمال نہیں کیا۔“

”اے تم کسی خطرے کے مقابل چھٹی حس کہہ سکتے ہو۔“

”پس ثابت ہوا کہ تم جیسے نظر آتے ہو حقیقتاً ویسے نہیں ہو۔“

”میں کیسا نظر آتا ہوں!۔“ عمران نے گھبر اکر پوچھا۔

”بالکل فرشتے۔“ ”ژول رو مے کالبجہ طنزیہ تحلب۔

”مجھے تواب بھوک لگ رہی ہے۔“ سر نامس بولا۔

”باداً لع کا بن۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”میری پلیٹوں میں تلی ہوئی چپکلیاں یا ابلے ہوئے چڑھے نہیں تھے۔“

سر نامس نے آگے بڑھ کر نم کورہ بنن دیا اور اس کے لئے لفج کی ٹڑے حاضر ہو گئی۔ پھر کارلوف اور ژول رو مے نے بھی اس کی تقید کی تھی۔

لفج سے فارغ ہو کر وہ پھر سر جوڑ کر بیٹھے اور موضوع گفتگو سینی تھا کہ اب کیا کیا جائے؟ اس میں بیجا کا مقصد کیا ہے؟ اور دشمن کون ہے....؟“

”وہ آہستہ آہستہ کھل رہے ہیں۔“ عمران بولا۔

”یعنی تم نے کوئی اندازہ لگایا ہے۔“ سر نامس نے کہا۔

”اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن اس سے قطعی متفق نہیں ہوں کہ یہ کسی بڑی لاثات کا کھڑاگ ہے۔“

”پھر ایسی آبدوز کون بنائے کتے ہے....؟ نہیں مشر عمران.... میں قصور بھی نہیں کر سکتا کہ کسی ترقی پذیر ملک کا کارنامہ ہو گا۔“ کارلوف نے کہا۔ ”کسی ترقی یافتہ ملک میں بھی اتنی سکت نہیں ہے البتہ بڑی طاقتیں اس قسم کی کوشش کر سکتی ہیں۔ ویسے میں ایک بار پھر یقین دلانے کی کوشش ضرور کروں گا کہ اس میں میرے ملک کا ہاتھ نہیں ہے۔“

”لیکا یہ لی تھری لی.... والی تنظیم کا کارنامہ نہیں ہو سکتا۔“ عمران نے اس کی آنکھوں میں بیٹھے ہوئے کہا۔

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ وہ گھٹیا تم کے مجرموں کا ٹولہ ہے۔“ کارلوف نے کہا۔

”وہ لوگ فی الحال ترقی یافتہ ممالک میں کام نہیں کر رہے اس لئے تم ان کی قوت کا اندازہ ہی نہیں لگ سکتے۔“

”نہیں....!“ عمران نے اس کا بازو پکڑ کر پیچھے کھینچ لیا۔

سیاہ فام لڑکی یک آپے سے باہر ہو گئی اور ایسا معلوم ہونے لگا جیسے جوزف کو کچھی چبا جائیں۔

”تم تو اپنی کھال ہی میں رہو گئی!“ جوزف غریل۔ ”اپنی نسل پر ایک بد نمادغ بن کر رہ گئی ہو۔“

”سفید داغ....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”تمہاری شامت ہی آگئی ہے۔“ فرینٹکن پھر اس کی طرف جھپٹا۔ لیکن اس بار ژول رو مے

نے اس کی کر تھام کر پیچھے کھینچ لیا۔

”میں کہتا ہوں اپنے اسی کمرے میں واپس جاؤ تم لوگ....!“ جوزف دانت پیس کر بولا۔

”ورنہ ایک کو قتل کر دوں گا۔“

”نہیں.... نہیں.... اس کی ضرورت نہیں۔“ عمران نے کہا۔ ”یہ آدمیوں کا معاملہ ہے جو

آپس میں لڑتے بھی ہیں اور پھر بغل گیر بھی ہو جاتے ہیں۔ کتوں کا جھنڈ نہیں ہے کہ ہمیشہ کے

لئے اپنے درمیان ایک ناقابل عورحد قائم کر لیں۔“

”بڑی مناسب بات کہی ہے تم نے....!“ سر نامس نے کہا۔

”میں کچھ نہیں جانتا ہاں....!“ جوزف بڑی بڑی۔ ”تم پر جو ہاتھ گاہے میں توڑ دوں گا۔“

”پھر وہی ہاتھ سلام کے لئے بھی اٹھ سکتا ہے۔“

”تم ولیوں کی س باقیں بھی کر سکتے ہو۔“ سر نامس نے حیرت سے کہا۔

” عمران کچھ نہ بولا۔ لڑکی فرینٹکن کو پھر دوسرا کمرے کی طرف کھینچ لئے جا رہی تھی۔“

سب ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔

اس بار کمرے کا دروازہ بند نہیں ہوا تھا۔

”یہ تبدیلی حیرت انگیز ہے۔“ کارلوف نے سر نامس سے کہا۔

”یہ قوم پڑی بدلنے کی ماہر ہے۔“ ژول رو مے بولا۔

”تمہارا کیا خیال ہے....!“ سر نامس نے عمران سے پوچھا۔

”عورت بہر حال عورت ہے خواہ کالی مٹی ہی کی کیوں نہ بنی ہو۔“

”نہیں کسی طرح فرینٹکن کا دماغِ الٹ دیا گیا ہے۔“ سر نامس بولا۔ ”ورنہ اتنی جلدی اس تم کی تبدیلی ممکن نہیں۔“

”مجھے اپنے معاملات کا کوئی تجربہ نہیں اس لئے اپنی رائے محفوظ رکھتا ہوں۔“ عمران بولا۔

پچھے دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔ پھر سر نامس کھنکار کر بولا۔ ”اگر اسے صحیح تسلیم بھی کریں جائے تو پھر انہیں ہم سے کیا سر و کار۔ انہوں نے ہمیں کیوں مجبوس کیا ہے۔“ ”ہو سکتا ہے تمہاری برین واٹنگ کر کے تمہیں والیں کر دیا جائے تاکہ تم اپنے ملک میں ان کے ایجتہد کی حیثیت سے بھی کام کر سکو۔“

”ہاں ان کی حکمتیک بھی ہے۔“ کارلوف نے عمران کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا اور چند لمحے خاموش رہ کر سوال کیا۔ ”کیا تم ان کے کسی راز سے واقف ہو گئے ہو۔“

”اس سوال کا مطلب....؟“

”یہاں تمہاری موجودگی کی بناء پر یہ سوال پیدا ہوا ہے۔“

”اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ تھری یا ایک بے حد حسین عورت بھی ہے۔“

”باتوں میں اڑانے کی کوشش کر رہے ہو۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ تم نے ڈپر آف ڈنلبر کوکس خوبصورتی سے بے نقاب کیا تھا۔“ سر نامس بولا۔

”وہ کم عمری کی ایک طفلانہ حرکت تھی۔ آج تک پچھتارہا ہوں اس پر....!“

”تمہارا وہ کیس اسکات لینڈ کی میکسٹ بک میں شامل کیا گیا ہے۔“

”تم نے بہت اچھا کیا بتا دیا۔۔۔ اب میں اسکات لینڈ یارڈ والوں سے اس کی رائٹنی وصول کرنے کی کوشش کروں گا۔“

”فی الحال اس کی تصدیق کرنے کی کوشش کرو جو کچھ تم نے کہا ہے۔“

”میرے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں جس سے تصدیق کی جاسکے۔ لیکن یہاں کچھ عجیب و غریب فامیں اور ایک پرو جیکٹر بھی موجود ہے۔“

”اوہ.... تو تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا۔“ کارلوف مضطربانہ انداز میں بولا۔

”عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فرینٹکلن پھر آدھکا۔ اس بار اسکے ساتھ سیاہ فام لڑکی نہیں تھی۔

”وہ خاموش ہو گئے اور فرینٹکلن قریب ہی کھڑا نہیں گھورتا رہا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔“

”لوگ میری بیوی کے معاملات میں حد سے تجاوز کرنے کی کوشش ہرگز نہ کرتا۔“

”یا تمہاری بیوی کے کچھ معاملات ہم سے بھی ہو سکتے ہیں۔“ عمران نے بڑی مصروفیت سے پوچھا

”میں کہتا ہوں تم مت بولا کرو....!“

”یا میں شیر کی طرح دھماڑتا ہوں کہ تم زوس ہو جاتے ہو۔“

”میں تمہیں اس قابل نہیں سمجھتا۔“

”جب تمہارا دل چاہتا ہے خوب سمجھتے ہو۔“

”سر نامس اسے سمجھاؤ...!“

”میں کیسے سمجھاؤں اس کا آزادی رائے کا حق سلب نہیں کیا جاسکتا۔“

”تم بھی کالی بھیڑ ہو...!“

”مشر فرینٹکلن اپنی زبان کو لگام دو....!“ سر نامس کا الجھ بے حد تغیر آئیز تھا۔

”خدا کے لئے تم اُسی کرے میں واپس جاؤ۔۔۔ آخر اُس نے تمہیں تھا کیوں چھوڑ دیا۔“

ژرلو دے بولا۔

”تم اپنے کام سے کام رکھو....!“

ژول روے کے کانوں کی لویں سرخ ہو گئیں اور کارلوف معنی خزانہ انداز میں مسکرانے لگا۔

”ہاں ہاں تم بھی کہہ ڈالو جو کچھ کہنا ہے۔“ فرینٹکلن اس کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا اور کارلوف نے دوسری جانب منہ پھیر لیا۔

”اب میں سمجھا ستر نامس.... بالکل سمجھ گیا۔“ فرینٹکلن نے چند لمحے خاموش رہ کر کہا۔ ”کیا سمجھ گئے۔“

”اس سازش میں تمہارا ہاتھ ہے۔“

”وہ کس طرح....!“

”یہ میں نہیں جانتا۔۔۔ تمہاری قوم صدیوں سے سازش کرتی آرہی ہے۔“

”اف فوہ.... آخر ہم کب تک ایک دوسرے کے خلاف شہے کا اظہار کرتے رہیں گے۔“

کارلوف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”مجھے تو مشر عمران کی رائے میں خاصا وزن نظر آ رہا ہے۔“

”کیا مطلب.... کیا یہ بھی کوئی رائے رکھتا ہے۔“ فرینٹکلن نے مھکھہ اڑانے کے سے انداز میں کھلا۔

کارلوف پھر عمران کی طرف مزا اور اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ ”تم بھی کسی پرو جیکٹر کی بات کر رہے تھے۔“

”ہاں.... لیکن پہلے مشر فرینٹکلن کو اس کرے میں بھیج دو....!“ عمران نے مسمی صورت ہاکر کھلا۔

سال سے مر رکھ آباد ہے۔ صدھاہ تہذیبوں نے یہاں حتم لیا اور فنا ہو گئیں۔ یہاں کی اعلیٰ ترین مخلوق جو کلام بھی کر سکتی ہے بے حد ذہین ہے لیکن وہ ہم انسانوں سے مختلف ہے۔ ابھی ہم آپ کو اس کے درمیان لے چلیں گے۔

اسکرین پر پھر کئی رنگوں کی دھند چھائی اور اسی دھند سے پہاڑوں کی چوٹیاں ابھرنے لگی۔ یہ ایک سر سبزِ وادی تھی جس پر سبز ہی رنگ کی دھند چھائی ہوئی تھی۔ کیمرہ ایک پہاڑی راستے سے گزرتا ہوا وادی میں اترنے لگا۔ بڑی حسین وادی تھی۔ پھر کیمرہ ایک جگہ روک گیا۔ کچھ متحرک اجسام کا لانگ شارٹ تھا۔ آہستہ آہستہ کیمرہ ان سے قریب ہونے لگا اور پھر وہ کبھی حرمت زدہ سی آواز میں چیخ پڑے تھے۔ کیونکہ وہ بہت بڑی بڑی مکڑیاں تھیں جن کے درمیانی حصوں پر انسانی سر موجود تھے۔ پھر ایک مکڑی کا گلوہ اپ نظر آیا مکمل انسانی چہرہ رکھنے والی مکڑی تھی۔ اس کے ہوتے اسی انداز میں ہل رہے تھے جیسے کچھ کہہ رہی ہو۔ دفعۂ جوزف کے حلق سے ڈری ڈری سی آوازیں نکلے لگیں اور عمران نے اُس کا شاندہ بوج کر کہا۔ ”ابے کیوں مراجا رہا ہے۔ کیا پہلے تو نے یہ فلم نہیں دیکھی تھی۔“

”اس وقت مجھے وہ بدرو حسین یاد آ رہی ہیں باس جنمبوں نے ایک بار میرے گھرانے کا جینا حرام کر دیا تھا۔“

”خاموش یعنی.....!“

”یہ کیا تماشہ ہے....!“ سر تامس بڑھایا۔

ژول روے اور کارلوف خاموش رہے۔ فلم چلتی رہی۔ کئی مکڑیوں کے گلوہ اپ دکھانے گئے۔ ان میں نزاور مادہ کی پیچان چہروں سے ہو سکتی تھی۔ ژولوں کے چہروں پر ڈاڑھی اور موچیں پالی جاتی تھیں اور مادوں کے چہرے نرم و نازک خطوط کے حامل تھے۔

بصیر کی آواز پھر سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ”یہ مر رکھ کی اعلیٰ ترین مخلوق ہے بالکل اُسی طرح جیسے زمین پر آدمی وہاں کی اعلیٰ ترین مخلوق ہے۔ جس طرح زمین کی آبادی۔ ترقی یافتہ اور غیر ترقی یافتہ قوموں پر مشتمل ہے اسی لئے مر رکھ کی یہ اعلیٰ ترین مخلوق بھی ترقی یافتہ غیر ترقی یافتہ ہے۔ مر رکھ کے یہ باشدہ جنہیں آپ اس وقت دیکھ رہے ہیں غیر ترقی یافتہ قسم سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان پر آپ زمین کے خانہ بدوشوں کا قیاس کر سکتے ہیں۔ اس صحرائی مخلوق کی زندگی کا انحصار شکار پر ہے۔ یا بھری یہ جنگلی چھلوں پر گزارہ کرتی ہے اور آدمیوں ہی کی طرح آپس میں لڑتی جھگڑتی رہتی

”تم میری بات نہ کرو... سمجھے۔“ فرینٹکلن نے پھر آنکھیں نکالیں۔

”تم وہیں پہنچے جاؤ اپنی بیوی کے پاس....!“ عمران پہلے ہی کے سے انداز میں بولا۔

فرینٹکلن نے جوزف کی طرف دیکھا جو پھر اسے خون خوار نظروں سے گھورنے لگا تھا۔

”جہنم میں جاؤ!“ کہہ کر فرینٹکلن دوسرا کے کمرے کی طرف مڑ گیا۔

اُس کے داخل ہوتے ہی دروازہ پھر بند ہو گیا۔

عمران نے چاروں طرف نظر دوڑائی اور اوپری آواز میں بولا۔ ”اچھا تو مسٹر کارلوف اب ہمیں فلم دیکھنی چاہئے۔“

”ضرور... ضرور...!“

عمران اُسی سوچ بورڈ کی طرف بڑھا جسے اب تک مختلف نتائج کے حصول کے لئے استعمال کیا جاتا رہا تھا۔ اس کا ایک مٹن دباتے ہی کمرے میں اندر ہمراہ ہو گیا اور ایک جانب دیوار پر ایک روشن اسکرین نمودار ہوا اور پھر اس اسکرین پر کئی رنگ بکھر کر تیزی سے گردش کرنے لگے اور انہی گردش کے دوران میں وہ ایک دوسرا میں مدغم ہوتے چلے گئے۔

پھر ایک آواز ابھری۔ ”ہم مر رکھ سیارے کی طرف سفر کر رہے ہیں۔ لیکن لفظ سفر جس تصورا کا

حامل ہے اُس کے لئے صدیاں درکار ہوں گی۔ لہذا ہمیں کھل کر بات کرنی چاہئے۔ ہم سفر نہیں

کر رہے بلکہ مر رکھ کے لئے ٹرانس مٹ ہو رہے ہیں۔ یعنی ہمارے اجسام ذرات میں تبدیل ہو کر بر قی روکے ذریعے بہت قیل عرصے میں مر رکھ تک جا پہنچیں گے۔ واضح رہے کہ ہم کوئی سائننس فکشن نہیں پیش کر رہے بلکہ یہ ایک جنتی جاگتی حقیقت ہے۔ جیسا کہ ابھی آپ دیکھیں گے۔“

اسکرین پر مختلف رنگوں کے انضام نے عجیب سا پیشہ بنادیا تھا پھر ایک دھماکا ہوا اور سارے رنگ بکھر کر ذرات میں تبدیل ہو گئے۔ اب اسکرین پر کئی رنگوں کا غبار چکر رہا تھا۔

آواز پھر آئی۔ ”لیجے اب آپ مر رکھ پر ہمارے مہمان ہو رہے ہیں۔ یہ ہمارا ایشیش ہے۔“

ایشیش کے نام پر جو چیز بھی دکھائی گئی تھی لانگ شاٹ میں اٹھے کی شکل کی کوئی شے معلوم ہوتی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ کیمرہ اس سے قریب ہوتا گیا۔ چچ بچ بیضاوی شکل کی ایک عمارت کی

تحقیقی جس میں لا تعداد روشن دان نظر آرہے تھے اور پھر اندر کے مناظر ایسے ہی تھے جیسے سائنس

فکشن پر بنی فلموں میں پائے جاتے ہیں۔ بھانست بھانست کی میثیں جگہ جگہ نصب تھیں۔ کیمرے

نے پوری عمارت کا چکر لگایا تھا۔ پھر وہ ایک بہت بڑی مشین پر رک گیا اور آواز آئی۔ ”لاکھوں

ہے۔ اب ہم آپ کو ایک ایسے خطے میں لے چلتے ہیں جیہاں ترقی یافتہ مخلوق آباد ہے۔ ”کیرے کے سامنے پھر دھندی چھائی اور ایسا محسوس ہونے لگا جیسے کیمرہ فضائی سفر کر رہا ہو۔ دفتار اسکرین پر ایک شعلہ سالپکا اور پھر وہ بالکل تاریک ہو گیا اور چند لمحوں کے بعد کمرے میں بھی روشنی ہو گئی۔ ساتھ ہی آواز آئی۔ ”ہم معزز مہماں سے مhydrat خواہ ہیں کہ اچانک پروجیکٹر میں خرابی واقع ہو جانے کی بنا پر ہم فی الحال انہیں یہ فلم نہیں دکھائیں گے۔“

”دول روے نے قہقہہ لگایا اور بولا۔ ”اس سے بڑی بکواس تو میں نے آج تک سنی ہی نہیں کیا ہماری اپنی سائنس فلشن پر منی فلمیں کم ہیں کہ انہوں نے مزید بور کرنے کا سامان کیا تھا۔ ”تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ ”سر ٹامس نے سرد لبجھ میں کہا۔ ”ہمیں مر عوب کرنے کے لئے بے حد گھٹیا طریقے اختیار کئے جا رہے ہیں۔“

”میں اس سے قبل پوری فلم دیکھ چکا ہوں۔ ”عمران بولا۔

”اچھا تو پھر....؟“ ”دول روے نے تیز لبجھ میں سوال کیا۔

”خاصی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی آگے چل کر۔ ترقی یافتہ مخلوق ہم سے بھی زیادہ ترقی یافتہ نظر آئی تھی۔“

”سوال تو یہ ہے کہ وہ ہم پر کیا واضح کرتا چاہتے ہیں۔“ کارلوف نے کہا۔

”اپنی ترقی کار عرب ڈالنے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں جانا چاہتے۔ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان کی رسائی مرتخی تک ہو گئی ہے جبکہ بڑی طاقتیں چاند سے آگے نہیں بڑھ سکیں۔ ”عمران بولا۔

”تم ٹھیک کہتے ہو۔ ”کارلوف انگلی اٹھا کر بولا۔ ”اور تمہارا یہ خیال بھی مجھے درست معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں تحریکی بی کے قیدی ہیں۔“

”کسی کے بھی قیدی ہوں۔ ”دول روے بولا۔ ”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ سوال تو یہ ہے کہ ہماری رہائی کیوں نکر ہو گی۔“

اس کا جواب کسی کے پاس بھی نہیں تھا۔ دفتار انہوں نے جوزف کی چیخ سنی اور یہ بھی دیکھا کہ وہ چھلانگ مار کر عمران سے لپٹ گیا ہے۔ پھر اس سمت بھی نظر ڈالی جدھر اس کا ہاتھ خوف زدہ انداز میں اشارہ کر رہا تھا۔

ولیکی ہی ایک مخلوق دیوار میں پیدا ہو جانے والے خلاء سے آہستہ برآمد ہو رہی تھی جیسی وہ فلم میں دیکھے چکے تھے۔ چار چار فٹ لمبی ناگوں والی مکڑی جس کا وسطی حصہ انسانی چڑے؟

شل تھا۔ وہ بہس رہی تھی۔ بے حد حسین چہرہ تھا۔ بڑی بڑی محور آنکھوں اور ستواں ناک والا ہے۔ موتیوں کی طرح آبدار دانتوں والا دہانہ تھا اور اس گھنکتی ہوئی ہی بھی کالیا پوچھنا کافنوں میں نشیان کی انجھی تھیں۔

”گلدار نگ کیوں لیڈی شپ....!“ عمران نے بڑے ادب سے سلام کیا۔

”مار نگ....!“ مکڑی نے سر میلی آواز میں کہا۔ ”ہاؤ ڈو یو ڈو!“

”تحمیکس.... آئی ایم فائن....!“

”تم اپنی زبان میں بھی مجھ سے گفتگو کر سکتے ہو۔!“ مکڑی نے کہا۔

”لیکن میرے ساتھی میری زبان نہیں سمجھ سکتے۔ اس لئے انگلش ہی مناسب رہے گی۔“

”میں تمہیں کیسی لگی ہوں....؟“

”بے حد حسین.... اتنا دلاؤ بیز چہرہ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔“

”مکڑی یہ.... تم بھی بہت دلکش ہو۔... لیکن کیا تمہارے ساتھی گو گئے ہیں۔“

”وہ تعارف کے بغیر گفتگو کرنا خلاف تہذیب سمجھتے ہیں۔“

”میں کروپی ہوں.... فرینی کروپی.... فرینی سمجھتے ہو۔“

”نہیں....!“ عمران نے سر کو مایوسانہ انداز میں مخفی جنبش دی۔

”تمہاری زبان میں شہروی... میں تراچا کے فران کی بیٹی ہوں۔ ان لوگوں نے مجھے قیدی بنا لیا ہے۔“

”تو گویا تم مرتخی سے آئی ہو۔“

”ہاں.... شائد تمہارے سیارے کو مرتخی کہتے ہو۔ ہم اسے گابان کہتے ہیں اور اپنے سیارے کو اوزمن کہتے ہو۔ جبکہ ہم اسے ڈفس کہتے ہیں۔“

”لیکن شہزادی صاحبہ آپ ہمارے سیارے کی ایک زبان بڑے فرائی سے بول رہی ہیں۔“

”ہم بہت جلد سیکھ جاتے ہیں۔ بہت تھوڑے عرصے میں کئی زبانیں سیکھ لی ہیں۔“

”لیکن میری زبان کس سے سیکھ لی آپ نے....؟“

”تمہاری زبان اس وقت سیکھی تھی جب تم یہاں آئے تھے۔ مجھے دکھائے گئے تھے اس وقت

”ہبے ہوش پڑے تھے اور مجھ سے کہا گیا تھا کہ مجھے تمہاری زبان بھی سیکھنی پڑے گی۔“

”گرفت مجھ پر ہی یہ عنایت کیوں ہوئی تھی....؟“

”میں نہیں جانتی....!“

"میں نے پوچھا تھا کہ تم کو میری زبان کس نے سکھائی۔"

"اس مخلوق نے جسے تم شائد عورت کہتے ہو۔ وہ بہت حسین ہے۔ مجھے اچھی لگتی ہے۔ سارے لوگ اس کا اسی طرح احترام کرتے ہیں جیسے وہ کوئی فرانہ ہو۔"

"فرانہ.... میں نہیں سمجھا...!"

"ہماری زبان کا لفظ ہے۔ ہم بادشاہ کو فرانہ اور ملکہ کو فرانہ کہتے ہیں۔"

"سمجھ گیا.... کیا وہ عورت اس وقت بھی یہاں موجود ہے۔"

"میں نہیں جانتی۔"

"اب اپنی زبان بھی سناؤ....!"

"تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ لیکن اس عورت نے میری زبان بہت جلد سیکھ لی ہے۔ ذہانت میں وہ ہماری ہی جیسی ہے۔"

"تمہاری زبان میں عورت اور مرد کو کیا کہتے ہیں۔"

"عورت کو فیلی اور مرد کو فولا...!"

"یہاں کی عورتیں ذمہ نہیں کہتی ہیں۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"پہنچ دن اور یہاں رہیں تو سمجھ جاؤ گی۔" عمران نے کہا۔ صرف وہی بولے جا رہا تھا درود اور ہونٹ تو گویا سل سے گئے تھے اور جوزف اس طرح کانپ رہا تھا جیسے سردی لگ کر بخار چڑھ آیا ہو۔

"دفعتا مکڑی نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "اس آدمی کو کیا ہو گیا ہے....؟"

"اظہار مسرت کر رہا ہے۔"

"تمہارے سیارے پر شائد کئی رنگوں کے آدمی پانے جاتے ہیں۔"

"ہاں یہی بات ہے۔"

"لیکن ہمارے سیارے گاہان پر سب ایک جیسے ہیں۔"

"زندہ باد گاہان....!" عمران ہاتھ اٹھا کر اوپری آواز میں بولا۔

"ژول روے اسے ایسی ہی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔ سر نا مس!"

"کارلوف تذبذب کے عالم میں تھے۔ اتنے میں عمران بولا۔ "اب اپنی زبان بھی سناؤ۔"

"تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔" وہ ہنس کر بولی۔

"پھر بھی اندازہ تو ہو، یہی جائے گا کہ وہ کتنی رسکی ہے۔"

"اچھا تو سنو...!" مکڑی نے کہا اور کسی غضب تاک بندیریا کی طرح چھپانے لگی۔ قریباً دو منٹ یہ کرے کی فضا اس کی آواز سے گو نجتی رہی۔ پھر اس نے انکش میں کہا۔ "اس نظم کا عنوان تو پہلوں کی شاعرہ۔"

"بہت خوب....!"

"اب میں واپس جاؤں گی میرے حلق میں درد ہونے لگا ہے۔"

"بہت خوب....!" عمران اچھل پڑا۔

"تھیں اس سے خوشی ہوئی ہے کیا....؟" مکڑی نے تاک بھوں چڑھا کر پوچھا۔

"یقیناً....!" عمران نے بدستور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "گاہان کی فلی بے حد پسند آئی۔ ہماری عورتیں بجالت بیداری صرف بولتی رہتی ہیں لیکن ان کے حلق میں درد نہیں ہوتا۔"

"ہم تو سرے سے بولتے ہی نہیں جب تک کہ ہمیں اس پر مجبور نہ کیا جائے۔" مکڑی نے کہا اور عمران چھت کی طرف منہ اٹھا کر بولا۔

"خداوند اکیا میری شادی کا وقت قریب آگیا ہے۔"

"بب بس کرو بس....!" جوزف نے کلپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "مکڑی تیزی سے اسی خلاء میں گھس کر نظروں سے او جھل ہو گئی جس سے برآمد ہوئی تھی اور سلاں یہ ڈگ ڈور نے سر کر دیا۔ برا بر کر دی۔

عمران دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر اکڑوں بیٹھ گیا۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر کارلوف بولا۔ "کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"واقعی حریت اگلیز....!" سر نا مس نے طویل سانس لے کر کہا۔

"میں یا تو پاگل ہو گیا ہوں یا پھر خواب دیکھ رہا ہوں۔"

"میں مر جاؤں گا بس....!" جوزف عمران کو جھنگھوڑ کر بولا۔

"میرا بھی یہی خشر ہو گا اگر وہ مجھے نہ ملی۔"

"مگ..... کون بس....!"

"فرنی کرو پچی....!"

"خدا کے لئے بس....!" جوزف پہلے سے بھی زیادہ خوف زدہ نظر آنے لگا۔

"یقین کرو۔ میں اسکے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ مجھے ایسی ہی بیوی کی تلاش تھی جو بالکل چینی ہو۔" "یہ تو واقعی پاگل ہو گیا ہے۔" ٹول رومنے پر تشویش لجھے میں کہا۔ "ہاں ٹھیک ہے! محبت کرنے والے ہمیشہ پاگل سمجھے گے ہیں۔" عمران بھرا ہوئی آواز میں بولا۔ "خداد کے لئے باس ہوش میں آؤ۔" جوزف نے روہانی آواز میں کہا۔ "میں پہلے ہی کہتا تھا حمارہ بدر و حور کے چکر میں پڑ گئے ہیں۔" "خبردار جو اسے بدر وح کہا۔" عمران اٹھتا ہوا بولا اور جوزف کہم کر پیچھے ہٹ گیا۔ "میا تیری آنکھیں نہیں ہیں.....؟"

"ہیں کیوں نہیں باس.....!" "تو پھر کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اس میں نہ کہیں زیورات پہنچنے کی جگہ ہے اور نہ کہیں باری سازی لپینے کی۔" "ہاں..... یہ بات تو ہے باس.....!" "اب تو ہی بتا کہ اس سے بہتر بیوی اور کون ہو سکتی ہے۔" جوزف خوف زدہ سی نہیں کے ساتھ بولا۔ "بس بھی کرو باس۔" "میں سنجیدہ ہوں۔ گھونڈا کے بیٹے۔ اگر اس سے میری شادی نہ ہوئی تو میں خود کشی کر لوں گا۔" "ایسی باتیں مت کرو باس.....!"

"پھر کے حال دل سناوں۔ وہ تو مجھے نظم سنائے کر چلی گئی ہے۔" "اب خاموش بھی رہو تاکہ ہم پہکھ سوچ سکیں۔" کارلوف بولا۔ "تم کیا سوچو گے۔" عمران آنکھیں نکال کر غریباً۔ "میں کہہ چکا ہوں کہ وہ میری ہے اگر کوئی اور بھی اس کا امیدوار بننا چاہتا ہے تو اسے پہلے مجھ سے جگ کرنی ہوگی۔" "کوئی بھی تمہاری طرح بد حواس نہیں ہوا ہے۔" کارلوف نے خنک لجھے میں کہا۔

"پھر کیا سوچو گے۔" "یہی کہ وہ حقیقتاً کیا بلا تھی۔" "ہوش میں ہو یا نہیں..... تمہیں جرأت کیسے ہوئی کہ میری محبوبہ کو بلا کہو۔" "مسٹر عمران پلیز.....!" سر نامس ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم نے ڈپر کو دیوانہ بنایا تھا۔"

"ہم مدد جین کے مقابلے میں ڈچڑ کا کیا ذکر۔" "عمران آنکھیں نکال کر بولا۔" "ہاں کیا تھجھی..... یعنی کہ تم....!" جوزف جملہ پورا نہ کر سکا۔ کیونکہ عمران نے اس کا بیان پڑکر جھکا دیا تھا۔

"اس کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سن سکتا۔" عمران دانت میں کر بولا۔

"خدا تم پر رحم کرے بسا۔" جوزف پر رفت طاری ہو گئی اور وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر پیچھے ہٹ گیا۔



مدرسے اب مریانا کی گمراہی اپنے ذمے لے لی تھی۔ لیکن طریق کاریہ تھا کہ مریانا کی نظر ناپنپے نہیں پہنچنے پائے۔ کیونکہ وہ اسے عمران کے ساتھی کی حیثیت سے جانتی تھی۔ اس کا قیام اب ٹھوہر کے اُسی ہوٹل میں تھا۔ جس میں عمران کے فلیٹ سے فرار کے بعد شہری تھی اور شائد اسے بھی یقین تھا کہ اس کا جھکا کر اتنی آسانی سے نہیں ہو جائے گا۔ ہر وقت چوکنی برہتی تھی۔

ام صدر نے اس خیال کے تحت میک اپ کا سہارا نہیں لیا تھا کہ وان بروف کے آدمیوں سے اولادا چاہتا تھا۔ کسی نہ کسی طرح اس تک پہنچنا چاہتا تھا کہ عمران کا سراغ مل سکے۔ حالانکہ یہ ایک لائف درکٹ تھی۔ لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔ تو اس دیدہ و دانستہ قسم کی بآقیا طی کا انجام یہی ہوا کہ آخر کار ایک جگہ مریانا کی نظر اس پر پڑھی گئی۔ اور وہ تیر کی لڑائیں طرف آئی۔

"ت..... تم عمران کے ساتھی ہو شاہد۔" اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"ٹائم نہیں بلکہ حقیقتاً..... لیکن تم یہاں کیا کر رہی ہو.....؟"

"مم..... میں وان بروف کی تلاش میں ہوں۔ تاکہ اسے اطلاع دے سکوں کی عمران جھوٹ نہیں نہداں کے پاس حقیقتاً بابل دے سو ف کا انگیٹھا نہیں ہے میں نے پورے فلیٹ کی تلاشی لی تھی۔"

"تو گیا تمہیں اعتراف ہے کہ تم سے یہ غیر قانونی حرکت سرزد ہوئی تھی۔"

"مجھے اعتراف ہے کہ اس کے ملازموں کی لا علیٰ میں تلاشی لی تھی میں نے۔"

"مجھے بے حد افسوس ہے کہ تم نے غیر قانونی طریقہ اختیار کیا۔"

"بھوکا کرتی میں عمران کی جان بچانا چاہتی ہوں۔"

"تو وال تو یہ ہے کہ وہ یہیں کہاں.....؟"

"مر اخیل ہے کہ وہ ایک بار پھر وان بروف کے ہتھے چڑھ گیا۔"

پر کر دی تھی۔ نقیر نے سکھ اُس سے لیا اور خود بھی کچھ اُس کی مٹھی میں تمہا کر چل دیا۔ صدر دارہ جب میں گیا تھا انگلیوں سے اُس چیز کو ٹھوٹا تو کاغذ کا ایک مرداڑا مکلا اثابت ہوا۔

اس دوران میں صدر نے یہ بھی سوچا تھا کہ کیوں نہ مریانا کو اس کے حال پر چھوڑ دے۔ آخر نے بھی تو اس کے خلاف باقاعدہ طور پر کوئی کارروائی نہیں کی تھی۔ پتا نہیں اُس کا نقطہ نظر

”وہ بھر کا سوچ رے ہو نکالو ہجھڑیاں۔“ مرسانا تلخ لمحے میں بوی۔ لیکن صدر نے اسے کوئی پارا۔

وپر یہ بڑا جو فقیر اس کے مکان کا لاج بے سزا ہے۔ پہلی ہی نظر میں ان چند باب دینے کی بجائے حب سے کاغذ کا وہ مکار انکا لا جو فقیر اسے تمہاری گیا تھا۔ پہلی ہی نظر میں ان چند ٹھانے اس کی آنکھوں کو گرفت میں لے لیا جو اُس پر تحریر تھے۔ لکھنے والے نے اپنا نام بھی لکھا تھا۔ تحریر کے مطابق وان بروف اس وقت موبار ہی کی ایک عمارت ناصر ہاؤز میں موجود تھا اور یہ پہنچانے والوں کی طرف سے لکھے گئے تھے۔

تو کیا وہ بدہیت فقیر خود بلاول ہی تھا۔ اگر وہی تھا تو صدر کو اس کے میک اپ کرنے کی ملادیت پر تھیر ہوتا پڑا۔ اس نے کاغذ کا وہ مکلا پھر جب میں ڈال لیا اور سوچنے لگا کہ عمران پر قابو بننے کے لئے بھی انہوں نے بلاول ہی کو استعمال کیا تھا؟ تو پھر اسے کیا کرنا چاہئے۔ اگر باضابطہ غور کوئی کارروائی کرتا تو اُس میں خاصاً وقت صرف ہوتا۔

نامصر ہاؤز خاصی مشہور عمارت تھی۔ کیونکہ جزیرے کا واحد سینما بال اُسی سے ملت تھا وہ سوچتا
بلاور پھر سینما سے بولا۔

”مجھے اطلاع ملی ہے کہ وان بروف اس وقت ناصر پاؤز میں موجود ہے۔“
”بلیں پھر چھاپے مارو...!“ مر سیانا بیزیری سے بولی۔

لیکا سورج رہے ہو.....؟“ اُس نے براہ راست اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔
”لیکن میں کچھ اور سورج رہا ہوں۔“

”تک کہ کہیں بھی تو داں بروف کی تلاش بھی۔“
”اچھا تو پھر...!“

”میں نہ تم ہی ہماری مگر انی میں ناصر ہاؤز جاؤ۔“
”مگر انی سے کیا مراد ہے۔“

”ہم دور سے تم پر نظر رکھیں گے۔“

”اور تم نہیں جانتیں کہ وان بروف کہاں ہے۔“

”قطعی نہیں جانتی... جہاں جہاں اُس سے ملا کو پہلے ہی بتاچکی ہوں۔“

”وہ ان جگہوں پر نہیں ملا۔“
”پھر بتاؤ..... میں کیا کروں۔“

”تمہارے لئے اس سے بہتر اور کوئی صورت نہ ملک کے سفارت خانے کو مطلع کر دیا جائے۔ کیونکہ داخل ہوئی ہو۔“

”مخفیاتِ لئکر مبتدا تسلیم کے مالک“

”اس کے علاوہ اور کوئی حیثیت نہیں تھی میری

”اور کیا حیثیت ہوئی!“ صدر نے طریقہ بھیج دیا۔

”دوسری طرف اس قسم کا کوئی تاثر نہ ہو گا۔“
”میں یقین نہیں کر سکتی۔“

موبار کے ایک چھوٹے سے پارک میں ان کی مل نظر، حابیٹھے تھے۔

”یقین نہ کرنے کی صورت میں تم اس وقت تک کہا ج سکتے ہیں کہ“

ی زبان سے وہی پچھنہ کن و بویں لہر رہا ہوں۔
”اچھی بات ہے میں اس کا انتظار کروں گی۔“

”بیل میں۔“ صدر نے سرد لہجے میں کہا۔
 ”بیل ہی میں سکی۔“ وہ جھلاہٹ میں پر چڑ کر
 ٹھیک اُسی وقت ایک شکستہ حال بھکاری ہاتھ پر
 نے بے خیال سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور کچھ نکال کر
 حاضر تھی۔ مر سانا بھی صرف میل بھر کے لئے فقیر

”اور مجھے کیا کرنا ہوگا...؟“

”تم کسی طرح اسے باہر لانا...!“

”میں کس طرح لا سکوں گی۔“

”نہایت آسانی سے لا سکوگی۔ اس سے کہنا کہ تم غمیٹو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئی ہو اور تمہارے ہوٹل والے کمرے میں رکھا ہوا ہے۔ لیکن تم اب اپنی ذمہ داری پر وہاں سے کہیں اور فتح نہیں ہو سکتیں۔ اگر وہ چاہے تو اس کے حصول کے لئے خود تمہارے ساتھ ہوٹل سکن چل سکتا ہے۔“

”اوہ اگر اس نے خود جانے کی بجائے اپنے کی آدمی کو ساتھ کر دیا تو۔“

”جو کچھ بھی ہو تم اس کی قدمیق تو کر سکوگی کہ وہ ناصر ہاؤز میں موجود ہی ہے۔ پھر ہم خود ہی اس سے نپٹ لیں گے۔“

”گویا مجھے چارے کے ظور پر استعمال کرنا چاہتے ہو۔“

”یہی سمجھ لو....!“

”اچھی بات ہے.... میں یہ بھی کر گزرؤں گی۔“

”ٹھیک ہے تو پھر ناصر ہاؤز کی طرف رو ان ہو جاؤ۔ ہم تم سے زیادہ دور نہ ہوں گے۔“

مریانا کی آنکھوں میں تذبذب کے آثار صاف پڑھے جاسکتے تھے لیکن صدر انہیں نظر انداز کر کے بولا۔ ”کوشش تو کرو.... اگر وہاں بروف ہمارے ہتھیے چڑھ گیا تو ہم اس سے مسٹر عمران کا موجودہ پتہ تو معلوم ہتی کر سکیں گے۔“

”عمران کے لئے میں جان بھی دے سکتی ہوں۔“

”بس تو پھر چل پڑو....!“

مریانا اٹھ گئی لیکن صدر وہیں بیٹھا رہا اور جب وہ پارک سے باہر نکل گئی تو وہ بھی اٹھا اور انہیں طرف چل پڑا۔

پارک سے نکل کر اس نے ایک مخصوص اشارہ کیا اور بدستور چلتا رہا لیکن وہ اس سمت نہیں جا رہا تھا جوہر مریانا گئی تھی بلکہ دوسرے راستے سے ناصر ہاؤز تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا اشارہ اپنے ساتھیوں کو کیا تھا وہ تینوں دور دور رہ کر ایک دوسرے کی مگر انی کرتے رہے تھے۔

ناصر ہاؤز کے قریب پہنچ کر صدر نے مریانا کو گیٹ میں داخل ہوتے دیکھا اور جہاں خادمین بے گیا۔ یہ ایک چھوٹا سا نیلا تھا جس پر اوپنجی اور پنجی گھاس اُگی ہوئی تھی۔ اس کے تینوں ساتھیوں

نے ہمیں اسی ہی جگہوں پر گھاٹمن لگائی تھیں جہاں سے بہ آسانی دیکھنے نہ جاسکتے۔ ان کی نگاہیں پانک پر جمی ہوئی تھیں اور ہاتھ دریوں اور وہوں کے دستوں پر تھے۔

غاصافت گذر گیا لیکن مریانا کی واپسی نہ ہوئی۔ سینما کی عمارت ناصر ہاؤز کے عقب میں تھی اور سینما کے سامنے والے حصے کو بازار کی حیثیت حاصل تھی۔ لیکن ناصر ہاؤز ویرانے کے رخ پر قدر اور اس وقت بھی اتنا سنا تھا جیسے کبھی کوئی اورھ سے گذر تاکہ نہ ہو۔ صدر کو علم تھا کہ بات کے بیزنس کے علاوہ یہ عمارت خالی ہی رہتی ہے۔

دفعہ صدر کو وہی فقیر دکھائی دیا۔ جس نے وہاں بروف کے سلسلے میں اس عمارت کی نشان دہی کی تھی۔ وہ تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا عمارت کے کپاڈنڈ میں داخل ہو رہا تھا۔ صدر طویل سانس لے کر رہا گیا۔ اگر بلاول ہی فقیر کے میک اپ میں تھا تو پھر یہاں اس کا کیا کام۔۔۔ اگر وہاں بروف ہے اس کا کار ایٹھ تھم ہو گیا تھا تو اسے اورھ کارخ بھی نہیں کرنا چاہئے تھا۔

مزید پندرہ منٹ گذر گئے لیکن عمارت سے کوئی برآمدہ نہ ہوا۔ صدر سورج رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ ٹھیک اسی وقت جیبی ٹرانس میٹر پر اشارہ موصول ہوا اور رسیور کا سونج آن کرنے پر اواز آئی۔ ”بیلو... بیلو... صدر... بیلو...!“

اس نے نعمانی کی آواز پہچان لی۔

”بیلو... صدر اسپیکنگ...!“

”ہم یہاں کیا کر رہے ہیں۔“ نعمانی کی آواز آئی۔

”ڈپرس ہو کر اسٹے پوائنٹ پر پہنچو۔“ صدر نے جواب دیا اور ٹرانس میٹر کو دوبارہ جیب میں لائے ہوئے سوچا پولیس فورس کے اس یونٹ کے انچارج کو فون کرنا چاہئے جو اس جزیرے میں والان بروف کو تلاش کر رہا ہے۔

ایک لمبا چکر کاٹ کر وہ سینما کی طرف پہنچا اور یونٹ انچارج کو فون پر ناصر ہاؤز میں وہاں بڑھ کی موجودگی کی اطلاع دی۔

”یور آئینڈ نٹھی پلیز...!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”الس... الیں... فالیو...!“

راہ پر مقطوع کر کے وہ پھر اسی طرف دوڑ گیا جہاں سے ناصر ہاؤز کی گمراہی کرتا رہا تھا اور وہاں پہنچتا ہی ایک ایسی غلطی کا احساس ہوا کہ اپنے ہی گال پر تھپڑر سید کر لینے کو دل چاہا۔ اسے فون

”بڑو حوال کا پچکر ہے مسٹر....!“ جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔
ژول روے اُسے بہت غور سے دیکھے جا رہا تھا۔ اچانک بولا۔ ”لیکن آخر تم کیوں اتنے سنجیدہ
رمی ہو۔“

”میا مطلب....!“ جوزف اُسے گھورتا ہوا بولا۔

”ہیا تم اپنے باس کو کوئی صحیح الدمامغ آدمی سمجھتے ہو۔“

”کیوں نہیں.... مجھے تو ان کے مقابلے میں ساری دنیا پاگل نظر آتی ہے۔“

”تم دونوں ہی ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آسکے۔“

عمران نے پھر اپنے سر پر دو ہتھڑے چلا کیا اور جوزف نے روہانی آواز میں کہا۔ ”باس خدا کے لئے
خود رحم کرو.... میں اُس کا نام معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔“

پھر اس نے سر نام سے کہا۔ ”کیا خیال ہے مسٹر.... وہ عورت جو مسٹر فرینکلن کے پاس
ہے اُس سے کیوں نہ پوچھا جائے.... وہ تو یہیں رہتی ہے۔“

سر نام سے دوسرے کرے کے بندرووازے پر نظر ڈال کر سر کو مایوسانہ جبکش دی۔
”میں کوشش کرتا ہوں۔“ جوزف نے کہا اور دروازہ کے قریب پہنچ کر اُسے زور سے پینٹے لگا۔

دروازہ اپنی جگہ سے سرک گیا اور فرینکلن کی دہائی نامی دی۔ ”کیا بات ہے۔“

”مسٹر فرینکلن مجھے اپنے رویے پر افسوس ہے۔“ جوزف نے حاجت سے کہا۔

”مسٹر فرینکلن سے بھی معافی چاہتا ہوں اور انہیں تھوڑی سی تکلیف دینا چاہتا ہوں۔“

”کہو کیا بات ہے....!“

”خہرو.... ہم وہیں آرہے ہیں۔“ عورت کی آواز آئی اور جوزف پیچھے بہت گیا۔ وہ دونوں
خدا کے لئے ہوش میں آؤ دوئے میرا دم نکل جائے گا۔“

”مسٹر فرینکلن!“ جوزف نے نہایت ادب سے کہا۔ ”یہاں شاہد مر جن کی کوئی شہادتی ہے۔“

”اوہ.... تم کیا جانو....!“ میڈیلینہ نے جرحت سے پوچھا۔

”وہ کچھ دیر پہلے یہیں تھی اور اُس نے اپنا نام بھی بتایا تھا۔ جواب میرے باس کو یاد نہیں آ رہا۔“

”نام یاد نہیں آ رہا تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔“

”میں نہیں جانتا.... لیکن میرا باس اُس کا نام یاد نہ آنے کی بنا پر خود کشی کر لینے کی دھمکیاں
اس رہا ہے۔“

کرنے کے لئے جگہ چھوڑنے سے پہلے ہی اپنے ساتھیوں کو رخصت نہ کر دینا چاہئے خدا اُن
دوران میں پا نہیں کیا ہوا ہو۔ دراصل اس جزیرے کی تیز اور مر طوب ہوانے اُس کا سرگما کر
رکھ دیا تھا۔ اُسے ایسا لگتا تھا مجھے موبار میں قدم رکھتے ہی ذہانت رخصت ہو جاتی ہو۔ قوت فیصل
دم تو زدیتی ہو۔

بہر حال اب ہو ہی کیا سکتا تھا۔ غلطی تو ہو چکن تھی۔ اُسی جگہ شہر کر اب اسے پولیس کے
چھاپے مار دستے کا انتظار کرنا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ چھاپے مار دستہ بھی پہنچ گیا اور عمارت گھیر لی گئی اور پھر جو کچھ بھی ہوا اس کے
لئے صدر تیار نہیں تھا۔ اس عمارت میں دولاشوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہ ملا۔ ایک لاش مر سیلانکی
تھی اور دوسرا اُس فقیر کی جو بعد میں بلاول ہی ثابت ہوا۔ ان کی گرد نیں کاٹ دی گئی تھیں۔



وہ پانچوں اب بھی اُسی کمرے میں تھے۔ بھی اوٹھنے لگتے اور بھی پھر اُنکے درمیان نوک بھبھک
کی تھہر جاتی۔ عمران اور جوزف زیادہ تر تینوں کی باتیں سنتے رہتے تھے۔ لیکن اس وقت عمران نے

چونکہ کر اچانک دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پینٹا شروع کر دیا۔

”باس... باس...!“ جوزف بوٹھا کر اُس کے ہاتھ پکڑنے کی کوشش کرتا ہوا گھکھیاں لگا۔

”خدا کے لئے ہوش میں آؤ دوئے میرا دم نکل جائے گا۔“

”ہبھ جا... دور ہبھ جا... مجھے اُس کا نام کیوں نہیں یاد آ رہا۔ میں اپنا سر توڑ کر رکھ دوں گا۔“

”کس کا نام باس....!“

”آس چاند کی ٹکڑی کا.... ہائے۔“

”آس کا نام... آس کا نام تو مجھے بھی یاد نہیں.... خدا کے لئے باس اُس بدر دم کو بھول جاؤ۔“

”نہیں ہرگز نہیں.... اگر تین منٹ کے اندر اندر مجھے اُس کا نام یاد نہ آیا تو اپنی کھال اُجھڑ
رکھ دوں گا۔“

”اچھا شہرو... باس میں ان شریف آدمیوں سے پوچھتا ہوں۔ شاہد انہیں یاد ہو۔“

وہ تینوں بھی عمران کی اس حرکت پر متیر نظر آنے لگے تھے۔

جوزف کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی سر نام سے کہا۔ ”مجھے بھی نہیں یاد کہ اُس نے اپنا کیا ہے۔“

بتایا تھا لیکن آخر تمہارا باس اس معاملے میں اتنا سنجیدہ کیوں ہو گیا ہے؟“

"بڑی بجیب بات ہے... آخر کیوں....؟"

"میرا باس اس پر عاشق ہو گیا ہے۔" جوزف نے بے حد شرم کر کہا۔

میڈیلینہاڑو سے نہ پڑی اور عمران کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ "بہت خوب! انوکھا خیال ہے۔"

"پلیز مزر فرینکلن اگر تمہیں اس کا نام معلوم ہو تو بتاؤ....!" جوزف گھٹھیا۔

"مجھے معلوم ہے لیکن اس سلسلے میں تمہارے باش سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"کیوں اس سے کیا بات کرو گی۔" فرینکلن نے گز بڑا کر پوچھا۔

"میرے معاملات میں دخل اندازی مت کرو۔" میڈیلینا نے تیز لمحے میں کہا اور اس نے ہم کر سر ہلا دیا۔ میڈیلینا آہستہ آہستہ چلتی ہوئی عمران کے قریب پہنچی اور وہ بوکھلانے ہوئے انداز میں اٹھ گیا۔

"حیرت ہے کہ تم اس آدھ کٹڑی پر عاشق ہو گئے ہو۔" میڈیلینا مسکرا کر بولی۔

"محترمہ اس کے لئے یہ نامناسب لفظ ہے۔" عمران نے کسی قدر بچکپاہت کے ساتھ ناگوار لمحہ میں کہا۔

"خدا کی پناہ تو کیا تم تجھ سنجیدہ ہو۔"

"میں سنجیدہ ہوں۔ جب ایک بنی دبانے سے شلوی ہو سکتی ہے تو میں اس پر عاشق بھی ہو سکتا ہوں۔"

"وہ تو ہمارا ایک ضابطہ ہے۔"

"اور یہ دل کی واردات ہے۔ تم اسے نہیں سمجھ سکتیں کیونکہ تم تو بن کی پابند ہو۔"

"اچھا بھی ہتا دو کہ تم اس کا کرو گے کیا....!"

"وہ میرا کچھ کرنے کی گی.... اور باقاعدہ مزر عمران کھلائے گی۔"

"تم مذاق کر رہے ہو۔"

"میں کہتا ہوں تمہیں میری کیا پڑی ہے۔ اپنے معاملات کو میں ہی بہتر طور پر سمجھ سکتا ہوں۔"

اگر تمہیں اس کا نام معلوم ہو تو بتاؤ.... خواہ مخواہ میرا وقت نہ برباد کرو۔"

"اس کا نام کرو چکی ہے۔ فرنی کرو چکی... فرنی بمعنی شہزادی مریخ کے ملک تاجاکی شہزادی ہے۔"

"کرو چکی.... ہائے.... اس میں کتنی نعمتی ہے۔" عمران خوش ہو کر بولا۔ پھر اچاکم اس کے

تیوریاں چڑھ گئیں اور اس نے غصیلے لمحے میں کہا۔ "وہ کہہ رہی تھی کہ تم اوگوں نے اُنے نہ کر رکھا ہے۔"

"ہاں.... یہ حقیقت ہے۔ وہ ہمارے پاس یہ غمال کے طور پر ہے۔"

"خدا کی پناہ.... تم لوگ مریخ پر بھی انخواہ کی واردات میں کر رہے ہو۔"

"کیوں نہ کریں۔ ہم مریخ کے ملک تراپاچا میں اپنا ایک ائمیش قائم کرنا چاہتے ہیں لیکن کروچی کا باپ اس پر آمادہ نہیں ہے۔ لہذا ہم نے یہ قدم اٹھایا۔ جب تک اجازت نہیں دے گا کروچی اسے نہیں ملے گی۔"

"اب میں دیکھ لوں گا تم لوگوں کو....!" عمران پیر چڑھ کر دہڑا۔

"بھلا کس طرح دیکھ لو گے....!" وہ نہ کر بولی۔

"جس طرح بھی ممکن ہو گا....!"

"نا ممکن ہے مژہ عمران....!" دفعتوں ہی آواز کمرے میں گونجی جو پہلے بھی سن چکے تھے۔ وہ سب اسی آواز کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"میانا ممکن ہے....?" عمران نے اوپنی آواز میں پوچھا۔

"ہمارا تم کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

"اگر تم نے کرو چکی کو میرے حوالے نہ کیا تو دیکھ ہی لو گے کہ میں تمہارا کیا بکاڑ سکتا ہوں۔"

"کرو چکی کا تم کیا کرو گے....؟"

"محبوب کا کیا ہوتا ہے....?" عمران نے سوال کیا۔

"اس کا جواب محبوب کی نوعیت پر مختص ہے۔"

"نوعیت سے تم اچھی طرح اتفاق ہوا۔ اس لئے میرا منظک اڑانے کی کوشش نہ کرو۔"

"ہم تمہاری زبان سے سننا چاہتے ہیں۔"

"میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

"اپنی بات سے پھر نامت....!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"اس کے لئے تمہیں مریخ کا سفر کرنا پڑے گا۔"

"کیوں؟ کیا شادی زمین پر نہیں ہو سکتی۔"

"ہو سکتی ہے لیکن یہ ہماری شرط ہے۔"

"یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں اس شادی کے لئے مریخ پر بارات لے جاؤں۔"

”بالکل اور دیکھ رہیں پر واپس آ کر کر سکتے ہو۔“
”اس کی کیا صورت ہوگی۔“

”ولیسے کے اخراجات بھی ہم ہی برداشت کریں گے۔“

”اچھی بات ہے... مرخ کے سفر سے قبل میں مرائبہ کرنا چاہتا ہوں۔“

”بھانگے کی کوشش کر رہے ہو۔“

”ارے جاؤ... بھاگے والے اور ہوتے ہیں۔“ عمران ہاتھ جھٹک کر بولا۔

”اچھی بات ہے.... جلد ہی تم سے اس سلسلے میں بات ہوگی۔“

”اس نامعلوم آدمی کا سلسلہ کلام ٹونٹے ہی میڈیلینا زوردار قہقہہ لگا کر بولی۔“ پھنس گئے۔

”کیا مطلب....!“ عمران نے الوں کی طرح دیدے نچائے۔

”ہم تو چاہتے ہی تھے کہ کوئی اُس سے شادی کر لے۔“

”چلو تو ٹھیک ہے۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”میں سمجھتا ہا کہ شاہد اس میں کوئی دشواری ہوگی۔“

”لیکن ہماری شرط بھی برقرار رہے گی۔ یعنی تم مرخ پر جاؤ گے اور ہمارا ایک کام کرو گے۔“

”تمہارا کون سا کام...؟“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

”کروچی کے باپ سے تراچا میں ہمارا ایشیان قائم کرنے کی بات کرو گے۔“

”بھلامیں ایسا کیوں کرنے لگا۔“

”تو پھر ہم تمہاری شادی اُس سے کیوں کرنے لگے۔“

”اچھا اچھا میں سمجھ گیا۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”کروچی کا باپ دلاد کی بات نہیں ٹال سکے گا۔“

”تم ٹھیک سمجھے۔“

”خداغارت کرے۔“ عمران نہ اسامنہ بنا کر بولا۔

”کیا مطلب....!“

”ارے مرخ پر بھی سر ای تکلفات پائے جاتے ہیں۔“

”سرال ایک کائناتی حقیقت ہے۔“

”تب پھر نہیں کرتا شادی وادی۔“

”پھر گئے ناپی بات سے۔“

”میں نے صرف یوں کی بات کی تھی سرال کی نہیں۔ وہ مرخ والی بھی مائیکہ رکھتی ہے۔“

لی کی تھی۔... میں تو سمجھا تھا کہ کپڑوں اور زیورات کے ساتھ ہی سرال سے بھی بچوں گا۔
نہیں چلے گی.... نانا....!“

”تم اب کسی طرح بھی جان نہیں چاہ سکو گے۔ تم نے شادی کی بات ہی کیوں زبان سے نکالی تھی۔“ میڈیلینا نے غصیلے لمحے میں کہا۔ عمران کچھ نہ بولا۔ میڈیلینا کہتی رہی۔ ”ہمارے ضوابط کے تحت تو تمہاری شادی ہو بھی چکی۔ جس طرح میں میں دبانے پر فریتنکلن کی یوں بن گئی تھی اُسی طرح شادی کا نام لیتے ہی وہ تمہاری یوں بن چکی ہے۔“

”پڑیا تو ہے۔“ جوزف بولا۔

”خاموش رہو۔ اس نے خود ہی شادی کے لئے کہا تھا۔ ہماری تجویز نہیں تھی۔“

”ہاں ہاں.... تم چپ رہو۔“ عمران نے جوزف سے کہا اور میڈیلینا فریتنکلن کو ساتھ لے بغیر کمرے میں چلی گئی اور دروازہ بھی بند ہو گیا۔ اب کمرے پر قبرستان کا سانسنا طاری ہو گیا تھا۔ فریتنکلن اپنے تیوں ساتھیوں کے قریب ہی کھڑا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ ”خدا کرے اب یہ دروازہ کبھی نہ کھلے۔ بڑی آئی یوں کہیں کی۔“

”کیا مطلب....!“ ٹول رو سے چوک کر بولا۔

”سب بکواس ہے۔“ فریتنکلن نہ اسامنہ بنا کر بولا۔ ”اُبھی تک نہیں بنی یوں.... مارتی ہے۔ انھا کر ٹھیڈتی ہے۔ جوڑا اور کراٹے کی ماہر ہے۔“

”آخر یہ سب ہے کیا....!“ کارلوف پر تشویش لمحے میں بولا۔ ”اور اب یہ مکڑی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ یقیناً ہم کچھ پاگلوں کے ہتھے چڑھ گئے ہیں۔“

عمران بھی آہستہ کھلتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اس نے کہا۔ ”میں اب بھی اپنی بات پر قائم ہوں۔ لیکن یہ سرال والی بات۔“

”تم بالکل خبیثوں کی سی باتیں کر رہے ہو۔“ کارلوف بولا۔

”دفعتو ہی آواز پھر آئی۔“ فیصلہ ہو چکا ہے۔ تم سکھوں کو مرخ پر جانا پڑے گا۔“

”ہم سکھوں کو کیوں....؟“ سر نامس نے غصیلے لمحے میں کہا۔

”مسٹر عمران نے کہا تھا کہ مرخ پر بارات لے جائیں گے۔“

”ہم نہیں جانتے بارات لے جائیں گے۔“

”ہونے والے شوہر کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی لڑکی والوں کے گھر جاتے تھیں اور یہ ایمان

بارات کھلا تاہے۔

”هم عمران کو کیا جائیں.... ہمیں اس سے کیا سردار...!“

”نہیں سر نامس اس سے کام نہیں چلے گا۔ تم اعتراف کرچے ہو کہ تمہاری اس سے پرانی شناسائی ہے۔“

”اس کے باوجود بھی ہم اس کے ساتھ کہیں نہیں جانا چاہتے۔“

”تم بے بس ہو سر نامس.... ہم تمہیں زبردستی مر رخ پر لے جائیں گے۔“

”تمہارا بہت بہت شکر یہ۔“ عمران بولا۔ ”ورنہ بغیر بادات والا دلوہ ما مر رخ پر نہ جانے کیا کھلا تاہو۔“

”تم تو خاموش ہی رہو۔“ ٹول روے عمران کو گھونسہ دکھا کر بولا۔

”میڈیلینا بھی تمہارے ساتھ ہو گی۔“ آواز آئی۔ ”تاکہ مر رخ پر تمہاری رہنمائی کر سکے۔“

”یہ اور بھی اچھی بات ہے۔“ عمران پہلے سے بھی زیادہ خوشی ظاہر کرتا ہوا بولا۔ ایسا معلوم ہوا تھا ہیسے وہ چاروں اُسے چھڑ کھائیں گے۔

”بس اب تم لوگ ٹرانسمٹ ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ۔“ آواز آئی۔

”کس طرح تیار ہو جائیں۔“ عمران نے کہا۔ ”پہلے بھی ٹرانسمٹ ہونے کا اتفاق نہیں ہوا۔“

”بس چپ چاپ کھڑے رہو۔ تمہیں خود بخوب معلوم ہو جائے گا کہ کس طرح ٹرانسمٹ ہو گے۔“

”تم اپنی بکواس سے باز نہیں آؤ گے۔“ ٹول روے پھر عمران کو گھونسہ دکھا کر بولا۔

”ارے بھائی بولنے والے یہ بات تم سے نہیں کہی گئی۔ نرانہ مان جانا موسیو ٹول روے نے مجھے للاکارا ہے۔“ عمران نے معدتر طلب کی۔

”هم کی کابر نہیں مانتے مسٹر عمران....!“ آواز آئی۔

اتنے میں دوسرے کرے کا دروازہ پھر کھلا اور میڈیلینا اس کے قریب آ کھڑی ہوئی۔

”یہ سب کیا ہو رہا ہے۔“ سر نامس نے اس سے پوچھا۔

”میرا خیال ہے کہ تم سب کچھ سن چکے ہو۔ ہم مر رخ کا سفر کرنے جا رہے ہیں۔“

”تم لوگ ہمیں یہ تو قوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔“ کارلوف نے کہا۔

”اس جملے کیوضاحت کرو۔“ میڈیلینا نے سرد لبجھ میں کہا۔

”ہم ٹرانسمٹ کیسے ہوں گے۔“

”پورات میں تبدیل ہو کر.... بر قی لہریں ان ذرات کو مر رخ تک پہنچائیں گی اور وہاں پہنچ کر

”زورات پھر جمع ہوں گے اور تمہارا بیکر دوبارہ تیار ہو جائے گا۔“

”اگر ناک کے ذرات کہیں راستے ہی میں رہ گئے تو وہاں پہنچ کر چہرے کا کیا حال ہو گا؟“ عمران نے سوال کیا۔

”ایسا آج تک نہیں ہوا۔ ہم تو مر رخ پر اسی طرح آتے جاتے ہیں جیسے ایک کمرے سے دوسرے کرے میں چلے جائیں۔“

وغماً عمران کو ایسا محسوس ہوا جیسے سارے جسم میں جھنجھناہستی شروع ہو گئی ہو۔ لیکن کیوں؟ کس بناء پر؟ اس کی سمجھ میں نہ آ سکا۔ وہ سبھی خاموش تھے اور عمران سوچ رہا تھا کیا وہ بھی اسی قسم کی کسی کیفیت سے دوچار ہیں۔ پھر اس نے دیکھا کہ جوزف کے پیروں کے نیچے سے غبار اٹھ رہا ہے۔ چمکیلا غبار اور یہی کیفیت دوسرے دوسرے کے ساتھ بھی نظر آئی۔ بوکھلا کر اپنے پیروں پر لاؤ ڈالی اور اچھل کر پیچھے ہٹ جانا چاہا لیکن ممکن نہ ہوا۔ جسم میں پیدا ہونے والی جھنجھناہستی اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ اپنی جگہ سے جنمش کرنا بھی محال معلوم ہوتا تھا اس کے بعد تو ہر قسم کا احساس ہی فنا ہو گیا تھا۔ تاریکی مکمل تاریکی۔

پھر ہوش آیا تو عجیب سی خوشبو کا احساس ہوا۔ فوری طور پر آنکھیں کھل گئی تھیں اور اس نے خود کو اسی پوزیشن میں کھڑا اپلیا جس میں ہر قسم کے احساس سے عاری ہو گیا تھا.... اور وہ تنہ نہیں تھا۔ وہ سبھی کپلے ہی کی طرح کھڑے نکل مگر ایک دوسرے کی صورت تک رہے تھے۔ لیکن منظر بدلت گیا تھا وہ کسی سر سبز پہاڑی مقام پر کھڑے تھے اور ان کے سروں پر سبز ہی رنگ کی دھند چھائی ہوئی تھی۔ عمران نے پھر آنکھیں چھڑا دیں۔ اس بار کروچی بھی نظر آئی جو اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے اس کا طرف گمراہ تھی۔ نظریں ملتے ہی مسکرائی اور بولی۔ ”تم مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو۔“

”ہاں.... اسی لئے تو آیا ہوں تمہارے گابان پر....!“

”لیکن اگر میں تمہیں قبول نہ کروں تو....!“

”یہ نیڑھا سوال ہے....؟“ عمران نے مایوسی سے کہا۔

”سنو.... میں تم سے ضرور شادی کروں گی۔ کیونکہ تم مجھ سے مختلف ہو اور تمہارے میلے پر مجھے تمہارے علاوہ اور کوئی پند نہیں آیا۔“

”اگر تمہارے والدین نے یہ رشتہ منظور نہ کیا تو کیا ہو گا....؟“

”میرا باپ صرف فرمان ہی نہیں بلکہ اس کا شمار گابان کے بڑے بڑے سائنس دانوں میں

ہوتا ہے۔ یہ تجربہ اُس کے لئے دچپی کا باعث ہو گا۔

”یہ کیا بکواس ہو رہی ہے۔!“ دھنعتاً ثول رو مے طلق پھاڑ کر چینا۔ ”ہم کہاں ہیں۔“

”گہاں میں میں... جسے تم مردی کہتے ہو۔“ کروپی نے بھی چیخ کر کہا۔

”یہ غلط ہے... جھوٹ ہے... بکواس ہے۔“

کروپی قہقہہ لگا کر عمران سے بولی۔ ”تم نے دیکھا... ایسے حق بھی تمہارے سارے میں پائے جاتے ہیں کہ انہیں اپنی آنکھوں پر بھی یقین نہیں ہے۔“

”وہ تو نہیں ہے...!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”لیکن کیا ہم یہیں کھڑے رہیں گے۔“

”نہیں... کچھ دیر بعد ہمیں یہاں سے لے جایا جائے گا۔“

”کہاں لے جایا جائے گا۔“

”جہاں میں رہتی ہوں... میرا خاندان رہتا ہے۔“

”بس اب زیادہ باتیں نہ کرو۔“ میدیلینا نے عمران سے کہا۔ ”ورنہ فرینی کروپی کے طلق میں درد ہونے لگے گا۔“

”تمہارا شکریہ...!“ کروپی نے میدیلینا کی طرف دیکھ کر کہا۔

”کیا ہم تجھے مردی میں ہیں۔“ فرنکلن نے میدیلینا سے پوچھا۔

”بالکل تیکی بات ہے اور اچھی طرح اطمینان کرلو کہ تم میں کوئی چیز کم نہیں ہوئی۔ حالانکہ ذرات میں تبدیل ہو کر یہاں تک پہنچ ہو اور ذرات و بارہ یک جا ہو کر تمہارا سر پابند گئے ہیں۔“

”یہ جھوٹ ہے سراہر جھوٹ ہے۔“ ٹول رو مے پھر چینا اور میدیلینا اُس سامنہ بنا کر رہ گئی۔ سر نامس، کارلوف اور جوزف بالکل خاموش تھے۔

کارلوف بار بار اوپر چھائی ہوئی بزرگ کی دھنڈ کو آنکھیں پھاڑ چھڑ کر دیکھنے لگتا تھا۔ آخر اس نے آہستہ سے کہا۔ ”کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ کس قسم کا کھیل ہے اور اس کا مقصد کیا ہے۔“

سر نامس صرف اُس کی طرف دیکھ کر رہ گیا کچھ بولا نہیں۔

میدیلینا نے عمران کو اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا اور جب وہ کسی قدر پچکاہٹ کے ساتھ اُس کے پاس پہنچا تو وہ آہستہ سے بولی۔ ”تمہیں سب کچھ یاد ہے نا...!“

”م... میں... کیا یاد ہے...؟“ عمران ہکلایا۔

”یہی کہ شادی کے بعد تم کروپی کے باپ سے یہاں اٹھیش قائم کرنے کی اجازت چاہو گے۔“

”مجھے اس سے کیا فائدہ ہو گا۔“

”کیا یہ فائدہ کم ہے کہ کروپی سے تمہاری شادی ہو جائے گی۔“

”وہ تو ہر حال میں ہو جائے گی۔ کیونکہ وہ بھی جوہر عاشق ہو گئی ہے۔“

”اس وہم میں نہ رہنا بڑی مشکل سے اسے یقین دلایا جاسکا ہے کہ تم سے شادی کرنے کے نیچے میں وہ تمیں اٹھے سالانہ دیا کرے گی۔“

”اگر... کیا مطلب...!“

”مردی میں ہر شادی شدہ فیلی یعنی یہاں کی عورت سال میں صرف تین اٹھے دیتی ہے۔“

”اور میری فیلی تمیں اٹھے دے گی۔“

”یقیناً...!“ میدیلینا سر ہلا کر بولی۔

”اس کا یہ مطلب ہوا کہ سال میں تمیں بچے۔“

”اگر کچھ اٹھے گئے نہ نکل گئے تو یہی سمجھو...!“

”تب تو لعنت ہے ایسی یہوی پر سال میں تمیں بچے... یہ شادی ہرگز نہیں ہو سکتی۔“

”خاموش رہو...!“ وہ آنکھیں نکال کر بولی۔ ”اگر یہاں پہنچ کر تم نے شادی سے انکار کیا تو تم سب جان سے مار دیے جائیں گے۔“

”وس بار مار دیے جائیں میری بلا سے۔“

”تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ خود پہنچ جاؤ گے۔“

”میں بھی وس بار مار دیا جاؤں تو مجھے ذرہ برابر بھی پرواہ نہ ہو گی۔ لیکن تمیں بچے سالانہ ارے باپ رے۔“ عمران پہنچ پڑھا تھا پھیر کر رہ گیا۔

”سنوا! میری بات سنو... اسے اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ اُسے تم سے عشق نہیں ہوا ہے۔ وہ تو مردی کی تاریخ کی عظیم ترین فیلی بننا چاہتی ہے؟“

”سال میں تمیں اٹھے دے کر...!“ عمران نے حرمت سے پوچھا۔

”ہاں... آج تک کوئی فیلی سال میں چوتھا اٹھا نہیں دے سکی۔“

”اُس کا زکر کیا کھلاتا ہے...!“

”فولا...!“ میدیلینا طویل سانس لے کر بولی۔

”اور تمیں اٹھے دینے والی کافیلووا کھلاتے گا۔“ عمران اپنے سر پر دھنعتہ مار کر بولا۔ ”ہائے

کس لاچ میں مارا گیا۔

”لاچ....!“ میڈیلینا نے حیرت سے دہرا۔

”اور کیا.... میں نے سوچا تھا کہ اس سے شادی کر کے کپڑوں اور زیورات کے پکڑے پی جاؤں گا۔ لیکن یہاں تم اٹھے گلے پڑ گئے۔“

”آہستہ بولو.... اُس کا باپ یہی سن کر تو اس شادی کی اجازت دے گا۔ ورنہ تمہارے کوں ی دم اگی ہوئی ہے۔“

”خدا..... مجھ پر حرم کر..... پتا نہیں کس جال میں پھنسن گیا ہوں۔“

”تم خود ہی پھنسنے ہو..... کسی نے تمہیں اس پر مجبور تو نہیں کیا تھا۔“

”ارے میں تو ایسا ہی شامت کامارا ہوں۔“

”بہر حال اب کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ شادی تمہیں کرنی ہی پڑے گی۔ ورنہ پھر ہم سب کو مرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔“

”ضرور تیار رہو مرنے کے لئے۔ میں تو اب شادی ہرگز نہیں کر سکتا۔“

”بچوں کی سی باتیں نہ کرو..... تھوڑی عقل استعمال کرنے میں کیا حرج ہے۔“

”اچھا چلو عقل کی ترکیب استعمال ہی بتاو....!“

”کوئی ایسی ترکیب کرنا کہ وہ سرے سے اٹھے ہی نہ دے سکے۔“

”واقعی میں نہ اگھا مار ہی ہوں۔!“ عمران خوش ہو کر بولا۔

”لہذا اب اس سلسلے میں خاموش رہو۔ کروچی خود ہی اپنے باپ کو بتائے گی کہ اس نے تمہیں اپنے لئے منتخب کر لیا ہے۔“

”یہ مشکل بھی آسان ہوئی۔ کیونکہ شادی کی درخواست کرنے کی پریکش نہیں ہے۔“

”وہ سب کچھ ہو جائے گا۔ لیکن تم خاموشی سے شادی کر لینا۔“

”دفعتاً عجیب طرح کا شور سنائی دیں۔ وہ بوکھلا کر اوپر دیکھنے لگے کیونکہ آوازیں اوپر ہی سے آئی تھیں۔ اچانک سبز رنگ کی دھنڈے ایک بہت بڑا پرندہ برآمد ہوا اور اپنے ڈہنوں کو آہستہ آہستہ حرکت دیتا ہوا یہچے اترنے لگا۔ یہ اسی پرندے کا شور تھا کچھ اور قریب آنے پر اس کی اصلیت ان پر واضح ہو گئی۔ یہ پرندے کی شکل کا ایک ہواںی جہاز تھا جس کے پر کسی پرندے کے پروں کی شکل میں متحرک رہتے تھے۔“

یہچے اترنے ہی اس کے پر ساکت ہو گئے اور اس کی بیدا کر دہ آوازیں بھی ہٹم گئیں۔

”یہ مرد خ کے باشندوں کا کارنامہ ہے۔“ میڈیلینا نے آہستہ سے کہا اور پھر ان سکھوں کو اپنی لف متوجہ کر کے اوپری آواز میں بولی۔ ”تمہیں اس ایرولٹین میں بیٹھنا ہے۔ اگر کسی نے بھی پہنچت کا مظاہرہ کیا تو وہ دشوار یوں میں پڑ جائے گا۔“

”ہمارے ساتھ جو کچھ بھی ہو رہا ہے کسی طرح بھی مناسب نہیں۔“ سر نامس نے احتیاج کیا! مناسب اور نامناسب بعد میں دیکھنی ایصال وہی کرو جو میں کہہ رہی ہوں۔“ میڈیلینا بولی۔ وہ طوعاً و کرہاً اس طیارے میں بیٹھنے لگے۔ کروچی بھی ساتھ تھی لیکن وہ طیارے کے پائلٹ کو دیکھ کر۔

طیارہ سیدھا اور اٹھتا چلا گیا اور خاصی بلندی پر پہنچ جائیکے بعد اس کی افقی پر داڑھ شروع ہوئی۔

اہمیتک کروچی کی سی نوعیت والی کوئی دوسرا ملتوں انہیں نظر نہیں آئی تھی۔

”میں کہتا ہوں.... ہمارے ساتھ فراڑ ہو رہا ہے۔“ فرینٹلن بولا۔

”تم بالکل نہ بولو ذیریں....!“ میڈیلینا اُس کا شانہ ٹھپک کر بڑے پیارے سے بولی۔ ”کچھ دیر بعد تمہیں

کویاں ہی کمزیاں نظر آئیں گی اور تمہارا یہ شبہ رفع ہو جائے گا کہ ہم کسی قسم کا فراڑ کر رہے ہیں۔“

”وہ شادی کرنا چاہتا تھا تو صرف اُسے ہی یہاں لایا جاسکتا تھا۔ آخر ہمارا قصور کیا ہے۔“

”یا تمہیں یہ سب کچھ دلچسپ نہیں لگ رہا۔“

”کھل کوڈ کی عمر سے تجاوز کر چکا ہوں۔“ فرینٹلن نے غصیلے لہجے میں کہا اور میڈیلینا اُسے قہر اکو نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی۔

”اگر اب تم نے بکواس کی تو اٹھا کر یہچے پھینک دوں گی۔“

فرینٹلن نے دوسرا طرف منہ پھیر لیا اندلاعی تھا جیسے کہہ رہا ہو۔ ”خدا تمہیں غارت کرے۔“

کروچی عمران سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھی اور کبھی کبھی مسکرا کر اُس کی طرف دیکھنے لگتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد پھر ایسا محسوس ہوا جیسے طیارہ یہچے اتر رہا ہو۔ عمودی اٹھان والے طیاروں کے

شُرُونے یا کسی بہت کشاڑہ جگہ کی ضرورت نہیں نہیں آتی۔

”تو کیا یہ لوگ اتنے ترقی یافتہ ہیں کہ ایسے طیارے بنائیں۔“ عمران نے میڈیلینا سے پوچھا۔

”تم کیا سمجھتے ہو۔ بعض معاملات میں یہ ہم سے بھی آگے ہیں۔ لیکن ابھی یہ خلافی سفر کے

کھل نہیں ہو سکے۔ جس طیارے میں تم بیٹھے ہوئے ہو اسے یہاں کا ہیلی کو پڑ سمجھ لو۔ لبے سفر

کے طیارے آواز سے کئی گناہ تیز رفتار ہیں۔“
”یقین نہیں آتا کہ یہ مکڑیاں۔“ عمران جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔
”سب بکواس ہے۔“ زول روے پھر جیچ پڑا۔“ یہ لوگ ہمیں مر عوب کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کی کسی بات پر بھی یقین نہیں کر سکتا۔“
”کیا اس طیارے پر بھی یقین نہیں کر سکتے۔“ میڈیلینا غصیلے لمحے میں بولی۔ ”زرداپنے چکلے کر دیکھو کہیں خواب نہ دیکھ رہے ہو۔“
”شول روے پھر کچھ نہ بولا۔ فریٹکل ان بات سے خاص مطمئن نظر آ رہا تھا کہ اب میڈیلینا زیادہ تر توجہ عمران ہی پر تھی۔ وہ سر تامس سے سر گوشیاں کر رہا تھا۔
جہاز کسی جگہ نہ گیا۔ وہ نیچے اترے یہ جگہ بھی خاصی پر فضا تھی تھوڑے ہی فاصلے پر دیکھنے ایک بڑی سی بیرونی عمارت دکھائی دی جیسی وہ مرخ سے متعلق فلم میں دیکھے چکے تھے۔
”ارے یہ تو ہم شائد اپنے اشیش پر ہیں۔ ابھی تراپا نہیں پہنچ۔ پا نہیں کیا بات ہے۔“ میڈیلینا نے پر تشویش لمحے میں کہا۔
کروپی بھی کچھ پہنچا کر رہ گئی تھی۔ وہ پھر مڑ کر طیارے کی طرف دیکھنے لگی۔ کاک پٹتے ایک سفید آدمی اتر آیا تھا۔ قریب آ کر اُس نے میڈیلینا سے کہا۔ ”ہمیں اطلاع ملی تھی کہ تم لوگ ٹرانسمٹ ہو رہے ہو۔ لہذا میں اُس پر ایک پر پہنچ کر تمہیں اور ہر لے آیا کیونکہ تراپا میں بغاوت ہو گئی ہے۔ حالات بہت خراب ہیں۔“
”بغادت.... کیسی بغاوت....!“ کروپی اپنی آٹھوں نانگیں سمیت کر اوپر اٹھتی ہوئی بولی۔
”آپ کے والد کے بھائی نے بغاوت کر دی ہے یورہائی نس اور ملکہ معظمه کے انٹے قوڑے ہیں۔“ پاٹکٹ نے کہا۔
”نہیں.... ایسا نہیں ہو سکتا۔“
”تراپا کی آدمی سے زیادہ فونج آپ کے چچا کی موافقت میں ہے۔“ پاٹکٹ بولا۔
”اب کیا ہو گا.... اب کیا ہو گا....!“ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔
”اوہ.... چپ رہو.... صبر کرو.... ضروری نہیں ہے کہ بغاوت کامیاب ہی ہو جائے۔“ عمران نے از راہ ہمدردی کہا۔
”ہائے مادر محمدؐؑ کے انٹے توڑ دیے گئے۔“ وہ ہجکیاں لیتی ہوئی بولی۔ ”اس کا یہ مطلب ہے۔“

”بڑاپا کافران میرا باپ مار ڈالا گیا۔“
”تم نے یہ مطلب کیسے نکال لیا۔“
”تم نہیں سمجھ سکتے.... کسی فلاکی زندگی میں یہ ناممکن ہے کہ اُس کی فلی کے انٹے توڑ بچے جائیں۔“
”بب تو مجھے افسوس ہے.... میری طرف سے تجزیت کے جذبات....!“
انہیں اُسی بیرونی عمارت میں پہنچا دیا گیا۔ لیکن کروپی کو ان کے ساتھ نہیں شہر یا گیا تھا۔ پہنچنے سے کہیں اور لے گئی تھی۔
کارلوف عمران کے قریب آکر بولا۔ ”آخران حماقتوں کی کوئی انتہا بھی ہے۔“
”مالی ذیمہ مشر کارلوف ہم کریں کیا سکتے ہیں۔ جو کچھ دکھایا جا رہا ہے دیکھ رہے ہیں۔“
”لیکن اس مکڑی سے شادی....!“
”پلیز مشر کارلوف.... یہ میرا ذاتی مسئلہ ہے۔“
”تو تم واپسی سمجھیدہ ہو۔“
”اگر میں سمجھیدہ نہ ہو تاپ بھی ہمیں یہاں ضرور آتا پڑتا۔ کیونکہ وہ یہی چاہتے تھے۔“
”آخر یہ ہیں کون....؟“
”یا تمہیں ابھی تک یقین نہیں آیا کہ ہم زیر ولینڈ والی تنظیم کے ہتھے چڑھ گئے ہیں۔“
”کبھی تہرا خیال درست معلوم ہوتا ہے اور کبھی نہیں معلوم ہوتا۔“
”کیا تم تھریسیا کو پہچان سکتے ہو۔“
”نہیں میرے لئے وہ صرف ایک نام ہے۔ اسکی کوئی تصویر ہمارے ریکارڈ میں موجود نہیں ہے۔“
”اپنے ساتھوں سے پوچھ کر بتاؤ۔ شائد ان میں سے کوئی تھریسیا کو پہچان لینے کا دعویٰ رکھتا ہو۔“
کارلوف وہاں سے ہٹ کر ان تینوں کے پاس جا بینجا اور عمران جوزف کو آنکھ مار کر مسکرا نے لگا۔
”ہاس یہ سب کیا ہو رہا ہے۔“ جوزف بھر اپنی ہوئی آواز میں بولا۔ ”تم نے یہاں آنے پر مل کیوں ظاہر کر دی تھی۔ پا نہیں یہاں ملے گی یا نہیں۔“
”یہ بات تو ہے.... میں کروپی سے پوچھنا ہی بھول گیا کہ مرخ پر بھی نشپاں ہوتا ہے یا نہیں۔“
”لیا واقعی باس یہ مرخ تھی ہے۔“
”زمیں پر تو کہیں کوئی الکی جگہ نہیں پائی جاتی جہاں سبز رنگ کی دھنڈ چھائی رہتی ہو۔“

کروچی کے چھاکا قبضہ ہو گیا ہے۔ ہم پھر زمین پر واپس جائیں گے۔
”میں شادی کئے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔“

”اب وہ خود ہی شادی پر رضا مند نہیں ہو گی۔ تم اس سے اس سلسلے میں بات کر سکتے ہو۔ نہہر وہ میں اُسے بلاتی ہوں۔“

میڈیلینا چل گئی اور فرینکلن عمران کی طرف جھک کر آہستہ سے بولا۔ ”کیا تم اس سے کسی طرح میرا پیچھا چھڑوا سکتے ہو۔“

”کیوں.....؟ تم بھی تو اس پر جان چھڑ کتے رہے ہو۔“
”محض دکھاوے کو....!“

”اس سے پہنچا میرے بس سے باہر ہو گا۔“ عمران نے مایوسانہ انداز میں کہا۔ ”تم خود ہی کہہ رہے تھے کہ وہ جوڑا اور کراٹے کی بھی باہر ہے۔“

”خیر....!“ فرینکلن شنڈی سانس لے کر بولا۔ ”اب میں خود ہی کوئی تدبیر کر دوں گا۔“
عمران سر ہلا کر رہ گیا۔ اس کی آنکھوں سے گہری تشویش کا اظہار ہو رہا تھا۔ چچا ایسا یہ معلوم ہوا تھا جیسے کروچی سے شادی کے معاملے میں اس کا درد یہ سنجیدگی پر مبنی رہا ہو۔

”باس تم نے اُس سے اس کے بارے میں نہیں پوچھا۔“ جوزف نے آہستہ سے کہا۔
”تجھے اپنی بوتل کی پڑی ہے۔ یہاں ایک بار پھر مستقبل تاریک ہو گیا اگر کروچی نے شادی سے انکار کر دیا تو کیا ہو گا۔“

”تم تو خود ہی انہوں کی وجہ سے....!“
”بل... بل....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر غصیلے لمحے میں بولا۔ ”وہ وقت بات تھی۔ روزانہ نہ ہزار انٹے دے گی تب بھی مجھے پر وادن ہو گی۔“

”اپنی باتیں خود ہی جانو بآس....!“
میڈیلینا بھر وابس آگئی... اور عمران سے بولی۔ ”صرف تم چلو اور اس سے پات کرلو۔“
”چلو....!“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔

”نہہر و بآس....!“ جوزف بھی اٹھتا ہوا بولا۔ ”میں تمہیں تہبا نہیں جانے دوں گا۔“
”بیٹھا رہ... چپ چاپ....!“ عمران ہاتھ ہلا کر بولا اور میڈیلینا کے ساتھ چل پڑا وہ اُسے ایسے کرے میں لائی جسے ایک جالی دار پارٹیشن کے ذریعے دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔

”میری کچھ میں کچھ نہیں آ رہا۔“

انتہے میں وہ چاروں بھی عمران کے قریب ہی آبیٹھے اور کار لوف سے کہا۔

”ہم میں سے کوئی بھی تحریسیا کو نہیں پیچان سکتا لیکن تم نے کچھ ایسے لمحے میں یہ سوال کیا تھا جسے خود اُسے پہچانتے ہو۔“

”وہ سوال میں نے یونہی کیا تھا۔ اس سے کیا فرق پڑے گا کہ ہم اُسے پیچان سکتے ہیں یا نہیں؟“
”پھر کیا کہنا چاہتے ہو۔“

”اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں کہ ہمیں فی نفسہ ٹرانسمٹ ہونے کا بھی تجربہ ہو گیا۔“

سر نامس بے اعتباری سے ہنسا اور پھر سنجیدہ ہو گیا۔ وہ سب اُس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ”اس طرح نہ دیکھو....!“ وہ کھنکار کر بولا۔ ”ہم اپنے ذرات کا منتشر خود نہیں دیکھ سکتے۔

خداجانے کیسی کیفیت ہم پر طاری ہوئی تھی۔“

دفعتاً بائیں جانب سے آواز آئی۔ ”تم لوگ کسی غلط فہمی میں بتلا ہو۔ چلو میرے ساتھ میں تمہیں دکھاؤں کہ کس طرح ذرات منتشر ہوتے ہیں۔“

یہ میڈیلینا تھی جو ایک دروازے سے داخل ہو رہی تھی۔

”کروچی کہاں ہے۔“ عمران نے بہت زیادہ بے تابی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

”فی الحال اسے بھول جاؤ.... اگر ترا چاپر اس کے چھاکا قبضہ ہو گیا ہے تو اب اس کی کوئی حیثیت نہ رہے گی۔“

”میں ترا چاپا کا شہزادہ بننے کے خواب نہیں دیکھ رہا تھا۔“ عمران نے غصیلے لمحے میں کہا۔ ”وَاگر بھکارن بھی ہو جائے تو میری محبت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔“

”ہمیں اب اس سے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ لہذا اب ہم اُسے ترا چاپا واپس کر رہے ہیں۔“
ٹرانسمٹ کریں گے چلو.... تم لوگ بھی دیکھ لو کہ کس طرح ذرات منتشر ہو کر بر قی لمبڑا؛

ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچتے ہیں۔“

”یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔“

”کیا مطلب....!“

”وہ ترا چاپا نہیں جائے گی۔ اُسے میرے حوالے کر دو۔“

”سنو....! فی الحال ہمارا مشن کامیاب نہیں ہو سکتا یو نکہ تازہ ترین اطلاع کے مطابق رائے“

و دوسری طرف کروچی دکھائی دی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ عمران جالی قہام کر اُسے بغور دیکھنے لگا
میڈیلینا نے کروچی کو آواز دی۔ اُس نے آنکھیں کھول کر ان کی طرف دیکھا اور پلکیں
جھکالیں۔

”کروچی...! یہ تمہارا جواب سننا چاہتا ہے۔“

”میں شادی نہیں کر دیں گی۔“ کروچی نے کہا اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔

”میں تمہیں اپنے دینے سے نہیں روکوں گا۔ سال میں تین سو بھی دے سکتی ہو۔“ عمران گھاٹلیں

”میں شادی نہیں کر دیں گی۔“ وہ آنکھیں کھولے بغیر بولی اور پھر اچانک ریزہ ریزہ ہو کر فنا
میں تخلیل ہو گئی۔

”یہ کیا ہوا...؟“ عمران اچھل پڑا۔

”ترانسمٹ ہو گئی۔!“ میڈیلینا بولی۔

”مجھے بھی ٹرانسمٹ کر کے اس کے تعاقب میں روانہ کر دو۔“

”تم تراچا نہیں جاسکتے۔“

”ترانچا ہے کہاں کہ میں چلا جاؤں گا۔“ عمران باسیں آنکھ دبا کر بولا۔

”کیا مطلب....؟“

”مطلب صرف اُسی کو ہتاوں گا جس نے یہ چکر چلایا ہے۔“

”کس نے یہ چکر چلایا ہے...؟“

”تمہارا دل رکھنے کو میں نے نہیں یہ بات کیا ہے ورنہ تم اچھی طرح جانتی ہو۔“

”میرے پاس فضول باتوں کے لئے وقت نہیں ہے۔“ اُس نے کہا اور اُس دروازے کی طرف
بڑھ گئی جس سے داخل ہوئی تھی۔ اس نے عمران سے چلنے کے لئے نہیں کہا تھا۔ عمران ویز کھڑا
پر تکر نظر دیں سے اُس جگہ کو دیکھتا رہا جہاں کروچی غبار بن کر فضائیں تخلیل ہو گئی تھی۔

اچانک وہ قد مولوں کی چاپ سن کر چونکا اور آواز کی ست مرگیا۔ پھر اس کامنہ حیرت سے کھلا کا
کھلا رہ گیا تھا اور یہے دیکھ کر وہ چونکا تھا شاید وہ بھی ایسے ہی ذہنی جھٹکے سے دوچار ہوا تھا۔

”آپ.... یعنی کہ.... آپ....!“ نوار دہکلایا۔

”تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم زندہ ہو۔“ عمران طویل سانس لے کر بولا۔

”مل.... لیکن مرخ پر آپ کا کیا کام....؟“

”تلیں لینے آیا ہوں....!“

”سوال تو یہ ہے کہ میں آپ سے معاونت کروں یا....؟“

”یار یہاں تو اتنی خوفناک اردونہ بولو....!“

”میری تسبیح میں نہیں آتا کہ میں خوشی کے مارے کیا کر داں یا....! میا آپ تھا ہیں....؟“

”نہیں.... بوزف بھی ہے۔“

”اگذ... کم از کم اس سے تو بے ساختہ لپٹ دی جاؤں گا۔“

”اور.... وہ بھوت بھوت چلاتا ہوا بھاگ کھڑا ہو گا۔ کیونکہ تمہارے بارے میں یہ تصور کر لیا
گیا تھا کہ تم افریقہ والی ہمیں میں کام آگئے ہو۔“

”میں.... اب بھی ایک یونٹ کا گورنر ہوں جتاب....!“

”تب پھر مجھے جناب کہہ کر شرمندہ مت سمجھی، یورائیسی لیں۔“ عمران نے بڑے ادب سے کہا۔
”بہت بہتر، یورائیسی....!“

”کیا تمہیں مرخ کا بھی گورنر بنا دیا گیا ہے....؟“

”میں بڑی دشواری میں پڑ گیا ہوں۔ مجھے یہاں اس لئے بھیجا گیا ہے کہ میں مرخ کی ایک لڑکی
سے عشق کر دیں۔“

”الحمد للہ.... اب کس منزل میں ہے آپ کا عشق....؟“

”مجھ سے پوچھئے کہ میں دیوالگی کی کس منزل میں ہوں۔ وہ لڑکی نہیں بلکہ ایک مکڑی ہے۔“

”بچھ گیا.... وہ مکڑی کا اور سر لڑکی کا.... وہ کیا کسٹری بنائی ہے۔“

”وہ ایک ملک کی شہزادی ہے اور ان کے قبیلے میں آگئی ہے۔“

”کروچی کا ذکر تو نہیں کر رہے ہو....؟“

”وہی.... وہی....!“ نوار اور اچھل پڑا۔

”وہ تو گئی.... تراچاڑا نہست کر دی گئی۔ وہیں کی شہزادی تھی تا....؟“

”خدا کی پناہ.... آپ تو بہت کچھ جانتے ہیں۔“

”چلو....!“ عمران اس کا بازو دپکڑ کر بولا۔ ”بوزف سے بھی مل او۔“

”وہ دونوں اسی کرے میں آئے جہاں بوزف دوسرے ہم سفروں کے ساتھ مر من کا منتظر تھا۔

جسے ہی بوزف کی نظر نوار دپڑی بھونچ کارہ گیا۔ پھر اس طرح آنکھیں مل کر دیکھنے لگا جسے

کسی خواب کے حقیقت ہونے کی تصدیق کر رہا ہو۔ پھر بھائی جیمن کہتا ہوا جیپٹا اور اس سے بغل
گیر ہو گیا۔ دونوں ایک دوسرے کو بھینچ بھینچ کر حلق سے بے بنام آوازیں نکلتے رہے۔
”بس....!“ عمران غرایا۔ ”میری پسلیاں دکھنے لگی ہیں۔“

دونوں دانت نکالے ہوئے ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔

”آپ تو کہہ رہے تھے کہ مجھے دلکھ کر بھوت بھوت چلاتا ہوا بھاگ کھڑا ہو گا۔“ جیمن نے کہا
”یہاں شراب نہیں ملی....اس لئے سنکا ہوا ہے۔“
”یہ کون ہے....؟“ فرنگلن نے پوچھا۔

”زیرو لینڈ کے ایک یونٹ کا گورنر... جیمبو شر مپ....!“

”آپ لوگ کون ہیں.... یور میجٹی....!“ جیمن نے پوچھا۔

عمران نے چاروں کا تعارف کرایا۔

”اس نے تمہیں یور میجٹی کہا تھا۔“ تر نامن نے آہستہ سے کہا
”لہذا تم مجھے زیرو لینڈ کا بادشاہ سمجھ سکتے ہو۔“ عمران اکٹھ کر بولا۔

”ذائق مت کرو.... بتاؤ کیا بات ہے....؟“

”یہ میرا ساتھی ہے۔ بہت عرصے سے ان لوگوں کے چکل میں پھنسا ہوا ہے۔ ہم سمجھتے تھے
شاید مارا گیا۔ انہوں نے اس کو اپنے ایک یونٹ کا گورنر بنایا ہے۔“

”یہ یونٹ کہاں ہے....؟“ کارلوف نے سوال کیا۔

”جمیکا میں.... زمین پر....!“ جیمن نے جواب دیا۔

دفعتمیڈیلینا پھر دکھائی دی اور جیمن پر نظر پڑتے ہی ٹھٹھک گئی۔

”تم کون ہو اور یہاں کیا کر رہے ہو....؟“ وہ بالآخر بولی۔

”جیکا یونٹ کا گورنر ہوں....!“

”میں معافی چاہتی ہوں.... یور ایکسی لینسی.... کیا آپ ابھی آئے ہیں....؟“

”میں کئی ہفتوں سے یہاں مقیم ہوں۔“

”لیکن یہاں کیا کر رہے ہیں....؟“

”ہماری پرانی شناسائی ہے۔“ اس نے جوزف اور عمران کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”تو پھر انہیں اپنی قیام گاہ پر لے جائیے۔“

جیمن نے ان چاروں کی طرف دیکھا اور میڈیلینا جلدی سے بولی۔ ”صرف وہی آپ کے
ہاتھ جائیں گے جنمیں آپ ذاتی طور پر جانتے ہیں۔“

عمران نے لاپور وہی ظاہر کرنے کے لئے شناوں کو جنبش دی اور جوزف نے بولا۔ ”یہ محترمہ
ہاتھ پر بچنگ کر شوہر کو تو بھول ہی گئی ہیں۔“

”تم سے مطلب....!“ وہ بھتنا کر بولی۔

”یا تم.... اس بیچارے کو معاف نہیں کر سکتیں....؟“

”تمہیں.... اس سے ہمدردی ہے۔“

”مجھے ہر اس شخص سے ہمدردی ہے جس کی بیوی جوڑا اور کرانے کی بھی ماہر ہو۔“ وہ فہر
پڑی اور پھر بولی۔ ”میں اسے معاف کر سکتی ہوں بشرطیکہ تم میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاو۔“

”ہاتھ ضرور بڑھا سکتا ہوں لیکن اس کی صفات نہیں دے سکتا کہ وہ دوستی ہی کا ہو گا۔“

”بہتر ہے یور ایکسی لینسی....!“ وہ جیمن کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”آپ اپنے شناشوں کو
یہاں سے لے جا سکتے ہیں۔“

کہنے والے رہداریوں سے گزرتے ہوئے وہ ایک بڑے کمرے میں داخل ہوئے اور جوزف نے
خظر بان انداز میں چاروں طرف دیکھتے ہوئے جیمن سے پوچھا۔ ”کیا یہاں ملتی ہے....؟“

”وہ کہاں نہیں ملتی اور مرغ نیں میں تو ایسی ملتی ہے کہ تم ناج کر رہ جاؤ گے۔“

”کب ملے گی....؟“ جوزف نے بے تابی سے پوچھا اور ہفتوں پر زبان پھیرنے لگا۔

”وہ سامنے جو سونگ بورڈ ہے اس پر زور دیگ کاٹیں... باو... حاصل ہو جائے گی۔“

جوزف تیری سے آگے بڑھا ہی تھا کہ عمران نے کہدا ہے ذرا سنجھل کر کہیں عورت نہ نکل پڑے۔
جوزف رک گیا لیکن جیمن سر ہلا کر بولا۔ ”بے فکری سے دباو۔“ جوزف نے تمیل کی تھی
لیکن دوسرے ہی لمحے میں اچھل پڑا۔ کیونکہ دیوار سے برآمد ہونے والے بورڈ پر سیب کی شکل کا
لیکن بڑا سا بچل رکھا ہوا تھا۔

”یہ.... یہ کیا ہے....؟“ وہ ہکلایا۔

”تمہاری مطلوبہ ہے.... یہاں اس شکل میں ملتی ہے یہی یہاں کی بوٹی ہے۔ اس میں کسی
خواستہ سوراخ کر دا رپی جاؤ۔“

”کوئی گزبر تو نہیں ہو گی۔“ جوزف نے خوفزدہ لمحے میں پوچھا۔

بھی تک چاند سے آگے نہیں بڑھ سکے ہیں لیکن ان لوگوں کی پہنچ مرخ نہیں ہو گئی ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ جب چاہیں پوری دنیا پر قابض ہو سکتے ہیں لیکن اس طرح زمین کی دو تہائی آبادی موت ہمکار ہو جائے گی۔ لہذا اب صرف اس بات پر زور دیا جا رہا ہے کہ بڑی طاقتون کو مروعہ برکے کام نکالا جائے۔“

”تمہیں یہ سب کیسے معلوم ہوا...؟“

”میں ایک یونٹ کا فرماندا ہوں...!“

”میں بچپن میں فرمازوں کو فرمایا... نزاوا... پڑھا کرتا تھا۔“ عمران جھوٹک میں بولا۔

”گویا آپ میری باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دے رہے ہیں۔“

”سنو... جیسے جھینگے... ہماری بریں واشگز زمین پر بھی ہو سکتی تھیں اس لئے مرخ پر کیوں بیجے گے ہیں۔“

”وہ لوگ جانیں... میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔“

”اچھا تو کیا تم اُس مکڑی سے شادی کر لیتے۔“

”انسانیت کی فلاں کے لئے میں بکری سے بھی شادی کر سکتا ہوں۔“

”پاکر دیا ہے مردوں نے...!“

”بھی میں نہیں سمجھتا...؟“

”بھلا تراچا میں قائم ہونے والے اشیش سے انسانیت کی فلاں کا کیا تعلق انسانیت زمین پر پائی جاتی ہے اور اشیش مرخ پر تعمیر ہو رہا ہے۔“

”یہیں بیٹھ کر تو بڑی طاقتون کو مروعہ کیا جاسکے گا۔“

”فرض کرو... وہ مروعہ ہو گئیں... پھر...؟“

”ظاہر ہے کہ مروعہ ہونے کے بعد انہیں ہم سے متفق ہونا پڑے گا۔“

”کس بات پر...؟“

”اُسی پر کہ ساری دنیا میں صرف ایک نظام حیات رائج کیا جائے۔ اگر ایسا ہو تو دنیا جنت بن جائی۔ سارے جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔“

”سارے جھگڑے تو آدمی تولہ افیون بھی ختم کر سکتی ہے۔ مرخ پر دوڑے آنے کی کیا درت تھی۔“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔“

لیکن جوزف کے اخہانے سے پہلے عمران نے اسے اٹھا کر ہاتھوں میں تو لا تھا۔
یقیناً اس میں کوئی سیال شے بھری ہوئی تھی۔ پھر اُسے جوزف کو تمہارے جیسے کی طرف ہے اور آہستہ سے پوچھا۔ ”تو ہم مرخ پر ہیں۔“

”لیں یور میجھی! اور یہاں پہنچ کر یہ راز کھلا کر زمین سے یہ سیارہ رنگ بدلتا ہو اسکیوں حصوں ہوتا ہے۔ یہاں اس علاقے پر سبز رنگ کی دھنڈے چھائی ہوئی ہے اسی طرح اس کے مختلف حصوں پر مختلف رنگوں کی دھنڈے چھائی رہتی ہے۔“

”کیا تم نے اس کے علاوہ مرخ کا کوئی اور حصہ بھی دیکھا ہے...؟“

”نہیں.... لیکن یہ لوگ دیکھے چکے ہیں۔“

”بہر حال.... تم مجھے سنی سنائی ہوئی بتائی بتاؤ گے۔“

”ظاہر ہے.... اس عمارت کے آس پاس ہی رہا ہوں۔“

”کروپی کے علاوہ اسی قسم کی کوئی اور مخلوق بھی نظر سے گزری ہے یا نہیں...!“

”بھی نہیں.... ابھی تک صرف اسی سے سابقہ پڑا ہے۔“

”بہر حال.... تمہیں یقین ہے کہ تم مرخ پر ہو...؟“

”حالات کے تحت میں ایسا سمجھنے پر مجبور ہوں۔“ جیسے نے کہا۔ ”مجھے سے کہا گیا تھا کہ اگر کروپی نے تمہیں قبول کر لیا تو تم ہمارے لئے تراچا میں جگہ حاصل کر سکو گے۔“

”جہنم میں جھوٹکو... تراچا اور کروپی.... یہ بتاؤ کہ تھری یا کہا ہے...؟“

”خداجانے.... کوئی بھی نہیں جانتا۔“

”توب کیا راہ ہے۔ یہاں گورنری کر دے گا مگر چل کر خاک چانکو گے۔“

”یہاں بھی مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔“ جیسے نے لاپرواہی سے کہا۔ ”اور آپ لوگ تو مجھے سمجھتے ہیں۔“ ویسے میں آپ کے لئے بھی یہی، بہتر سمجھوں گا کہ آپ واپس نہ جائے۔“

”مجھے تو جاتا ہی پڑے گا کیونکہ میں سلیمان کو تین مرغیوں پر کے دام دے آیا تھا اکیلے ہی چٹ کر جائیگا۔“

”آپ شاید سنجیدہ نہیں ہیں.... یور میجھی۔“

”میں بالکل سنجیدہ ہوں.... یور ایکسی لینسی...!“

”مجھے یقین ہے کہ یہ لوگ ایک دن اپنا مقصد حاصل کر لیں گے۔ بڑی طاقتون کے نمائندے۔“

”آپ میرا نظر سمجھ نہیں رہے۔“

”بہت پاکر دیا ہے۔“ عمران میوسانہ انداز میں سر ہلاکر بولا۔ اتنے میں جوزف کی آواز سنائی گئی۔
”میں تو اب واپس نہیں جاؤں گا۔ ہائے کیا چیز ہے... پپ پورے چیزوں سال بعد نظر ہوا ہے۔“
اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ دونوں ہاتھ پھیلائے آہستہ آہستہ ناچ رہا تھا۔

”یہ کیا پوادیا... تم نے؟“ عمران آنکھیں نکال کر غرایا۔

”میں نے خود آج تک چکھی بھی نہیں۔“

”اب اگر یہ مرد خی پر رہ گیا تو میں.... تم سے سمجھ لوں گا۔“ عمران اسے گھونسہ دکھا کر بولا۔



عمران موضوع بحث تھا اور چاروں ایک دوسرے پر غرار ہے تھے۔ کارلوف کہہ رہا تھا کہ
”میں نے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا کہ وہ انہیں میں سے ہے۔ ورنہ یہاں اچانک کسی شناساکا میں جانا کیا
معنی رکھتا ہے۔ ہمیں تو ہمارا کوئی شناسانہیں ملا۔“

”سوال تو یہ ہے کہ اس سے کیا ہو گا....؟“ سر نامس بولا۔

”ظاہر ہے....!“ ٹول روے نے اس کی ہمواری کی۔

”بہت کچھ بگزا ہے۔“ فرینکلن بولا۔ ”میں ثابت کر سکتا ہوں۔ اس نے ہمیں اپنی باتوں میں
البھا کر ڈھنی طور پر معطل کر دیا تھا۔ میں عورت والے بنن کے بارے میں کیا جانتا، اگر اُنے
مجھے نہ بتایا ہوتا۔“

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو.... مسٹر فرینکلن....!“

”تم نے دیکھا!“ ٹول روے سر نامس سے بولا۔ ”دونوں مختلف یکمپ کس طرح متفق ہوئے ہیں۔“

”ہو سکتا ہے دونوں نے کوئی خفیہ معاملہ بھی کر رکھا ہو۔“ سر نامس نے سر ہلاکر کہا۔

”بعض معاملات میں اس کامکان ہے۔“ ٹول روے ہنس کر بولا۔ ”مثلاً اس ایک کامکان۔“

”اگر کسی نے اس ایک کامکان لیا تو میں اس کا سرو تزویہ دیں گا۔“ فرینکلن اٹھتا ہوا بولا۔

”یہ لیا شور مجاہد ہے تم نے؟“ دفعتمیڈیلینا کی گرن سنائی دی اور فرینکلن سہم کر بیٹھ گیا۔

”پھر تم ہی بتاؤ کہ یہ سب کیا ہے....؟“ ٹول روے نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”میا معلوم کرنا چاہتے ہو....؟“

”ہمیں یہاں کیوں لا یا گیا ہے....؟“

”مر عوب کرنے کے لئے...!“

”مک... کیا... مطلب....؟“ کارلوف اسے گھورتا ہوا بولا۔

”غائب تما چھی طرح سمجھ گئے ہو گے کہ کن لوگوں سے تمہارا سابقہ پڑا ہے....؟“

”ہم نہیں جانتے....!“

”بس تو صاف صاف سنو کہ تم زیر ولینڈ کے مہمان ہو....!“

”لیکن کیوں....؟“

”تاکہ ہماری طاقت کا صحیح اندازہ لگا سکو....!“

”سوال تو یہ ہے کہ اس سے کیا ہو گا....؟“

”اس سے یہ ہو گا کہ تم اپنی اپنی حکومتوں کو بتا سکو گے کہ ہم کتنے طاقتوں ہیں۔“

”اچھا تو پھر....؟“

”تو پھر یہ کہ ہم ساری دنیا پر اپنا کنٹرول چاہتے ہیں اور تم سمجھوں کو اس پر متفق ہونا ہی پڑے
گا۔ ہم یہاں مرٹن پر میٹھے کر تمہیں سبق دے سکتے ہیں۔“

”بھلاکہ کس طرح....؟“ سر نامس نے پوچھا۔

”نہایت آسانی سے.... ہم یہاں سے زمین کے موسموں پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ مثلاً منز
فرینکلن کیا کیپ کینیڈی پر بر ف باری ممکن ہے....؟“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ تاریخ اور جغرافیائی حالات شاہد ہیں کہ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ ہو ہی
نہیں سکتا۔“

”عقریب کیپ کینیڈی پر اتنی شدید بر ف باری ہو گی کہ تم لوگ خلا بازی بھول جاؤ گے۔
جب کوئی راکٹ وبا سے اڑانا چاہو گے تمہیں شدید بر ف باری کا سامنا کرنا پڑے گا اور ساری دنیا
ایک ٹھنڈے سورج کی کہانی سنے گی۔“

”اور سائیبریا کے بر فستان کو ریت کا صحر ابنا دو گے....؟“ کارلوف نے طنزیہ لہجے میں کہا۔
”فی الحال ایسا کوئی پرو جیکٹ زیر غور نہیں ہے۔“ میڈیلینا سنجیدگی سے بولی۔ ”لیکن یہ ممکن
ہے کہ قطب شمالی کی بر ف پلچل کر تمہارے ملک کے پیشتر ہے کو سمندر بنا۔“

کارلوف نے مددگار ازانے کے سے انداز میں تھوڑہ لگایا تھا۔

”اچھی بات ہے تم بھی دیکھ لو گے....!“ میڈیلینا نے اس قبھ آسودگا ہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا تمٹی تحری بی ہو....؟“ سر نامس نے پوچھا۔
”میں....!“ میڈیلینا کے لبھ میں حرمت تھی۔ ”میں کیا حیثیت رکھتی ہوں۔ تی تحری بی تم
جیسے تو کیا تمہارے سربراہوں سے بھی ہم کلام ہونا پسند نہیں کرتی۔ تم کیا سمجھتے ہو....؟ میں اس
کی ایک ادنی خادم ہوں۔“

”ہم صرف اسی سے بات کریں گے۔“ کارلوف نے کہا۔
”تم کیا کرو گے؟ بات ہمیں کرنی ہے۔ مگر نہیں، بات بھی نہیں کرنی۔ تم اپنی آنکھوں سے
ہماری قوت دیکھو گے اور خود فیصلہ کرو گے کہ تمہیں واپس جا کر کیا کرنا ہے۔“
”اور مم.... میرا کیا ہو گا....؟“ فرینٹنکن ہکلایا اور میڈیلینا ہنس پڑی۔ پھر سنجیدگی اقتدار
کر کے ہوئی۔ ”وہ تو محض مذاق تھا۔ تمہیں زندہ دل قوم ہونے کا دعویٰ ہے میں نے سچا تھوڑی
سی دلچسپی ہی سکی۔“

”تو یہ عمر ان بھی تمہارا ہی آدمی ہے....؟“ کارلوف نے پوچھا۔

”ہرگز نہیں.... اسے ایک دوسرا سے ملے میں گھیرا گیا ہے۔“

”تو پھر یہاں.... اس کے کسی شناساکی موجودگی کا کیا مطلب ہو سکتا ہے....؟“
”وہ شخص پہلے کبھی عمران کے لئے کام کرتا تھا۔ اب ہمارے لئے کام کرتا ہے۔ ہم خون بہت
کم بہاتے ہیں۔ ہماری کوشش بھی ہوتی ہے کہ دشمن کو اپنا ہم خیال بنا لیں۔“

”ہمارے متعلق کیا خیال ہے....؟“ خول رومنے نے سوال کیا۔

”ہم تمہیں کسی بات پر مجبور نہیں کریں گے۔ بس ہماری قوت کا اندازہ لگاؤ اور اپنی اپنی
حکومتوں کو اپنے خیال سے آگاہ کرو....!“

”تو ہم واپس بیچج دیے جائیں گے....؟“

”ہاں تمہارے ساتھ ہیکی ہو گا۔“

”تم نے اچھی خبر سنائی....!“

”تم ہمیں اپنا دشمن نہیں پاؤ گے۔“

”لیکن یقین کرو کہ ابھی تک یہاں ہماری موجودگی کا مقصد واضح نہیں ہوا ہے۔“ کارلوف
نے اسے ٹوٹ لئے والی نظر وہ سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”بنیادی مقصد یہ ہے کہ ہم تمہیں اپنا ہم خیال بنا لیں۔“

”کس معاملے میں....؟“

”واحد عالمی نظام قائم کرنے کے سلسلے میں....!“

”ہماری بھی یہی کوشش ہے کہ ساری دنیا سرخ ہو جائے۔ ہمارا بھی یہی مقصد ہے لیکن ہم ہے
پس چاہتے کہ چند افراد ساری دنیا کے وسائل حیات پر قابض ہو جائیں۔“

میڈیلینا نے فرینٹنکن کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”لیکن وہ.... تم سے متفق نہیں ہو سکتا۔“

”ہم کوئی بندھان کا نظام سرے سے چاہتے ہی نہیں۔“ فرینٹنکن بولا۔ ”ہر ایک کو اپنے حالات
کے مطابق زندگی گزارنے کا حق ملتا چاہئے۔“

”لیکن ہم دنیا کو ایسا نظام دینا چاہتے ہیں جس پر سب متفق ہو جائیں۔“ میڈیلینا بولی۔

”یہ خواہش دیوانے کے خواب سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔“ فرینٹنکن بولا۔

”ہم اس خواب کو حقیقت بنائیں گے۔“ میڈیلینا نے سخت لبھ میں کہا۔

”تمہارا مقصد صرف بڑی طاقتوں کو بلکہ میں کرنا ہے۔“ سر نامس نے کہا۔ ”اور اس کے
لئے تم سب کچھ کر گزرتے ہو۔“

”کبھی کبھی اس کی ضرورت بھی نہیں آتی ہے لیکن ہمیشہ نہیں....!“

”بہر حال جتنی جلد ہماری واپسی ہو سکے.... ہو جانی چاہئے.... ورنہ ہو سکتا ہے کہ ہم اپنی
اہمیت ہی کھو بیٹھیں....!“ کارلوف بولا۔

”مرنے کا موسم.... ٹرانسیمیشن کے لئے جیسے ہی سازگار ہو گا تم واپس بیچج دیے جاؤ گے۔“

میڈیلینا نے کہا۔ ”یوں کہہ ہم چاہتے ہیں کہ مسٹر فرینٹنکن، کیپ کینینڈی کی بر فیباری اپنی آنکھوں
سے دیکھ سکیں۔“

پھر میڈیلینا وہاں نہیں رکی تھی۔ اس کے بعد وہ عمارت کے اس حصے میں بیچھی تھی جہاں
دشمن مقیم تھا۔

دروازے پر دستک دی! اسلامیڈنگ ڈور اپنی جگہ سے کھکھ گیا اور وہ کرے میں داخل ہوئی۔

جوزف ایک طرف پر اخراج لے رہا تھا۔ عمران اور جیمس بیٹھے باتمیں کر رہے تھے۔

”تم ہمارے لئے بہت دنوں سے دردسر بننے ہوئے ہو۔“ میڈیلینا نے عمران کی طرف ہاتھ
الٹاکر کہا۔

”تم لوگ اگر میرے ملک کا رخ نہ کرو تو شاید میری کان پر جوں بھی نہ رینگے۔“

”آپ سے جو عہد کیا تھا اس پر اب تک قائم ہوں...!“
 ”خوشی ہوئی لیکن اب تم میرے کس کام کے...؟“
 ”میں ایک قیدی ہوں.... یور میچنی ایک سرکاری کام کے سلسلے میں اس حال کو پہنچا تھا اس لئے میری نوکری برقرار ہوئی چاہئے۔“
 ”تم گورنر ہو اور میں جو تیاں سن کتا تھا رہا ہوں۔“
 ”میں گورنر ہوں۔“ وہ طویل سانس لے کر بولا۔ ”لیکن ان حدود سے نہیں نکل سکتا جو میرے لئے قائم کردی گئی ہیں۔“
 ”ہر جگہ کا یہی دستور ہے۔ ہمارے یہاں کا گورنر بھی سڑک کے کنارے کسی ٹھیکے کے قریب کھڑا ہو کر آلو چھولے نہیں کھا سکتا۔“
 ”یہ بات نہیں ہے...!“
 ”پھر کیا بات ہے...؟“
 ”الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے لیکن قیدی ہونے کا احساس ہر حال میں برقرار رہتا ہے۔“
 ”میں چند الفاظ میں تمہارے احساسات کی ترجیحی کر سکتا ہوں۔ تم یہی کہنا چاہتے ہو تو اکثر فطری تقاضوں کے مطابق زندگی برس نہیں کر سکتے۔“
 ”اوہ..... بالکل..... یہی احساس ذہن سے چلتا ہوا ہے۔“
 ”اور اس احساس کی وجہ وہ جبر ہے جسکے ذریعے تمہیں زندگی کے کسی خاص ذہرے پر ڈالا گیا ہے۔“
 ”یہی..... بالکل یہی بات ہے۔“
 ”اس لئے کسی خاص عالمی نظام کی بات مخفف تصوری ہے۔ اس کے خواب صدیوں سے دیکھے جا رہے ہیں لیکن ایسا کبھی نہیں ہو سکا۔“
 ”ختم بھی کچھ..... وہ آپ کو دھمکی دے کر گئی ہے۔“
 ”تو پھر.....؟“
 ”پہنچو پہنچے.... آپ اس بار پوری طرح ان لوگوں کے قبضے میں ہیں۔“
 ”میں جانتا ہوں....!“
 ”اور اتنے مطمئن نظر آرہے ہیں۔“
 ”یا بے اطمینانی اس سلسلے میں میری کوئی مدد کر سکے گی....؟“

”میں صرف یہ کہنا چاہتی تھی کہ تم اس کے باوجود بھی زندہ ہو۔“
 ”تواب مار ڈالو....!“ عمران بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ ”لیکن اس کے لئے تمہیں اپنے پورے جسم کی سیاہی صاف کرنی پڑے گی۔“
 ”کیا مطلب....؟“
 ”میرا نیال ہے کہ جتنا میں تمہیں پہچانتا ہوں اور کوئی نہیں پہچان سکتا۔“
 ”اس لئے اب یہی مناسب ہو گا کہ تمہارا کام تمام کر دیا جائے۔“ میشیلینا نے کہا اور واپسی کے لئے مرا گئی۔
 ”ٹھہر و....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”میں کتنی بار تمہارے آدمیوں کو یقین دلا چکا ہوں کہ باذل دے سو فانیکھو ضائع ہو چکا ہے۔“
 ”میں اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔“
 ”لیکن مجھے وہ ان بروز کی تلاش ہے اور میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“
 ”تم اب اس کی ہوا کو بھی نہیں پہنچ سکتے کیونکہ اس کا تبادلہ دوسرا یونٹ میں کر دیا گیا ہے اور اس کی جگہ کسی اور نے لے لی ہے۔“ اس کے بعد میشیلینا نکلی چل گئی تھی اور سلائیز گڈ ڈور پھر سرک کر اپنی گلگ پر آگیا تھا۔
 ”کیا وہی تھری بی تھی....؟“ جیسن نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔
 ”تم اپنی گورنری سے سروکار کھو... تمہیں ان معاملات میں دخل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔“
 ”اوکے.... یور میچنی....!“
 ”گورنری سے ریٹائرمنٹ لینے کے بعد پھر میرے پاس آ جانا...؛ اس وقت تک میں کتنی پولٹری فارم کھول چکا ہوں گا۔ یہاں سے دو چار فیلیاں اور فولے پکڑ لے چاؤں گا۔“
 ”میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ مرغخ پر بھی سنجیدہ نہیں ہو سکے۔“
 ”مجھے اس مردود کی فکر ستاری ہے....“ عمران جوزف کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”کہیں اس طرح بے حال نہیں ہو۔“
 ”میں نے خود کبھی اسے نئے میں نہیں دیکھا۔ اگر مرغخ کی شراب ایسی ہی ہوتی ہے تو یہ مکمل
 لی کر خوب ناجتی ہوں گی۔“
 ”تم نے نہیں چکھی....؟“

”بڑا عجیب سوال ہے...!“
 ”بس ہمیشہ سامنے نظر رکھا کرو... کیا ہو گا... یہ کوئی نہیں جانتا اور جو کچھ بھی ہو گا اس سے حق نکلوں گایا نجی سکون گا۔ ان کے علاوہ کوئی تیری صورت نہیں ہے۔ اس لئے تنقیش یا اضطراب میں پڑنے سے کیا فائدہ...!“

”آپ کا بھی جواب نہیں ہے۔“

”آدمیوں کے اس جنگل میں ایسا ہی رو یہ رکھنے والے بہتر زندگی گزار سکتے ہیں۔ ورنہ پھر وہ زندگی نہیں ہوتی بلکہ خدشات کا ایک ذہیر ہوتی ہے۔“
 دروازے پر پھر کسی نے دستک دی اور جیمسن نے ریموٹ کنٹرول سے دروازہ کھول دیا۔ میڈیلینا دروازے کے سامنے کھڑی نظر آئی۔ وہ عمران کو کمرے سے باہر آنے کا شارة کر رہی تھی۔ عمران اٹھ گیا۔

”ہوشیار.... یور میجنٹی...!“ جیمسن آہستہ سے بولا۔ اور عمران نے اس طرح ہاتھ پلایا جیسے کان پر پیٹھی ہوئی مکھی اڑائی ہو۔

”فرمائیے....؟“ میڈیلینا کے قریب پہنچ کر بولا۔
 ”میں تم سے تہائی میں گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔“
 ”اس کے لئے تمہیں یہ میک اپ اتنا پڑے گا۔ عرصے سے تمہاری اصلی شکل دیکھنے کو ترس رہا ہوں۔“

”میرا خیال ہے کہ اب تمہیں زندگی بھر میری یہی شکل دیکھنی پڑے گی۔“ میڈیلینا نے سرد لہجے میں کہا۔

”کچھ بھی ہو... تمہیں یہ میک اپ اتنا پڑے گا۔“
 ”فی الحال میں ایسا نہیں کر سکتی... چلو میرے ساتھ...!“
 ”چلنے کو میں تیار ہوں... لیکن کوفت میں بتلار ہوں گا۔“
 ”میرے لئے...؟“
 ”یا حرج ہے...!“

”مکاری کی باتیں نہ کرو... تمہارے سینے میں شاید پلاسٹک کا دل ہے۔“
 ”ہے ہی نہیں... سرے سے۔“ عمران اس کے ساتھ چلتا ہوا بولا۔

ایک طویل راہداری طے کر کے وہ عمارت سے باہر نکل آئے تھے۔ فضا پر مسلط بزرگ ہند کچھ اور گہری ہو گئی تھی۔

”کیا یہ دھنہ ہمیشہ اسی طرح چھائی رہتی ہے۔“ عمران نے پوچھا۔

”نہیں رات میں غائب ہو جاتی ہے اور تاروں بھرا آسمان صاف نظر آتا ہے۔“

”اس مریخ کی تیاری میں لکناء عرصہ اگاہ تھا۔“

”بھم مریخ پر پہنچ چکے ہیں عمران! اسے مذاق نہ سمجھو...!“

”تم مریخ پر پہنچ ہو یا نہ پہنچ ہو۔ مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں لیکن تمہاری وہ آبدوز یقیناً ایک جھیٹ انجیز کارنامہ ہے۔“

”بھم جس وقت بھی چاہیں بڑی طاقتوں کو چیلنج کر سکتے ہیں لیکن میں خون خرابہ نہیں چاہتی۔ اس کا اندازہ تم اس سے لگا سکتے ہو کہ جیمسن بھی زندہ ہے اور تم بھی زندہ ہو... حالانکہ تم نے زیر ولینڈ کو بہت بڑے بڑے نقصان پہنچائے ہیں۔ بہر حال میں پر امید ہوں کہ بھی تم بھی ہمارے ساتھ ہو گے۔ ہمارا کاز ایسا ہی ہے۔“

”اگر تم میرے ملک کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنانا چھوڑ دو تو میں کبھی آنکھ اٹھا کر بھی تمہاری طرف نہ دیکھوں۔!“

”یہ ناممکن ہے۔ ہم ساری دنیا کو اپنا وطن سمجھتے ہیں۔ دنیا کا کوئی بھی ملک ایسا نہیں ہے جس میں ہمارا ایک بھی یونٹ قائم نہ ہو۔“

”کیا کار اوف کے ملک میں بھی...!“

”یقیناً... ورنہ کار اوف پر ہاتھ ڈالنا آسان نہ ہوتا۔“

”تم بڑی طاقتوں سے کیا چاہتی ہو...?“

”فی الحال... اتنا ہی کہ ان کے بجت میں ہمارا بھی حصہ ہونا چاہئے۔“

”خدا کی پناہ... اب چوربی سے ڈیکھتی پر اترائے ہو تم لوگ...!“

”اتنے گھٹی الفاظ استعمال مت کرو... یہ ہمارا حق ہے۔“

”کس بناء پر...?“

”بھم بھی زمین ہی نپر ییدا ہوئے ہیں۔ آسمان سے نہیں پکے۔“

”پھر بھی مریخ کا اسکینڈل سمجھ میں نہیں آیا۔“

”تم اس کے مددگار تھے.....!“
 ”وہ بات تھی اگا تھا یا نہیں.....؟“
 ”یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا۔“
 ”سوال تو یہ ہے کہ جب تم مجھے سزاۓ موت سے بچائے رکھنا چاہتی ہو تو پھر یہاں میری
 بیوہوں کی کیا وجہ ہو سکتی ہے.....؟“
 ”بہت نوں سے تمہیں دیکھا نہیں تھا.....!“ وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔
 ”اور خود سیاہ فام ہو کر میرے سامنے آئی ہو۔“
 ”تم کبھی آدمی بھی بن سکو گے یا نہیں.....؟“
 ”آدمی بننے سے دکھوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے مجھے جانوری رہنے دو۔“
 ”دوسری بات بھی ہے..... میں تم سے براہ راست باڈل دے سوف کے سلسلے میں گفتگو کرنا
 پاٹی ہوں۔“
 ”ضرور کرو.....!“
 ”ایامِ اس کی تہبہ تک پہنچ چکے ہو.....؟“
 ”ہر فر برازیل کی حد تک... گدھی کے بچے میں جو کچھ بھی پوشیدہ تھا مجھ پر واضح نہیں ہوا کہ۔“
 ”میں پھر کہتی ہوں کہ اگر انگیزوں تھماری تحویل میں ہے تو اسے ضائع کر دو.....!“
 ”لیکن سر کے بل کھڑا ہو کر تمہیں یقین دلاوں کہ وہ ضائع ہو چکا ہے۔“
 ”میں یقین کے لیتی ہوں.....!“
 ”ویسے مجھے اس پر حرمت ہے کہ مرخ پر پہنچ جانے کے بعد بھی تم برازیل کے چکر میں پڑی
 ہوں ہو۔“
 ”تو تمہیں اس پر یقین آگیا ہے کہ تم مرخ پر ہو۔“
 ”میں اس پر یقین کر سکتا ہوں..... لیکن کروپی رو بوٹ تھی۔“
 ”وہ کچھ نہ بولی۔ مڑ کر عمارت کے اس دروازے کی طرف دیکھنے لگی جس سے وہ برآمد ہوئے
 تھے۔ اس کی آنکھوں میں تشویش کے آثار بھی تھے اور عمران اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اچانک
 ہلا۔ ”میرا خیال ہے تم سب آپس میں بے اعتمادی کی زندگی گزار رہے ہو.....؟“
 ”کوئی اور بات کرو!“ وہ آہستہ سے بولی۔ ”مرخ ہی کی بات کرتے رہو..... تو زیادہ بہتر

”تمہیں یقین کیوں نہیں آتا.....؟“
 ”جو لوگ مرخ پر پہنچ سکتے ہیں..... انہیں باڈل دے سوف جیسی حیرت چیزوں کی کیا فکر
 ہو سکتی ہے۔“ میڈیبلینا کچھ نہ بولی۔ اور عمران نے شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا
 ”تھر لیں ڈار لنگ..... میں آسانی سے الو نہیں بن سکتا۔ محض تمہارا دل رکھنے کو میں نے مکری
 والے مذاق میں دل کھول کر حصہ لیا تھا۔“
 ”تم اسے مذاق سمجھتے ہو.....؟“
 ”اب میں تمہیں ان گزریوں کی پوری پوری مستیاں دکھاؤں گی۔“
 ”اگر دکھا سکیں تو ضرور یقین کروں گا۔ ورنہ کروپی صرف ایک رو بوٹ تھی جسے لا علکی نظام
 سے کنڑوں کیا جاتا ہے۔“
 ”بہت زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔“
 ”وہ چاروں بھی حق نہیں ہیں۔ اچھی طرح سمجھتے ہیں لیکن تم پر ظاہر نہیں کرنا چاہتے کہ“
 ”سمجھ گئے ہیں۔“
 ”کیوں نہیں ظاہر کرنا چاہتے.....؟“
 ”اس طرح ان کی واپسی خطرے میں پڑ جائے گی۔ وہ تو اپنی مروعیت کے اظہار کی انتہا کر دیں
 گے تاکہ بخوبی اپنے نہ کافوں پر پہنچ جائیں۔“
 ”لیکن..... تم.....؟“
 ”اڑے میں تو قلندر ہوں..... جب تک زندہ ہوں دھماں جاری رہے گا۔ جب مرنا ہوگا
 خاموشی سے مر جاؤں گا۔“
 ”سنو.... اب میں جو کچھ بھی کہہ رہی ہوں اسے سمجھیں گی سے سنو.... ہماری سپریم کو نسل
 تمہیں سزاۓ موت دے پچلی ہے اور میں اس لئے میک اپ کا سہارا لیتی پھر رہی ہوں کہ کہیں
 سپریم کو نسل کی پہنچ مجھ تک نہ ہو جائے۔ اگر میں نے اس سزا کی تو یقین کردی تو تمہیں دنیا کے کسی
 بھی گوشے سے تلاش کر کے سزاۓ موت دے دی جائے گی۔“
 ”میرا قصور.....؟“
 ”افریقہ والا یونٹ بے حد اہم تھا..... وہ محض تمہاری وجہ سے ٹوٹ گیا.....!“
 ”تم سنگ ہی کیوں بھول گئیں.....؟“

تھے۔ کاریں اور دوسرا کاٹیاں آ جائی تھیں۔
”ہمارا خوب طویل ہوتا جا رہا ہے۔“ فرینٹنکن بڑا لیا۔
”آخرا بھم کہاں ہیں....؟“ سر نامس نے تشویش زدہ لمحے میں پوچھا۔
”بابر نکلنے پر معلوم ہو گا اگر نکل سکے۔“ ٹول روے نے کہا۔
”اور یہ اپنی کیس....؟“ کارلوف نے توجہ دلائی۔
جلدی جلدی اپنی کیس کھولے گئے۔ ہر اپنی کیس میں اوپر ہی ایک ایک لفافہ موجود تھا۔ ہر لفافے سے ایک ہی مضبوط کی تحریر برآمد ہوئی۔
”زمیں پر واپسی مبارک ہو.... تم برازیل کے شہر کیتو میں ہو اور تمہارے اپنی کیس ہی میں تمہارا پاپورٹ موجود ہے جس پر تصویر تمہاری ہے لیکن نام فرضی ہے۔ تمہارے اپنی میں اتنی رقم بھی موجود ہے کہ تم اپنے ملک واپس جاسکو۔ جاؤ لیکن اپنی حکومت تک ہمارا پیغام ضرور پہنچا دیا اور ہماری آئندہ ہدایات کے منتظر رہتا۔“
تریپھ کر فرینٹنکن کے منہ سے ایک گندی ہی گالی نکلی اور وہ اپنے ساتھیوں کی شکلیں دیکھنے لگا۔
”لیکن وہ دونوں کہاں ہیں....؟“ سر نامس بولا۔ ”عمران اور جوزف....؟“
فرینٹنکن نے عمران اور جوزف کو بھی نواز کر رکھ دیا۔ لیکن سر نامس اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ ”اگر کچھ مجھ پر ف باری ہو گئی کیپ کینیڈی میں تو کیا ہو گا....؟“
فرینٹنکن نے زیرولینڈ کی ایک ماں بھی پیدا کی اور اُسے ناگفتہ بہ حالات سے گزارتا ہوا بولا۔ ”ایسا ممکن ہی نہیں ہے۔ سب بکواس تھی۔ بد معاشوں کے اس گروہ کو اب فنا ہی کرنا پڑے گا۔“
”کئی سال سے کوششیں ہو رہی ہیں لیکن وہ آگے ہی بڑھتا جا رہا ہے۔“ کارلوف بولا۔
”اب میں اسے دیکھوں گا....!“ فرینٹنکن پیر پیغام برداشت کر بولا۔
”اگر کوئی کاملی عورت را میں حاصل نہ ہو گئی تو۔“ ٹول روے سر نامس کو آنکھ مار کر بولا اور فرینٹنکن صابن کے جھاگ کی طرح میٹھا چلا گیا۔
پھر اسی دن وہ کو شش کر کے کیتو سے نکل لئے۔ ہر ایک اپنے مقام پر پہنچنے کے لئے بے چین تھا۔ فرینٹنکن اپنے آفس تک دو دن سے پہلے نہ پہنچ گا۔ اس کے اوپر والے اور ما تحت اس کی طبلہ نبڑھا ضری کا سبب سن کر خوب ہنسنے تھے اور ان کی منتفہ رائے تھی کہ شاید وہ اب بھی نئے میں ہے۔
”کہیں کسی ڈھنڈلی نے اپنی وہ سکلی کا نام مرخ تو نہیں رکھ دیا ہے....؟“ کس طرف سے آواز

ہے۔ مجھ سے شناسائی کا اظہار بھی نہ ہونے دینا۔“
عمران نے تحریر اندماز میں پلکیں جھپکائیں اور سر ہلا کر بولا۔ ”کیا پورے مرٹن پر اسی طرز کی سبز دھنڈ چھائی رہتی ہے....؟“
”نبیس.... مختلف حصوں پر مختلف رنگوں کی دھنڈ چھائی رہتی ہے۔ اسی لئے زمین سے یہ سیارہ رنگ بدلتا ہوا سادہ کھائی دیتا ہے۔“
”سخت مایوسی ہوئی۔“
”کیوں....؟ مایوسی کیوں....؟“
”زمین سے رنگ بدلتے والے نظارے سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ یہ کرہ اس طرز میں ہے، میں آیا ہو گا جس طرح ہیرے تکمیل پاتے ہیں۔“
”میں نے بنائے کہ تم.... ایسی ہی اوٹ پنگ باقیں سوچتے اور کرتے رہتے ہو....؟“
عمران سوچ رہا تھا کہ آخر یہکی اس کاروباری کیوں بدلت گیا ہے اور اس نئی نراثت کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ تھریسیا بولی۔ ”مرخ اتنی آسانی سے تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔“
اور پھر وہ عمارت کی طرف واپسی کے لئے مڑی تھی۔ عمران اُس کے ساتھ پیٹا رباب عمارت کے اندر پہنچ کر وہ بولی۔ ”تمہارا عمارت سے نکلنے کی کوشش مت کرنا۔“
”عمارت سے نکل کر جاؤں گا.... کہاں....؟“
”مطلوب یہ کہ ہم میں سے کوئی ساتھ نہ ہو تو صحیح وسلامت والیں نہ آ سکتے۔“
”میں مرخ کی رات بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔“ عمران نے کہا۔
”میں دکھادوں گی....!“

وہ چاروں مرخ پر سوئے تھے لیکن آنکھ کھلی زمین پر.... اس کا اندازہ یوں ہوا تھا کہ وہ کہہ اس کرے سے مختلف تھا جس میں وہ سوئے تھے اور بستروں پر سوئے تھے لیکن آنکھ فرش پر کھل تھی اور ان کے سروں کے نیچے نیکیوں کے بجائے اپنی کیس رکھے ہوتے تھے۔ وہ برا کر انہی پیشے۔ چاروں پورے ملبسوں میں تھے۔ حالانکہ سوئے تھے، کپڑے اتار کر... بہ سال نہ کی کہ طرف پہنچنے باہر دھوپ پھیلی ہوئی تھی اور ان ہی جیسے آدمی سڑک پر چلتے پہنچتے نظر آ رہے۔

آئی اور فرینگلن اسے پھاڑ کھانے کو دوڑا۔ آخر اسی کے برابر کے آفیسر نے اس کا شانز ہٹک کر کہا۔ ”تم بہت ہٹک گئے ہو.... کچھ دن آرام کرلو....!“

لیکن دوسرا ہی دن کیپ کینیڈی پر ہونے والی برف باری نے دنیا بھر کے سائنساء انہوں نے متوجہ کر دیا۔ پورے علاقے پر پہلے سفید بادلوں کی یلغار ہوئی تھی.... اور پھر ان بادلوں سے پہنچے ایک اور سورج چمکنے لگا اور یہ سورج تیزی سے حرکت بھی کر رہا تھا۔ وہ ان بادلوں کی پشت پر چکر اتارتا اور برف باری ہوتی رہی۔

پھر تو فرینگلن کی بن آئی تھی.... مرتخ نکایہ مسافر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ جانے لگا تھا۔ اس کے بعد کسی نامعلوم ریڈیو اسٹیشن سے اس کے ملک کے لئے وارنگ نتر ہوئی اور ساتھ تھی، وہی فرینگلن کا بھی جواہر دیا گیا۔ وارنگ کے مطابق اگر ملک کے سالانہ بجٹ کے دسویں حصے کے برایہ رقم زیر ولینڈ کو ادا نہ کی گئی تو ہر اس جگہ کو ناکارہ بنادیا جائے گا جو دنیا کی اوز خلائی مقاصد کے حصول کے لئے مخصوص تھی۔ وہاں برف باری ہو گی طوفان آئیں گے اور زلزلوں سے جانی پہلے گی۔

بارہ گھنٹے کے اندر اندر ساری دنیا میں ان نیجرت اگنیز و قوعوں کی بنا پر سفنی پھیل گئی۔ فرینگلن کو تو کیپ کینیڈی میں برف باری کے بعد ہی ایسی جگہ پہنچا دیا گیا تھا جہاں بہت ہی خاص افراد کی رسائی بھکن تھی اور وہ اپنی زندگی سے بیزار ہو گیا تھا۔ اب وہ کسی بڑے اور زیادتی میں آفیسر کی بجائے صرف گالیاں اگلنے کی مشین معلوم ہوتا تھا۔ لہذا اسے ایک ایسے سپتال میں پہنچا دیا گیا تھا جہاں صرف دیوالی کا علاج کیا جاتا تھا۔

بھری بری اور فضائی افواج کو چوکس رہنے کا حکم دے دیا گیا تھا لیکن اس برف باری کے ملا۔ اور کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔

مرتخ کے بقیہ تین مسافر اس وقت تک خاموش رہے تھے جب تک کیپ کینیڈی میں برف باری نہیں ہوئی تھی۔ اس کے بعد انہیں بھی زبانیں کھولنی پڑی تھیں کیونکہ فرینگلن نے اپنے بیان میں ان کے حوالے بھی دیے تھے۔ پھر چاروں ممالک سمجھا ہو گئے۔ ان کے خلافی ماہینے کی ایک مشترک کا نفرنس طلب کر لی گئی۔



تھریسا کارویہ عجیب تھا۔ عمران الجھن میں پڑ گیا۔ اس نے باول دے سو ف کے ٹیکیو سے مغلن نہ صرف اس کے بیان کو صحیح تسلیم کریا تھا بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کی مدد کرنا چاہتی ہو۔

لیکن مدد.... کیسی مدد....؟ ایسے حالات میں اس کے علاوہ اور کیا مدد ہو سکتی تھی کہ وہ اس کے فرار کے لئے آسانیاں پیدا کر تی۔ مگر کیوں؟ تو کیا وہ نہیں چاہتی کہ اُسے کسی قسم کی سزا دی جائے؟ تو پھر اُسے گرفتار ہی کیوں کیا گیا تھا....؟ وہ سوچتا رہا۔

جوزف اور جیسن تاش کھیل رہے تھے۔ پینے پلانے سے متعلق اب جوزف احتیاط برتنے لگا تھا۔ شدید طلب محسوس ہونے پر اس اتنی ہی پیتا تھا کہ دماغ کسی قدر گرم ہو جائے۔ دھناعتمان اٹھ کر ان کے قریب آبیٹھا اور جیسن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ”اہمی

کم مرتعی کی کوئی دوسری مکملی بھی نظر آئی....؟“

”خدا کرے.... کبھی نہ نظر آئے باس....!“ جوزف تاش کے چوپان سے نظر ہٹائے بغیر بولا۔

”نم واقعی عجیب ہو باس.... دنیا کی کسی کیسی حسیناں کو ٹھکر کر مکملیوں کے پیچھے دوڑ رہے ہو۔“

”ایسا بھی ہوتا ہے....!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”میں نے تو نہ کبھی دیکھا نہ سنایا....!“

”کروپی کا چہرہ مجھے بھی پسند تھا۔“ جیسن نے کہا۔ ”پتہ نہیں تراچا پہنچنے پر اس کا کیا خاتر ہوا ہو؟“

”باغیوں نے اس کی والدہ کے اٹھے توڑ دیئے تھے۔“ جوزف نے کہا اور اچانک اس پر بھی کا

دورہ پڑ گیا۔ پتے ہاتھ سے رکھ دیئے اور پیٹ دبائے ہفتا چلا گیا۔ عمران نے پہلی بار اس طرح

ہستے دیکھا تھا۔ وہ حیرت سے پلکیں جھپکا تارہ۔

”سیدھا ہوتا ہے یا جاؤں ایک دھول....!“ بالآخر عمران بولا اور وہ دونوں ہاتھوں سے پیٹ

دبائے ہوئے سیدھا ہو جیٹا اور بھی اندر ہی اندر گھٹتی چلی گئی۔ بڑا مضمکہ خیز حلیہ ہو گیا تھا۔

”اس کی والدہ کے اٹھوں نے تجھے زندگی میں پہلی بار اتنی سرت بخشی ہے۔“ عمران بارے پھر

آنکھیں نکالیں۔

”بب.... باس.... میں سوچ رہا تھا کہ تم اٹھوں کی دیکھ بھال کیسے کرتے....?“

”مرتخ کی آب و ہوا شاید تجھے راس نہیں آئی۔“

”نہیں باس! سوچنے کی بات ہے....!“

”یہ تیر اور در درستہ ہوتا.... میرے سوچنے کی بات تھی۔ تیرادم کیوں نکلنے لگا تھا۔“

”تمہارا در درسر... میرا در درسر ہے باس.... اگر تم اٹھوں کو وقت نہ دے سکتے تو میں دیتا۔ سر

بھیل پر کر کر ان کی حفاظت کرتا اور مائی لیڈی کروپی آرام سے اپنی خواب گاہ میں سویا کر تیں۔“

دیجے بغیر نگل لینا۔ اگر اس کے خلاف کیا تو مارے جاؤ گے۔ اس خط کو پڑھتے ہی ضائع کر دینا۔
عمران نے طویل سانس لی اور خط کو دوبارہ پڑھنے لگا۔ پھر اس نے نہانے کا ارادہ ملتی کر دیا اور
ذکا اور لفافے کو پرزے کر کے فاش میں بھادیا اور با تھر روم سے پھر کمرے میں آگیا۔ اب
آنے انتظار تھا کہ کب کون اُسے کہاں لے جاتا ہے۔

تو ہوڑی دیر بعد میڈیلینا ہی کمرے میں داخل ہوئی اور جیمن نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”آواز
دیجے بغیر ہی چلی آئی ہوا سار۔ کبھی اپنے طور پر دروازہ کھول لیتی ہو اور کبھی شاشتے لوگوں کی
طرح اجازت طلب کرتی ہو۔“

”مجھے افسوس ہے یورا یکسی لینی... کہیں تو باہر جا کر دوبارہ آؤں... اجازت طلب کر کے؟“
”آئندہ خیال رکھنا....!“

میڈیلینا نے عمران سے کہا۔ ”تمہارا میڈی یکل چیک اپ ہو گا۔“

”اچھا....!“ عمران نے خوش ہو کر کہا۔ ”مرٹن پر پہنچتے ہی میرا ایک کان بند ہو گیا تھا اور
چھینک آتے رک جاتی ہے۔“

میڈیلینا خاموش رہی تھی۔ پھر کمرے سے نکلتے نکلتے زرد نکیہ عمران کے حلق سے اتر گئی تھی۔
”آخر میڈی یکل چیک اپ کی ضرورت کیوں پیش آگئی....؟“ عمران نے اس سے پوچھا۔

”تمہارے سٹم پر مرٹن کی آب و ہوا کے اثرات کا جائزہ لیا جائے گا۔“
”جوزف نے کیا قصور کیا ہے....؟“

”اسے چوبیں گھٹنے شراب سے الگ رکھنے کے بعد ہی چیک اپ ہو سکے گا۔“ جواب ملا۔

”معقول بات ہے لیکن مرٹن کی شراب بھی بے حد خوفناک ہے۔ جوزف جیسا بلانوش ناپنے لگا تھا“
”ایک بے حد تلنگ اور رسلے پھل سے تیار کی جاتی ہے۔“

”وہ ایک ایسے کمرے میں داخل ہوئے جو کسی بڑے ہسپتال کے آپریشن تھیٹر کا منظر پیش کر رہا تھا
میڈیلینا اُسے ویس چھوڑ کر چلی گئی۔... دو افراد پبلے سے وہاں موجود تھے۔ جنہیں میڈیلینا نے
بڑے ادب سے سلام کیا تھا۔ ایک نے عمران کو کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

”میں یہاں بلکا سادر دھوس کر رہا ہوں۔“ عمران اپنی بائیں پسلی کے نیچے نوٹا ہوا بولا۔ ”اور
جب سے یہاں آیا ہوں کوئی چھینک نہیں آئی۔ حالانکہ ذہنی طور پر چاق و چوبندر ہنے کے لئے
چھینک بے حد ضروری ہے لیکن یہاں توناک میں سقی کرنے کے باوجود بھی نہیں آرہی۔“

”زرا دیکھنا....!“ عمران نے جیمن سے کہا۔ ”یہ خبیث زندگی میں پہلی بار میرا مھملک اڑانے
کی کوشش کر رہا ہے۔“

”یہ کیا کہہ رہے ہو باس....؟ میرا سر تمہارے پیروں پر قربان۔ میں سنجیدگی سے اس میں
پر غور کر تارہ ہوں۔“

”یہاں والی پینے کے بعد سے....؟“ عمران نے سوال کیا۔

”یہی بات ہے.... باس.... اسی کے بعد میں ہر مسئلے پر سنجیدگی سے غور کرنے لگا ہوں۔“

”خبردار.... اب اسے ایک قطرہ بھی نہ ملے۔“ عمران نے جیمن کو گھونسہ دکھا کر کہا۔

”میں اس پر بھی سنجیدگی سے غور کرنے کو تیار ہوں۔“ جوزف بولا۔

”اپنے پے الھاؤ اور کھلیو....!“ جیمن نے کہا۔

لیکن عمران جوزف کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے کبھی اس سے اس طرح کا ٹھھوٹ نہیں
کیا تھا۔ لیں ماشر قدم کا آدمی تھا۔

بہر حال وہ اُسے پر تشویں نظر دوں سے دیکھتا ہوا پھر اپنی جگہ پر جا بیٹھا۔ وہ دونوں پھر کھیل میں
صرف ہو گئے تھے۔ عمران کے ذہن پر کسی قدر کا کافی مسلط ہو چلی تھی۔ لہذا اس کیفیت سے پچھا
چھڑانے کے لئے اس نے سوچا کہ کیوں نہ شادر با تھے لے لیا جائے۔ لہذا اس نے با تھر روم کا رنج کیا۔
کوٹ اتنا تھے وقت جیب میں کوئی ایسی چیز محسوس ہوئی جو پہلے نہیں تھی۔ با تھر ڈال کر اسے
ٹھوٹلا پھر جیب سے نکال لیا۔ یہ ایک لفافہ تھا جس پر اسی کا نام تحریر تھا۔

بڑی بے صبری سے اس نے لفافہ چاک کر کے پرچہ نکالا اور تحریر پڑھنے لگا۔ پرچے کی تھوں
کے ور میان زرد رنگ کی ایک چھوٹی سی نکیہ بھی رکھی ہوئی تھی جسے اس نے بڑی احتیاط سے

کوٹ کی اندر ونی جیب میں ڈال لیا۔ اس عمل کی محرک بھی وہ تحریر ہی ہوئی تھی۔ کسی نے لکھا تھا۔
”اس نکیہ کو احتیاط سے رکھو تاکہ بوقت ضرورت کام آسکے۔ جلد ہی تمہیں اس کمرے نے

دوسری جگہ لے جایا جائے گا۔ جہاں تمہیں کفیش چیز پر بھاکر کچھ اعتمادات کرائے جائیں گے
اوڑ تھیج بولنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔“ تمہیں پہلے بھی ہماری کفیش چیز کا تجربہ ہو یہاں ہے لیکن یہ

زرد نکیہ تم پر بر قی ہمروں کو اثر انداز نہیں ہونے دے گی اور تم نہایت صفائی سے جھوٹ بولنے
چلے جاؤ گے.... اور وہ اُسے بچھنے پر مجبور ہوں گے۔ اس کے بعد میں دیکھوں گی کہ تمہارے
لئے کیا کر سکتی ہوں۔ جیسے ہی تمہیں اس کمرے سے لے جایا جانے لگے تم یہ نکیہ اسی وسو سے کوراہ

”تم بیٹھو تو... ہم ابھی سب کچھ دیکھ لیتے ہیں۔“ ایک نے سرد بجھ میں کہا۔ عمران بیٹھے میری کے بھتے سے چڑے کے تسلی بھی لٹک رہے تھے جن سے اس کے ہاتھوں کو کس دیا گیا۔ یہی بر تاؤ پر دن کے ساتھ بھی ہوا اب اس کے چاروں ہاتھ پاؤں کری کے ہاتھوں اور پاؤں سے جکڑے ہوئے تھے۔ پھر قریب بھی کے ایک سونچ بکس کا سونچ آن کیا گیا اور عمران کے کانوں میں تیز سیلانہ سی بجھے لگنے اور بے حد تیز روشنی سے آنکھوں کو دوچار ہوتا پڑا۔ سر چکرا کر رہا گیا لیکن اس کے حواس خطا نہیں ہوئے تھے۔ اس کا ذہن قابو میں تھا۔ پھر اچانک ستانہ چھا گیا۔ تیز روشنی غائب ہو گئی اور آنکھوں میں اندر ہمراہ آگیا۔ اُسے کچھ بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ دفعتاً اس سے سوال کیا گیا۔ ”تمہارا نام کیا ہے....؟“

”علی عمران...!“

”تم کس کے لئے کام کرتے ہو....؟“

”محمد خادج کی سیکرٹ سروس کے لئے...!“

”باول دے سوف والی پینٹنگ سے تم کس نتیجے پر پہنچے ہو....؟“

”برازیل سے متعلق کوئی دستاویز اس میں پوشیدہ ہے۔ گدھی کے شہزادے میں برازیل کا نقش موجود ہے۔ لیکن گدھی کے بنے میں بھی کچھ نہ کچھ ضرور ہے۔“

”کچھ نہ کچھ سے کیا مراد ہے....؟“

”اس میں بھی کچھ پوشیدہ ہے۔ جو میری سمجھ میں نہیں آسکا۔ غالباً وہ بھی کہیں کا نقش ہی ہے۔“

”تم نے تصویر کا نگیتو ٹیار کیا تھا.... وہ کہا ہے....؟“

”سلاینڈ بناتے وقت صائم ہو گیا تھا اور میں سلاینڈز کے ایک سیٹ کے علاوہ اور کوئی سیٹ تیار نہیں کر سکتا تھا۔ کم از کم تین سیٹ بنانا چاہتا تھا۔ ایک اپنے ملکے کے لئے ایک انٹر سروس اٹھی جس کے لئے اور ایک اپنے لئے۔“

”میڈیلینا کو کب سے جانتے ہو....؟“

”محترک پٹانوں سے لڑکنے کے بعد جس کمرے میں پہنچا تھا اس سے دوسرا کمرے میں منتقل ہونے کے بعد اس سے ملاقات ہوئی تھی۔“

”شاید تم نے اس پر اٹی تھری بی ہونے کا شہر بھی کیا تھا....؟“

”جو قطعی غلط فہمی پر بنی تھا۔ مجھے تمہاری تنظیم کی ہر عورت اٹی تھری بی معلوم ہوتی ہے۔“

”ایسا کیوں ہے.... مسٹر عمران....؟“

”کیوں کہ میں نے اس کی اصلی شکل آج تک نہیں دیکھی۔ ہمارے ریکارڈ میں اس کی کوئی ہموڑ نہیں ہے۔“

”کیا آواز سے بھی اُسے نہیں پہچان سکتے....؟“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کیونکہ وہ آواز بدلنے کی بھی ماہر ہے۔“

”کیا میڈیلینا کی آواز میں تم نے اس کی کسی بدلتی ہوئی آواز کی جھلکیاں محسوس کی تھیں....؟“

”نہیں.... مجھے تیار نہیں پڑتا۔“

اس کے بعد اس سے کوئی سوال نہیں کیا گیا تھا۔ آنکھوں سے اب بھی کچھ نہیں سمجھا گی دیتا تھا۔ وہ صرف سوال کرنے والے کی آواز سننا رہا تھا۔

پھر اچانک اس نے اپنے شانے میں چھین محسوس کی۔ شاید کسی قسم کا انگلش دیا گیا تھا۔ پھر جو چیز کا ذہن بھی تاریکی میں ڈوب گیا۔ پوری طرح بیوہش ہو گیا تھا۔

دوبارہ آنکھ کھلنے پر جوزف اور جیمسن کو اپنے اوپر جھکے ہوئے دیکھا۔ جوزف اسے آواز دے رہا تھا۔ ”اس خدا کے لئے آنکھیں کھولو.... یہ کیسا میڈی یکل چیک اپ تھا....؟“

”سب ٹھیک ہے....!“ عمران نے اٹھ میٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں.... آپ کچھ دیر آرام کیجھ۔“ جیمسن نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

”ہاں بس.... ڈاکٹر کی بھی ہدایت ہے۔ لیکن یہ کیسا میڈی یکل چیک اپ تھا؟ تم بالکل بے ہوش تھے اور تمہیں اسٹرپچر پر یہاں لا لایا گیا تھا۔“

”مجھے بس اتنا یاد ہے کہ ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ با تھ پیر کس دیے گئے تھے۔ روشنی ہوئی تھی اور سیلانہ بھی تھیں پھر کچھ یاد نہیں کہ کیا ہوا تھا۔“

”روشنی اور سیلانہ؟“ جیمسن نے حیرت سے کہا۔

”ہاں اور کیا.... یہاں تک تو مجھے اچھی طرح یاد ہے۔“

”مجھے حیرت ہے....!“

”کس بات پر....؟“

”اسی میڈی یکل چیک اپ پر....!“

”جوزف کا بھی ہو گا۔“ عمران نے بے حد خوش ہو کر کہا۔ لیکن پہلے شراب کا چو نہیں گھنے کا

فاقت کرایا جائے گا۔

”خدائی پناہ...!“ جوزف جلدی سے بولا۔ ”ضرورت ہی کیا ہے۔ میڈیکل چیک اپ کی۔“
”دیکھیں گے کہ مرخ پر پہنچ کر کہیں تو بھی تو اونٹے نہیں دینے لگے گا۔ بعض حالات میں
یہاں جنس بدلتا ہے۔“

”ابھی تک تو ٹھیک ہوں باس....!“ وہ خوف زده لبجھ میں بولا۔

”ہو سکتا ہے کہ تجھے پتے ہی نہ ہو....؟“

”یہ کیسے ممکن ہے....؟“

”اندر سے بدلتی ہو تو تجھے کیا پتا چلے گا....؟“

”نہیں... نہیں باس.... ایسا نہیں ہو سکتا۔ جلدی سے میرا بھی چیک اپ کرادو۔“

”اسے الگ لے جا کر تسلیاں دو۔“ عمران نے جیمس سے کہا۔

”چل بھی....!“

”نہیں.... باس....!“ جوزف گزگزایا۔ ”مجھے اپنے ہی پاس رہنے دو۔“

”جیمس بھی نہ آؤں نہیں ہے۔“

”یہ بات نہیں ہے.... باس....!“ جوزف جھینپ کر بولا۔

”دفع ہو جاؤ....!“ مجھے آرام کرنے دو۔ ”عمران ہاتھ ہلا کر بولا اور وہ دونوں وہیں جائیشے چہاں
کچھ دیر پہلے تاش کھیل رہے تھے۔ عمران بستر پر پڑا سوچتا ہا۔ میڈیلینا بلاشبہ تھریسا تھی لیکن اپنے
ساتھ اس کا یہ رویہ برا عجیب نظر آ رہا تھا.... اور کشفیش چیز پر آخر تھریسا کے متعلق.... اس
سے سوالات کیوں کئے گئے تھے۔ وہ لوگ اس سے تھریسا کے بارے میں کیا جانا چاہتے ہیں؟ شاید
یہ پوری عمارت بگد ہے اور جگہ جگہ ٹیلی و یڑن کیسرے چھپے ہوئے ہیں۔ شاید اسی لئے وہ اس سے
گفتگو کرنے کے لئے عمارت سے باہر نکال لے گئی تھی۔

ایک بار پہلے بھی اس نے اپنے مقصد کے لئے عمران کو استعمال کیا تھا اور عمران نے اسے
زیرولینڈ کے ایک با غی سے نجات دلائی تھی۔ کیا اس بار بھی کوئی ایسا ہی چکر ہے؟ اس نے آنکھیں
بند کر لیں۔ اس واقعے کے بعد میڈیلینا سے دوسرا ملاقات کے لئے مضطرب ہوتا فطری امر تھا۔
لیکن وہ نہ آئی.... حتیٰ کہ رات ہو گئی۔ جوزف اور جیمس اپنی بچہوں پر اوٹھ رہے تھے
کیونکہ عمران ہی نے خاموشی اختیار کر لکی تھی۔ وہی بات بات پر کوئی نیا شو شہ چھوڑ کر ان کے

”بنوں کو بگائے رکھتا تھا۔

اچاک کسی نے دروازے پر دستک دی.... اور جیمس نے چوک کر ریورٹ کنٹرول کے
پہنچ پر انگلی رکھ دی۔ دروازہ کھل گیا لیکن آنے والی میڈیلینا کی بجائے کوئی سفید فام عورت
تھی۔ اس نے جوزف کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔ ”تم چلو۔“

عمران بھی اسکے بینجا تھا۔ جوزف احقوں کی طرح منہ پھاڑے اُس عورت کو دیکھ رہا تھا۔ یہ ایک
معمر اور خاصی تو انا عورت تھی۔ جسمانی قوت کا اظہار آنکھوں سے ہوتا تھا۔
”میرا کہاں چلوں...؟“ ”جوزف بالآخر بولا۔“

”لیکن میں....!“

”میں بالکل تند رست ہوں محترمہ.... مجھے لیکن میں جانے کی کیا ضرورت ہے۔“

”تمہیں میڈیکل چیک اپ کے لئے تیار ہونا ہے۔ تمہارے ساتھی کا بھی ہوا تھا۔“

”یہ تیاری کیسے ہو گئی....؟“

”وہیں بتا دیا جائے گا۔“

”میں تھا کہیں نہیں جاؤں گا۔“

”جاوے....!“ عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔

”بب.... باس....!“

”جاتا ہے یا انھوں....!“

جوزف مسکی سی صورت بتا کر رہ گیا۔ لیکن عورت بولی۔ ”تم چاہو تو اس کے ساتھ چل سکتے
ہو۔ اس کا خوف فطری ہے۔“

”میں خائف نہیں ہوں۔“ ”جوزف غرایا۔“ لیکن چوبیں گھنٹے شراب سے دور نہیں رہ سکتا۔“

”یہ ضروری ہے۔“

”لیکن میڈیکل چیک اپ تو ضروری نہیں۔“

”بالکل ضروری ہے۔“ عمران نے غصیلے لبجھ میں کہا۔ ”مرخ پر آنے والوں کے کبھی کبھی دم
بھی نکل آتی ہے۔ اگر بروقت روک تھام نہ کر لیجائے۔ اسلئے میڈیکل چیک اپ ضروری ہوتا ہے۔“

عورت نے ایک بے ساختہ قسم کی مسکراہٹ کا گاگھونٹے کی کوشش کی تھی۔

عمران انھٹا ہوا بولا۔ ”اچھا میں چل رہا ہوں۔“

”دن بھر مجھے تارے ہی نظر آتے رہے ہیں۔“

”تو کیا نہیں جانا چاہتے....؟“

”ضرور... ضرور...!“ عمران دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ ”اندر بڑی ٹھنڈن ہے۔“

کھلی فضائیں پہنچ کر عمران نے آسمان کی طرف دیکھا۔ کوئی فرق نظر نہ آیا۔ وہی روزانہ والا بوڑھا تاروں بھرا آسمان تھا اور رات تاریک تھی۔ البتہ عجیب طرح کی خوبصورتی میں پھیل ہوئی تھی۔ جس سے بد لے ہوئے ماحول کا تصور قائم ہوتا تھا۔

”یہاں ہم بے فکری سے بات کر سکتے ہیں۔ یہ بتاؤ کہ تم سے کس قسم کے سوالات کئے گئے تھے...؟“ میڈیلینا بولی۔

عمران کفیشیں چیزیں والی رو داد دھرانے لگا۔ وہ خاموشی سے سختی رہی اور بات کے اختتام پر بول۔ ”تو میرا شے غلط نہیں تھا۔ بات خاصی بڑھ گئی ہے۔ وہ میری ٹوہ میں ہیں۔“

”شاید ساری عمارت بگذہ ہے اور ہر جگہ کیمرے نصب ہیں۔“ عمران نے کہا۔

”یہی بات ہے لیکن وہ اُس جگہ کی گفتگو نہیں سن سکتے جہاں میں موجود ہوں۔ ایک مخصوص اپریشن میں نے صرف اپنے لئے تیار کرایا ہے جو آوازوں کی لہروں پر اثر انداز ہو کر انہیں لایعنی سرسر اہٹوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ ریسیونگ آپریشن پر محض سرسر اہٹیں سنی جاسکتی ہیں۔“

”تو پھر میں سمجھ گیا وہ میرے توسط سے تمہیں پہچانا چاہتے ہیں۔“

”یہی بات ہے لیکن تم نے بہت مناسب جوابات دیئے تھے۔!“

”اس طرح تم نے ایک بار پھر مجھے استعمال کرنے کی کوشش کی ہے۔“

”اور میں ہی تمہیں زمین پر واپس لے جاسکتی ہوں۔“

”ختم کرد مرخ خاچکر... ہمارا ترنسیشن اسچ کرنے میں ایک خاتمہ رہ گئی تھی۔“

”کیا مطلب؟ کیسی خاتمی...؟“

”ہو سکتا ہے تم آدمی کو ٹرانسٹ کر سکتے ہو لیکن یہک وقت دو مختلف الاصل مادوں کو من و غن حالت میں ٹرانسٹ کرنا ممکن ہے۔“

”مادہ صرف ایک ہے اور اُس کی اصل بھی ایک ہے۔ دو کی بات کیوں کر رہے ہو....؟“

”میں نے تمہاری آسمانی کے لئے روح کو بھی مادہ ہی کہہ دیا تھا۔ تم جسم کو ٹرانسٹ کر سکتی ہو لیکن دوبارہ دونوں کو مر بوط نہیں کر سکتیں۔ ٹرانسٹ ہونے والا جسم روح سے خالی ہو گا۔“

”نہیں مسٹر ایں نے یوں ہی کہہ دیا تھا۔ آپ ساتھ نہیں جا سکتے۔“

”دیکھا تو نے؟ آخذ میل کر اسی دیانت۔ خدا کرے... اب چیغ تیری جنس بدلتا جائے۔“

”بد دعا نہ دباس...!“ جوزف ہاتھ جوڑ کر گزگزایا۔

”بس اب دفع ہو جا...!“ عمران ہاتھ ہلاکر پیزاری سے بولا۔ اور جوزف بورتا ہوا اس عورت کے پیچے چل چلا۔

آن کے چلے جانے کے بعد جیمس نے دروازہ بند کر دیا اور عمران سے بولا۔ ”یہ ساری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں۔“

”تم... انہیں اس طرح سمجھنے کی کوشش کر رہے ہو جس طرح زمین پر سمجھا کرتے تھے مسٹر جمن...!“

”ارے... ارے... یہ کیا؟ آپ بے عزتی کرائیں گے۔ کسی نے سن لیا تو...!“

”تو کیا ہو گا...?“

”وہ سب مجھے صرف جیمس سمجھتے ہیں...!“

”اس سے کیا فرق پڑے گا...?“

”اگر آج تک کوئی جس گورنر سکا ہو تو بتا دیجئے...?“

”زیرولینڈ میں سب چلتا ہے۔!“

”جی نہیں... ہم بہت ایڈ وانڈ ہیں۔“

”اچھا تو سر کے بل کھڑے ہو کر دکھاؤ...?“

”میں گورنر ہوں جناب... کوئی سر کس بوائے نہیں ہوں۔“

”میں نے اپنا جن والیں لیا... ارے ہاں... گورنر کی شادی بھی ہوئی یا نہیں...؟“

”شادی ہو گئی ہوتی تو یہاں کیوں بھیجا جاتا۔ وہ کروپی کے توسط سے تراچا میں مزاعمات حاصل کرنا چاہتے تھے۔“

”پھر وہی کو اس...!“

جیمس پکھ کہنے ہی والا تھا کہ پھر دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے برا سامنہ بنا کر رہبوث کنٹرول کا میل دیا۔ اس بار میڈیلینا سامنے کھڑی نظر آئی۔ اس نے عمران کو مخاطب کر کے کہا۔

”میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ رات کو تاروں بھرا آسمان دکھاؤں گی۔“

”تمہیں تجربہ ہو چکا ہے۔“

”میں اپنے ذرات کا منتشر دیکھنے سے پہلے ہی بے ہوش ہو گیا تھا۔“

”تمہیں ایسا ہی محسوس ہونا چاہئے تم بالکل اُسی طرح غائب ہو گئے تھے جیسے کروپی ہوئی تھی۔“

”میں کہتا ہوں اصل معاملے کی طرف آؤ۔۔۔ سائنس فکشن اب ختم کر دو۔۔۔!“

”تم پتہ نہیں کہ ہواں میں ہو۔۔۔ وہ چاروں والیں بیچ ڈیے گئے ہیں۔ مسٹر فرنگلن نے اپنی آنکھوں سے کیپ کینزی کی برف باری دیکھی اور پاگل ہو گئے۔ ہمارا ٹھنڈا سورج پتے ہوئے ریگزاروں میں بھی برف باری کر سکتا ہے۔“

”میں اسے تسلیم کرلوں گا لیکن اس کا مقصد۔۔۔؟“

”اب ہم اپنے کاڑ کو آگے بڑھانے کے لئے اعلانیہ خراج وصول کریں گے۔ فرنگلن کے ملک کے سالانہ بجٹ کے دسویں حصے کے برابر قم کا مطالبہ کر دیا گیا ہے۔ اگر اسے پورانہ کیا گیا تو اس کے خلافی پروگرام کا خاتمه ہو جائے گا۔ اسی طرح دوسری بڑی طاقت کو بھی ہم اپنی قوت کا نمونہ دکھائیں گے۔“

”تو یہ سب کچھ ہو چکا ہے۔۔۔؟“

”زمین پر واپس جا کر خود ہی تحقیق کر لینا۔۔۔!“

”خدا کے لئے مرغخ پر میری موجودگی کا مقصد بھی بتا دو۔ کیونکہ بڑی طاقتوں کے مقابلے میں، میں ایک بے وقعت سے ملک کا باشندہ ہوں۔“

”تم میرے لئے بے وقعت نہیں ہو۔ وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ اور یقین کرو کہ اپنا مقصد حاصل کر چکی ہو۔ تمہارے بغیر یہ ناممکن تھا۔ بہت دنوں سے ایک کائنات میرے ذہن میں لہٹک رہا تھا۔ اچانک تمہارے یہاں باوں دے سوف نامی پینٹنگ کا قصہ چھڑ گیا۔ وہ ہمارے لئے بے حد اہم تھی لہذا اس کی طرف توجہ دینی پڑی۔ ورنہ ہم تو ان چاروں ممالک کے ذمے دار افراد کو مرغخ پر پہنچانے کے انتظامات میں لگے ہوئے تھے اور ہماری آبدوز کئی ماہ سے بیکرہ عرب اور بیکرہ روم کے چکر لگا رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ لگے ہاتھوں تمہیں بھی بلوایا جائے۔ اس کے لئے والان بروف کو خصوصی ہدایات دی گئی تھیں۔“

”باوں دے سوف کی تمہارے نزدیک کیا اہمیت ہے۔“

”یہ نہیں بتا سکتی۔“

”اور اتنی نادر و نایاب پینٹنگ نذر آتش کر دی گئی۔“

”خدشہ تھا کہ وہ بھر کسی کے ہاتھ لگ جائے گی۔ ان ساری باتوں میں کیا رکھا ہے۔ اب جو کچھ کہہ رہی ہوں اُسے غور سے سنو۔۔۔!“

”ہربات غور سے ستارہ ہوں۔۔۔ کہتی رہو۔۔۔!“

”جو شخص۔۔۔ میری تاک میں ہے وہ زیر و لینڈ کا خدار نہیں ہے۔ اس لئے میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل نہیں کر سکتی۔“

”تمہاری تاک میں بھی ہے اور زیر و لینڈ سے خداری بھی نہیں کر رہا۔ بات سمجھ میں نہیں آئی۔“

”سمجھ سے ذاتی پر خاش رکھنے والے زیر و لینڈ کے خدار نہیں ہو سکتے۔“

”وہ تم سے کیا چاہتا ہے۔۔۔؟“

”میرا خاتمہ۔۔۔ تاکہ میری آڑ میں۔۔۔ خود سب سے بڑا بن سکے۔ کیونکہ یہاں میرے احکام دوسروں تک وہی پہنچتا ہے۔“

”لیکن تم۔۔۔ اُس کے سر پر اس طرح مسلط رہتی ہو۔“

”بس طریق کار ہے۔ الفانے کی خداری کے بعد سے میں نے بھی طریق کار اختیار کیا ہے کہ ان میں شامل بھی رہوں اور انہیں نظر بھی نہ آؤں۔“

”لیکن تمہارا دہ دشمن ان ہی دو نوں میں سے کوئی تھا۔ جنہوں نے مجھے کعفیش پیسٹر پر بٹھایا تھا۔“

”ہاں۔۔۔ وہی جس کی موچھوں کے اوپر دیمیں جانب سرخ رنگ کا بڑا سائل ہے۔“

”اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔ صورت سے تو ایک بے حد زرم دل ڈاکٹر معلوم ہو رہا تھا۔“

”انہائی کینہ تو زور مکار آدمی ہے۔ ہولڈن نام ہے۔“

”تو تم یہ چاہتی ہو کہ میں اسے قتل کر دوں۔۔۔؟“

”ہاں۔۔۔ میں یہی چاہتی ہوں۔۔۔!“

”تو بھر اُسے اور مجھے زمین پر بیچ ڈو۔۔۔ اور اُسی یونٹ کی سربراہی اُسے سونپ دو جو میرے ملک میں ہے۔ میں اسے مارڈا لوں گا۔“

”اتالیما راستہ کیوں اختیار کیا جائے؟ بھیں کیوں نہ ختم کر دو۔۔۔؟“

”اصول کی بات ہے۔۔۔ تم خود اسے اس لئے نہیں مار سکتیں کہ تم نے زیر و لینڈ کے افواروں پر ہاتھ نہ اٹھانے کی قسم کھار کھی ہے اور میں کسی ایسی آدمی پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا جس پر

”مریخ پر مسخر اے... کسی ناول کا عنوان بن سکتا ہے... ارے ہاں تم وہ اپنا ٹھنڈا سورج کہاں
کھٹی ہو...؟“
”بیہن سے اس کے ذرات ٹرانسمٹ کئے جاتے ہیں... اور زمین تک پہنچتے پہنچتے وہ ایک
چمکدار کردہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔“

”مجھے وہ جگہ دکھاؤ جہاں سے اُسے ٹرانسمٹ کیا جاتا ہے۔“

”پہلے تم میرا کام کرو... اس کے بعد تمہاری ہر خواہش پوری کر دی جائے گی۔“

”میرے پاس کوئی حرہ نہیں ہے... کم از کم ایک الکٹریٹر و گس ہی فراہم کر دو...!“

”اس مسئلے پر بھی اب کل ہی بات ہو گی۔ تم نے کل شام تک کی مہلت مانگی ہے نا؟ چلواب
دایک چلیں۔“

وہ نہیں ہوئے عمارت سے قربانصف میل دور نکل آئے تھے۔ میڈیلینہ والی کے لئے مڑی۔

”ہاں... یہ لو...!“ اُس نے کوئی وزنی سی چیز عمران کے ہاتھ میں تھما دی۔

”یہ کیا ہے...؟“ عمران نے پوچھا۔

”چاقو... بیٹن دبانے سے پہل باہر نکل آتا ہے۔“

”بیس... چاقو...!“

”مجھے علم ہے کہ تم اس میں اتنے طاق ہو کہ سنگ ہی جیسے ماہرین کے مقابل آ سکتے ہو۔“

”الکٹریٹر و گس کیوں نہیں...؟“

”ہم اپنا ایسا کوئی حرہ بخوبی کسی کو نہیں دے سکتے کیونکہ یہ بھی زیر و لینڈ سے غداری کے
مترادف ہو گا۔“

”اس خدا شے کے تحت کہ کہیں وہ عام نہ ہو جائے۔“

”ہاں... بھی بات ہے۔“

”زیر و لینڈ کے نہ جانے کتنے راز میرے سینے میں دفن ہیں۔ ایک عدد الکٹریٹر و گس سمیت جو
ٹوکری بینک پر میرے ہاتھ لگا تھا۔ مجھے تو صرف اس وقت تم لوگوں کی طرف توجہ دینی پڑتی ہے
جب میرے ملک میں تمہاری سرگرمیاں منظر عام پر آنے لگتی ہیں۔“

”اس کے باوجود بھی ہماری سرگرمیاں تم لوگوں کے خلاف نہیں ہوتیں۔ ہم صرف اپنے کام
سے کام رکھتے ہیں۔“

”ہاتھ اٹھانے کا جواز نہ ہو۔“

”جوائز تو یہاں بھی پیدا کیا جاسکتا ہے۔“

”وہ کس طرح...؟“

”وہ تم پر قاتلانہ حملہ کرے اور تم اسے مار ڈالو...!“

”اس کے بعد کیا ہو گا...؟“

”تمہیں دوسروں سے بچا کر زمین پر پہنچا دینا میرا کام ہو گا...!“

”مجھے اس مسئلے پر غور کرنے کے لئے کل شام تک کی مہلت دو اور ہاں جوزف کو کیوں
پریشان کیا جا رہا ہے...؟“

”میں نے تم سے جو کچھ کہا تھا اس کے سلسلے میں ضرور کوئی قدم اٹھایا جائے گا۔ ویسے مطمئن
روہ صرف میڈیکل چیک اپ اسی طرح ہو گا جس طرح میں نے کہا تھا۔“

”خواہ خواہ...!“

”محبوبی ہے... انہیں سنانے کے لئے جوزف کے بارے میں بھی انظہار خیال کرنا ہی پر احتہل۔“

”اس میک اپ میں بحثیت میڈیلینہ تمہاری کیا پوزیشن ہے...؟“

”ہولڈن کے برابر کار درجہ رکھتی ہوں۔“

”میا... اُسے علم نہ ہو گا کہ تم... مجھے باہر لے آئی ہو...؟“

”وہ جانتا ہے لیکن میرے معاملات میں مداخلت کرنے کا حق نہیں رکھتا۔“

”اگر اس وقت بھی چھپ کر تمہاری گرفتاری کر رہا ہو تو...؟ کسی ذریعے سے ہماری گفتگو اس
تک بھی پہنچ رہی ہو تو کیا ہو گا...؟“

”ایک فرائغ کے دائرے میں اگر ہمارے علاوہ کوئی بھی موجود ہو گا تو مجھے فراملہم ہو جائے گا۔“

”جسم رسیور ہو رہی ہو...؟“

”مجھے ہر وقت جا گئے رہنا پڑتا ہے۔“

”خواہ خواہ اپنی جان کو یہ روگ لگا کرے۔ گھر بساؤ اور خاندان بڑھاؤ۔“

”تم بھی بھی کیوں نہیں کرتے...؟“

”میں تو قلندر ہوں...!“

”تم صرف مسخرے ہو...!“

پھر ایک نارچ اور روشن ہوئی اور اندر ہرے میں ادھر ادھر چکرانے لگی۔ عمران عمارت کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ لیکن اب وہ اندر ہیرے میں راستے طے نہیں کر رہا تھا۔ عقب سے نارچ کی روشنی مسلسل رہنمائی کر رہی تھی۔ لیکن عمارت میں داخل ہو جانے کے بعد اسے نیمسن والے کرے میں جانے سے روکا گیا۔

”ادھر.....!“ اس کے عقب میں چلنے والے نے دائیں جانب والی راہداری میں چلنے کو کھا۔ عمران خاموشی سے ادھر مزگیا۔ کچھ دور چلنے کے بعد اسے روکا گیا تھا۔

”کیا یہ کسی فلم کی ورزش ہے....!“ عمران بھنا کر بولا۔

”اس دروازے میں....!“ راٹفل کی نال سے اشارہ کیا گیا۔

عمران دروازے سے گزر ایسا تھا کہ وہ بند ہو گیا۔ اور یہ کوئی کرہ نہیں تھا بلکہ لفت تھی اور پیچے جارہی تھی۔ اسے یہاں تک پہنچانے والا باہر ہی رہ گیا تھا۔ کچھ دیر بعد لفت رکی اور دروازہ کھل گیا۔ یہاں بھی ایک آدمی موجود تھا جس نے اسے باہر آنے کا اشارہ کیا۔

اس مرطے سے گزر کر وہ ایک بہت بڑے ہال میں پہنچا جہاں ہولڈن شاپر اسی کا منتظر تھا۔ اس بار عمران نے اس کا بغور جائزہ لیا۔ آنکھوں کی بیانوں سے سفاک اور سرد مہر آدمی معلوم ہوتا تھا۔ ”مشر عمران....! یہ کیا حماقت تھی....?“ اس نے نرم لمحے میں پوچھا۔

”کس حماقت کا ذکر کر رہے ہو....؟“ عمران نے احتمانہ انداز میں سوال کیا۔ ”یہاں تمہیں کسی نے نہیں بتایا تھا کہ یہاں اس طرح تھا انکل جانا خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے؟“ ”میں تھا نہیں تھا.... مجھے میڈیلینا لے گئی تھی۔“

”کیوں....؟ مشر عمران....!“

”میں نے اس سے کہا تھا کہ میں مریخ کی رات بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔“

”لیکن وہ تو تمہارے ساتھ نہیں تھی۔“

”بس وہ مجھے دیں رکنے کو کہہ کر کسی طرف گئی تھی کہ ان لوگوں نے مجھے گھیر لیا۔“

”ہوں....!“ اس نے کچھ سوچتے ہوئے سر کو جبکش دی اور تھوڑی دیر عمران کی آنکھوں میں دیکھتے رہنے کے بعد بولا۔ ”وہ چاروں زمین پر اپس بیچج دیے گئے۔“

”مجھے معلوم ہے.... میڈیلینا نے بتایا تھا۔“

”تمہاری موجودگی تو غیر قانونی ہوتی ہے۔“

وہ گفتگو کرتے ہوئے آہستہ عمارت کی طرف بڑھ رہے تھے۔ دفاتر میڈیلینا کے قریب۔

”لیکا بات ہے....؟“ عمران نے پوچھا۔

”ٹھہر دیں.... ایک سے زیادہ افراد....!“

”کیا مطلب....؟“

”پاؤ نسٹر پر ایک سے زیادہ افراد کی موجودگی کا اشارہ موصول ہوا ہے اور وہ ہم سے بہت زیادہ دور نہیں ہیں۔“

”مریخ کی کٹریاں نہ ہوں....!“

”نہیں.... ان کی موجودگی کا اشارہ اس سے مختلف ہوتا ہے۔ اسی لئے چلتے رہو۔ لیکن ہوشید رہنا۔ ہولڈن کسی تیندوے کی طرح حملہ آور ہوتا ہے۔“

”میں سوچ رہا ہوں کیوں نہ مریخ کی پرہ پڑوں۔“

وہ کچھ نہ ہوئی۔ دونوں آہستہ عمارت کی طرف بڑھتے رہے۔

پھر اچاک تھریا دہ راستے چھوڑ کر بائیں جانب مڑتی ہوئی آہستہ نے بولی۔ ”تم سید ہے چلتے جاؤ....!“ اور پھر قبل اس کے کہ عمران وجہ پوچھتا وہ اندر ہیرے میں مدغم ہو گئی۔ عمران چلتا رہا۔

”ٹھہر جاؤ....!“ دفتار کسی قدر فاصلے سے آواز آئی۔ ”ورنہ فائز کر دیا جائے گا!“ عمران جہاں تھا وہیں رک گیا۔ دوسرے ہی لمحے اس پر نارچ کی روشنی پڑی.... اور اس نے دیکھا کہ یہ تارچ راٹفل کی نال سے مسلک تھی۔

”تم باہر کیسے آئے....؟“ اس سے سوال کیا گیا۔

”اندر گھنٹن محسوس کر رہا تھا۔“ عمران نے جواب دیا۔

”تمہارے ساتھ اور کون ہے....؟“

”میڈیلینا تھی.... مجھے یہیں رکنے کا کہہ کر ابھی ابھی کہیں چل گا ہے۔“

”لیکن تم رکنے ہوئے تو نہیں تھے۔ چل رہے تھے۔“

”اچانک خوف محسوس ہوا اور میں عمارت کی طرف چل پڑا۔ پتہ نہیں وہ واپسی میں کتنی دیر گا۔“

”اچھا تو چلو....!“

”پورے جسم کامیک اپ میرے لئے نبی چیز ہے۔“ عمران نے حیرت سے کہا۔
”اس کے لئے سب کچھ ممکن ہے۔“

”میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا... لیکن...!“

وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا لیکن جملہ پورا نہ ہو سکا کیونکہ ایک عورت چیخت ہوئی ہال میں داخل ہوئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا یہیں وہ بے حد خوفزدہ ہو۔ پھر ایک قد آدمی دھکائی دیا۔ جس کے ہاتھ میں بید تھا۔ شاید وہ اُس سے خوفزدہ ہو کر چیخ رہی تھی۔ وہ بید اٹھانے ہوئے اُس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

”بچاؤ... بچاؤ...!“ عورت چیخت ہوئی انکی طرف آئی۔ ”خدا کیلئے مجھے بچاؤ۔“ وہ بلباکر بولی۔

”یہ کیا ہے...؟“ عمران نے تیخ لجھ میں ہولڈن سے پوچھا۔

”ان کا ذاتی معاملہ ہے۔“ ہولڈن نے لاپرواہی سے کہا۔ ”یہ اس کی بیوی ہے۔“

”دیوبیک آدمی بید اٹھانے ہوئے عمران کے سامنے آکھڑا ہوا اور اس سے بولا۔“ تمہٹ جاؤ۔“

”ہر چند کہ یوں اسی قابل ہوتی ہیں۔“ عمران سر اٹھا کر بولا۔ ”لیکن مردوں کو صرف سوچ کر رہا جانا چاہئے۔“

”میں کہتا ہوں ہٹ جاؤ... سامنے سے۔“ وہ زور سے دھاڑا۔

”ہٹ جاؤ... مسٹر عمران...!“ ہولڈن نے کہا۔ ”ہمارے قوانین کے مطابق زن و شوہر کے معاملات میں کوئی تیراد خل اندازی نہیں کر سکتا۔“

”اور میرے ساتھ میرا قانون چلتا ہے۔ یہ عورت میری پناہ میں ہے۔ یہ مجھ سے کہہ رہی ہے کہ میں اسے بچاؤ۔“

”تو پھر مسٹر عمران اگر تم.... اس کے ہاتھوں مارے بھی جاؤ تو میں کچھ نہ کر سکوں گا۔ یہی ہمارا قانون ہے۔“

”بس تو اب اپنے اور میرے قوانین کو مکرانے دو۔ بھلامرنخ پر میرے خون کا کون دعویدار ہو سکتا ہے۔“

ہولڈن نے غصب ناک شوہر سے کہا۔ ”یہ تمہاری بیوی کا حمایتی ہے۔ تمہارے آپس کے معاملے میں دخل اندازی کر رہا ہے۔ لہذا تم جو مناسب سمجھو کر سکتے ہو۔“

”پہلے میں.... اسے ہی ختم کروں گا۔“ غصب ناک شوہر غرایا۔ ”اسی بید سے مارڈالوں گا۔“

”کیا یہ نہیں بتایا کہ تمہیں کیوں روکا گیا ہے...؟“

”میں نے پوچھا ہی نہیں تھا....!“

”کیوں نہیں پوچھا تھا...؟“

”میں جانتا ہوں کہ میری واپسی ناممکن ہے۔“

”کیوں مسٹر عمران....؟“

”میری وجہ سے تمہاری تنظیم کو جو نقصانات پہنچے ہیں انہی کی بناء پر۔!“

”اس کے باوجود بھی تم مطمئن نظر آتے ہو۔“

”یہ میری عادت ہے...!“

”اور تم زندہ بھی رہنا چاہتے ہو...؟“

”کون نہ چاہے گا...؟“

”تو پھر اس کی ایک ہی صورت ہے۔“

”میں سن رہا ہوں۔“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

”لیکن شاید دلچسپی نہیں لے رہے۔“

”اپنی جان بچانے سے کے دلچسپی نہیں ہوتی۔“

”اچھا تو پھر مجھے یہ بتا دو کہ میڈیلینا تم میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہی ہے...؟“

”ارے وہ....!“ عمران احتجانہ انداز میں ہس پڑا۔

”سبنجد کی اختیار کرو مسٹر عمران.... یہ تمہاری اپنی زندگی اور موت کا سوال ہے۔“

”در اصل میں اس کے دلچسپی لینے والی بات پر ہنسا تھا۔ ایسی ہی دلچسپی اس نے مسٹر رو جر فرینکن میں بھی لی تھی بلکہ کچھ زیادہ ہی لے ڈالی تھی۔“

”یہ بات نہیں ہے مسٹر عمران.... تمہارے معاملے میں وہ سبجدیدہ معلوم ہوتی ہے۔“

”ہو گی بھی..... مجھے تو کچھ بھی نہیں محسوس ہوا۔“

”کیا وہ ٹھری بی ہو سکتی ہے....؟“

”میرا خیال ہے ٹھری بی کوئی سیاہ فام عورت نہیں ہو سکتی اور پھر یہ تم کہہ رہے ہو، مجھے حیرت ہے۔“

”وہ میک اپ بھی ہو سکتا ہے۔“

کے لئے بھی برقرار نہ رہ سکا۔ دیو پیکر آدمی نے اتنی پھرتی سے دوسرا حملہ کیا تھا کہ عمران متjur رہ ایسا۔ اس ڈیل ڈول والے سے ایسی پھرتی کے مظاہرے کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ بہر حال عمران کو اندازہ ہو گیا کہ ذرا سی چوک بھی مار کھلو سکتی ہے۔ اور ہولڈن بہ آواز بلند کہہ رہا تھا۔ یہ مقابلہ اس وقت تک جاری رہے گا مسٹر عمران جب تک تم میں سے کوئی مرنا جائے۔

عمران کچھ نہ بولا۔ اُس نے تیسرا حملہ بچایا تھا۔ چوتھے حملے پر عمران نے ایک بید کھا کر خود بھی ایک لات اُس کے پیٹ پر جڑ دی۔ لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ وہ تو اُسے اُس کی جگہ سے بلا بھی نہ سکتا تھا۔ ایک ایسی لات ضائع ہوئی تھی جو کسی پبلو ان کے قدم بھی اکھاڑ دیتی لیکن عمران کو ایسا معلوم ہوا تھا جیسے اُس کی لات سینٹ کی بوری پر پڑی ہو۔

”خہبر و... خہبر و...!“ ہولڈن ہاتھ اٹھا کر بولا۔

عمران کا حریف جہاں تھا دیں رک گیا۔ عمران نے بھی دم لینے کے لئے اس موقع کو غنیمت جانا اور رک کر ہولڈن کی طرف دیکھنے لگا۔ ہولڈن نے اسے مخاطب کر کے کہا۔ ”مسٹر عمران ابھی تم نے فری اشائل کشتی کا ایک داؤ آزمایا تھا۔ اس لئے کیوں نہ فری اشائل کشتی ہی ہو جائے۔ جلد فیصلہ ہو جائے گا۔“

”تم بار بار نئی تجویزیں کیوں پیش کر رہے ہو۔ اُسے بید جلانے دو۔“ عمران بولا۔

”تم اچھل کو دکر بید کی زد سے فتح جاتے ہو۔ اسی طرح اسے دوڑاتے رہو گے۔ میں جلد فیصلہ پاہتا ہوں۔“

فری اشائل کشتی خطرناک ثابت ہوتی کیونکہ عمران کا مقابلہ اُس کے وزن کا دو گناہ ضربہ رہ ہو گا۔ اگر ایک بار بھی اُس کی گرفت میں آ جاتا تو شاید چھکارا مشکل ہو جاتا۔ ذرا دیر کو اُس کی آنکھوں میں ترد کے سامنے لہرائے تھے پھر وہ لاپرواہی سے بولا تھا۔ اچھی بات ہے لیکن ایک شرط کے ساتھ۔“

”کیا شرط ہے مسٹر عمران....؟“ ہولڈن نے طنزیہ لٹجھ میں پوچھا۔

”پھر میں بھی جس طرح چاہوں گا اسے مار ڈالوں گا۔“

”کیا مطلب...؟“

”تم دیکھیں رہے ہو کہ یہ پہاڑ ہے اور میں...!“

”اچھا... اچھا... ٹھیک ہے... مسٹر عمران تم جس طرح بھی چاہوں سے مار ڈالنا۔“ وہ نہ کر بولا۔ ”مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔“

”تمہاری مرضی....!“ ہولڈن نے لاپرواہی سے کہا۔

”لیکن ایک بات۔“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”اگر یہ میرے ہاتھوں مارا گیا تو کیا ہو گا....؟“ ”کچھ بھی نہیں....!“

”یعنی تمہارے قانون کے مطابق یہ کوئی جرم نہ ہو گا۔“

”ہر گز نہیں.... ڈول ہمارے یہاں قانونی حیثیت رکھتا ہے۔“

”تو پھر میرے لئے بھی ایک بید فرماہم کیا جائے۔“

”یہ ناممکن ہے.... تمہارے پاس جو حربہ ہو تم اس سے اپنا بچاؤ کر سکتے ہو۔“

”اور اگر کوئی حربہ نہ ہو تو پھر....؟“

”تو پھر تمہارا مقدار.... مسٹر عمران.... خالی ہاتھ لڑو.... ہم کوئی چیلنج کشتی تو کرانہ نہیں رہے کہ تمہارے لئے بھی بید مہیا کریں۔“

”خیر خالی ہاتھ ہی سہی... اپنی زندگی میں تو اس عورت کو پٹنے نہیں دوں گا۔ خواہ یہ دس بار اس کی بیوی ہو۔“

”پھر سوچ لو.... تم خواہ خواد مداخلت کر رہے ہو۔“ ہولڈن نے کہا۔

عمران اچھی طرح جانتا تھا کہ اُسے مار ڈالنے کے لئے یہ ذرا مدد اٹیج کیا گیا ہے۔ کیونکہ تھریسا کے بیان کے مطابق اُس کی سزاۓ موت کے نیچے پر اُس وقت تک عمل نہیں کیا جا سکتا تھا جب تک کہ تھریسا اس کی تو ٹیک نہ کر دیتی۔

”میں نے سوچ لیا ہے۔“ عمران نے کہا اور دیو زاد سے بولا۔ ”ہال کے وسط میں چلو۔“

وہ سر ہلا کر دوسرا طرف مڑ گیا اور عمران نے ہولڈن سے کہا۔ ”جب تک میں مارنہ لیا جاؤں اس عورت کو تمہاری پینا میں دیتا ہوں۔“

”مجھے منظور ہے۔“ ہولڈن بولا اور پھر تیج کر عورت سے کہا۔ ”تم اب یہاں کیوں کھڑی ہو؟ دفع ہو جاؤ۔“

وہ دوڑتی ہوئی ہال سے نکل گئی۔ دیو پیکر آدمی نے ہال کے وسط میں پہنچ کر عمران کو لکارا۔

”میں آرہا ہوں.... فکر مت کرو۔“ عمران نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ اس پہاڑ کے سامنے ”بونالگ رہا تھا۔“

”شائیں....!“ بید والا ہاتھ گھوما اور عمران اچھل کر پچھے ہٹ گیا۔ لیکن یہ فاصلہ ایک سینٹ

دیو پیکر حرف نے بید ایک طرف فرش پر ڈال دی اور عمران پر حملہ کے لئے گھات لگانے لگا۔ عمران اس چکر میں تھا کہ اُس کی بیجنگ سے دور ہی رہ کر اسے کسی طرح گرانے کی کوشش کرے کیونکہ پہلے ہی ایک لات رسید کر کے اُس کی قوت اور حاضر دماغی کا اندازہ لگا پکتا تھا... اور اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر ایک بار بھی اُس کی گرفت میں آگیا تو گلو خلاصی ناممکن ہو جائے گی۔

دفعہ حرف نے اُس پر چھلانگ لگائی اور عمران ترچھا ہو کر خود ہی فرش پر لوٹ گا۔ حرف منہ کے بل فرش پر چلا آیا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ ٹیک کر پھرتی سے اٹھ بیٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن اُس سے پہلے ہی عمران کے جوتے کی نوک اُس کی کپٹی پر پڑی۔

یہ ضرب ایسی تھی کہ ہاتھی کو بھی بے ہوش کر دیتی لیکن وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ البتہ اُس کے انداز سے ایسا لگتا تھا جیسے اُسے کچھ بھائی نہ دے رہا ہو۔ دونوں ہاتھ اس طرح پھیل گئے تھے جیسے کوئی اندازہ سوارے کے لئے اور اُنہر کوئی دیوار ٹھوٹ رہا۔

اسی عالم میں عمران نے اٹھ کر اس کے سینے پر ایک فلاںگ لگ رسید کی وہ دوسرا طرف الٹ گیا۔ اُس کا سر زور دار آواز کے ساتھ فرش سے ٹکرایا تھا۔ اس بار عمران نے اُس پر چھلانگ لگائی اور سینے پر سوار ہو کر گلا گھونٹنے لگا۔

”خبردار... ہست جاؤ... درنہ گولی مار دوں گا۔“ عقب سے ہولڈن کی آواز آئی۔ لجھے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اس نے پسول نکال لیا ہے۔ حرف کی گردن پر اُس کی گرفت ڈھیلی پر گئی اور اس پر سے اٹھتے اٹھتے عمران نے پتلوں کی جیب سے میڈیلینا کا دیا ہوا چاقو نکال لیا۔ مٹن دستے ہی اُس کا پھل دستے سے باہر آگیا اور پھر وہ چاقو درہ چوران کی گرفت سے نکل کر فضائیں تیرتا ہوا ہولڈن کی گردن میں پیوست ہو گیا۔ اسی وقت ہولڈن کے پسول سے بھی ایک گولی چلی لیکن نشانے پر نہ بیٹھ سکی کیونکہ فرش پر گرتے وقت اس کا ہاتھ چھت کی طرف اٹھ گیا تھا۔ پھر پسول کو چھوڑ کر اُس نے اپنی گردن سے چاقو بھیٹھ کالانا چاہا۔ لیکن اُس سے پہلے ہی عمران کی گرفت چاقو کے دستے پر مضبوط ہو چکی تھی۔ چاقو کا پھل دستے تک گردن میں اتر گیا... اور دوسرے جھیٹکے میں زخے کو کاشتا ہوا گردن سے باہر بھی آگیا۔ خرخراہست کے ساتھ خون کا فوارہ جھوٹنے لگا تھا۔

اوھر دیو پیکر حرف دھماڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا لیکن شاید ابھی تک اُس کی آنکھوں میں اندر ہرا چھا ہوا تھا۔ عمران نے ہولڈن کا پسول اٹھایا اور نہایت اطمینان سے اس کی پیشانی کا نشانہ لے کر فائز کر دیا۔

میں اسی وقت ہال میں اندر ہرا چھا گیا۔ کچھ دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں بھی سنائی دیں اور عمران بڑی پھرتی سے قریبی دیوار سے جا لگا۔ وہ کچھ نہیں جانتا تھا کہ اب کیا ہو گا؟ میڈیلینا کا دور دور پتہ نہیں تھا۔

”یہاں کیا ہو رہا ہے؟“ کسی نے اوپری آواز میں پوچھا۔ پھر دوسرا آواز آئی۔ ”فیوز بکس دیکھو۔“ عمران کے ایک ہاتھ میں چاقو تھا اور دوسرا میں پسول لیکن لا حاصل۔ وہ تو اس اندر ہرے سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔ کدھر جاتا۔ برتنی نظام کے تحت ٹھکلنے اور بند ہونے والے دروازوں کے آپریشن سوچ کیہاں تلاش کرتا۔ تو گویا بہ وہ اتنی ہی دیر کے لئے محفوظ تھا جب تک کہ ہال میں دوبارہ روشنی نہ ہو جاتی۔

اچاک کسی نے اُس کا بازو پکڑ کر سر گوشی کی۔ ”چپ چاپ چلے آؤ میرے ساتھ۔“ وہ تو اس سے پہلے ہی میڈیلینا کے لباس کی مخصوص خوبصورتی کا چکا تھا۔ درنہ چاقو والا ہاتھ کچھ کا گھوم گیا ہوا۔

وہ اُس کا بازو تھا میں دیوار ہی سے گلی ہوئی چلنے لگی۔ عمران بڑی احتیاط سے چل رہا تھا۔ ایسے حالات میں بھی اُس کا ذہن اس مسئلے سے الجھا ہوا تھا کہ آخر یہ عورت کیا کر رہی ہے؟ اور حقیقتاً اُس کا مقصد کیا ہے....؟“

”وراً سنجل کر!“ کچھ دور چلنے کے بعد میڈیلینا نے سر گوشی کی۔ ”یہاں سے زینے شروع ہوتے ہیں... رک جاؤ... بس دیاں پیر احتیاط سے آگے بڑھاؤ۔ میں دوزینے اُتر گئی ہوں... بب بس... ٹھیک...!“

تین زینے اُترنے کے بعد عمران نے دروازے کے سر کنے کی آواز سنی تھی۔ شاید زینوں والا راستہ مسدود کر دیا تھا۔ وہ خاموشی سے زینے اُترتا رہا۔ مسطح زمین پر پیچنے کے بعد پھر کسی دروازے کے بند ہونے کی آواز سنائی دی تھی۔

عمران نے اس دروازا میں پسول اور چاقو کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا تھا۔ زینے طے کرتے وقت پسول تو جیب میں ڈال لیا۔ لیکن چاقو کو بد ستور ہاتھ ہی میں رکھا۔

”اگر تم تھکن حسوس کر رہے ہو تو زرادی کو پیٹھ جاؤ۔“ میڈیلینا نے کہا۔ اس بار وہ اوپری آواز میں بولی تھی۔

”شکریہ او یے یہ ایک خطرناک کھیل تھا۔“ عمران نے کہا اور وہیں بیٹھ گیا۔

”لیکن مجھے تمہاری صلاحیتوں پر اعتقاد تھا۔“

”وہ دیوار مفت میں مارا گیا۔“

”آسے یہاں کوئی بھی پند نہیں کرتا تھا۔ وہ ہولڈن کا دست راست تھا۔“

”بابر تم مجھے چھوڑ کیوں بھاگتی تھیں؟“

”تم سے الگ رہ کر تمہاری حفاظت کرتا چاہتی تھی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ٹھیک اُس وقت تمہارے

پاس کیے پہنچ سکتی تھی جب تمہیں میری ضرورت تھی؟“

”جو زف کہاں ہے؟“ عمران نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

”محفوظ ہے.... اُسے بھی عمارت سے نکال دیا گیا ہے.... اور اب تمہوں جھینگے کو بھی لے جاؤ۔ تب یہاں کا انچارج کچھ اس طرح اپنی رپورٹ مرتب کرے گا کہ یہاں ہنگامہ برپا کرنے کے بعد جیسکی مدد سے فرار ہو گئے۔“

”مرخ سے؟“ عمران نے چھتے ہوئے لبھ میں سوال کیا۔

”خدا کی پناہ! ہر وقت تمہارا ذمہ جاتا رہتا ہے۔“

”آخر تم اتنی بد حواس کیوں ہو رہی ہو؟“

”تم یہیں ٹھہروا میں ابھی آئی۔ یہاں سے ہنا بھی نہیں۔“

وہ اُسے اندر ہیرے میں چھوڑ کر چلی گئی لیکن دوبارہ واپسی میں دیر نہیں لگائی تھی.... اور اس اباد عمران نے کئی قدموں کی چاپیں سنیں۔

”یہ دونوں بھی آگئے۔ اب انھوں۔“ وہ اُس کے قریب پہنچ کر بولی۔ ”فی الحال ایک غار میں تمہیں قیام کرنا پڑے گا اور پھر کل ٹرانسٹ کردیے جاؤ گے۔“ عمران کچھ نہ بولا۔

محمد و روشنی والی نارچ کے سہارے وہ راستہ طے کرتے رہے۔ یہ ایک علگ سا پہاڑی درہ معلوم ہوتا تھا۔ وہ چلتے رہے.... درے سے گزر کر انہیں پھر چڑھائی پر چلانا پڑا.... یہ سفر خاموشی سے طے ہو رہا تھا۔ میڈیلینا نارچ لئے آگے آگے چل رہی تھی۔ عمران اُس کے پہنچے چل رہا تھا پھر جیسون اور جوزف تھے۔

بالآخر وہ ایک غار تک جا پہنچے اور عمران نے میڈیلینا سے پوچھا۔ ”میا اندر ہیرے ہی میں پڑے رہیں گے۔“

”نہیں.... یہاں روشنی کا انتظام ہو سکے گا کیونکہ یہ روشنی باہر سے نہ دیکھی جاسکے گی اور تم

”اویں میری عدم موجودگی میں باہر نکلنے کی کوشش مت کرتا۔“

پھر ان نے ایک بڑا سا کار باعیہ لیپ روشن کر دیا تھا جو وہاں پہلے ہی سے موجود تھا۔ میڈیلینا پلٹنے

گئی تو عمران بھی اُسکے ساتھ ہی غار کے دہانے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ ”تم سے کچھ بتیں کرنی ہیں۔“

”ضرور کرو۔“ وہ غار کے دہانے کے قریب رکتی ہوئی بولی۔

”عمران نے نہ سکھا۔“ ”دو طرف مار کرنے کی ماہر ہو۔“

”کیا مطلب؟“

”ہولڈن نے تمہارے متعلق مجھ سے جو سوالات کئے تھے وہ رٹے رٹائے مکالموں سے زیادہ“

”ایہت نہیں رکھتے تھے۔“

”تم کہنا کیا چاہتے ہو؟“

”اُسے شبہ تک نہیں تھا کہ تم تھریسا ہو۔ لیکن تم اُس کی موت چاہتی تھیں اور وہ مجھے مار ڈالنا“

”چاہتا تھا اور اس کی تدبیر تم ہی نے سمجھائی تھی۔ حفاظت خود اختیاری کے تحت یا اپنے کسی اور آدمی کی“

”جان بچانے کے لئے وہ مجھے مار سکتا تھا۔ تمہاری تنظیم کا قانون ایسی صورت میں اُس سے باز پر س نہ“

”ہو تاگر یہ بات نہ ہوتی تو اتنے پہنچے تسلیم میں وہ میرے ہاتھوں نہ مارا جاتا۔ چونکہ اسکیم خود تمہاری“

”مرتب کردہ تھی اس لئے تم مجھے نکال لے جانے کے لئے ٹھیک وقت پر صحیح جگہ پہنچ سکتیں۔“

”کیا مجھ سے ایسی بکواس کرتے وقت تمہیں خوف نہیں محسوس ہوتا؟“ میڈیلینا تیر لجھ میں بولی۔

”بُس یہ جتنا تھا کہ تم اس معاملے میں بھی مجھے بے وقوف نہیں بنا سکتیں اور دوسری بات یہ کہ“

”میں نے مرخ ہی پر رہنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔“

”زیادہ ہاتھ بھیرنا پھیلاو ورنہ مارے جاؤ گے اور ہاں وہ چاٹواب مجھے واپس کر دو۔“

”یہ کیا بات ہوئی، کچھ تو رہنے دو میرے پاس۔ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ میں تم پر حملہ کر بیٹھوں گا۔“

”جہنم میں جاؤ...!“ کہتی ہوئی وہ غار کے دہانے سے نکل گئی۔ عمران اُن دونوں کے پاس واپس آگیا۔

”یہ سب کیا ہو رہا ہے یور مجھی؟“ جیسون نے پوچھا۔

”گورنری سے بر طرف کر دیئے گئے ہو۔ اب پھر وہی جمن کے جمن۔“

”میں نہیں سمجھا؟“

”اگر ممکن ہو تو میرے ساتھ جاؤ گے۔“

”یعنی ہم سب ساتھ ہی ٹرانسٹ ہوں گے۔“

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ سورج رہا تھا کہ اب تحریر سیاپر اعتماد کرے یانے کرے۔ جس طرح دمکڑ سازش کر کے اُس سے ہولڈن کو ختم کریا تھا اُسی طرح معلوم نہیں اب اُن کے لئے کس قسم کا جال تیار کر رہی ہو.... نہیں وہ اپنے مرخ والے اسکینڈل کار از فاش نہیں ہونے دے گی۔ اس حد تک اُس پر اعتقاد نہیں کر سکے گی.... اور خود اُس کا کیا فرض ہو گا؟ کیا وہ ساری دنیا کو اس تنظیم کے ہاتھوں بلیک میل ہونے دے گا؟ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اُس کے ذہن نے جواب دیا۔

اُس نے دونوں کو غار سے نکل چلتے کا اشارہ کر کے ہونتوں پر انگلی رکھ لی۔ یعنی وہ چپ چاپ نکل چلیں۔ دونوں نے تعییل کی تھی۔ غار سے نکل کر عمران نے یونچ جانے کی بجائے چڑھائی ہی پر چڑھتے چلے جانے کا فصلہ کیا۔ دونوں خاموشی سے اُس کی تقلید کرتے رہے تھے۔ آخر نیمسن کا دم گھٹنے لگا اور اُس نے آہستہ سے کہا۔ ”یہاں قام عورت اُتی ہمدرد کیوں ہو گئی ہے؟“

عمران چلتے چلتے رک گیا اور اُس کی طرف بڑے بغیر سوال کیا۔ ”اُس نے تم سے کیا کہا تھا؟“ ”ہمیں کہ مجھے بھی آپ دونوں کے ساتھ ٹرانسٹ کیا جائے گا اور وہ مجھے عمارت کے ایک تہ خانے میں لے گئی تھی۔“

”تم اور جوزف کس طرح یک جا ہوئے تھے؟“

”یہ اُس تہ خانے میں پہلے سے موجود تھا۔“

”تم اُس تہ خانے میں کیسے پہنچتے جوزف؟“ عمران نے سوال کیا۔

”مجھے تو وہ سفید بندریا سید ہی وہیں لے گئی تھی اور بند کر دیا تھا۔ کہنے لگی کہ یہاں شراب کی طرح بھی نہیں پہنچ سکے گی۔ پھر میں وہاں تھا رہ گیا۔“

”پھر ہم دونوں کو آپ تک پہنچا دیا۔“ جیمسن نے کہا۔

”یہی سب سے بڑی غلطی کی تھی۔“ عمران غصیلے لہجے میں بولا اور پھر چل پڑا۔

”لیکن شاید ہمیں اسی غار سے ٹرانسٹ کیا جاتا؟“ جیمسن نے کہا۔

”میں مرخ ہی پر رہنا پاہتا ہوں۔“ عمران بولا۔ ”اسی لئے غار سے نکل بھاگا۔“

”تو بھاگ کر اوپر کیوں چڑھے جا رہے ہیں؟“

”اُسے دھوکے میں رکھنے کے لئے۔“ عمران نے جواب دیا۔ ”بھاگنے والے عموماً ایسا راست اختیار کرتے ہیں کہ بھاگتے ہی چلے جائیں۔“

”میں نہیں سمجھا؟“

”پہاڑ کی چوٹی سے ہم آسمان پر چھلانگ نہیں لگا سکیں گے۔ اتنی عقل وہ بھی رکھتی ہے۔ لہذا ہم نیچے ہی تلاش کیا جائے گا۔“

”بات تو ٹھیک ہے باس! لیکن اگر ہم بھوکوں مر گئے تو....؟“

”خاموشی سے چلتے رہو۔“

سردی شدید تھی لیکن جس مخت شاقہ سے وہ دوچار تھے اُس نے سردی کے احساس کو بڑی حد تک کم کر دیا تھا۔

آخر کار وہ ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے آسمان ہی کی طرف چھلانگ لگائی جا سکتی تھی۔ یعنی یہ اس جگہ کی انتہائی بلندی تھی۔ تھوڑی سی جدوجہد کے بعد انہیں یہیں سرچھپا نے کو ایک ایسی جگہ مل گئی جہاں بارش سے بھی محفوظ رہ سکتے تھے۔ یہ ایک چھوٹا سا قدر تی سائبان تھا۔ عمران نے ان دونوں سے کہا کہ اگر وہ سونا چاہیں تو سو سکتے ہیں۔ وہ خود جا گتار ہے گا۔

اور پھر وہ دونوں ”نہیں نہیں“ کرتے رہنے کے باوجود بھی سو گئے تھے۔ سکر ان جا گتا اور سورج رہا لیکن کچھ دیر بعد اُس کے ذہن پر بھی نیند کی یورش ہو گئی اور وہ بھی بے خبر ہو گیا۔ پھر شاید بوزف کی آنکھ پہلے کھلی تھی اور اُس نے ان دونوں کو جگایا تھا۔ شاید سورج طلوع ہو گیا تھا لیکن اپر چھائی ہوئی سبز دھنڈ کی وجہ سے اب بھی کھل کر اجala نہیں پھیلا تھا۔ عمران نیچے وادی میں دیکھنے لگا۔ پوری وادی صاف نظر آ رہی تھی۔ وہ عمارت بھی دکھائی دے رہی تھی جس سے وہ فرار ہوئے تھے۔

دفعتا وہ چوک پڑا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے آنکھیں ملیں اور دوبارہ وادی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ”جیمسن ذرا میرے قریب آؤ۔“ وہ مز کر بولا اور جیمسن اٹھ کر اُس کے پاس پہنچ گیا۔ ”ذرا یہاں سے اس وادی کو دیکھو.... کیا معلوم ہوتا ہے؟“

”مجھے تو کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا جناب!.... اس کے علاوہ کہ یہ پہاڑوں سے گھری ہوئی ایک وادی ہے۔“

”پہاڑوں کے اس گھراؤ نے مٹھ زمین کی کیا شکل بنا دی ہے؟“

”اوہ ٹھہر یے اہاں کوئی پیرین بن تو رہا ہے۔ اوہ.... ٹھیک مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی جانور کی ماڈہ اپنے بچے کو دو دھپل پلا رہی ہو۔“

طیارے کی آواز دور ہوتی چلی گئی۔ شاید پہنچی پرواز کے ذریعے ان کی تلاش جاری تھی۔۔۔ وہ پھر دراز سے نکلا۔ جوزف اور جیسن کی فکر سر پر سوار ہو گئی تھی۔ کہیں وہ دیکھنے لئے جائیں۔ ان کی پناہ گاہ انہیں چھپانے کے لئے ناکافی ہو گئی۔ اُس رخ سے دیکھ لئے جانے کا خداش تھا جدھر سے وہ تدریتی سائبین میں داخل ہوئے تھے۔

وہ تیزی سے اُس طرف بڑھتا رہا۔ طیارے کی آواز بہت دور سنائی دے رہی تھی۔ شاید وہ پوری دری کا پچر لے رہا تھا۔ زیادہ تیز رفتار بھی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ ہو سکتا تھا وہی طیارہ ہو جس کے پر ہبھوں کی طرح بلتھ تھے۔۔۔ بلا خر عمران اپنی پناہ گاہ تک پہنچ گیا جہاں وہ دونوں اُس کے منتظر تھے۔

”ہماری تلاش شروع ہو گئی ہے۔“ عمران نے کہا۔ ”جلدی سے نکل چلو۔ میں نے چھپنے کے لئے ایک اچھی سی جگہ تلاش کر لی ہے۔“ جوزف نے اس طرح پلکیں جھپکائیں جیسے کچھ سمجھ میں نہیں آیا ہو۔ پھر جہاں کے لئے بھاڑ سامنہ پھیلا دیا۔ شراب کی طلب نے اُس کے پھرے پر بیاری بھیر دی تھی۔ دوسرا بھی پناہ گاہ کی طرف بڑھتے وقت وہ خاصاً ست نظر آ رہا تھا۔

”ارے، کیا دم نہیں ہے پیروں میں؟“ عمران بھجن چلا کر بولا۔

”پتھر نہیں کیا ہو گیا ہے باس؟“ جوزف بڑھا کر رہ گیا۔

طیارہ شاید پھر پلٹ پڑا تھا لیکن جہاں بھی تھا وہاں سے انہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ جوزف کی رفتار میں بھی کسی قدر تیزی آگئی اور وہ کسی نہ کسی طرح اُس آڑی دراز تک پہنچ ہی گئے جس میں چھپ جانے کے بعد وہ کسی زاویے سے بھی نہیں دیکھے جاسکتے تھے۔ اس بار طیارہ ان کے اوپر سے لُر گیا۔ لیکن وہ بہت پہلے اُس دراز میں پناہ لے چکے تھے۔

”خوبی دیر تک کوئی کچھ نہ بولا۔ پھر عمران نے کہا۔“ فی الحال شاید ایک ہی طیارہ استعمال کیا جا رہا ہے۔“ دوسرا میں نے ابھی تک دیکھا ہی نہیں۔“ جیسن نے کہا۔

”دوسرے سے کیا مراد ہے؟“

”مطلوب یہ کہ میں نے یہاں صرف وہی ایک طیارہ دیکھا ہے جو آپ لوگوں کو اُس عمارت نکل لایا تھا۔“

”دوسری طرف کیا ہے باس؟“ جوزف نے بھرائی آواز میں کہا۔

”ابھی تک دیکھ ہی نہیں سکا۔“

”دوسری طرف بھی اُن ہی لوگوں کا راج ہو گا۔“ جیسن نے ماہوی سے کہا۔

طیارے کی آواز دور ہوتی جا رہی تھی۔ عمران نے کسی تدریج اُبھر کر دراز سے جھانکا۔ طیارہ

”گلڈ!“ عمران اُس کی پشت پر ہاتھ مار کر بولا۔ ”غور کرو کیا وہ گدھی نہیں معلوم ہوتی۔“

”کمال ہے، واقعی ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی گدھی اپنے پیچے کو دو دھپلارہ ہی ہو۔“

”بب۔۔۔ باؤل دے سو۔“ عقب سے جوزف کی آواز آئی۔

”ہائیں تم فرانسیسی بھی جانتے ہو؟“ جیسن پلٹ کر بولا۔

”تم جیت گئے باس! تم نے معہ عمل کر لیا۔ باس اب میں مرنے کو بھی تیار ہوں۔ یہ مریخ ہرگز نہیں ہے۔ نازی مریخ پر کب پہنچے تھے؟ سب بکواس ہے۔“

جیسن حیرت سے آنکھیں پھاڑے جوزف کو دیکھے جا رہا تھا۔

”کوئی بات نہیں۔“ عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ ”اب میں نے فرار ہونے کا راہ ترک کر دیا ہے۔“

”میں کچھ نہیں سمجھا یورپیجھی۔“

”ہمیں اس عمارت کو تباہ کرنا ہے۔“

”میا تھپر مار مار کر گرائیں گے، اے؟“

اس سے پہلے بھی خالی ہاتھ بہت کچھ کر چکا ہوں۔ تم اُس کی فکر مت کرو۔“

”میرا خیال ہے کہ اس عمارت میں ڈھائی تین سو افراد موجود ہیں اور ہم صرف تین ہیں؟“

”جہاں تین میں باس بھی شامل ہوں اُسے کم از کم ایک ہزار سے ضرب دے دیا کرو۔“

جوزف نے کہا۔ ”اس عمارت پر حملہ کے بغیر تو میں بے موت مار جاؤں گا۔“

”یہ کیا بات ہوئی؟“ جیسن نے آنکھیں نکالیں۔

”اس لئے کہ اس عمارت کے علاوہ یہاں اور کہیں شراب نہیں مل سکتی۔“

”دوسری طرف بھی تو دیکھیں کہ اُدھر کیا ہے؟“ عمران بولا۔ ”تم دونوں ادھر ہی تھہر دے۔۔۔“

نگاہ رکھنا کہ اُن میں سے کوئی ادھر تو نہیں آتا۔“

دوسری طرف پہنچنے میں قریب اُس منٹ صرف ہوئے تھے لیکن دوسرا جانب پہنچ دیکھ بھی

نہیں پایا تھا کہ کسی طیارے کا شور سنائی دیا۔ اس طرف چھپنے کے لئے بہتری جگہیں نظر آئیں

تھیں۔ وہ بڑی بھرتی سے ایک دراز میں ریگ گیا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ جوزف نے بھی اُن پناہ گاہ

کو استعمال کیا ہوا گا جس میں رات برس کی تھی۔ طیارے کی آواز کی سمت کا تعین نہیں کر سکا تھا۔

ویسے اُسے یقین تھا کہ اُس کی اڑان فی الحال پہنچ ہی ہو گی لیکن اگر ویسا ہی طیارہ ہوا جیسا اُن کے

یہاں پہنچنے پر عمارت تک لائے جانے کے لئے استعمال ہوا تھا تو وہ کسی جگہ بھی لینڈ کر سکے گا۔

بلاشہ پہاڑ کے اوپر کی فضائیں پرواز کر رہا تھا۔ کچھ دور جا کر اُس نے اُسے پھر اپنی ہی جانب مڑے دیکھا اور پھر سر نیچے کر لیا۔
”پیچا ہی نہیں چھوڑتا مردود۔“ وہ آہتہ سے بڑی بڑی تھا۔

”خالی پیٹ کوہ پیائی کرنی پڑی تو مڑہ آجائے گا۔“ جیسون بولا۔
”آپ چاہیں تو واپس جاسکتے ہیں۔“ گورنر صاحب۔ ” عمران نے کہا۔
”ارے اب گورنر کہاں رہا۔ معزول کر دیا گیا ہوں آپ کی محبت میں۔“
”ابھی تک تو اُس کی یہ حرکت میری سمجھ میں نہیں آئی۔“

”آخر آپ کو کیا واقعہ پیش آیا تھا؟“
”وہی جو آپ کو پیش آیا تھا۔ وہ ہم تیتوں کو ٹرانسٹ ہی کرنے کیلئے تو اُس غد میں لے گئی تھی۔“
”جی ہاں، مجھ سے تو یہی کہا تھا۔“

عمران کچھ نہ بولا۔ طیارہ پھر ان کے سروں پر سے گزر گیا۔
”میرا خیال ہے کہ یہاں ہماری موجودگی محسوس کر لی گئی ہے۔“ عمران آہتہ سے بولا۔
”محض غلط فہمی کی بنابر ایسا ہوں۔“ جیسون بڑی بڑی لامبا۔
”کیا مطلب....؟“

”اگر وہ ہمیں مارڈا ناچاہتے تو وہیں مارڈا لائے۔“ غار میں پہچانے کی کیا ضرورت تھی۔“
”اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ میں نے کیا کیا تھا تو تم اچھل پڑو گے۔“ عمران نے کہا۔
”تو بتائیے نا....؟“
”گھر پہنچ کر، اگر پہنچ سکے۔“

”شاید بھوکوں مرتا بھی مقدر ہو چکا ہے۔“ جیسون ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔
”بب.... باس.... میری بات سنو۔“ جوزف کی آواز آئی۔ ساتھ ہی وہ ناک سے شوں بھی کے جا رہا تھا۔

”تو بھی سنادے جو کچھ سنانا چاہتا ہو۔“
”کہیں گوشت بھونا جا رہا ہے باس!“
”اب بھی سورہا ہے شاید۔“
”یقین کرو باس! میرے قریب پلے آؤ۔“

عمران یعنے کے بل رینگتا ہوا اُس کی طرف بڑھنے لگا اور قریب پہنچنے پر اُس کے بیان کی نہدین ہو گئی۔ بلاشبہ کہیں قریب ہی گوشت بھونا جا رہا تھا۔ کچھ اور آگے بڑھا تو ہوا کا جھونکا بھی محسوس ہوا۔ اُس نے پلٹ کر انہیں بھی اُسی جانب بڑھنے کا اشارہ کیا۔ اُدھر جہاز نے میں ان کے اوپر پکڑ لگانا شروع کر دیا تھا۔

پھر عمران اُس جگہ پہنچ گیا جہاں سے ہوا کے جھونکے اپنے ساتھ بھنے ہوئے گوشت کی مہک لارہے تھے۔ یہاں دراز کے انتحام نے کسی غار کے دہانے کی شکل اختیار کر لی تھی اور اس پہاڑی ملنے کے دوسری طرف کے مناظر یہاں سے صاف دکھائی دے رہے تھے۔ جہاز پھر دور چلا گیا تھا۔ ”وہ دیکھو بس! اُدھر کوئی بڑا جانور بھونا جا رہا ہے۔“ جوزف نے آہتہ سے کہا۔

”میں دیکھ رہا ہوں.... اور یہ فوہی معلوم ہوتے ہیں کہیں کیسے بھی یہیں کسی ملک کی سرحدی پر کیسے ہے۔“

”کس ملک کی؟“ جیسون نے یوں نہیں روایتی میں سوال کیا۔

”بڑی مشکل سے تو تم مردخت سے زمین پر آئے ہو اب کچھ دن جغرافیہ پڑھو۔ خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ کس ملک کی سرحد ہے۔“

”وہ دیکھو بس! اُدھر وہ بزرگ کی دھنڈ بھی نہیں ہے۔“ جوزف نے کہا۔

”بزرگ کی دھنڈ تو اس وادی کو فضائی جائزے سے بچائے رکھنے کے لئے قائم کی جاتی ہے۔“ کتنے ہی جہاز اس کے اوپر سے گزر جاتے ہوں گے اور بلندی سے یہ انہیں اس خطے کی ہریاتی معلوم ہوتی ہو گی۔

”غالباً یہی پکڑ ہے۔“ جیسون سر ہلا کر بولا۔ ”لیکن سوال تو یہ ہے کہ ہم اس بھونے جانے والے جانور سے اپنا حصہ کس طرح حاصل کریں؟“

”یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ تم اسے کھا بھی سکو گے یا نہیں۔“ عمران نے کہا۔ ”ذیجہ تو نہیں ہو سکتا۔“

جیسون اس طرح منہ بنا کر رہا گیا جیسے یہ ریمارک گراں گزرا ہو۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔ اچانک اسجاہاز جو کچھ دیر پہلے ان کے سروں پر منڈلا تارہا تھا سامنے سے آتا دکھائی دیا۔ پھر خیموں کے اوپر پہنچ کر معلق ہو گیا اور چند لمحے اسی پوزیشن میں رہ کر نیچے اترنے لگا۔ خیموں کے قریب ہی اُس سے لینڈ کیا تھا۔

وہی ہے تو اتنی بر فباری ہو گئی کہ ہم جہاں بھی ہوں برف میں دب کر فنا ہو جائیں۔“

”بیت.... تو یہ دہانہ بھی برف سے بند ہو سکتا ہے۔“ جیسن سردی سے کامپتا ہوا بولا۔

”ایسا ہی نظر آ رہا ہے۔“ عمران نے کہا۔ ”اگر مرنا ہی ہے تو جو جدید کرتے ہوئے کیوں نہ میریں۔ پوچھوں کی طرح کیوں میریں؟“

”تم بے فکر ہو باس ایں بالکل خائف نہیں ہوں۔“ جوزف پر عزم لجھے میں بولا اور انہوں نے باہر نکل کر نیچے اترتاشروع کر دیا۔

خیموں تک پہنچنے میں دیر نہیں لگی تھی۔ ایک ایک خیے میں گھستے پھرے۔ کئی خیموں میں خاصاً

اسلحہ نظر آیا۔ ایک جگہ ایک ہلکی توپ بھی دکھائی دی اور عمران اچھل پڑا۔

”ضرور فائز کروں گا۔“ اس نے جیسن کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

”میں نہیں سمجھا جتاب! کس پر فائز کریں گے؟“

”اس توپ کو خیے سے باہر نکال لے چلو۔“

”میں کچھ نہیں سمجھ رہا۔“ جیسن اپنے بال نوچتا ہوا بولا۔

”میں کہتا ہوں کہ واس مت کرو، جلدی کرو۔“

جوزف توپ میں ہاتھ لگا چکا تھا۔ لیکن پھر عمران اسے روکتا ہوا بولا۔ ”نہیں احتمانہ خیال

ہے۔ اس سے صحیح نشانہ نہیں لیا جا سکتا۔ وہ بادلوں میں تیزی سے چکراتا پھر رہا ہے۔ میں رائفل ہی استعمال کروں گا۔“

”میں پھر کہتا ہوں سوچ سمجھ لجھے جتاب۔“ جیسن نے کہا۔

”ش اپ۔“ عمران نے کہا اور ایک رائفل اٹھا کر اس کا میگزین چیک کرتا ہوا خیے سے نکل آیا۔

چکدار گولا بادلوں میں بدستور چکراتا پھر رہا تھا۔ وہ اتنا ہی روشن تھا کہ برف کی چادر سے بھی

صاف نظر آ رہا تھا۔

اس نے رائفل اٹھا لی۔ گولے کے ساتھ ہی ساتھ رائفل کی نال بھی حرکت کر رہی تھی۔

دفعتہ عمران نے فائز کر دیا اور پھر قیامت ثوٹ پڑی۔ اتنا زبردست دھماکہ تو اتحاکہ وہ منہ کے بل گر

گئے اور پھر ایسا لگا جیسے ان پر جنم کا دہانہ کھول دیا گیا ہو۔ پھر گرم ہوا کا اتنا زبردست جھکڑ چلا کر

خیموں کی طنایں اکھڑ گئیں اور وہ دور تک گھستنے چلے گئے۔

اگر یہ لوگ پہلے سے نہ گر گئے ہوتے تو ہوا کا جھکڑا نہیں بھی اڑا لے جاتا۔ عمران کے ہوش

”اوہ تو یہ فوجی بھی انہی کے ساتھی ہیں۔“ جیسن بولا۔

طیارے سے دو آدمی اتر کر ایک خیے میں گھس گئے۔ عمران خاموشی سے دیکھتا رہا۔ پھر وہ کسی قدر تر چھا ہو کر با میں جانب دیکھنے لگا پھر آہستہ سے بولا۔ ”اگر ہم تھوڑی سی محنت کر سکیں تو ان خیموں کے عقب میں پہنچ جائیں گے۔“

”ہاں اور ہر ایسی چٹانیں موجود ہیں لیکن یہنچیں گے کس طرح؟ ہر حال میں دیکھ لئے جانے کا خطرہ ہے۔“

”اس کے لئے ہمیں اور ہر ہی جانا پڑے گا جہاں سے چلتے تھے۔“

”اب تو بھوک کے مارے دم نکل رہا ہے میرا۔“ جیسن بڑا لیا۔

”نی ٹی گور نری چھنپی ہے آہستہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔“ عمران ہنس کر بولا۔

”آخر آپ کرنا کیا چاہتے ہیں؟“

”میں یہ چاہتا ہوں کہ مرنے سے پہلے اس عمارت کو تباہ کر دوں۔ جس سے ساری دنیا کو خطرہ لا جو ہو سکتا ہے۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”پھر سمجھا دوں گا۔ یہ وقت با توں میں ضائع کرنا نہیں چاہتا۔۔۔ آؤ!“

وہ پھر ریگنگے ہوئے اُسی مقام پر پہنچے تھے جہاں سے دراڑ میں داخل ہوئے تھے۔ لیکن دراڑ سے نکلتے ہی منظر بدلا ہوا نظر آیا۔ سبز رنگ کی دھند غائب ہو چکی تھی اور اُس کی جگہ سفید بادلوں نے لے لی تھی اور پھر ایک بے حد چکدار گولا بادلوں کے درمیان چکراتا نظر آیا اور برف باری شروع ہو گئی۔

”چلو جلدی کرو۔“ عمران مضطرباتہ انداز میں بولا۔ ”پھر دراڑ میں اتر چلو۔“

”اب آئی شامت۔“ جیسن کرہا۔

”حوالہ بجا رکھو۔“ عمران نے سخت لجھے میں کہا۔ پھر وہ دراڑ میں اتر گئے اور دوسرا جانب والے دہانے کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ اور ہر طیارے کا جن جاگ پڑا تھا۔ دہانے کے

قریب پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ فوجی وردیوں میں لمبوس لوگ خیموں سے نکل کر طیارے کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ اُس پر سوار ہوئے اور طیارہ اور اٹھتا جلا گیا۔ پھر غالباً

سمت میں افقی پرواز کرنے لگا۔ اس جانب بھی برف باری شروع ہو گئی تھی۔

”سنو“ عمران اُن کی طرف مڑ کر بولا۔ ”قمریہ ایسے کسی ٹھنڈے سورج کا ذکر کیا تھا۔ اگر ب

ہے کہ قصور تمہارا نہیں تھا۔ تمہیں تشدید پر آمادہ کرنے کے لئے بے ایمان ہولدن نے ایک زرامہ اٹپنگ کیا تھا۔ زیرولینڈ میں انصاف ہوتا ہے۔ تمہیں جب بھی سزا دی گئی تو زمین پر ڈی جائے گی۔ مردغ پر تم ہمارے مہمان تھے۔ تم یہاں اس لئے نہیں لائے گئے تھے کہ تمہیں سزا دی جائے۔ بلکہ اپنی روایت کے مطابق ہم اب بھی یہی چاہتے ہیں کہ تم ہماری دشمنی سے ہاتھ اٹھا لو۔ اس لئے ہم تمہیں دکھانا چاہتے تھے کہ ہم زمین کی بڑی طاقتوں سے بہت زیادہ طاقتور ہیں۔ یہو! عمران.... یہلو جہاں بھی ہو سامنے آ جاؤ۔... ورنہ ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ تم بلبلاتے ہوئے اپنی پناہ گاہ سے نکل پڑو۔ لیکن اس صورت تمہارے جسم پر بڑے بڑے آبلے ہوں گے۔ تمہیں صرف تین منٹ دیئے جاتے ہیں۔ غیر مسلح ہو کر سامنے آ جاؤ۔

”مکاری کر رہی ہے باس! راکفل پر چڑھاؤ گر نیڈ اور طیارے پر فائر کر دو۔ سب ختم ہو جائیں۔“

”جو زف نے آہستہ سے کہا۔

”نہیں جو کچھ کہہ رہی ہے وہی کرو۔ ہم نہیں جانتے کہ حقیقتاً گہاں ہیں؟ یہاں سے نکلناد شوار ہو جائے گا۔ مجھے دراصل غلط فہمی ہوئی تھی۔ وہ جو کچھ بھی مجھ سے کراچی تھی اُس کے جواز کے لئے اس عمارت سے ہمارا فرار ضروری تھا۔ اپنے لوگوں کو مطمئن کرنے کے بعد وہ پہلے بھی یہی کرتی جواب کر رہی ہے۔ بہر حال ایک بات اچھی طرح یاد رکھنا کہ اُس پر بھی ظاہر کرنا ہے کہ ہم خود کو مردغ بھر ہے ہیں، زمین پر نہیں.... اور اس کا ذکر قطعی نہ آنے پائے کہ ہم پہاڑ پر سے دادی کا جائزہ لے کر کسی نتیجے پر پہنچ چکے ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ گدھی اور اس کے بچے کا ذکر ہرگز نہ آنے پائے، ورنہ ہم بھی مجھ مار دیئے جائیں گے۔“

”آخر قصہ کیا تھا؟“ جیمسن نے پوچھا۔

”قصہ دہرانے کا وقت نہیں ہے۔ لیکن اب میں اس نتیجے کو اللتا ہوں۔ سارا اسلخ زمین پر ڈال دو اور ہاتھ اٹھائے ہوئے کھڑے ہو جانا۔ مکاری کے مقابلے میں مکاری ہی کار آمد ثابت ہوتی ہے۔ پھر تینوں اپنے اپنے ہاتھ اٹھائے نیچے سے برآمد ہوئے تھے۔“

”انہیں طیارے میں بٹھایا گیا۔ میڈیلینا اس میں موجود تھی۔ طیارہ انہیں عمارت تک لا لیا۔ جوزف اور جیمسن کو اُسی کمرے میں پہنچا دیا گیا جہاں ان کا قیام تھا اور عمران کو تہہ خانے کے اُسی بال میں لے جایا گیا جس میں اُس کے ہاتھوں دو افراد کا خون ہوا تھا۔“

”لاشیں اب وہاں نہیں تھیں۔ البتہ وہ عورت دکھائی دی جس نے ہولدن والے ڈرائے میں

وہ وہاں برقرار رہتے۔ اُس نے اٹھ کر راکفل اٹھائی اور اُس نتیجے کی طرف دوڑا جو ایک چڑھان سے الجھ کر رک گیا تھا۔ جوزف اور جیمسن اس کے پیچے آئے تھے اور ان کے ہاتھوں میں بھی راکفلیں تھیں۔ عمران نے گرے ہوئے نتیجے کا ایک گوشہ اٹھایا اور اُس کے پیچے گھس گیا۔ جوزف اور جیمسن نے بھی اُس کی تقلید کی۔

بر باری رک گئی تھی اور سفید بادل بھی پھٹنے لگے تھے۔ وہ بدستور اسی گرے ہوئے نتیجے کے نیچے چھپے رہے۔ فضائیں اب بھی آجھی سی محوس ہو رہی تھی اور وہ پسینے میں نہائے جارہے تھے۔ ”اس! اکب مک اس طرح پڑے رہیں گے؟“ جوزف نے کہا۔ ”اگر تم اس عمارت کو تباہ کرنا چاہتے ہو تو اس دراز میک پیٹھنے کی کوشش کرو مجھے وہاں ایک گر نیڈ بھی ملا تھا۔ ایسا گر نیڈ جس را نکل کی نال کے آگے لگا کر بھی پھینکا جاسکتا ہے۔“

”آدھا سیاہ اور آدھا سرخ تو نہیں ہے؟“ جیمسن نے پوچھا۔

”ہاں ہاں۔ ایسا ہی ہے۔“

”بڑی خطرناک چیز ہا تھ لگ گئی ہے۔ اسے یہ لوگ ”کوسک مل ڈوزر“ کہتے ہیں اور اس سے پہلا توڑنے کا کام لیا جاتا ہے۔“ جیمسن نے کہا۔

”تب تو وہ عمارت....“ عمران کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

”میں ہر گز رائے نہ دوں گا جناب۔“ جیمسن جلدی سے بولا۔ ”اُبھی آپ ایک نامعلوم چکدار شے پر فائر کر کے دیکھ پکھے ہیں۔ کیا حشر ہوا تھا۔ پوری عمارت میں بر قیانی جمال بچھا ہوا ہے اور پہنچنے کی کن اقسام کے خطرناک مادوں کے ذخیرے اُس میں موجود ہوں۔ اس کی بتائی سے سینکڑوں میل کا رقبہ متاثر ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ اُسے ڈھانے کے سلسلے میں ہم خود بھی فنا ہو جائیں۔“

ذرا اس پر بھی سنجیدگی سے غور کر لیجھے۔“

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں بھی یہی سوچتا ہا ہوں۔“

”دفعہ طیارے کا شور پھر سنائی دیا اور وہ چوکنے ہو گئے۔ انہوں نے طیارے کو اترتے دیکھا۔ اس نے ٹھیک اسی جگہ لینڈ کیا جہاں پہلے اتر چکا تھا۔“

”وہی فوجی اُس سے اترے اور ایک قطار میں کھڑے ہو گئے۔ اُس کے بعد لاڈا اسٹینکر سے عمران کو پکارا جانے لگا۔ آواز میڈیلینا کی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔“

”جہاں کہیں بھی ہو ہاتھ اٹھائے ہوئے سامنے آ جاؤ۔ تمہیں بناہ دی جاتی ہے۔ یہ ثابت ہو چکا

شوہر کے ہاتھوں پیٹے والی عورت کا روپ ادا کیا تھا۔ اُس کے علاوہ سات آنھے افراد اور بھی تھے۔
”کیا اس نے زبان کھولی؟“ میڈیلینا نے ان میں سے کسی کو مناسب کیا۔

”نبیں مادام!“ ایک نے جواب دیا۔

”تشدید کرو... گردن کاٹ دو اس کی... ہر چند کہ مجھے سارے حالات کا علم ہو لیا ہے لیکن
میں پچھلی بات اس کی زبان سے سنبھالا چاہتی ہوں۔“

”آپ سنیں گی مادام!“ اُس آدمی نے کہا اور خبیر کھینچ کر عورت کی طرف جمپٹ پڑا۔

”نبیں نہیں۔“ وہ چیخنے لگی لیکن اُس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بڑی بے درانی سے بھکار دیا اور وہ
فرش پر گر گئی۔

”باتی ہوں... بتاتی ہوں۔“ وہ بلبلائی۔ ”مشر ہولڈن اور میرے شوہر نے مجھے اس پر مجرور
کیا تھا۔ مشر ہولڈن نے کہا تھا کہ یہ ایک ایسا مجرم ہے جسے مر جانا چاہئے لیکن مادام فی قتل
کی طرف دار ہیں۔ اس لئے اس کی سزا نے موت کی تو شفی نہیں کر رہی ہے۔ لہذا تمیں اس کے قتل
کا جوان پیدا ہی کرنا پڑے گا۔“

”ناتم لوگوں نے۔“ میڈیلینا دوسروں کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”کیا یہ سختی ہوئی مداری
نہیں تھی۔ مادام فی قتل کو بننا کرنے کی مذموم کوشش نہیں تھی۔“

”یقیناً تھی مادام!“ سب نے یک زبان ہو کر کہا۔

”لیکن میں اس عورت کو معاف کرتی ہوں کیونکہ یہ اپنے شوہر کے دباؤ میں تھی۔“
”ہمارا انصاف زندہ باد۔“ انہوں نے غرہ نگاہ عمران نجیب نظر وہ میڈیلینا کی طرف
دیکھے جا رہا تھا۔

”اب یہ اور اُس کے ساتھی زمین پر واپس بھیجن دیئے جائیں گے۔“ میڈیلینا نے کہا اور وہ سب
خاموش رہے۔ عورت پر تشدد کرنے والے نے اپنا خبر نیام میں رکھ لیا تھا۔

میڈیلینا عمران کو ساتھ لئے نہ ہے بھر اُسی کمرے میں واپس آئی جہاں جو زفاف اور جیمسن تھے۔
عمران کو اس پر حیرت تھی کہ اُس نے ابھی تک ٹھنڈے سورج کی تباہی کے بارے میں پچھہ نہیں
کہا تھا جس پر عمران نے فائز کیا تھا۔

”اب تم لوگ زمین پر واپسی کے لئے تیار ہو جاؤ۔“ میڈیلینا نے اُن سے کہا۔

”ہم تیار ہیں۔“ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

”خواہ مخواہ بات اتنی بڑھ گئی۔“ میڈیلینا نے کہا تھا اس کو کچھ نہ بولا۔

”ہمیں کھانا اور شراب بھی جاہنے۔“ جو زفاف بول پڑا۔ اس کا الجھ بے حد غصیلا تھا۔
کھانا اور شراب فوراً جیسا کیے گئے تھے۔ قریب اس دھنے بعد انہیں ایک عجیب سے کمپاٹر میٹ میں
لے جا کر کر سیوں پر بھاٹا دیا گیا۔ یہاں چاروں طرف کمپیوٹر قسم کی مشینیں لگی ہوئی تھیں اور ان
کے پلنے کے شور سے کمپاٹر میٹ کو خ رہا تھا۔ دفعتاً عمران نے ولیسی ہی کیفیت محسوس کی جیسی
آبوز سے ٹرانسٹ ہوتے وقت محسوس کی تھی اور پھر وہ بالکل بے خبر ہو گیا۔ یہ بھی تو نہ دیکھ سکا
کہ جو زفاف اور جیمسن کے ذرات کس طرح منتشر ہوئے تھے۔
دوبارہ ہوش آنے پر خود کو اُسی لباس سمیت جس میں ٹرانسٹ ہوا تھا ایک بستر پر پڑا۔

قریب ہی وہ بستر اور بھی تھے جن پر جو زفاف اور جیمسن پڑے ہوئے تھے۔
وہ دونوں بہت زیادہ جھنجھوڑے جانے پر بیدار ہوئے تھے۔ ہر بستر کے قریب ایک ایک سوٹ
کیس بھی تھا۔ عمران نے اپنے بستر کے قریب والا سوٹ کیس کھولا۔ دوسری اشیاء کے اوپر ایک
لغاز رکھا ہوا نظر آیا جس پر اُسی کا نام تحریر تھا اور لفاظ سے برآمد ہونے والی تحریر کے مطابق وہ
اس وقت نیویارک کی ایک عمارت میں تھے۔

سفر خرچ اور پاسپورٹ بھی سوٹ کیس، ہی سے برآمد ہوئے۔ پاسپورٹ پر عمران ہی کی تصویر
تھی لیکن نام فرضی تھا۔ یہی سب کچھ ان دونوں کے سوٹ کیسوں سے بھی برآمد ہوئے تھے۔
”خیر سے بدھو...“ عمران نے جیمسن کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا اور جیمسن ترستے
بولا۔ ”نیویارک آئے۔“

”باس یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ ہمیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ کیپ کینیڈی میں برف
باری ہوئی تھی یا نہیں۔“ جو زفاف نے کہا۔

”تو پھر اب کیا راہ ہے یور میجسٹری؟“ جیمسن نے پوچھا۔

”چپ چاپ گرد واپس چلیں گے۔“

”یعنی آپ انہیں اصل واقعہ نہیں بتائیں گے۔“ جیمسن نے کہا۔

”میں بر اور است کچھ بھی نہ کروں گا۔ لیکن چاروں ملکوں کے ان ذمہ دار افراد نے اس سلسلے

میں میرا حوالہ ضرور دیا ہو گا۔“

”یقیناً دیا ہو گا۔“

”لہذا بے شک ہماری حکومت سے رجوع کیا جا پکا ہو گا۔ اب میں صرف اپنی حکومت کو ایک مشورہ دوں گا۔“

”وہ کیا؟“

”میری حکومت بھی سودے بازی کرے۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”ایٹھی ری پر و سینگ پلانٹ۔“ عمران طویل سانس لے کر بولا۔ ”بڑی طاقتیں نہیں چاہتیں کہ ہم اپنے یہاں ایٹھی ری پر و سینگ پلانٹ لگائیں۔“

”بہت خوب۔“ جیمسن نے اظہارِ مسرت کیا۔

”لہذا میں کیوں نہ چاہوں گا کہ وہ زیر و لینڈ کے ہاتھوں بلیک میل نہ ہوں۔ میں صرف اسی صورت میں ان کی مدد کروں گا جب ان ہی میں سے کوئی ہمیں ایٹھی ری پر و سینگ پلانٹ لگانے میں مدد دینے پر تیار ہو جائے گا۔“

”ہمیز... ہمیز!“ جیمسن نے تالی بجائی اور جوزف نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

”ویسے میں نے محسوس کیا ہے کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔“ جیمسن بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ ”کیا مطلب....؟“ عمران نے آنکھیں نکالیں۔

”قہری سیاشراید آپ سے لو کرتی ہے؟“

”اور گلزاریوں سے شادی کر دینے پر تسلی رہتی ہے۔“

”اگر وہ رو بیوٹ تھا تو غصب کا تھا۔ اسے چہرہ دیکھ کر دل میں گد گدی ہونے لگتی تھی۔“

”شٹ اپ! یو، جیبو شرمپ!“

”لیلیگو تیک یور میجھٹی!“ جیمسن برا سامنہ بنا کر بولا۔

ٹھیک اسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی اور وہ متین انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر عمران کھکار کر بولا۔ ”کم ان“ دروازہ کھلا اور سب سے پہلے جس شخص پر اس کی نظر پڑی وہ رو جر فرینکن تھا۔ اس کے ساتھ تین بار دی افراد اور بھی تھے۔

”میر عمران! خوش آمدید۔“ فرینکن مصالحت کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

”اب مجھے تمہاری اہمیت کا علم ہوا ہے۔ اس لئے میں مر رخ پر اپنے رویے کی معافی چاہتا

ہوں۔“ دونوں نے مصالحت کیا اور فرینکن نے عمران سے اُن تینوں افراد کا تعارف کر لایا۔ یہ بُری، بُری اور فضائی افواج کے تین ذمہ دار آفیسر تھے۔

”لیکن سوال تو یہ ہے کہ تمہیں یہاں ہماری موجودگی کا علم کیوں نہ ہوا؟“ عمران نے جیسے پوچھا۔

”زیر و لینڈ سے پیغام موصول ہوا تھا کہ تم تینوں کو بھی زمین پر واپس بھیج دیا گیا ہے اور یہ بھی بتایا گیا تھا کہ تم سے کہاں ملاقات ہو سکے گی۔“

”تو سیدھے تینیں چلے آ رہے ہو؟“

”ہم تو بچھل رات سے تینیں ہیں۔ تمہیں جگانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ جب تمہاری آوازیں سینیں تو دستک دی۔“

”تو ہم واقعی نیویارک میں ہیں؟“

”ہاں مسٹر عمران! اب تم ہمارے مہمان ہو۔“

”شکریہ، ادہ تو کیا یہ صحیح ہے کہ کیپ کینیڈی پر برف باری ہوئی تھی؟“

”بالکل درست ہے مسٹر عمران۔“

”میڈیلینہ نے مجھے مر رخ ہی پر بتا دیا تھا کہ کیپ کینیڈی میں برف باری ہوئی ہے اور اب وہ تمہارے ملک کو بلیک میل کر کے بحث کا دسوال حصہ حاصل کرے گی۔“

”اُن لوگوں کا مطالبہ یہی ہے مسٹر عمران۔ سالانہ بحث کے دسویں حصے کے برابر رقم۔“

”پھر کیا ارادہ ہے؟“ عمران نے سوال کیا۔

”ارادوں کی بات حکومت جانے۔ میں تو اس لئے یہاں آیا ہوں کہ میری سرگزشت کی قدمیں ہو جائے۔“

”کیوں نہیں.... بھلا تصدیق کیوں نہ کروں جب کہ ہم ساتھ ہی ایک جیسے انگلیز آبدوز میں سفر کر چکے ہیں اور وہیں سے ہمارا انپورٹیشن یا مرا نسپیشن مر رخ کے لئے ہوا تھا۔ اگر کہو تو پوری داستان دہرا دوں۔“

”نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے مسٹر عمران۔“ ایک آفیسر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”میر انسیاں ہے کہ ایک بار پہلے بھی زیر و لینڈ کے سلسلے میں ایک سہم میں ہمارے ساتھ حصہ لے چکے ہو۔ ہمارے ملک کی نمائندگی کیلی گرام نے کی تھی اور شاید تمہاری ہی وجہ سے ہم نے اُس سہم میں کسی قدر

کامیابی بھی حاصل کی تھی۔“

”شکر یہ لیکن مرخ نمک پنچا میرے بس کی بات نہیں۔“

”کیا تمہیں یقین ہے کہ تم مرخ نمک سے آئے ہو؟“

”اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں یقین نہیں ہے جز!“

”مجھے یقین نہیں ہے۔“ اُس نے سخت لمحے میں کہا۔

”اس کے باوجود بھی کہ دھمکی کے مطابق کیپ کینیڈی پر برف باری ہو چکی ہے؟“

”اس قسم کی کوئی حرکت زمین ہی کے کسی حصے سے بھی کی جاسکتی ہے۔“

لیکن شاید اس کا پتا لگانا بھی محال ہو کہ زمین کے کس حصے سے ہوئی ہے۔“

”بے شک دشوار ہے لیکن ناممکن نہیں۔ ملکہِ موسیٰ میات کے ایک آئے نے سست کا تعین کر لیا ہے۔“

”یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ دیے زیر ولینڈ تو زمین ہی پر پلایا جاتا ہے۔“

”اب میں تم لوگوں کے کاغذات دیکھوں گا۔“ فرینٹکلن نے کہا۔

”گھر سے کاغذات لے کر نہیں نکلے تھے۔“ عمران بولا۔ ”اُن لوگوں نے ہمارے لئے پاسپورٹ کا انتظام ضرور کیا ہے لیکن ان پر ہمارے صحیح نام درج نہیں ہیں البتہ تصویریں ہماری ہی لگائی گئی ہیں۔“

”سفر خرچ بھی ہو گا....؟“ فرینٹکلن نے پوچھا۔

”ہاں سفر خرچ بھی ہے اور فرد افراد اہدا یافت نہیں۔“

”بالکل یہی ساری چیزیں ہمارے ساتھ بھی تھیں اور ہم برازیل کے شہر، کیتو، میں بیدار ہوئے تھے۔“

برازیل کے نام پر عمران طویل سانس لے کر رہ گیا اور جوزف اُس کی شکل دیکھنے لگا تھا۔

جزل جس نے کیلی گراہم کا حوالہ دیا تھا عمران سے بولا۔ ”صرف میں تم سے تہائی میں کچھ باشیں کرنا چاہتا ہوں۔“

”ضرور، ضرور! مس کیلی گراہم اب کہاں ہیں؟“ عمران نے پوچھا۔

”یورپ میں کہیں....“

وہ عمران کو دوسرے کمرے میں لایا اور اُسے بغور دیکھتا ہوا بولا۔ ”باؤ دے سوف کا کیا قصہ تھا

مشترع عمران؟“

”اوہو... تو اطلاع پہنچ گئی؟“

”اُس میں کیا تھا؟“

”اُگدھی اور اُس کا پچھہ۔“

”صرف اتنی کی بات پر اتنا براہنگا مدد ہوا تھا؟“

”پچھے بھی ہو، اُسے اُن لوگوں نے ضائع کر دیا تھا۔ اُگ میں جلا دی گئی تھی۔“

”کہن لوگوں نے؟“

”اُن ہی کے بارے میں چھان بین کر رہا تھا کہ یہ افادہ پڑ گئی۔“

”تم نے اُس کی تصویریں بھی تو انہاری تھیں؟“

”وہ بھی میرے قبضے سے نکل گئیں۔ عقیلوں بھی ضائع ہو گیا۔“

”ہمیں باؤ دے سوف نا پینٹنگ کی ہسٹری کا علم ہے مشترع عمران!“

”اچھا تو پھر....؟“

”کہیں تم اُسی کے لئے تو نہیں کپڑے گئے تھے؟ ورنہ ظاہر ہے کہ زیر ولینڈ کو تمہارے ملک سے کیا لوچپڑی ہو سکتی ہے؟“

”ظاہر ہے جزوی ہماری حیثیت ہی کیا ہے۔ ہم تو ایئٹھی ری پر سینگ پلانٹ بھی نہ حاصل کر سکے۔“

”پلیز... پلیز...!“ وہ ہاتھ انٹھا کر بولا۔ ”سیاست نہیں۔“

”میں سیاست کیا جانوں میں نے تو ایک عام بات کہی تھی۔“

”فی الحال تم ہمارے مہمان رہو گے۔“

”مہمان یا قیدی؟...؟“

”یہ بات نہیں ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ تم مخالف کیپ کے ہاتھ لگ جاؤ۔“

”اُگر لگ بھی گیا تو کیا ہو گا۔“

”وہ لوگ تمہیں اپنی مشینوں کے حوالے کر کے او ہیزوں لیں گے۔“

”اور تم کیا کرو گے....؟“

”ہمارا رویہ دوستانہ ہو گا۔“

”لیکن او ہیزوں گے تم بھی؟“

”ضرور ضرور! اور میرے لئے کھانا بھی۔ کیونکہ میں بو تلیں نہیں چاہتا۔“
 ”ہے، ایک ہو شش بھی تو ہونی چاہئے تھی۔“ جیسمن کرالہ
 ”تم نے بھی اپنی خواہش کاظہار کیوں نہیں کر دیا تھا؟“
 ”بھیں دبا کر بلاوں کسی کو؟“
 ”کوشش کرو۔“
 جیسمن نے گھنٹی کا بین دبایا اور با میں آنکھ دبا کر مسکرا نے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ایک سلسلہ آدمی
 نے کمرے میں داخل ہو کر انہیں استفہامیہ انداز سے دیکھا۔
 ”ہمیں بتایا گیا ہے کہ جو کچھ بھی ہم طلب کریں گے مہیا لیا جائے گا۔ ہم مہماں ہیں تا...!“
 ”جی ہاں، فرمائیے...!“
 ”ایک خوبصورت سی ہو شش چاہئے۔“
 ”ضرور، ضرور، لیکن تھوڑا سا وقت لگے گا۔“
 ”وہ چلا گیا اور عمران جیسمن کو گھورتا ہوا بولا۔“ گورنری نے تمہیں بالکل چوپٹ کر دیا۔ تم تو بے
 حد نشک قسم کے آدمی ہو اکرتے تھے۔
 ”مجھے یکسانیت پسند نہیں ہے، یور ٹھیڈی!“
 ”خیر... خیر۔“
 جوزف نے کچھ دیر بعد آکر اطلاع دی کہ انٹے فرائی ہو گئے ہیں اور کافی کاپانی اٹلنے ہی والا
 ہے۔ اس دوران میں اُس نے شراب کی بو تلیں اور باورچی خانہ تلاش کر لیا تھا۔ ناشتے سے فارغ
 ہو کر وہ پھر اوپنگھنے لگے اور اسی عنودگی کے عالم میں عمران سوچ رہا تھا کہ نہ رے چھنے۔ تھریسا نے
 ایک بار پھر اُسے استعمال کردار لاتا تھا۔ اب اگر ان لوگوں نے اُسے کشفیش چیزیں پر بھادرا یا تو سب کچھ
 اگھولیں گے۔ لیکن وہ اپنی حکومت کے علم میں لائے بغیر برآ راست کی کو کوئی اطلاع نہیں دے
 سکتا تھا۔ تو پھر اُسے کیا کرنا چاہئے؟
 ”وہ لوگ اُسے قانوناروک سکتے تھے۔ کیونکہ وہ ان کے ملک میں مقیم تھا اور پاسپورٹ جعلی
 تھا۔ جوزف اپنی دھمکی کو عملی جامہ بھی پہنا سکتا تھا۔
 ”وہ اٹھ گیا اور گھوم پھر کرنے میں اُس کی عمارت کا جائزہ لینے لگا۔ نمادت سے باہر قدم لٹکانے کی ممانعت
 تھی اُسی تھی اور باہر ان کی گفرانی کے لئے سلسلہ افراد موجود تھے۔“

”تمہارا الجھ طنز یہ ہے مسٹر عمران!“ جزل نے مسکرا کر کہا۔ ”کیا باڈل دے سو ف کی پینٹنگ
 میں تم نے کچھ تلاش کرنے کی کوشش بھی کی تھی؟“
 ”نہیں جزل! میں بہت جلدی میں تھا کیونکہ وہ تصویر اندر سر و سر اٹھی جس والوں کے
 حوالے کرنی تھی۔ اس لئے اُس کے فوٹوگراف لئے تھے لیکن وہ بھی ہاتھ سے نکل گئے۔“
 ”جزل تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا ہا پھر بولا۔“ اچھا مسٹر عمران! ہم اس مسئلے پر پھر گفتگو کریں گے۔“
 ”میرا خیال ہے کہ مجھے جلد یہاں سے روانہ ہو جاتا چاہئے۔“
 ”نہیں مسٹر عمران! اتنی جلدی نہیں۔ اسے مت بھولو کہ تمہارے پاسپورٹ جعلی ہیں۔ اگر تم
 نے ہم سے تعاون نہ کیا تو پریشانیوں میں پڑو گے۔“
 ”ہاں یہ بات تو ہے جزل!“ عمران سر ہلاکر بولا۔
 ”سبکھ دار آدمی ہو۔“
 ”وہ پھر اُسی کمرے میں واپس آگئے جہاں دوسرا سے لوگ تھے اور جزل نے فرینٹکن کو چلنے کا
 اشارہ کر کے عمران سے کہا۔ ”تمہیں یہاں اس کے علاوہ اور کوئی تکلیف نہیں ہو گی کہ باہر نہیں
 نکل سکو گے۔“
 ”میں سمجھتا ہوں جزل!“
 ”جس چیز کی ضرورت ہو گی۔ فراہم کر دی جائے گی۔ باہر سلسلہ آدمی موجود ہیں۔ بس گھنٹی کا
 بین دبادیا اگر کسی کو طلب کرنا ہو۔“
 ”فی الحال ناشتے اور میرے ملازم کے لئے شراب کا انتظام کرنا ہو گا۔“
 ”یہاں سب کچھ موجود ہے مسٹر عمران!“
 ”بہت بہت شکریہ جزل!“ عمران نے اظہار مسروت کرتے ہوئے کہا۔
 اُن کے چلے جانے کے بعد عمران نے اپنے ساتھیوں کو خاموش ہی رہنے کا اشارہ کیا تھا۔...
 اور پھر کاغذ پسل نکال کر تحریر کے ذریعے انہیں سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ وہ زیر و لینڈ باؤل
 دے سو ف یا مرٹخ کے بارے کوئی بات نہ کریں۔ عمارت بگد معلوم ہوتی ہے ہماری گھنٹو
 دوسروں تک ضرور پہنچے گی اور اب ہمیں خود کو قیدی ہیں۔ تصویر کرنا چاہئے کیونکہ ہمارے پاسپورٹ
 جعلی ہیں۔
 جیسمن نے بہت بُراسا منہ بنا لیا اور جوزف نے کہا۔ ”تو پھر بس میں بو تلیں تلاش کروں۔“

”سک... کیا مطلب؟“ وہ کلایا۔

”میں نے کہا تمہیں آگاہ کر دوں کہ اردو بھی جانتی ہوں، ورنہ کہیں تم، مادر، پدر آزادت ہو جاؤ۔“
”آف فوہ... اتنی بامحاورہ اردو۔“ جیسن آنکھیں بھاڑ کر بولا۔

”چلو، ہٹکو بیہاں سے۔“ عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ ”ہم ضروری باقیں کریں گے۔“
”آپ مجھ سے کہہ رہے ہیں؟“ جیسن حیرت سے بولا۔

”ہاں تم سے کہہ رہا ہوں۔ کمرے میں جاؤ۔“ عمران سخت لمحہ میں بولا۔
تمہیں اُسے عجیب نظروں سے دیکھتا ہوا کمرے میں چلا گیا اور عمران نے اُرسلہ سے کہا۔ ”یہ تم کیا کرتی پھر رہی ہو؟“

”بے فکر ہو۔ بحفاظت اپنے گھر پہنچ جاؤ گے۔ مصلحتاً تمہیں ان کے حوالے کیا گیا تھا۔ ورنہ تم بھی دیہیں پہنچائے جاتے، جہاں اُن چاروں کو پہنچایا گیا تھا۔“

”میرا خیال ہے کہ یہ عمارت بُنکہ ہے۔ ہماری آوازیں ان تک پہنچ رہی ہوں گی۔“
”میری موجودگی میں یہ ناممکن ہے۔ پھر کہتی ہوں کہ ان کی ترقی ہمارے مقابلے میں پچوں کے کھیل سے زیادہ وقت نہیں رکھتی۔“

”وہ تو میں دیکھ رہا ہوں۔ لیکن اب وہ مصلحت بھی بیان کر دو جس کے تحت تم نے ہمیں ان کے حوالے کر دیا تھا۔“

”میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ یہ تم سے باویں دے سوف کے حوالے سے تو گفتگو نہیں کرتے، کیونکہ تمہارے ہی ملک سے اس کا غلغله بلند ہوا تھا۔“

”اچھا تو پھر...؟“

”میں نے ان کی اور تمہاری گفتگو کا ایک ایک لفظ سنائے ہے۔ کیونکہ تمہارے کوٹ کے کارکے اندر ہمارا بگ موجود ہے۔“

”تم نے اس بار مجھے کسی کھلونے کی طرح استعمال کیا ہے اسے یاد رکھنا اور میں بھی یاد رکھوں گا۔“
”مجھے خوشی ہے کہ تم نے انہیں باویں دے سوف کے بارے میں کچھ نہیں تایا۔“

”میں کچھ جانتا ہی نہیں۔“

”بہت کچھ جانتے ہو۔ اگر میں نے آج ہی تم لوگوں کو بیہاں سے ہٹانہ دیا تو وہ تم پر قہر ڈگری ادا کیں گے۔“

لیکن وہ عمران ہی کیا جو تحکم ہار کر بیٹھ جاتا۔ مسلسل اسی لگنگ و دو میں لگا رہا کہ کسی طرح فرار کی کوئی راہ نظر آجائے۔ اسی دوران میں اُس نے صدر دروازہ کھلنے کی آواز سنی اور پھر پیروں کی چاپ بھی سنائی دی۔

جیسن کی خواہش پوری کر دی گئی تھی۔ یعنی اُن کی میزبان آگئی تھی۔ عمران کو دیکھ کر اُس نے ہیلو کہا اور عمران کو بھی خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرنا پڑا۔ جوان العمر اور بے حد دلکش عورت تھی۔

”تمہیں زیادہ انتظار تو نہیں کرنا پڑا...؟“ اُس نے عمران سے پوچھا۔
”پچھے ایسا زیادہ بھی نہیں۔“ عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

شاید جیسن کی او ٹھیک ہوئی ساعت تک بھی، اُس کی زندگی سے بھرپور آواز پہنچ گئی تھی۔ ایک دم کمرے سے نکل پڑا۔

”چاند کی کرن میں جان پڑ گئی ہے۔“ اُس نے مسکرا کر کہا۔
”شکریہ، میں پہنچ آئی تھیں؟“

”بہت زیادہ۔“

”تیرا کہاں ہے؟ مجھے تایا گیا تھا کہ تم مہمان ہیں۔“
”مہمان تو بس مجھے ہی سمجھو، بقیہ دونوں خود کھلیل ہیں۔“

”کیا بات ہوئی؟“

”صرف میری فرماش پر تمہیں بلا یا گیا ہے۔“
”تمہارا وزن کتنا ہے؟“ عورت نے پوچھا۔

”پہلے تم اپنا نام بتاؤ؟“

”اُسلا!... اور تم...؟“
”میں جیسن ہوں۔“

”اویسی...؟“ اُس نے عمران کی طرف دیکھ کر پوچھا۔
”ہر میجھی دی کلگ آف جھاپک لینڈ۔“ جیسن نے کہا اور اردو میں عمران سے بولا۔ ”آپ

نے تو چپ سادھلی ہے۔ ہائے، کیا پیز بھوائی ہے کم بخنوں نے۔“

”چپ بے۔“ اُرسلانے بے ساختہ اردو میں کہا اور عمران اچھل پڑا اور جیسن کا تو پھرہ دھواں دھواں ہو گیا تھا۔

”دیکھا جائے گا۔ تم مجھے کیا سمجھتی ہو؟“
”کفیش چیز پر آدمی صرف بج بول سکتا ہے۔“

”ہاں یہ بات تو ہے اور تم یہاں میرے منہ میں نکیا ذائقے سے رہیں۔“

”وہ سب ڈھونگ تھا۔ تم خود ہی اس کی وضاحت بھی کر چکے ہو۔ کفیش چیز سے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہوتی۔“

”پھر ہمارے یہاں سے نکلنے کی کیا صورت ہو گی؟“

”ایک جزل پھر آئے گا اور تم لوگوں کو اپنے ساتھ باہر لے جائے گا۔ پھر ایک چارڑی طیارے سے تم سدنی پہنچو گے۔ وہاں سے آسانی اپنے ملک تک پہنچ سکو گے۔ اس بار دوسرے پاسپورٹ تمہارے ساتھ ہوں گے۔ وہ تینوں پاسپورٹ واپس کر دو۔“

”میں تو کہتا ہوں کہ تم مجھے پھر مرنخی کے لئے ٹرانسٹ کر دو۔ جب سے میرے ملک میں کیسٹ پلیسٹر زکی ہمدراد ہوئی ہے جی سے گزر جانے کو دل چاہتا ہے۔ جس گھر میں قدم رکھو کی جان یا کسی جہاں کی رسیں رسائی دینے لگتی ہے۔“

”اپنے ہی گھر میں پڑے رہا کرو۔“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

”اپنا تو کوئی گھر ہی نہیں ہے۔“

”تم آخر کب آدمی بنو گے، عمران؟“ ”فتاواہ بے حد معموم لجھے میں بولی۔“

”ابھی ارتقاء کا عمل اس دور میں داخل نہیں ہوا جہاں مجھے جیسے افراد آدمی بن سکیں۔“

”کیا میں تمہیں کبھی یاد آتی ہوں؟“

”کیوں نہیں، جب عرصے تک کوئی بے وقوف بنانے والا نہیں ملتا تو تم بہت یاد آتی ہو۔“

”مجبوری تھی، عمران ذییر! تمہارے علاوہ میرا یہ کام کوئی اور نہیں کر سکتا تھا۔“

”تو کیا واقعی تم لوگ میرے لئے سزاۓ موت تجویز کر چکے ہو؟“

”یہ حقیقت ہے لیکن اس میں میرا تھے نہیں ہے۔“

”کیا مجھے بچا کر تم اپنے کاز سے غداری نہیں کر رہیں؟“

”ہرگز نہیں۔ یہ محض انداز فکر کا فرق ہے۔ تم زندہ رہ کر ہمارے لئے بہت کچھ کر سکتے ہو۔“

”میں جانتی ہوں تم کبھی نہ کبھی ہماری طرف رخ ضرور کرو گے۔“

”ٹھیک ہے، انتظار کرو۔“

”میں انتظار ہی تو کر رہی ہوں۔“

”تو ہم یہاں سے کب روائے ہوں گے؟“

”ٹھیک ایک گھنٹے بعد۔“ وہ گھٹری دیکھتی ہوئی بولی۔ ”لیکن اس کی طرف سے ہوشیار ہتا کر کہیں دوسرے کیمپ کے ہتھے نہ چڑھ جاؤ۔“

”میں دیکھوں گا۔“

”وہ پاسپورٹ مجھے دے دو اور دوسرے پاسپورٹ تمہیں، اُسی جزل سے مل جائیں گے جو تمہیں لینے آئے گا۔“

”لیکن تم اس بھروسہ میں کیسے آئیں؟“

”میں اسی عورت کے میک اپ میں ہوں جو یہاں بھجوانے کے لئے منتخب کی گئی تھی لیکن یہاں نہیں پہنچ سکی۔“

”تمہاری اصلی صورت دیکھنے کو ترس گیا ہوں۔“

”اگر کبھی میرے ہو سکے تو ضرور دیکھو گے۔“

”تمہارا ہونے کے لئے مجھے میٹرک کا امتحان تو نہیں دینا پڑے گا۔“

”بس چپ رہو۔“ وہ بیزاری سے بولی اور دوسری طرف دیکھنے لگی۔ عمران شرارۃ آمیز مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

جلد نمبر 31 (دوم)

- عمران کو وہ تلاش کرتی پھر رہی تھی۔ وہ کون تھی؟ اور کہاں تلاش کر رہی تھی؟
 - کیا وہ مجھ دیواروں سے سر نکلتی تھی؟ اور کیوں؟
 - دو مضمکہ خیز لاشیں... کیا لاشیں بھی مضمکہ خیز ہو سکتی ہیں؟ تجیر اور ایکشن سے بھر پور ناول
 - عمران شہباز کی طرح حریفوں پر چھٹا ہے۔
 - ریڈیو زیر ولینڈ کا دعویٰ خلا میں تباہ ہو جانے والی اسکائی لیب کے ثنوں وزنی نکلنے ہم جہاں چاہیں گردائیں۔ اگر ہمارا مطالبہ پورا نہ کیا گیا تو اسکائی لیب کے نکلنے فلک بوس عمارات پر گریں گے۔
 - اور وہ آتشی حلقہ جو عمران کے گرد چکر لگاتا ہوا اسے ایک جانب دوڑائے لیے جا رہا تھا۔ ایسی سننی خیز کہانی جسے آپ عرصہ تک نہ بھلا سکیں گے۔
 - انہیں بار بار سوچنا پڑتا تھا کہ کہیں یہ یو قوف سا آدمی انہیں موت کے منہ میں تو نہیں لے جا رہا۔ خود کیلی نے بھی بسا اوقات سوچا تھا کہ کہیں اس کا دماغ تو نہیں الٹ گیا۔
 - پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ خود اس کی جان کے دشمن ہو جاتے ہیں۔
 - تیرت انگیز ایجادات.... کئی اسکائی اسکرپٹر زبلے کے ڈھیر ہو گئے۔
 - کیا مجھ وہ شکستہ اسکائی لیب کے کوہ پیکر نکلنے تھے جنہوں نے تباہی پھیلائی تھی۔
 - ایک ہنگامہ انگیز کہانی.... سسپنس اور ایکشن سے بھر پور واقعات
 - اور پھر اس مرکز کی تباہی.... جہاں سے ساری دنیا کو نشانہ بنایا جا سکتا تھا۔
- یہ سب جانے کے لئے ملاحظہ فرمائیے

زیر ولینڈ کی تلاش جلد نمبر 31 (دوم)

109 - تلاش گمشده

110 - آگ کا دائرہ

111 - لرزتی کیریں